عقدہ" کہلاتا ہے۔ اور آخری نکتہ "نکتہ در تخلص" کہلاتا ہے۔ چونکہ غزل کے مقطع کی طرح اس بند میں بھی تخلص کے لانے کا التزام ہے۔ اس لئے یہ نام دیا گیا ہے۔

باب اللام میں ایک سی حرفی ملتی ہے۔ چونکہ پنجاب میں ابتک یہ صنف رائج ہے اس لئے میں اس کی تشریح سے اعراض کرتا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے بارہ ماسہ کی طرح سی حرفی بھی ہندی نظم کی ایک پرانی شاخ ہے۔

یہاں میں ان کی ایک نظم سے جو معراج نبی پر ہے کچھ اشعار نمونہ کے طور پر نقل کرتا ہوں: —

آدم آدمیں ہور جن سارے لے نور نبی تھے کیتے — بھیس بھرا کر آپ دکھایا ہم تم او پر بول سو دیتے
ڈونگر حیواں ہور نباتات لے سب نور نبی کا جانوں — احمد محمد ناوں احد کے دوجا من منہ کوئی نہ آنوں
توریت ماں خدا ایں کہیا مہتر موسے ہاتھ — محمد رسول حبیب خدا کا ساروں کہہ یہ بات
احمد بھی ہے توریت مانہیں محمد کیرا ناوں — انجیل میں بھی احمد کہیا کہے تھیں تس مولد تھاوں
احدیت تھیں وہ ہو وا ظاہر حضرت نبی محمد میرا — آئے صلب عبد اللہ کے سگلے تھاوں کرتے پھیرا
باجت گاجت سہیلی گانویں رے تجہ روپ اچاگل کیرے — آج ہماری عید سہی ہے نین سلونے دیکھے تیرے
حبیب خدا کا خاتم انبیا ساروں کا سر تاج — جسکے مولود باجت گاؤ عید ہماری آج
علی محمد ایکس نور ہے بکھر گیا ہے چوندیس سوئے — بھیس انیڑے آپیں لیا یا رہیا آپس آپیں جوئے

نظم آیندہ شیخ احمد کبیر کی مدح میں ہے

سلطان سید احمد میرے — اے سب نور نوازے تیرے
جد تمہارے امت شاہ نبی ایں معراج کی رات — امت سگلی تجکوں بخشی مرید کیے سب تیرے ہاتھ
شاہ شہاں ہیں جے جگماہاں سیوا کریں سو تجہ دربارا — غوث قطب سب عالم کیرے وارین جاویں تجہ پر پیارا
سانچا شاہ حسینی راجا نو کھنڈ تیری آن — سارے مرید تمہارے پیار نہ کریں بکھان
سلطان انبیا کل جگ داتار شاہ علی تن میسو — سلطان سید احمد رنجے ساروں کا تیں جیسو

ذیل کی مختصر نظم پھولوں اور مالی پر ہے جو جذبات کے لحاظ سے بالکل مذاق حال کے مطابق ہے:-

جس پولوں سونگھن جاؤں تس باس تمہارا پاؤں کر ہار نہ کیئیوں گل لاؤں

یہ کرنے اور گلالاں ہور کلیاں جے ات لالاں سب دیویں تیریاں بھالاں

توں موگرا چاہیں چاکھے دہن بید ہی کیتا سانکھے کیئیوں تاں نہ لاگل راکھے

یہ جوہی بھی نرمائی ہور باس تمہاری لیائی تو ہیرڑے میں لے باہی

ان ہار حمیلوں سارے سب کلیوں کھل پیارے ہنس کرے سو توں مہکارے

تجہ مالی جے ہوں پاؤں لے چوری ما نہ چھپاؤں ہیں نینوں تا نہ دکھاؤں

تواں گھر گھر شہ ہو آوے ہو اَلیِل کلیوں راوے جگ تیرا سہاگ کھنداوے

شاہ علی محمد ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے فارسی اوزان کو ہندی زبان میں روشناس کرنے کی ابتدائی کوشش کی ہے۔ ان کے ہاں ہزج مربع سالم و رجز مربع سالم میں دو نظمیں موجود ہیں۔ یہاں ان بحروں کے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں:-

رجز مربع سالم

یہ جیو تو رہتا نہیں ہور من دوکھ سہتا نہیں کو جا سے پیو کہتا نہیں رے بھائیو ہوں سوں کروں

مجہ جگ کہے جمتا نہیں پیو باج مجہ کتا نہیں من مانہہ نیہ سمتا نہیں رے بھائیو ہوں سوں کروں

کیچہ بات نہ پن کیوں کہوں من مانہہ کی من سے رہوں توں سکہہ کرے ہوں دوکھ سہوں رے بھائیو ہوں سوں کروں

سکے لوک مجکو دکہ دہیں جانو جو ایسا کو سہیں مجہ باج علیجیو کے کہیں رے بھائیو ہوں سوں کروں

ہزج مربع سالم

جو جھوڑا پیو سوں لاگا ہیئے جس نیہ کی آگا تنہوں کا لوجہ سب بھاگا

در جوار پیر سیصد سالہ است '

حافظ یاری

بغایت خوش طبع و خوش صحبت و شیریں کلام بود ' بیشتر اوقات تلاوت (ق ۲۴۳ ب) قرآن می کرد و علم قرأت را خوب می دانست و در باب موعظت و انصاف ' این مطلع از وست ؎

گرم بر سر ہزار آید بلا شایستۂ آنم   کہ ہستم بدترین خلق و خود را نیک می دانم

و در مدرسہ اخلاصیہ جامہ نہادہ مزارش بسر کوچہ صفا اتفاق افتاد

مولانا قنبری[۱]

از نیشاپور ' در نظم چالاک بود و ابیاتش خالی از چاشنی نبود ' در مدح بابر میرزا این مطلع از وست ؎

این گہر ہا بین کہ در دریا را خضر کردہ اند   زین مشاعل آتش خور بین کہ خون بر کردہ اند

مولانا خسروی[۲]

مرد دعوی دار و بزرگ منش و تند خوی بود ' گاہی کہ شعر خواست خواند ' و در کلام خود چنان ادا ہا می کرد کہ کس را مجال دخل نے ماند ' ضرورتاً تحسین بایست کرد ' این مطلع

---

[۱] مولانا قنبری زہ تاب ' مرد عامی بود ' اما قصاید خوب می گفت ' در مشہد و وقتی بہ ہرآت بسر برد ' در مدح سلطان بابر قصاید آبدار گفت ' [ر ک تذکرہ دولت شاہ ص ۴۶۵ : ہفت اقلیم (خطی) ; خزینہ گنج الہی (اسپرنگر ص ۸۳)]

[۲] خسروی ہروی متوفی ۹۵۸ھ [تقی خلاصۃ الاشعار (اسپرنگر ص ۲۰)] '

واقع شده ؎

بازعید آمد بیا جانا که قربانت شوم همچو چشم گوسفند کشته حیرانت[۱] شوم

[مولانا[۲] چنان گفته باشد که میر نوشته ، اما درمیان مردم چنین مشهور است ع
عید قربانست و می خواهم که قربانت شوم]

مولانا مسعود قمی[۳]

از کلانتران آن ولایتست و در محلی که از عراق بخراسان آمد مثنوی او پخته و غزلش روان بود ، اکثر ابیاتش رنگین می افتاد ، سلطان صاحب قران "تاریخ خود را باو فرمود ، دوازده هزار بیت گفت و یوسف و زلیخا و مناظرهٔ شمس و قمر نیز گفته و نیک واقع شده ،
این مطلع از وست ؎

بی تو چون در گریه خوابم می برد خواب می بینم که آبم می برد

؎

مشتاقم و دورم غم جان کاهم ازانست مشتاق تران دور تر ند آه ازانست

این مطلع در رقعه نوشته بود و دیوان او درمیان مردم هست ، در شهر هرات فوت شد مزارش

---

[۱] حیرانت (کذا) [۲] زیادة از فخری [۳] قاضی مسعود قمی ، از جملهٔ اعیان عراق بود و در زمان خاقان منصور از وطن مالوف بهرات آمد ملازمت امیر نظام الدین علی شیر اختیار نمود و چون در نظم اشعار مهارت داشت ، حضرت خاقانی نظم احوال خجسته مآل خود را بوی رجوع کرد و خواجه دران باب نزدیک بدو هزار بیت در سلک بیان آورد ، قصه یوسف و زلیخا و مناظرهٔ شمس و قمر نیز از جملهٔ مصنفات اوست صاحب دیوان است [ملاک حبیب السیر - ج ۳ - جزء ۳ - ص ۳۳۶] .

میرزا خواندہ و بسیار بسیار مطایبہ کردند و در آخر حیات خود ہمراہ کیچک میرزا[1] بدولت حج مشرف شد و آنجا از عالم نقل کرد ، بنام درویش این معما از وست ے

چون بتابم روی از دشنام دوست عالمی را روی در دشنام اوست

خواجہ خضر شاہ[2] استرابادی

مرد خوش طبع و خوش محاورہ بود و خط نسخ تعلیق تقلید مولانا جعفر[3] کرد و نیک نوشت و شعر را نیز نیک می گفت و در برابر لیلی و مجنون زید و زینب نام مثنوی گفتہ ، این بیت از توحید آن کتاب است ے

ای چہرہ کشای ہر جمیلی نام تو شفای ہر علیلی

این مطلع[4] ہم از وست مطلع

سایہ است ہر جا کہ افتد بر زمین گل بر دمد (۱۲۳) نہ گل تنہا کہ سر تا سر گل و شکر دمد

قبرش در استراباد در روبروی مسجد جامع است ،

مولانا حاجی نجومی

مولانا بانی و طبعش بہزل بسیار مایل ، ہزل آمیز قطعہا می گفت ، این مطلع از و خوب

---

[1] حالش در مجلس ہفتم در ہمین کتاب می آید ، [2] خواجہ حسن خضر شاہ [نسخہ ب ترکی]

[3] مولانا جعفر تبریزی - سر آمد کتاب و رئیس الکاتبین در بار شاہزادہ بایسنغر [ملاحظہ کنید تذکرہ خوشنویسان ص ۲۵ - ۴۳ ، ۴۵ وغیرہ و حبیب السیر ج ۳ - جزء ۳ - ص ۱۵۰]

[4] زیادہ در نسخہ ترکی ب = " بابر میرزا مشہد دا ئیت بونغان ییل اول شہر غریب و خستہ بیقلیب اسردی فقر غم آریق تعلیب صحت تاپتی بو مطلع اینک دور کیم "

خواجہ ابو اسحٰق

ولد خواجہ موید مہنہ بود، طالب علم و خوش طبع بود اما بد خوئی و تکبر ہم داشت، این مطلع از وست کہ ؎

کشید از دست ما صحرا خارہ و دامن گلہا　　بصحرا قیامت دستہا و دامن صحرا

سیّد کاظمی

مرد خوش باش و سبک روح، طبعش بہزل مایل بود و از حضرت بادشاہ بخواجہ جہان برسالت رفت و در محل آمدن در عراق ماند و در شیراز فوت شد و در سپاہی گری شہرت تمام داشت، نظمش روان واقع می شد و قصایدش در رنگ قصاید بابا سودائی می افتاد، این مطلع از وست کہ مطلع

شکر خدا کہ قاضی شہر ہری نیم (ق ۲آ)　　در سلک آدمی صفتانم خری نیم (ق ۲ب)

مولانا محمد معمائی[۱]

مرد ظریف بود، بخدمت اکابر رسیدہ و منظور نظر گردیدہ بود و در زمان بابر میرزا صدر معظم شد و بعد از ان در مجلس سلطان مقبول و مخصوص بود و در ایام مکث خود در شیراز بر سر تربت خواجہ حافظ گنبد ساخت و بابر میرزا را آنجا ضیافت کرد، اما یکی از خوش طبعان شیراز کہ از نظر میرزا افتد این شعر را نوشت کہ ؎

اگرچہ جملۂ اوقات شہر غارت کرد　　خداش خیر دہد آنکہ این عمارت کرد

---

[۱] مولانا شمس الدین محمد معمائی (مراک عبداللہ ج ۳ - جزء ۳ ص ۱۹۹ : تذکرہ دولتشاہ ص ۳۰۸)

موسوی

میر عماد مشهدی موسوی تخلص می کرد، جوان خوش محاوره و خوش خلق و خوش طبع بود، در فن معما مهارت تمام داشت و شعرای مشهد همه خدمت او می کردند و هر چه او می گفت بسمع رضا و اطاعت می شنیدند، در جواب شیخ کمال[1] این بیت ازوست ـ

گوی چشمت را که تا جز با خیال نبود ما ‎ ‎ ‎ صورت دیگر نیاید در نظر گفتم بچشم

مطلع غزل خواجه کمال اینست ـ

یار گفت از غیر ما پوشان نظر گفتم بچشم ‎ ‎ ‎ وانگهی دزدیده در ما می نگر گفتم بچشم

شاه بدخشان

لعلی تخلص می کرد، بسیار خوش طبع و مؤمن و پرهیزگار بود و چندین سال بود که سلطنت بدخشان از خاندان او بخاندان دیگر منتقل نشده بود، عاقبت سلطان ابوسعید میرزا آن مملکت تصرف کرد[2]، این مطلع شاه بدخشان است ـ

ما بسودای تو ترک جان و سر خواهیم کرد ‎ ‎ ‎ کام جان هر دم ز لعلت پر شکر خواهیم کرد

مشار الیه گویا در دست سلطان مذکور شهید شد (ق ۲۲ ب) قبرش در مزار[3] شیخ زین الدین ... است،

---

[1] شیخ کمال خجندی،

[2] در ۸۷۱ھ محمد شاه بدخشان پادشاه آخرین این خاندان بود [تذکرۂ دولت شاه ص ۴۵۳]

[3] مزار (کذا)

عمرش از نود گذشته بود و قبرش در بلخ بجوار مزار امیر سرخ است

خواجہ موید مہنہ[۵۱]

از نبیرہای حضرت شیخ[۵۲] قدس سرہ بود، علوم ظاہر را تکمیل کردہ بود و مجالس او بغایت گرم و پرشور واقع می شد و سماع خواجہ بسیار موثر بود و سلاطین (ق ۲۱ ب) تعظیم خواجہ را مرعی می داشتند، این مطلع از وست کہ **مطلع**

از مہ روی تو آئینۂ جان ساختہ اند ۔۔۔ و اندران آئینہ دلہا نگران ساختہ اند

[خواجہ موید دیوانہ][۵۳] نظمش روان و سلیس بود، از پریشانی دماغ دعوی سلطنت کرد و در سرہمان رفت این مطلع درجواب حافظ از وست ؎

چشم داریم ازان شمع سعادت پرتو ۔۔۔ کہ جہان را بدہد روشنی از سر نو

---

۵۱ [مآک حبیب السیر۔ ج ۳ ۔ جز ۳ ۔ ص ۱۹۸] ۔ ۵۲ شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ

۵۳ در نسخۂ ترکی چنین آمدہ است :

"خواجہ موید دیوانہ

ہم حضرت شیخ اولادی دین اوزی آشفتہ دماغ کشی ایدی انا نظمی روان و سلیس واقع بولور ایردی سلطنت دعواسی مار ایردی ہمول ایش دستیکا انی ضایع قیلدیلار بو مطلع خواجہ حافظ جوابیدار اینک دورکیم ؎

چشم داریم ازان شمع سعادت پرتو
کہ جہان را بدہد روشنی از سر نو

گویا انی تلف قلغاندا سونکا کین تا پملادیلار کہ بریر دا قویغان یلار"

[مآک حبیب السیر ۔ ج ۳ ۔ جز ۳ ۔ ص ۱۹۷]،

نساختہ و دران وقت در علم معا پیر جوانان ظریف شہر بود و مردم او را پیر معائی می گفتند، باسم یوسف این معما از وست : معما ؎

مراہوای سفر بود پیش ازین در سر چو صورت تو بدیدم نماند راہ سفر

قبرش در شہر ہرات است

سید کمال کجولی[۱]

ساکن بلخ بود و سیاحت بسیار کردہ بود و کم جائی باشد کہ او نرسیدہ، و در حالت او محل تعجب است، مشہور چنین است کہ پانصد ہزار بیت دارد و یک قصیدہ کہ ہزار بیت ازان استخراج می توان کرد آنچہ فقیر دیدم در فوت خواجہ ابونصر[۲] مرثیہ گفت کہ چند مصرع ابیاتش تاریخ فوت خواجہ بود و چند بیت دیگر مستغرق[۳] تاریخ کہ بمعنیش فتور راہ نیافتہ بود، در واقع این کارہا از سوق بشر بیرونست گویند عطارد را مسخر کردہ بود، این مطلع از وست ؎

ای روشنی از نور رخت دیدۂ جان را برخاک نشاندست قدت سرو روان را

(بقیہ حاشیہ صہ۶۴) میرزا سلطان ابوسعید نیز اعتبار تمام داشت، چنی کہ سلطان ابوسعید او را بہ تبلیغ رسالت نزد حاکم شیراز فرستاد، امیر حسن بیگ او را مقید ساخت و بعد از زمانۂ دراز او را خلاص کرد و در ہرات نزد سلطان حسین بیقرا آمد - در آخر العمر بشرف گزاردن حج ہم مشرف شد [تذکرہ دولتشاہ ص ۴۰۸ : حبیب السیر ج ۳ - جز ۳ - ص ۱۹۹]

(حاشیہ صہ۶۵) [۱] [مک حبیب السیر - ج ۳ - جز ۳ - ص ۱۹۷] [۲] خواجہ حافظ الدین ابونصر پارسا (متوفی ۸۶۵ھ) [مک حبیب السیر - ج ۳ - جز ۳ - ص ۱۴۲]

[۳] مستغرق - ہمہ را فرا رسندہ (فرہنگ انندراج)

از غایت خوش طبعی قطعهاء مطایبه آمیز از برای او می گفته و این قطعه از انجمله است ؎

تا که حافظ طبیب تربت شد — همه مردند از کہ و مہ او
موش در شربتش فتاد و بمرد — مرگ موش ست شربت به او

و این قطعهٔ دیگر از وست ؎

نزد حافظ سپاهیی آمد — رخت بگشاد و پیش او بنشست
پس بحافظ بگفت از سر درد — که سرم درد می کند پیوست
حافظش داد شربتے بعلاج — شربتش خورد و رخت را بربست

درویش منصور سبزواری

مرد درویش و پرہیزگار و مرتاض بود و اکثر ایام بصیام می گذرانید، عروض تصنیف کرده و قصیده مصنوع گفته، مطلعش اینست ؎

بس دویدم در ہوای وصل یار — کس ندیدم آشنای اصل کار

صنعت ترصیع پاکیزه واقع شده، این رباعی از وست که **رباعیه**

موجود چو ذره خود نتوان کرد — بسیار حدیث نیک و بد نتوان کرد
ایجاد چو بی قبول ممکن نبود — آنرا که قبول کرد رد نتوان کرد

درویش در مابین چہل و پنجاه از عالم رفت مزارش در جوار خواجه طاق است ،

مولانا محمد معمائی[۱]

مرد ظریف بود، اشعار و رسایل و سایر مصنفات امیر خسرو را کسی بیشتر از و جمع

---

[۱] مولانا شمس الدین محمد معمائی ۔ سالہا فرائض صدارت نزد سلطان ابوالقاسم بابر انجام می داد و در ملازمت

قبر مولانا در شهر هرات است،

شیخ کمال تربتی[۵۴]

بغایت خوش طبع و زیبا بود، اکثر غزلهای خواجه حافظ مخمس کرده و از جملهٔ ظرفاء متعین
(ق ۱۲۰ ا) خراسان بود، فقیر بدیدن او بسیار آرزو داشتم و ملاقات این نوع واقع　(ق
شد که فقیر در زمان سلطان ابوسعید[۵۲] میرزا در مشهد غریب و بیمار در گوشهٔ بقعهٔ افتاده بودم،
روزی در ایام وقفه که از اطراف عالم مردم بطواف حضرت امام آمده مشرف می شدند جمعی
جوانان موالی وش بطریق سیر درین بقعه که فقیر بودم در آمدند، و هر چه بر دیوارها نوشته بود
خواندند، بر سر یک بیت بحث کردند، اما آنکه بزرگ تر بود آن جماعت را ملزم کرد، فقیر
در ضعف حال از جانب آن جماعت سخن گفتم، ایشان او را گفتند، این جوان بیمار هم
سخنی می گوید، او خود شیخ کمال بوده که بزیارت آمده بود، بر سر بالین فقیر آمد و بحث درمیان
انداخت، جواب گفتم، از سخن خود برگشته مرا تحسین کرد و احوال تفحص نمود، اتفاقاً او هم
تعریف فقیر شنیده بود و هوس دیدن داشت، چون اطلاع یافت خوش وقت شد و بر سر
بالین فقیر نشست و در اثناء سخن این معامیش که قطب حاصل می شد خواند ؎

آنی که در هوای سر زلف یار ماست　　از سرگذشت اول و در آخرش هبات

در سر این سخنها گذشت[۵۳]، چون شیخ بمنزل خود رفت تبرکات فرستاد و تا این جا بود دایم
تشریف می آورد، و آشنائی این نوع واقع شد، (ق ۲۰ ب) شیخ بمکه رفت و از مکه　ق
باز آمده در تربت[۵۴] فوت شد و تربتش آنجاست و پدر مشار الیه حافظ نام داشته و شیخ دایم

---

۵۱ [سک حبیب السیر - ج ۳ - جز ۳ - ص ۱۹۷]　۵۲ (از ۸۵۵ تا ۳ - ۸۷۲) [سک حبیب السیر ج ۳ - جز ۳ - ص ۱۶۶]　۵۳ گدشت (کذا)　۵۴ تربت حیدری (یا زاوه) در قهستان [سک بیستریخ ص ۳۵۶]،

ساغری ہم بہانہ برانگیخت کہ ہر دو از دولت آن سفر محروم ماندند، امیر شیخم سہیلی[1] این قطعہ از برای ایشان گفت ؎

ویسی و ساغری بعزم حرم | گشتہ بودند ہر دو شان سفری
لیک ازان راہ ہر دو وا ماندند | آن یک از بی خری و این زخری

مولانا ساغری گرچہ بدشعر بود این مطلع او نیک افتادہ است ؎

چشم دُربار[2] من و ابر بہارست یکی | نالۂ زار من و صوت ہزارست یکی

و این مطلع نیز ازو رنگین واقع شدہ ؎

تا شنیدم کہ توان لعل ترا جان گفتن | آتشی در دلم افتاد کہ نتوان گفتن

مولانا فصیح رومی[3]

دانشمند بود، و بملازمت جوکی میرزا قیام می نمود، و کتابۂ عمارات جوکی میرزا ہمہ اشعار اوست، قصیدۂ مصنوع خواجہ سلمان را تتبع کردہ، و درخور حال بدنگفتہ، و جواب مخزن اسرار شیخ[4] گفتہ، و این بیت در نگاہ داشتن رازست ؎

ہر نفسی گر بہ کسی بشنود | بی شک ازو ہمنفسی بشنود

---

[1] تذکرہ اش در مجلس سوم ہمین کتاب مسطور است کما سیجئی [2] در باد (کذا)،

[3] غالباً از معاصران مولانا جامی بود، در سفینۂ خوشگو بضمن ذکر مولانا جامی مذکور است کہ مولانا رومی نام شاعر مرد بدشعر و سادہ بود، واضحوکۂ مردم، روزی مولانا جامی را برای طعام بخانۂ خویش طلبید و التماس نمود کہ البتہ برای من چیزی بنویسند کہ آن منشور نامہ در عزیزان فخر و مباہات کنم، مولانا برعایت خاطروی این رقعہ نوشتند " مولانا رومی فقیر را بحضور خود طلبیدہ مشرف ساخت و بخواندان و [illegible] اشعار دلپذیر خود نواخت، پایہ شعرش ازان بلند تراست کہ در تنگنای وزن بہ گنجد وکسے نداند کہ آن را بمیزان طبع بسنجد [مأخذ سفینۂ خوشگو (خطی ج ۲)]"

[4] [illegible]

غزلهاش بدنیست، دیوان هم دارد، و این مطلع از وست ؎

رفتم به سیر باغ و طواف بنفشه زار — آمد ز هر بنفشه مرا بوی زلف یار

سفر اختیار کرد و دران به منزل آخرت رسید،

مولانا ساغری[۱]

از ولایت ساغر[۲] است، در سلک شعراء شهر هرات بود، و بقدر جمعیتی داردا امساکش غالب بود، در محلی که حضرت مخدومی (ق ۹۱ ب) نورا[۳] عزیمت کعبه نمود وسیی[۴] ساغری اظهار آن کردند که در ملازمت باشند، اما در وقت رفتن وسیی بهانه کرد که دراز گوش ندارم و

(بقیه حاشیه صفحه ۶۰ ص ۳۵۴] وغیره [۵] حاشیه: ولا ؎

تا سنگ یار انم کند آن تند خو در جنگها — اشکم بکویش می پرد چون سیل با خود سنگها

[۴] وسیی هروی - در معیت ساغری هروی (که ذکرش متصل است) عزم کعبه نمود، الا در قبل از ارتحال وسیی بهانه ساخت و رو باز پس کرد [ساک ذکر ساغری خزینهٔ گنج الهی (اسپرنگر ۸۷)]

(حاشیه صفحه ۶۱) [۱] معاصر مولانا جامی بود و در خدمت مولانا عبدالرحمن جامی تقرب تمام داشت و ایشان گاه گاه باوی مطایبت می کردند، وقتی این دو بیت در حق وی گفتند:-

ساغری می گفت دزدان معانی برده اند — هر کجا در شعر من یک معنی خوش دیده اند

دیدم اکثر شعرهایش را یکی معنی نداشت — راست می گفت آنکه معنی هاش را دزدیده اند

این ابیات شهرت گرفت، چون بر ساغری خواندند، متغیر گشت و پیش مولانا جامی آمده گله آغاز کرد، ایشان جواب دادند که ما گفتیم که "شاعری می گفت" کاتبان و ظریفان او را بتصحیف "ساغری" ساختند من چکنم [ساک سفینهٔ خوشگو (خطی کلیه پنجاب) ج ۲ - ق ۱ ب؛ خزینهٔ گنج الهی (اسپرنگر ۷۷)] [۲] ساغر معلوم نشد که این ولایت کجاست [۳] نورالدین عبدالرحمن جامی،

مولانا طوطی[۵۱]

از ولایت ترشیز بود در ملازمت بابر میرزا تربیت یافت جوان خوش شکل و خوش خلق بود، و در قصیده [به] تتبع مولانا کاتبی می گفت و قصیدهٔ موعظهٔ او را دست بچشم عقل اقالیم سبعه گنج زر است ❊ ولی چو درنگری، اژدهاء هفت سر ست) نیک جواب گفته است ؎

جهان که حجرهٔ شش طاق و خانهٔ دو درست   ز چار رکن بساطش فغان الحذر ست

غزلش هم خوب بود، این مطلع از وست ؎

گوشهٔ میخانه از لعل روان گنج صفاست   شکل چنگ از بهر دفع او دهان اژدهاست

در جوانی فوت شد و تاریخ وفاتش در ذکر آذری گفته شد[۵۲]

مولانا ویسی[۵۳]

بکاتبی مشهور بود، اما شعر هم می گفت و باوجود آنکه ساده و گول بود، چنانکه فقیر بلکه اکثر یاران تعجب کرده می گفتند، اما، او بدین سادگی نظم چنین می گوید،

---

۵۱ مولانا طوطی از ترشیز بود (در قهستان، من توابع بشت) در ملازمت میرزا ابوالقاسم بابر میرزا می بود و قصاید غرا در مدح او گفته، مرد ظریف و نکو منظر بود، در علم طب هم وقوفی داشت در هرات در سنهٔ ۸۶۶ھ وفات کرد و این تاریخ از لفظ "خروس" برمی آید و از نتایج طبع امیر نظام الدین علی شیر مصنف این کتاب است، و اینکه در تذکره دولت شاه سنهٔ وفاتش ۸۶۷ھ آمده، درست نیست، بوقت رحلت غزلی گفته وصیت نمود تا آن را بر قبر او کتابت کنند - این بیت از آن جمله است ؎

وقت آنست که از دام هوس باز رهد   طوطی روح ز بیداد قفس باز رهد

[۵۲ک تذکره دولت شاه - ص ۴۶۴ : حبیب السیر ج ۳ - جزو ۳ - ص ۱۴۳ : هفت اقلیم (خطی) بهشتی]

امیر یادگار

سیفی[۱] تخلص می کرد، و از امیرزادگان اصل خراسان بود، و از غایت فنا و بی تکلفی که داشت بجزوی که از مستغلاتش حاصل می شد گوشهٔ قناعت گرفته طریق ملازمت راگذاشت، و شعرا همیشه در مجلس او بودند و از ایشان هیچ چیز دریغ نمی داشت، مطلع خوب وارد و ازان جمله است **نظم**

بر تنت پیراهن نازک ز تحریک نسیم | هست چون نوکیسهٔ زر زنده بر بالا سیم

و این مطلع هم ازوست **مطلع**

سرو من سبز است شیرین راست همچو نیشکر | چون به بالای[۲] قبا برگ نی بندد کمر

(ق ۱۹۱ ا) مزارش در سرپل[۳] است،

---

[۱] امیر یادگار بیگ سیفی خراسانی، از جملهٔ امیرزادگان حضرت صاحبقرانی و شاهرخی بود و جدّ او امیر جهان ملک، امیر بزرگ امیر تیمور بود، امیر سیفی بروزگار شاهرخ سلطان امارت موروث را بالفضل مکتسب مبدل ساخت و بعهد ابابر سلطان بگوشهٔ خمول نشست و بحیات مسکنت راضی شد، این مطلع او راست

؎ آمدی ای شمع مجلس را چو گلشن ساختی | پای بر چشمم نهادی، خانه روشن ساختی

امیر سیفی، غیر سیفی عروضی بخاری ست که معاصر جامی بود و ذکرش در حبیب السیر [ج ۴ - جزء ۳ - ص ۳۴۱] آمده، وفاتش در ۸۷۰ھ واقع شد [تقی خلاصة الاشعار (سپرنگر ص ۲۰)] [نیز رک تذکره دولت شاه ص ۴۷۰ - خزینه گنج الٰهی (سپرنگر ص ۹۷) وغیره]،

[۲] بالاقبا (کذا)،

[۳] سرپل - شهریست در خراسان - بر ابنیهٔ انبار یا انبیر عمارت شد [لیسترینج - ص ۴۲۶] بابر در ۹۰۶ھ بهمین مقام هزیمت خورد [رک بابرنامه (ترجمهٔ بیوریج) ص ۱۸، ۹۵، ۱۳۷ تا ۱۴۱، ۱۸۸]،

می داشتند، باز درعین گفت وگوی معقول چنان بجنون می کشید که همه پریشان می گفت و گاهی شعر می گفت و در نظمش ابیات غریب واقع می شد و این بیت در وقت جنون گفته ؎

لب و رخسار آن مه با چه ماند　　چو قندی بر برنج وانه وانه

مزارش در همان موضعست[۱]،

مولانا محمد عرب[۲]

مرد دانشمند بود، دماغش خبط کرد و دایم بمردم خبر سلطنت خود می گفت تا آنکه راست یا دروغ او را بدین ملزم ساختند که از خانهٔ او اسلحهٔ بسیار بیرون آمد، چون عمر گذرانیده بود پادشاه زمان[۳] ازو در گذرانید، اما حکم اخراج شد بطرف سیستان رفت و باز بهمان سر سخن آمد

---

[۱] در محله درخوش هرات　[۲] [مآک حبیب السیر - ج ۴ - جزء ۳ - ص ۱۷۲]

در حبیب السیر حکایت خبط سلطنت وی به لباس دیگر آمده - گویند چون میرزا بابر بوی التفات می کرد، پیوسته بسخنان فریبنده نقش محبت میرزا علاء الدوله بر صحیفهٔ خاطر مردم می گماشت بلکه مردم را بسلطنت وی دعوت می نمود و از متابعت میرزا بابر منع می فرمود، در سنهٔ ۸۶۰ سید عبدالله نامی از جانب رستان در شیوه سپاهیان بدار السلطنة هرات رسید، و با جناب مولوی در هواداری میرزا علاء الدوله هم داستان گردید، مقارن آن حال داروغگان هرات شخصی را گرفته پیش میرزا بابر آوردند که بطریق تجسس از نزد میرزا علاء الدوله آمده بود و بخدمت مولانا محمد عرب و سید عبدالله مکاتیب آورده بنا بران مرزا بابر سید را بند خود فرستاد و جناب مولوی را بسیستان گسیل کرده و جاسوسی را بکشت، جناب مولانا در سیستان در گذشت ذکرش در مطلع السعدین هم آمده

[۳] بابر میرزا،

آنانکہ بحجز قامت سروت نگرانند   گر راست بگوئی ہمہ کوتہ نظرانند

در شہر ہرات از عالم رفت و قبرش در خیابانست[۵۱]

شیخ صدر الدین رواسی[۵۲]

ہم از خلفاء شیخ زین الدین است، شیخ بسیار زیبا جمال و ارجمند و در اداء معارف وحقایق دلپسند بود، فقیر بمجلس شریف او رسیدم، گاہی بنظم نیز اشتغال می نمود، این مطلع از وست مطلع

زہی از عارضت چشم مرا نور   ہمیشہ از جمالت چشم بد دور

در شہر ہرات از عالم رفت و نعش او بولایت (ق)اب، شغان[۵۳] بردند و آنجا مدفونست ف۸۷۱ء

میر حیدر مجذوب

در بیرون درخوش[۵۴] بسر مزار فخرتاہی[۵۵] ساکن بود، در جوانی علوم ظاہر تکمیل[۵۶] کرده بود کہ جذبہ باو رسید، چنانکہ عقلش زایل گردید اما گاہی بحال خود آمده با علما بحثی می کرد کہ ہمہ او را مسلم

---

[۵۱] خیابان از بلوکات ہرات است۔ در زمانہ قدیم آن را کوی خدایگان می گفتند [رک روضات الجنات فی اوصاف مدینہ ہرات (خطی کلیہ پنجاب)، ق ۲۳] [۵۲] صدر الدین رواسی العکاشی متوفی ۸۷۱ھ [رک تذکرہ دولت شاہ۔ ص ۴۳۶: حبیب السیر۔ ج ۳۔ جز ۲۔ ص ۱۹۷] [۵۳] شقان یا شغان شہری متوسط در خراسان۔ از توابع خاوران و ابیورد [رک نزہۃ القلوب ص ۱۵۰: لیسترینج۔ ص ۳۹۴] [۵۴] درخویش (کذا)۔ صحیح درِ خوش: (دروازه خوش تا شید امیر فخر بای۔ نسخہ ترکی ب) درِ خوش از ابواب مدینہ ہرات است [روضات الجنات فی اوصاف مدینہ ہرات (خطی کلیہ پنجاب) یاقوت در معجم البلدان می گوید۔ درِ خشک "باب من ابواب مدینۃ ہرات تنسب الیہ محلۃ و معناه الباب الیابس وہو بعند ذلک لان امامہ نہرین جاریین رایتہ بہذه الصفۃ] [۵۵] در ترکی ب "فخر بائی" [۵۶] کمل (کذا)

شرف الدین[۵۱] می دانستند و در محلی[۵۲] که فقیر بسمرقند می رفتم پای او شکسته صاحب فراش بود، بعیادت او رفتم، این معما که اسم علا ازان حاصل می شود، پیش نظر او داشتم ؎

دور باد از تو درد و زحمت پا — دشمنت را بلا نصیب و عنا

بعد ازان که فقیر از پیش او بخانه آمدم او حالت (ق ۷۱ ا) مرا معلوم کرده و این معما که اسم فقیر ازو حاصل می شود، بدست یکی از شاگردان خود بوثاق من فرستاد ؎

چشم تو مرا دید و منش سیر ندیدم — چون سیر به بینم ز تو اینست امیدم

مولانا بهمان ضعف از عالم رفت و قبرش در سمرقند است،

مولانا محمد تبادکانی[۵۳]

از خانقاه شیخ زین الدین[۵۴] بود و در شرح کمال او هر چه گویند زیاده ازان داشت، قصیدهٔ بُرده را مخمس کرده و بمنازل السایرین[۵۵] مقرب حضرت باری خواجه عبدالله انصاری شرحی نوشته و هرگاه که بسماع در آمدی، باوجود حرکاتش موافق اصول نبود در مردم تاثیر کرده رقت می کردند، این مطلع از مولاناست ؎

---

۵۱ ای مولانا شرف الدین یزدی که در علم معما یگانهٔ عصر و فرد وحید بود - کما مر ذکره، ۵۲ در محل کر (کذا)

۵۳ مولانا شمس الدین محمد تبادکانی در ۸۹۱ھ وفات کرد، در خیابان هرات مدفونست [ر ک حبیب السیر - ج ۳ - جزو ۳ - ص ۳۳۵] ۵۴ شیخ زین الدین ابوبکر الخوافی - متوفی ۸۳۸ھ [ر ک نفحات الانس (خطی)؛ حبیب السیر - ج ۳ - جزو ۳ - ص ۱۴۶] ۵۵ منازل السایرین به لغت تازی ست که از مقامات ارتقائیه تصوف بحث می کند و بر ده ابواب مشتمل است - از تصانیف خواجه عبدالله بن محمد بن احمد بن جعفر بن منصور بن مت بن زید بن خالد الانصاری المعروف به خواجه عبدالله انصاریست (متوفی ۴۸۱ھ) [ر ک فهرست بانکی پور - ج ۱۳ - عدد ۸۳۱ : ریو - ج - ص ۳۳۴ ؛ براکلمن - ج ۱ - ص ۴۳۳]،

اجازت نامۂ درس علوم از برای او نوشته بود، فقیر دو ساله پیش او سبق خواندم، چندان التفات داشت که فرزندی خواند و با وجود آنکه اعلم علماء سمرقند بود، بشعر و معما نیز میل می فرمود —

قدِ چون سروِ تو جانست مرا بلکه روان ... سویم ای سرو روان شو که فدا سازم جان

واین معما باسم حاکم از وست،

چون بهشت آمد بفتح از روی باغ ... بلبلش گر گم شود باید شکست

خواجه در سمرقند برحمت حق پیوست و در گنبد خانقاهش دفن کردند +

مولانا علاء شاشی[۲]

دانشمند بود و بخوش طبعی مردم او را مسلم می داشتند، اهل سمرقند در فن معما او را مولانا[۱]

(بقیه حاشیه صد[۵۲]) علی بن محمد بن علی المعروف به سید شریف الجرجانی - در سنه ۷۴۰ھ متولد شد، در سنه ۷۷۹ بعهد شاه شجاع در شیراز بودند و در دار الشفای شیراز به فرائض مدرسی مشغول بودند - حینی که امیر تیمور گورگان در سنه ۷۸۹ شیراز را مفتوح ساخت، امیر سید شریف به ایمای وی سوی سمرقند منتقل شدند - میر معاصر مولانا سعد الدین تفتازانی بود و در سنه ۸۱۶ھ در بلدۂ شیراز به دار بقا شتافتند، صاحب تصانیف بسیار بودند [رک حبیب السیر - ج ۳ - جز ۳ - ص ۸۹ - کشف الظنون - ج ۲ - ص ۲۱۹ - براکلمن - ج ۲ - ص ۲۱۶ : فهرست بانکی پور - ج ۴ - عدد ۶۹ وغیرہا

(حاشیه صد[۵۳]) [۱] از روی (کذا) تصحیح از روی نسخه ترکی ب،

[۲] [رک تذکره دولت شاه - ص ۳۹۶ ؛ حبیب السیر - ج ۳ - جز ۳ - ص ۱۴۹] [شاش مشهور شهری بود در ماوراء النهر که آن را چاچ، بیکند و تاشکند هم می گویند [برای تفاصیل رک لیسترنج - ص ۴۸۰ تا ۴۸۳]،

مولانا عبدالوہاب[1]

مردِ دانشمند و ذوفنون بود و قاضی شهر مشهد، در فن انشا نظیر نداشت و در کتابهٔ قلعهٔ عمادیه "ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد" نوشته است و ظرفا و شعراء مشهد همه [شاگرد] قاضی بودند[2] و از آن ظرفا یکی در صنعت مقلوب مستوی الفاظ "مرا دی دارم" یافته بقاضی عرضه کرده، او باندک تاملی گفته "برآید یارب"! و این جواب زیاده از تعریف است، باسم سیف (ق ۱۶ اب) این معما ازوست معما ر ۱۶ ب

جان از سر زلفِ تو و دل از سر زلفت   جوینده آب خضر و عمر درازند

تربتش در مشهد است،

خواجه فضل الله ابواللیثی[3]

از اکابر سمرقند و از اولاد ابواللیث فقیه[4] بود شاگرد امیر سید شریف[5] و سید بخط خود

---

[1] ر ک حبیب السیر - ج ۴ - جز ۳ - ص ۱۷۲ [2] ظرفا و شعراء مشهد همه قاضی بودند (کذا) - نسخهٔ ترکی ب "و مشهد شعراء ظرفا سی قاضی نه شاگرد .... الخ". [3] ر ک حبیب السیر - ج ۴ - جز ۳ - ص ۱۶۰

[4] ابواللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراهیم السمرقندی در ۲۹۰ھ متولد شد - از اکابر علمای احناف بود - و مصنف کتب عدیده - برخی از ان در کشف الظنون مذکور است - از انجمله بستان العارفین و تنبیه الغافلین شهرت تمام دارند و در کشف الظنون است که لبستان العارفین دی سه نوع بود کبری وسطی و صغری: در بلاد عرب و روم صغری رائج و شایع است - و در سن وفاتش اختلاف بسیار است و اقرب آنست که در ۳۷۳ھ وفات کرد [ر ک کشف الظنون - ج ۲ - ص ۱۵۱؛ ریو - ج ۳ - ص ۱۰۶۴؛ فهرست بانکی پور - ج ۱۲ - عدد ۸۲۱؛ براکلمن - ج ۱ - ص ۱۹۶] [5] ابوالحسن

شاهرخ میرزا والد فقیر با جماعت کثیر از فتنهٔ حوادث روزگار گریخته جانب عراق می رفتند، به تفت[51] که مسکن مولاناست رسیدند، اتفاقاً منزل نزدیک خانقاه مولانا[52] واقع شده بود و چنانکه لعب و داب اطفال است جمعی کودکان بجهت بازی بدان خانقاه در رفته، فقیر بدیشان همراه بودم، تخمیناً شش ساله بودم، مولانا بر یک رجّه[53] (؟) نشسته بود جهت آنکه کیفیت حال معلوم کند یکی از اطفال را طلبید، فقیر[54] متوجه ملازمت شدم و سوال کرد، جواب مقبول اتفاق افتاد، تبسم نموده تحسین فرمود، پرسید که بمکتب رفته، گفتم آری، گفت تا کجا خوانده، گفتم بسورهٔ تبارک رسیده ام، از برای فقیر فاتحه خواند، وچون از فاتحه فارغ شد والد فقیر با کلانتر بخدمت آمده نیازمندی بجای آوردند، آنچه از مصنفات[56] او مشهورست شرح قصیدهٔ برده و شرح اسماء[57] الله و تاریخ ظفرنامه است، و فن معما را او تدوین کرد، انجاهم حلل و مناظره [و] منتخب تصنیف اوست و مولانا در باب[58] همت و کرم از تعریف مستغنی است، برای تبرک یک مطلع (ق ۱۶ الف) او نوشته[59] می شود ؎

صوفی مباش منکر رندان می پرست	کاندر پیاله پرتوی از عکس دوست هست[60]

---

[51] تفت موضعی نزد یزد: صاحب حبیب السیر می گوید "تفت یزد". در گزیده (ص ۶۴۲ عکس اردیا) و دیگر کتب اکثر وارد می شود [52] از خانقاه ظاهراً مراد "مدرسه شرفیه" است که عمارت خودشان بود [53] واقع (کذا)

[54] رجه = طنابی باشد که جامه و لنگی و چیزهای دیگر بر بالای آن اندازند (فرهنگ آنندراج)

[55] فقر (کذا)، [56] صاحب حبیب السیر در مصنفات وی کتب ذیل را شمار می کند:-

"حلل مطرز و منتخب آن در فن معما و لغز و شرح قصیده برده و کنه المراد در علم وفق الاعداد" [57] اسما الله (کذا) [58] باب (کذا) [59] نوسته (کذا) [60] این دو بیت از همین قطعه در هفت اقلیم مسطور است:-

هیچ است، صد هزار تعلق ز نیک و بد	پیوسته در ذخیره کاین نیک آن بد است
ون طرفه تر که مردم کوته نظر کنند	آن را خطاب فاسق و این را خدا پرست

مجلس دوم

ذکر لطایف جمعی کردہ کہ بعضی را در کبر سن بملازمت رسیدہ و بصحبت بعضی در ایام جوانی مشرف گردیدہ و در تاریخ سنہ ست و تسعین و ثمانمایہ کہ ابتداء این نسخہ بدیع نمودہ آن عزیزان رخت ہستی از دامگاہ (رق ۵۱ب) فنا بہ آرامگاہ بقا کشیدہ بودند

رق

ازان جملہ

مولانا شرف الدین علی یزدی[۵]

وچنین نوشتہ است کہ صاحب کمالی مولانا پیش اہل عالم مسلم است، در ویرانی

---

۵ برای تفاصیل رک ریو (فہرست موزہ بریطانیہ) - ج ۱ - ص ۱۷۳ - ادوارد براون - تاریخ ادبیات ایران - ج ۳ - ص ۳۶۲ : تذکرہ دولت شاہ - ص ۳۷۸ : حبیب السیر - ج ۳ - جزء ۳ - ص ۱۴۸ : ہفت اقلیم (خطی)، وغیرہ کہ در ریو مذکور است،

مولانا شرف یزدی در زمان شاہرخ مرزا و ابراہیم سلطان بن شاہرخ در عراق و فارس مرجع فضلا و اکابر بودہ و ایشان را درحق وی اعتقادی عظیم بود - کتاب ظفرنامہ بفرمایش ابراہیم سلطان بقید تالیف آمد - اما ابراہیم سلطان در سنہ ۷۹۶ھ متولد گشت - و در سنہ ۸۳۸ھ وفات کرد جوان صالح و صاحب خط بود [رک تذکرہ دولت شاہ و حبیب السیر]

خواجه آن دو مطلع تمام کرده و در دیوانش نوشته و شعراء شهر را تکلیف مرثیه شده ،
این بیت[۱] از ابیات مرثیهٔ اوست ؎

گو بشو زیره و زبره از اشک و آهم سبزوار
زانکه شهر شاه بی شاهی نمی آید بکار

---

[۱] این بیت از خواجه اوحد مستوفی سبزواری ست [ملاحظه کن حبیب السیر - ج ۳ - جزء ۳ - ص ۱۵۰]

مرو فراغت دوست و خوش باش و شعر او را در چاشنی و سلامت و لطافت احتیاج تعریف نیست، غزل[۱] گفته و کم گفته، اما پیش مردم مستحسن و پسندیده است، اگرچه فقیر او را ندیدم اما میان (ق ۵۱ ب) او و فقیر اعلام و ارسال واقع شده، و محلی که پادشاه (ق ۵) زمان، پدر[۲] فقیر را برسم حکومت بسبزوار فرستاده بود امیر شاهی را حاکم استراباد طلبیده بود، او را آن جا قضا رسید و نعش او بسبزوار آوردند و پدر فقیر همه مردم را باستقبال فرستاده، او را بمنزل آخرت دفن کردند و در استراباد دو مطلع گفته و توفیق اتمام نیافته و در حینی که از عالم رفته، وصیت کرده که آن دو مطلع را خواجه اوحد مستوفی تمام کند، یکی اینست که مطلع ؎

خرابیم از دل بی رحم گه گه یاد کن ما را سگ کوی توئیم آخر بسنگی شاد کن [ما را]

مطلع دیگر اینست ؎

تو شهریار جهان، ما غریب شهر توئیم
وطن گذاشته، بی خان و مان ز بهر توئیم

(بقیه حاشیه ص ۴۶) دی مشتمل بر یک هزار بیت است، عمر شاهی از هفتاد سال تجاوز کرده بود و در بلده استراباد بعهد سلطان ابوالقاسم بابر میرزا در ۸۵۷ھ وفات یافت۔ نعش او را در سبزوار بخانقاهی که اجداد او ساخته بودند بخاک سپردند، شیخ آذری۔ اوحد مستوفی سبزواری یحیی سیبک فتاحی، حسن سلیمی از معاصران امیر بودند [ماٰک تذکرہ دولت شاہ - ص ۴۲۷، حبیب السیر - ج ۳ - جزو ۳ - ص ۱۵۰، ہفت اقلیم (قلمی) - اڈوارڈ براؤن - تاریخ ادبیات ایران - ج ۳ - ص ۴۹۸] ۵۵ سربداران سبزوار [ماٰک اڈوارڈ براؤن - تاریخ ادبیات ایران ج ۳ - ص ۱۶۸ تا ۱۸۰ ؛ حبیب السیر - ج ۳ - جزو ۲ - ص ۶۱] ۵۶ آقا ملک (کذا)

(حاشیه ص ۴۷) ۱ غزلی (کذا)

۲ کپکینه بهادر

مولانا محمد جامی[۵۱]

برادر حضرت مخدومی[۵۲] نورا بود و علوم ظاهر را تکمیل کرده بود و اخلاق حمیده درویشانه داشت و در سلوک درویشی و ادوار و موسیقی ماهر و [به] بسیار فضایل آراسته و کامل بود و برادری آن حضرت را لایق و در طریق برادری موافق بود، این رباعی از وست ؎

این باده که من بی تو به لب می آرم — نی از پی شادی و طرب می آرم

زلف سیهٔ تو روز من کرد دراز — روز سیهٔ خویش بشب می آرم

قبر او در صفهٔ آن حضرت، بر صفهٔ قطب السالکین مولانا سعدالدین[۵۳] کاشغری پایان پای واقع شده است،

امیر شاهی[۵۴]

از سربدالان[۵۵] سبزوار بود و ملازمت بایسنغر مرزا می کرد و امیر آق[۵۶] ملک نام داشت،

---

۵۱ [سمک حبیب السیر - ج ۳ - جزء ۳ - ص ۱۹۷] ۵۲ نسخهٔ ترکی و: حضرت مولوی مخدومی نور الملة والدین عبدالرحمان: ب: حضرت مولوی مخدومی نورا، ۵۳ مرید مولانا نظام الدین خاموش - وفاتش در ۸۶۰ھ واقع شد [حبیب السیر - ج ۳ - جزء ۳ - ص ۱۷۲] ۵۴ امیر آق ملک بن ملک جمال الدین فیروزکوهی از سبزوار و از خواهرزادگان خواجه علی موید بود - بعهد شاهرخ مرزا رجوع به بایسنغر مرزا کرد که با و التفات بسیار داشت - امیر شاهی شیعی بود و ذکرش در مجالس المؤمنین هم آمده (سمک ص ۵۳۱) مردی بود هنرمند و فاضل - در فن کتابت مهارت کامل داشت - در مصوری بی مثال و در موسیقی و عود نوازی نظیر نه داشت، در آئین معاشرت و حسن اخلاق یگانهٔ روزگار محسوب می شد - گویند در مدت حیات خویش ده هزار بیت گفت الا امروز دیوان

این مطلع ترکی او مشهورست ؎

غنچه کیم نسبت قیلور اوزیکا دلدار اغزینی
ای صبا بیلی تولاقان ایلا زنهار اغزینی

مولانا نعیمی[1]

بمولانا قطبی قرابت داشت، طبعش بد نبود، نظم ترکی بطبع او ملایم بود و در آستانهٔ سلطان صاحب قران[2] می بود و بصدق و اخلاص ملازمت کرد التفات بسیار یافت و بمنصب عالی صدارت رسید و این مطلع ترکی از وست ؎

تا عدم دین بولدی پیدا مونچه کیم حسن و جمال
سین پری وش دیک یراتماید و ربشر دین ذوالجلال

هم در قزاقیهای آن حضرت زخم خورده و از عالم رفت،

مولانا زین

منسوب به صنعت کیسه دوزی بود، یکی از شوخ طبعان زمان خود بود، این مقطع از وست ؎

بازین که منعت کند از مردم ناجنس
بیگانه چنانی که غم خویش نداری

[1] نسخهٔ ترکی "یقینی" [2] ظاهراً امیر تیمور مراد است، یا سلطان حسین میرزا

گویند مولانا دران سفر در بادیه بسایهٔ مغیلان درعین ماندگی نشسته خار[1] از پای بیرون می کرد که یکی از شوخ طبعان قافله در بدیهه بمولانا خواند که ؎

از رنج ره و درد سر خار مغیلان
از آمدن کعبه پشیمان شده باشی[2]

[مولانا حاجی ابوالحسن][3]

ترک است اما طالب علمی بقدر کرده این مطلع ترکی از وست ؎

کلیب دور اول کل دیر هفته نوروب بارا دور
بواوت کونکل کا توشوب جانی کوید دروب بارا دور

باسم بایزید این معما از وست ؎

هر که بیند سرو من ! بالای زیبای ترا
بر کنار دیدهٔ روشن کند جای ترا

مولانا قطبی

ملازم سلطان مسعود میرزا[4] بود و طبع نازک داشت و در شعر ترکی و فارسی چالاک بود

۱ه خار (کذا) ۲ه حاشیه ؎ صراحی وار خون شد بی لب لعلت درون من   دهان چون باز کردم تشنه شد خلقی بخون [من]
۳ه در نسخهٔ فارسی محذوف است - از نسخه‌های ترکی بتحریر آمد،
۴ه ابن بایسنغر بن شاهرخ بن تیمور گورکان (۸۳۰ه تا ۸۴۳ه)

خواستم سوز دل خویش بگویم با شمع | بود او را بزبان آنچه مرا در دل بود
آنچه از بابل و هاروت روایت کردند | سحر چشمان تو دیدم همه را شامل بود
دولتی بود بوصل تو بسی مهری را | حیف و صد حیف که آن دولت مستعجل بود]

مولانا قدیمی

بنقاره چی گری شهرت داشت، اما طبعش در نظمها ملایم بود و این مطلع ازوست ؎

بی جمالش دیدهٔ روشن چه کار آید مرا
روشنی در دیده از دیدار یار آید مرا[1]

مولانا مسیحی

از ولایت فوشنج[2] بود، پاکیزه روزگار و مسلمان سیرت بود، گویند بزیارت کعبه مشرف شده بود و طبع او شوخ بود و اشعار نیک دارد، این مطلع ازوست که ؎

مارا بجفا کشته پشیمان شده باشی
(ق ۱۴ب) خون دل ما ریخته حیران شده باشی (ق ۷)

---

[1] در نسخهٔ ترکی تب دو بیت است بیت ثانی ؎

آه ازان ساعت که ناگاه در رهی پیش آدم | مدتی باید که در دل برقرار آید مرا

[2] شهری کوچک است در خراسان - ولایت بسیار از توابع آن است - و یک روزه راه سمت غربی هرات واقع است

[لیسترنج - ص ۴۱۱ : نزهة القلوب - ص ۱۵۲]

عهد کردم که نیایم بدر از میخانه   تا بآنگه که مرا پر نشود پیمانه

قبرش در هرات است،

مولانا سلیمان[1]

در خدمت بابر میرزا می بود، بدیهه را روان می گفت، در جواب مطلع خواجه حافظ رح

یاد باد آنکه سر کوی تو ام منزل بود   دیده را روشنی از خاک درت حاصل بود)

این مطلع از وست که مطلع

حل آن نکته که بر پیر خرد مشکل بود   آزمودیم بیک جرعه[2] می، حاصل بود

بیت دوم اینست که نظم

گفتم[3] از مدرسه پرسم سبب حرمت می (تا ابد)   در هر کس که زدم بیخود و لایعقل بود

و مشهور چنانست که این دو بیت از مهری[4] ست که زن حکیم طبیب بود و این حقیر از مردم نیک نشنیده که از سلیمان است والله اعلم [شه حضرت میر چنین نوشته است اما بنده تحقیق کرده ام که از مهری ست و بجهت صحت قول و حکم آصف صفائی غزلی را بتمامی در تحریر آوردم[5]

دوش تا صبحدم از ناله و از گریهٔ من   لاله سوخته خون در دل و پا در گل بود

۱؎ نسخهٔ ترکی و ب: سلیمانی ۲؎ جرعه (کذا)، ۳؎ ار (کذا)، ۴؎ مهری در زمان شاهرخ میرزا بوده و بشرف تربیت گوهرشاد بیگم ممتاز بود - شوهرش خواجه عبدالعزیز طبیب سرکار میرزا بوده [مآک آتشکدهٔ آذر - ص ۳۴۱: نیز جواهر العجائب فخری مجله اردو اورنگ آباد دکن جولائی ۱۹۲۳ء - ص ۱۰۱]

۵؎ اضافه از فخری،

یک سبب حسن کلام بود و یک سبب ضعف چشم که چشم خواجه سلمان دردمند بوده و قصیدهٔ خواجه سلمان جهت درد چشم خود گفته او جواب گفت ، و مطلعش اینست ؎

دردا که درد کرد سواد نظر خراب (ق ۱۴ ۱۱) و ایام کرد چشمهٔ چشم مرا پر آب (ق ۳)

مولانا داعی نیز این قصیده را بدرد چشم خود جواب کرده و این بیت خوب واقع شد ؎

بر پلک سرخ دیدهٔ من دارو سفید
باشد بعینه نمک سوده بر کباب

اما مولانا عارفی مناظرهٔ گوی و چوگان⁽¹⁾ مثنوی هم گفته و همه ابیاتش رنگین افتاده و این بیت در تعریف اسپ از آنجاست ؎

چون گوی سپهر گرد بستی میدانی میدان چو گوی جستی
هرگاه که در عرق شدی غرق باران بودی و درمیان برق

این بیت او خوبست که ؎

هرگاه که در نبرد رفتی صد باد صبا بگرد رفتی

دیوان غزل دارد این مطلع از وست ؎

(بقیه حاشیه ص ۴۰) ملا آبد را منظوم کرد - و ده نامه بنام خواجه پیر احمد بن اسحاق گفته [وزیر شاهرخ میرزا از ۸۲۰ تا ۸۵۰ھ] وفات آن پادشاه در ۸۵۰ھ] [سالک - تذکره دولت شاه ص ۴۳۹ : حبیب السیر ج ۳ - جز ۲ - ص ۱۵۰ : خزینهٔ گنج الهی سپرنگر ص ۸۰]

(حاشیه صـ۴۱) ؎ صاحب خزینهٔ گنج الهی آورده که مثنوی گوی و چوگان مشتمل بر پنج صد و ده ابیات است و در مدت پانزده ایام بتکمیل پیوست ،

از زبان او ترسیده او را بلفظ استادی خطاب می کرده اند، این مطلع ازوست که

مطلع ؎ لب شیرین تو با تنگ شکر می ماند
دُرِ دندان تو با عقد گهر می ماند

مولانا جنونی[۱]

از شهر هرات بود، شعرش خوبست اما در نظم طبعش جانب هجو مایل بوده و درمیان او و حافظ شربتی نزاع[۲] واقع شد و او منازع را هجو کرد و مردم را بسیار خوش[۳] آمد چنانچه همه یاد گرفتند و شعر خوب او ازین سبب بر طرف شد، این مطلع ازوست۔ ؎

ای اهل جنون را بکمند تو زبونی
زان روی در آن حلقه زبونست جنونی

مولانا عارفی[۴]

بغایت شاعر فاضل و خوش گوی بوده و اهل زمان او را سلمان ثانی می گفتند۔

---

[۱] دولت شاه می گوید - از ولایت اند خود [شهری در خراسان نزد شبورقان - ساک لیسترینج ص ۴۲۶] بود - اما در هرات ساکن بوده امیر غیاث الدین سلطان حسین بن امیر فیروز شاه بد و گوشه خاطری مرعی میداشته۔ [ساک تذکرهٔ دولت شاه ص ۴۹۰ : خزینهٔ گنج الٰہی - سپرنگر ص ۴۸]،

[۲] کذا نیز در نسخهٔ ترکی از دب همین است - در تذکرهٔ دولت شاه حافظ تربتی ست - و حال حافظ شربتی در مجلس چهارم می آید در همین کتاب، [۳] خوش (کذا) [۴] محمود عارفی هروی - در شیوهٔ مثنوی ماهر بود

مزارش کنده بود که (ق ۱۲ ب) فقیر یاد گرفتم سے (ق ۱۲)

درکوچهٔ عاشقی به پیمان درست می گفت بمن اہل دلی روز نخست[۱]

طالب مطلب کسی که او غیر توجست تو طالب او باش که او طالب تست

مولانا برندق[۲]

ندیم و ہزال بوده و در ملازمت سلطان بایقرا بن عمر شیخ می بوده و شعرای آن زمان

(بقیه حاشیه صفحه ۳۸) سے از کدخدازادگان جاجرم بود و شاگرد شیخ آذری، و او در اول سفر اختیار کرده و در دار الملک فارس شهرت کلی یافت - غزل را نیکو گفت - مناظرهٔ گوی و چوگان را در شیراز بنام سلطان عبد الله خان بن ابراهیم سلطان نظم کرده - و مدت سی سال در شهر شیراز بخوشدلی و عشرت و سبکساری روزگار گذرانید - در حدود سنه اربع و خمسین و ثمانمایه (۸۵۴ھ) وفات کرده -

[۱] عبد الله خان بن ابراهیم سلطان تربیت یافتهٔ الغ بیگ مرزا بود و بعد از وفات عبد اللطیف مرزا سلطنت سمرقند تعلق به او گرفت - متوفی ۸۵۵ھ [ر ک تذکرهٔ دولت شاه ص ۴۲۴ - نشتر عشق (خطی)]

جاجرم از اقلیم چهارم است و شهری وسط است و در حوالی آن یک دو روزه راه زهرگیاه است [ر ک نزهة القلوب ص ۱۵۰] جاجرم در خراسان بنام ارغیان هم موسوم است - نزد هفتاد شهر از توابع آن است [ر ک لیسترینج - ص ۳۹۲]

(حاشیه صفحه ۳۹) سے ر ور کشت (کذا) سے میر بهاء الدین ابن میر نصرت شاه بخاری ست، با خواجه عصمت الله بخاری طریق مشاعره و مطارحه می پیمود - متوفی ۸۱۵ھ و اینکه صاحب روز روشن می گوید "از ملازمان بایسنغر مرزا ابن عمر شیخ میرزا بود" درست نیست - غالباً "میرزا بایسنغر" بجای "میرزا بایقرا" از سهو قلم است - ر ک لین پول - محمدن ڈائنسٹیز] متوفی ۸۱۹ھ [نیز ر ک تقی خلاصة الاشعار (سپرنگر ص ۱۹) ، هفت اقلیم (خطی) ، روز روشن ص ۹۴ ، تذکرهٔ دولت شاه - ص ۳۷۱]

می داشته اند و میرزا با او التفات تمام داشته، این مطلع از وست که مطلع[1]

ای زلفِ شب مثال، ترا در بر آفتاب
از شب که دید سایه که افتد بر آفتاب

مولانا محمد طالب جاجرمی[2]

در شیراز نشو و نما یافته، قبر او در پایان قبر حافظ است و این رباعی او در سنگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰) ج ۲ ـ ص ۱۶۱] ـ صاحب آتشکده او را بعضی شعرا بدخشان آورده [سہ ک ص ۳۱۷]
و صاحب هفت اقلیم او را به قریهٔ اشکمش منسوب می کند [سہ ک ص ۱۷۴]،

(حاشیہ صفحہ ۳۸) ۱؎ حاشیه در پہلوی میرحسین معمائی نوشته شده "وله"

گر ز چین زلف پر چین تو تاب آید برون　　آفتاب از تاب و تاب از آفتاب آید برون

وله

خیال خنجرش در دیده بی خواب می گردد　　بدان گونه که ماهی در میان آب می گردد

وله

توان کردن قدم را فرق و بتوان رفت سوی او　　مگر کس را هوس (؟) باشد که گردد گرد کوی او

وله

سایه ات شد جو همره ز تو بیگانه شدم　　چشم دید و پری دیدم و دیوانه شدم

وله

خدارا اینچنین سرخوش میا بیرون ز میخانه　　که می افتد ز مستی هر طرف آن چشم مستانه

وله

ماه من رفتی و شهری با فغان و آه ماند　　چون نشان نعل اسپت دیده ها در راه ماند

مولانا زاہدی

معاصر بابا سودائی بود و تتبع دریای ابرار (؟) امیر خسرو کرده، جواب تجنیسات مولانا کاتبی ہم گفته، در مناجات او این بیت خوب افتاده است ؎

زہره را چنگ یا رباب که داد؟ لعل در سنگ یا رب آب که داد؟

ترک بود و نظم او ترکی نیز خوب واقع شده، ولی شہرت نگرفته، این بیت از ده نامهٔ اوست مطلع

نی ہیماک دین نی اویقودین سالیب سوز

ہیماک وین تولوب اویقودین یوموب کوز

و در فارسی در جواب خواجه کمال الدین این مطلع از وست ؎

روز قسمت ہر کسی از عیش داد خود ستاند

غیر زاہد کو ریاضتہا کشید و خشک ماند

قبرش در جانب بدخشان در ارسنگ سرای[1] است،

مولانا بدخشی

مرد فاضل است و در زمان میرزا الغ بیگ شعراء سمرقند او را بخوش گوئی مسلم

---

[1] ارسنگ دسر ذلذا) - منتخب ترکی " ارہنگ وسرای داد در [2] صاحب دیوان بود و قصاید غرا در مدح الغ بیگ میرزا (متوفی ۸۵۳ھ) نوشت [سامی تذکره دولت شاه ص ۴۲۰، حبیب السیر- جزء ۳.

۵ بمن باشید ای خوبان خدا را
خدا را دارم و باقی شما را

مولانا سودائی

از باورد[۱] بود اوّل خاوری تخلّص می کرد از عالم غیب جذبۂ رسید و از میان مردم بیرون رفته در کوه و بیابان می گردید و چون بحال خود آمده، در میان مردم آمده سودائی تخلّص می کرد، بنام بایسنغر میرزا قصاید او بسیار است، غزل را نوعی می گفت، این مطلع ازوست مطلع

عنبرت خال و رخت ورد و خطت ریحانست
دهنت غنچه و دندان دُر و لب مرجانست

(۱۲ق ۹) عمرش از نود گذشته بود و قبر او در باورد[۲] در قریۂ سنگان است[۳] (۱۲ع ۹)

---

[۱] دولت شاه می نویسد "بعضی بر آنند که بابا از ولایت بوده"... "و قصاید غرا که بابا در جواب شعرای بزرگ گفته مشهور است و لطایف و ظرایفه بین الخواص والعوام مذکور و مکرّر زیاده شود... بابا سعید رجوع بدیوان بابا کنند و بابا عمر دراز یافت و از هشتاد سال سن او تجاوز کرد - توفّی فی شهور سنۃ ثلث و خمسین و ثمانمایۃ (۸۵۳ھ) و دفن فی سنگان من اعمال ابیورد" [م ک ص ۱۰۰]

[۲] ابیورد در خراسان است جانب شرق نسا [لی سترینج ص ۳۹۴ : وغیره]

[۳] سکان (کذا در اصل و در نسخہ ترکی ا) : سنگان قریہ ایست من توابع ابیورد - تعلق به بابا سودائی داشت [م ک، تذکرہ دولت شاه ص ۴۲۱]

داشت و مشغولی تمام می کرد، این بیت از وست کہ ؎

چنان غرق میم ساقیا کہ از گل من
اگر گلی بدر آید شراب از و بچکد

مولانا طالعی[۱]

ادح سلطان بایسنغر میرزا بود طبعش بجانب غرابت میل بسیار داشت و
در مدح امام علی موسی الرضا علیہ التحیۃ والثنا قصیدہ گفتہ و مطلعش اینست مطلع

خشت این چہر زر اندودی کہ بر سقف سماست
بہر فرش روضۂ سلطان علی موسی رضاست

مولانا طوسی

مثل گوئی[۲] و شعرش عام فریب بود، سال عمرش بصد رسیدہ و این مطلع از وست

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) در امر وزارت با خواجہ غیاث الدین پیر احمد شریک بود و نیز [illegible] بود [illegible]
نزہۃ القلوب - ص ۱۵۰] ۴ مثل (کذا)

(حاشیہ صفحہ ۳۵) ۱ مولانا طالعی سمرقندی المتوفی ۸۵۸ھ [رک تقی خلاصۃ الاشعار زمیپز گر ص ۱۹]
۲ مثل گوی بی نظیر بود و امثال عوام را نکو گفتی - بعہد بابر میرزا [المتوفی ۸۶۱ھ رک دولت شاہ ص ۴۳۰:
[illegible] : حبیب السیر - ج ۱ - جز ۳ - ص ۱۵۲] شہرتی عظیم یافت و در قصیدہ و مقطعات و مثنوی نکو شیدیا
و بعد از وفات بابر میرزا نزد امیر جہان شاہ و پیر بوداق می بود - تقی در خلاصۃ الاشعار زمیپز گر - ص ۱۹ تاریخ وفات
[illegible]

مولانا علی آسی

از مشهد است و در مقابلهٔ خمسه چند مثنوی گفته، چون بمقابله نمی توان آورد از ان سبب شهرت نه گرفته و در یک کتابش که موسوم "بوصال" است یک بیت دارد که هم در باب شعر خودش خدا بزبان انداخته ؎

شعری که بود ز نکته ساده ماند همه عمر یک سواده

مولانا علی شهاب

از ولایت ترشیز بوده[۱] و در ملازمت سلطان محمد بایسنغری[۲] می بوده و مولانا ستری پسر اوست و بمجلس ذکر کرده خواهد شد و این مطلع از وست ؎

چه پرده از رخ چون آفتاب برداری بجان و دل کندت مشتری خریداری

مولانا محمد علی شقانی[۳]

وزیر زاده بود و جهت آنکه طبعش خوب واقع شده بود (ق ا ب) بشعر میل بسیار ب،

---

[۱] از مستعدان خراسان بود، میان او و شیخ آذری اتفاق مشاعره می افتاد ـ در مدح جوکی میرزا هم قصاید گفت ،

[۲] محمد بایسنغر مرزا پسر شاهرخ مرزا (متوفی ۸۴۳ھ) ملاحظه حبیب السیر ـ ج ۳ ـ جز ۳ ـ ص ۱۳۰ : تذکره دولت شاه ص ۳۵۰

[۳] شقان شهری متوسط است در خراسان و بیت پاره دیهه از توابع آن است و از اقلیم چهارم است و محصول از هر نوعی دارد" امیر علاء الدین که تا چند سال

و در غزلیات او این مطلع مشہور است ؎

توئی کانِ نمک، ما شور بختان   خدا این داد ما را و ترا آن

مخلص سخن این است کہ مولانا از مردم رذل طمع می کردہ و قوت طامعہ اش
برعکس طالعش بودہ ازان جہت در نظر عزیزان خوارمی نمودہ، مزارش در نواحی
بلخ است،

مولانا سیمی

از ولایت نشاپور[1] بودہ و فضل بسیار داشتہ[2] و در شعر و معمّا و انشا، اہل فنون
کہ در عصر او بودند، او را مسلّم می داشتند و مشہورست کہ در یک روز دو ہزار بیت
بدعوی گفتہ و نوشتہ و جہت سجع مُہر خود این بیت را گفتہ تا حکاک نقش کردہ ؎

یک روز بمدح شاہ پاکیزہ سرشت   سیمی دو ہزار بیت گفت و بنوشت

امّا غیر ازین بیت شعر او درمیان مردم کم است، باسم نجم این معمّا ازوست

؎ نمی گنجد ز شادی مغز در پوست   چو سیمی نسبتش با آن دہان کرد

---

[1] نیشاپور (کذا) [2] دولت شاہ در تذکرہ نوسید "مردی مستعد و ذو فنون بود اول در نشاپور بودی
و بعد ازان در مشہد مقدسہ ساکن شد و بہ مکتب داری و ادیبی مشغول شد و بشش قلم خط نوشتی و در علم کتابت
و ہنر شعر و علم معمّا در روزگار خود نظیر نہ داشت و رنگ آمیزی کاغذ و سیاہی ساختن و افشان و تذہیب
حق او بودہ و درین علوم رسایل دارد و در انشا و تالیف و ترسل و غیر ذلک صاحب فن بودہ ...... و
مولانا عبدالحی کہ در خط سیاق بیری سرآمد است، شاگرد مولانا سیمی بودہ" ص ۴۱۲ ؛ حبیب السیر - جزو ۳-
ج ۳ - ص ۱۷۴ ؛ خزینۂ گنج الٰہی دسپرنگر ص ۸۷)،

مولانا صاحب بلخی [شریفی]

[حضرت[1] میر بعضی چیزہا نوشتہ بودند کہ این فقیر تحریر ترجمہ آن را ترک ادب دانستہ مختصر ادا کرد] مولانا[2] در فن شعر ماہر بود و در علم ادوار موسیقی کامل و نادر بودہ و در عملہا خود اشعار خود میان خانہ ساختہ تا دلالت بر فضل او کند و ازان جملہ عمل چہارگاہ[3] است کہ در میان مردم شہرت دارد و گویند جوکی میرزا[4] در مجلس خود غیر ازان نمی گذاشت کہ قوالان چیز دیگر بگویند و مطلع آن غزل اینست[5]

ہمچو صبح از مہر رویت می زدم دمہاء سرد
تا رسم روزی بکویت دل بسی شبگیر کرد

و قصیدۂ مصنوع سلمان را جواب گفتہ و ازان جا استعداد بسیار فہم می شود و در جواب قصیدۂ دیگر خواجہ سلمان این مطلع از وست کہ مطلع

زقامت تو بعالم قیامتی برخاست   قیامتست قدت گر بود قیامت راست

---

[1] اضافہ از مخزنی [2] شریفی تخلص می کرد۔ در مدح شاہان بدخشان و سادات ترمذ قصائد گفت۔ خاندان شاہان بدخشان در ۸۷۱ھ از دست سلطان ابوسعید گورگان منقطع شد [ر ک تذکرہ دولت شاہ ص ۴۵۲]

[2] شریفی در ۸۶۰ھ درگذشت [تقی خلاصۃ الاشعار۔ سپرنگر ص ۱۹] نیز روز روشن۔ ص ۳۴۶،

[3] شعبہ ایست از موسیقی (انند راج، آوازی است باشکوہ کہ بیشتر اشعار رزمی و رجز و غیرہ درین آواز خواندہ می شود (دستور تار۔ ص ۱۱۴) [4] پسر شاہرخ مرزا متوفی ۸۴۹ھ [5] این دو شعر بر حاشیہ بخط دیگر

در وقت تبسم لب جان پرور دلبر   چون رشتہ آبست (؟) در دسی وسہ گوہر،
نیز   چشمان من برویت در عاشقی چنانند   کز رشک یک دگر را دیدن نمی توانند،

مولانا قدسی

هروی الاصل[۱] و مرد شیرین گوی بود و مرض لقوه داشت، چنانکه از دهانش آب می رفت و ضبط نمی توانست کرد، این بیت در آن باب گفته ؎

باوجود لب و دهن که مراست   شعر گویم که آب از و بچکد

این مطلع هم از وست ؎

ای که منعم میکنی از دیدن آن گلعذار   حالت دل را نمی دانی مرا معذور دار

مولانا روحی پاذری[۲]

از جملهٔ افاضل خراسانست و طبعش خوب و سلوکش نیک بود و مناظرهٔ گل و بلبل و شمع و پروانه از وست و در آن نسخه دقت بسیار نموده و اکثر خوش طبعان که در ولایت سرخس و ... [ق۰اب] پاذر بودند همه شاگرد او بودند، این مطلع از وست ؎

نمی خواهم که یابد کس ز سِرّ حالم آگاهی[۳]

وگرنه عالمی سوزم بیک آه سحرگاهی

[۱] رک نشتر عشق (خطی کلیه پنجاب)؛ خزینهٔ گنج الٰهی (سپرنگر ص ۸۳)،

[۲] پاذر وِیهی است از توابع مرو الرود (خراسان) [رک نزهة القلوب؛ تذکرهٔ دولت شاه - ص ۱۹۵ - تقی، خلاصة الاشعار] سپرنگر از سهو او را "نادری" یا "بادری" می گوید

[۳] آگاه (کذا)،

گفتمش گل گل بر آمد رنگ رخسارت ز مُل
غنچۂ او در تبسم شد که از گلها چه گل

قبرش در گورستان امام فضلات است ؛

مولانا محمدؐ عالم

از علماء شهر سمرقند بود و هم سبق و مصاحب الغ بیگ میرزا[۵۱] بود بغایت دلیر و شوخ و خیره طبع بود و در بحث بسیار سخنان گستاخانه می گفت چنانچه ...... [۵۲] (؟) عظیم شان سلطنت تحمل نیاورد و او را بحکم اخراج کرد و مولانا به شهر هرات آمد و مردم او را گرامی داشتند و ساکن شد ، این مطلع از وست که ؎

ما سیه روزیم و بدبختیم و خرمن سوخته
شمع مقصودی بعمر خود شبی نفروخته

مولانا در شهر هرات فوت شد[۵۴] ،

---

[۵۱] پسر شاهرخ مرزا - محمد ترغای نام داشت - در سنه ۷۹۶ھ در قلعه سلطانیه متولد شد - در سنه ۸۱۴ھ بایالت ماوراء النهر سرفراز گشت - در سنه ۸۲۳ھ در بلدۂ سمرقند مدرسه و خانقاهے بنا نموده باتمام رسانید - زیج مرزا الغ بیگ هم بوی منسوب است - باوشاهی بود بکثرت فضیلت و هنر پروری از سایر فنون خصوصاً علم ریاضی و نجوم در آن زمان عدیل و نظیر او کسی نبود ، قرآن مجید بقرات سبعه یاد داشت - در سنه ۸۵۳ھ بحکم فرزند خویش مرزا عبد اللطیف کشته شد ، [رک حبیب السیر - جز ۴ - ج ۳ - ص ۱۵۱]

[illegible] ، [۵۲] ظاهرا از اینجا چیزی افتاده - عبارت مجهول است : " عظیم شان سلطنت " الخ [illegible] موزون می نماید ، [۵۴] رک حبیب السیر - جز ۴ - ج ۳ - ص ۱۵۹ ،

مرزا عالم را وداع کرد'

سیّد ہاشمی

ہاشمی نسب وخوش طبع بود و در ملازمت عبد اللطیف[1] [میرزا] قیام [می نمود]
و این مطلع از وست کہ ؎

در بیابان عدم بودم بفکر آن دہن
شد پدید آن خطّ سبز وگشت خضر راه من

قاضی محمد امامی[2]

مرد متدین وخوش طبع بود و در قاضی القضاتی خراسان متمکن شد وگاہی بنظم
ہم مشغولی می کرد واشعارش (ق ۱۰ ا) درمیان مردم شہر ہرات است' این مطلع
از وست کہ مطلع

[1] میرزا عبد اللطیف پسر الغ بیگ میرزا - "پادشاہے بود بلطف طبع وحدت ذہن موصوف و بکثرت فضایل نفسانی وکمالات انسانی معروف بصحبت درویشان و گوشہ نشینان میل فراوان داشت و در مجلس مشایخ و علما بدو زانوی ادب نشستہ ہمت برعایت ایشان می گماشت اما سودای مزاج و تند خوی و درشت گوی بود وبگناه اندک عقوبت بسیاری نمود" الغ بیگ مرزا پدر خویش را قتل کرد و بعد از حکومت شش ماه در ۸۵۴ھ خود ہم از دست باباحسین نام شخصے مقتول شد [ملاحظہ حبیب السیر - جزء ۴ - ج ۳ - ص ۱۶۳ : تاریخ ادبیات ایران - ج ۳ - ص ۳۸۶] [2] ذکرش بجای دیگر بنظر در نیامد'

نام کتاب او را مطالعه کند و تفاحی تخلص می کند و آخر فتاحی تخلص کرد و خماری و اسراری نیز تخلص کرد[۳] و (به) تخلص فتاحی این مطلع از وست مطلع

ای بدور ناله ساغر خالی از می می کنی — رفت عمر این داغ حسرت را دوائی می کنی[۴]

و بتخلص اسراری این غزل حافظ تتبع کرده

ای فروغ ماه حسن از روی رخشان شما (ب) — آفتاب حسن از چاه زنخدان شما (ق)

این بیت از وست که

از ره برگ کتب[۵] ای بنگیان لان تیز شد — تا برو بیخ نهال عقل و ایمان شما

مولانا درویش قانع بوده و جهت آنکه گوشه اختیار کرده بود لطایف تتبع او کمتر شهرت گرفت و در سنه اثنی و خمسین و ثمانمایه[۶] از عالم رفت ۔

۸۵۲

میر اسلام

از اولاد محمد غزالی[۷] ست تکمیل علوم ظاهر کرده مرد فانی صفت و بی تکلف بوده و …

---

[۱] حسب بیان دولت شاه اسراری و خماری نام … مولانا … [illegible]

بر حاشیه مسطور است ۔ خواهم که سازم دیده را آئینهٔ دلدار خود — تا هم چشم من کند نظاره رخسار خود

[۳] … بنگ را اندراج … کنیه الشیخ … [illegible]

[۴] بروزگار … سلطان … بفضل و استعداد شهرت یافت ۔ صاحب … [illegible]

وفات یافت ، این صحیح نیست … [illegible]

ج ۲ - ص ۴۸ ۔]

[۵] سرک حبیب السیر - جز ۳ - ص ۲۴۷ ۔

گر معتکف دیرم وگر ساکن مسجد　　　یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ

ہمانا قبرش در بخارا ست،

مولانا بساطی

از سمرقند است[۱] و طبع شوخی تمام داشتہ، اما بغایت عالی بودہ، این مطلع از وست ؎

دل شیشہ و چشمان تو ہر گوشہ برندش　　　مستند مبادا کہ بنا گہ شکنندش

قبرش در سمرقند ست،

مولانا یحیٰی سیبک

از فضلاء ملک خراسانست و در بسیاری از علوم و فنون ماہر بود و در فن عروض و صنایع مردم او را مسلّم می داشتند و ہر کس خواہد کہ قوت طبع او را معلوم کند "شبستان خیال"[۲]

---

[۱] از شاگردان خواجہ عصمت بخاری است - وفاتش در ۸۱۵ھ (طبقات شاہجہانی بحوالہ ریو) یا در ۸۱۶ھ (مرآۃ جہان نما بحوالہ ریو) واقع شد [ریو - ج ۲ - ص ۶۳۵، وغیرہ] [۲] در موزۂ بریطانیہ یک نسخہ خطی محفوظ است کہ بہ شبستان نکات موسوم است [نیز در لیپ زگ چاپ شدہ] علاوہ ازین چند تصانیف دیگر ہم دارد، چنانچہ دولت شاہ در تذکرہ می نویسد "چند دہ نامہ بنظم آوردہ و کتاب اسراری و خماری تالیف نمودہ، حالا کم یافت می شود و سخنان اکابر و استادان را بتضمین در آن نسخہ می آورد" - صاحب حبیب السیر یک رسالہ "تعبیر خواب" و رسالہ "حسن و دل" را باو منسوب می کند و دیوان ہم دارد [ر.ک تذکرہ دولت شاہ ص ۴۱۴؛ حبیب السیر جزء ۳ ج ۳ - ص ۱۴۴]

را بشعر منسوب ساخت و دیوانش شهرت گرفت و بنام خلیل سلطان[۵۱] قصاید خوب دارد و این مطلع ازوست ؎

دل کبابیست کز و شور بر انگیخته اند — وز نمکدان خلیلش نمکی ریخته اند

و در تعریف دیوان اشعار خلیل سلطان رنگین قصیده دارد و مطلعش این است ؎

آن بحر پر گهر که جهانیست در برش — غوّاص عقل کل نبردپی بگوهرش

قبرش در بخارا در حجرهٔ اوست'

(ق ۹ ا) مولانا خیالی[۵۲]

(ق ۹

از بخاراست و شاگرد خواجه عصمت الله است' بسیار خوش خلق و خوش طور بود و این مطلع ازوست ؎

ای تیر غمت را دل عشاق نشانه — خلقی بتو مشغول و تو غایب ز میانه

بیت دوم نیز خوب واقع شده ؎

(بقیه حاشیه صد[۲۴]) او خواجه مسعود از اکابر بخاراست [ر.ک تذکره دولت شاه - ص ۳۵۷]

(حاشیه صد[۲۵]) ۵۱ پسر میران شاه بن امیر تیمور گورگان - بعد از وفات امیر تیمور بر تخت سمرقند جلوس کرد' در ۸۱۱ه بسبب استیلای عشق شاد ملک برا و امرای دربار از و ملول گشتند و او را بزنجیر طلا محبوس ساختند' بالآخر بتوجه شاهرخ سلطان عم خود از قید خلاص یافت و به ایالت ولایات ری و قم و همدان و دینور تا حدود بغداد سرفرازی یافت ' در ۸۲۹ه وفات یافت [ر.ک تذکره دولت شاه - ص ۳۷۱ '] ۵۲ صاحب دیوان است (سپرنگر ص ۴۶۵) وفاتش نزد ۸۵۰ه واقع شد' [ر.ک تذکره دولت شاه - ص ۴۲۰ - حبیب السیر جزء ۳ - ص ۱۶۱ : خلاصة الاشعار تقی کاشی بحواله سپرنگر ص ۱۹ و هفت اقلیم (خطی) در ضمن بخارا : تاریخ ادبیات ایران - ج ۳ - ص ۳۵۰ وغیره]

(ق ۸
انجام، اما قصاید و (ق ۸) غزلیاتش خوبتر و مشهورتر افتاده و در آخر عمرش جواب خمسه[۵۱]
بنیاد کرده دعوی ها ظاهر ساخته ظاهرا ازین سبب اتمام نیافته این فقیر را چنان بخاطر می رسد
که مولانا کاتبی را چندان سلیقهٔ شعر بوده که اگر مثل سلطان صاحب قران[۵۲] بادشاهی سخندان
مربی او می بود و عمرش اندک وفائی نمود دل بسیار مردم را از شعر گفتن سرد می ساخت
اما از ضعف طالع بدین دولت که گفته شد مشرف نگردید بهر تقدیر انصاف آنست که از عهد
او تا امروز [در] همه اسلوب شعر کسی با او غالب محقق نیست، ابیات او بسیار است
اما در غزلیات او این مطلع بغایت نیک افتاده ؎

نه چشم و دل بدان خاکیم در آتش و آبست　　بچشم بین و بدل رحم کن که حال خرابست

و در قصاید او این مطلع خوب واقع شده ؎

ای راست رو قضا به کمان تو چون خدنگ　　بر ترکش تو چرخ مرقع دم پلنگ

و این بیت در آن قصیده از تعریف مستغنی است ؎

مرغابیان جوهر دریای تیغ تو　　هر یک بروز معرکه صیاد صد نهنگ

مولانا در استراباد بمرض طاعون در گذشت[۵۳] و در محل رفتن این قطعه گفت ؎

زانش قهر و با گردید ناگاهان خراب　　استرابادی که خاکش بود خوشبوتر ز مشک
اندران از پیر و برنا هیچکس باقی نماند　　آتش اندر بیشه چون افتد نه تر ماند نه خشک

---

[۵۱] در تذکرهٔ دولت شاه مذکور است "که در هنگام فراغت و انزوا بجواب خمسهٔ شیخ نظامی مشغول بوده
چنانچه مشهور است که اکثر کتاب مخزن الاسرار را جواب گفته بر وجهی که پسندیده اکابر است" (ص ۳۸۹)
[۵۲] غالباً اشاره به دولت سلطان ابوسعید و ابوالغازی حسین است (تاریخ ادبیات ایران -
ج ۳ - ص ۴۸۷)،
[۵۳] گذشت (کذا)،

وفات شیخ را "خسرو" یافته و این فقیر تاریخ وفات مولانا طوطی ترشیزی را "خروس" یافت[۱] غرض که در یک سال وفات کردند[۲]

مولانا کاتبی[۳]

از بلغای آن زمان بود بهر نوع شعر که میل کرد او را معانی غریبه روی نمود بتخصیص در قصاید، بلکه اختراعات کرده و بیشتر خوب واقع شده و مثنویات[۴] نیز دارد مثل تجنیسات و ذوالبحرین و ذوالقافیتین و حسن و عشق و ناصر و منصور و بهرام و گل

---

[۱] قطعۂ تاریخ وفات طوطی ترشیزی که میر علی شیر نوشته ہے

(۱) فصیح زمان طوطی آن شاعری   (۲) چو طوطی برفت این عجب طرفه بود

که بودش ز بکر معانی عروس   که تاریخ شد فوت او را خروس
۸۶۶

[۲] برای شرح حالات اُنکی دیکھئے تذکرہ دولت شاہ — ص ۳۹۸ : حبیب السیر — ج ۳ — جزء ۳ — ص ۱۷۲ : ریو — ج ۱ — ص ۳۴۴ الف : سپرنگر — ص ۱۹، ۷۰، ۲۱۵ = خزانۂ عامرہ ص ۲۱ : فرشتہ — ج ۱ — ص ۶۲۴ (طبع بمبئی)، ہفت اقلیم (دستی کلمیہ پنجاب) : ریاض الشعراء : مجالس المومنین : طبقات اکبری وغیرہ

[۳] نامش محمد بن عبد الله — مولدش قریه راوشس و طرق من اعمال ترشیز در نشاپور، از مولانا سیمی (دولت شاہ — ص ۴۱۲ — ۴۱۷) تعلیم خط گرفت و بدان وجه کاتبی تخلص کرد در علم تصوف از خواجه صاین الدین اصفهانی (متوفی ۸۳۵ھ) کسب فیض کرد — بعد از نشاپور، به ہرات و استراباد و گیلان و شیروان و آذربائیجان و اصفهان و عراق و طبرستان رفت،

[۴] علاوہ بر مصنفاتی که ذکر کردہ شد یک مثنوی "محب و محبوب" ہم باو منسوب است (حبیب السیر — ج ۳ — جزء ۳ — ص ۱۴۹) — دیوانش مشتمل بر سی ہزار ابیات است ("تاریخ ادبیات ایران — ج ۳ — ص ۴۸۹)

(ق ۷ ب) مشرف گردید و همه ملوک آن ممالک مرید و معتقد او گشتند و گویند پادشاه جونه که
والی کلبرگه بود، یک لک زر تکلف کرد، اما برسم خود جهت تکلیف سر بر زمین نهادن هم فرمود
شیخ بآن وجه سر فرو نیاورد و این بیت گفت ؎

من ترکِ هند[۵۱] و جیفهٔ جیپال گفته‌ام   باد بروت جونه بیک جو نمی خرم

از هند و[ستان][۵۳] برگشت و در اسفراین گوشه اختیار کرده بطاعت مشغول شد[۵۴]

---

۵۱ [illegible] این روایت درست نیست زیرا که کسی از شا[illegible] گلبرگه جو[illegible] [illegible] و [illegible] در مجالس النفائس و هفت اقلیم این داستان به محمد شاه جونا منسوب [illegible] هم غلط است - صحیح اینست که شیخ در زمان احمد شاه بهمنی وارد هند شد و مورد الطاف و عنایت گشت - وقیاس اینست که این داستان محض برای شرح این بیت (من ترک هند و جیفهٔ جیپال گفته‌ام ... الخ) وضع کرده اند حالانکه نام جیپال که اکثر راجه های هندوستان بدان موسوم بودند و جونا که لقب سلطان محمد تغلق و بعضی دیگر امرا و سلاطین بود، محض استعارة آمده و آن را بر "تلمیح" محمول کردن درست نیست - این بیت در قصیده بر قناعت و تجرید ایراد کرده شده و شاعر در آن ضمن ذکر هندوستان هم می کند - تمام ابیات قصیده در هفت اقلیم مندرج است'

۵۲ جیفه و جیپال (کذا) - صحیح ؎

من ترک هند و جیفهٔ جیپال گفته ام
باد بروت جونه بیک جو نمی خرم

[illegible] این قصیده اینست ؎

منت خدای را که ز شمع پیمبرم   فرمان بر قضای خداوند اکبرم

باد بروت = کنایه از نخوت و غرور مخصوص مردان (بهار عجم)'

۵۳ هند و (کذا)

۵۴ مدت سی سال در گوشهٔ عزلت بسر نمود (ریو)'

نبج مبارک رفته برسم سیر طرف هندوستان متوجه شد و بخدمت بسیار اکابر و مشایخ

سله شیخ آذری ابن ۸۳۰ھ و ۸۴۰ھ در هندوستان بود - فرشته ذکرش در کوائف ۸۳۲ھ میکند چنین که سلطان احمد شاه بهمنی با هوشنگ شاه مصروف جنگ بود سلطان احمد شاه بشیخ آذری عقیدتها داشت حسب الحکم سلطان در گفتن بهمن نامه شروع کرده چون بداستان آن شهریار رسید کتاب را بنظر پادشاه در آورده طلب رخصت ولایت نمود پادشاه گفت مرا از فوت سید محمد گیسو دراز کلفتی عظیم روی نموده و معالج تو دافع مواد غم و الم است، میسند که افراق تو نیز بتلا گردم، شیخ چون این قسم التفات از سلطان دید بودن در هندوستان را نجود قرار داده فرزندان را از ولایت طلب نمود، اتفاقاً در آن ایام قصر دارالاماره [illegible] باتمام رسید و شیخ این دو بیت گفت

بیت ــ حبذا قصر مشید که ز فرط عظمت آسمان سدهٔ از پایهٔ این درگاه است

آسمان هم نتوان گفت که ترک ادبست قصر سلطان جهان احمد بهمن شاه است

. . . .

روزی چشم شاه بران افتاده از شهزاده علاؤالدین پرسید که این شعر کیست گفت از نتایج طبع شیخ آذریست، شاه را خوش آمده، شهزاده فرصت یافت و بعرض رسانید که شیخ بمقتضای حب الوطن من الایمان —
ارادهٔ ولایت دارد و می گوید که حضرت اگر رخصت فرمایند نیمهٔ ثواب حج اکبر که کرده ام پیشکش می نمایم وشاه ازین معنی بیش از پیش شگفته گردید و درساعت باحضار شیخ فرمان داد [illegible] حکم کرد که جهت [illegible] سفینه که هر تنگه یک تولد نقره باشد، جهت شیخ مرسازد و چون چشم [illegible] افتاد گفت [illegible] عطایا کم الا مطایاکم، شاه بخندید وگفت بست هزار تنگه نیز جهت خرج راه داده که به خاطر گرد شد و چون [illegible] بود، درهمان مجلس خلعت خاصه و پنج غلام هندی عنایت فرموده رخصت معاودت ولایت ارزانی داشت (فرشته) همان مصنف می گوید "بخدمت سلطان احمد شاه رسید . . . . ملازمت اختیار کرده بخطاب ملک الشعرائی سید و چون بعد از مدتی حب وطن او را در جوش و خروش آورد چنانکه گذشت، پس از سعی بسیار با امداد شهزاده علاءالدین رخصت بخراسان نمود و دران وقت این بیت گفت بیت ــ من ترک هند و جیفه و جیپال گفته ام [illegible] خرم +

ہیں[۱] -

(۲) **کتاب الملل والنحل** یہ کتاب حدود ۵۲۱ میں تصنیف ہوئی اور ہندوستان میں ۱۲۶۳ میں چھپی، پھر ۱۲۸۸ میں، پھر ۶-۱۸۴۲ میں لندن میں، پھر ۱۲۶۱ میں بولاق میں، پھر ۲۱-۱۳۱۷ میں حاشیہ الفصل فی الملل والنحل پر مصر میں، دیکھو معجم المطبوعات عمود ۱۱۵۴ و اینسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۲۶۲،۴

(۳) **کتاب العیون والانہار** مترجم تتمہ نے کتاب کا نام العیون والابصار لکھا ہے مگر تتمہ کے دونو خطی نسخوں میں "الانہار" بجای الابصار لکھا ہے اور غالباً یہی اس نام کی درست صورت ہے،

(۴) **قصہ موسی والخضر**

(۵) **کتاب المناہج والآیات** بیہقی نے لکھا ہے کہ شہرستانی نے ابی علی کی رائے کی تہجین کی ہے، اس کتاب کا نام تتمہ میں دو بار مندرجہ بالا صورت میں دیا ہے۔ مگر اور کتابوں میں اسکا نام اور طرح سے آیا ہے مثلاً ترجمۂ تتمہ اور مفتاح السعادہ میں المناہج و البینات، نزہۃ الارواح شہرزوری کے خطی نسخوں میں : المنہاج فی الایات، وفیات قاضی ابن خلکان میں : المناہج والبیان، ابوالفدا نے صرف المناہج لکھا ہے،

(۶) ایک کتاب یا رسالہ کا ذکر بیہقی نے یوں کیا ہے " رایت لہ مجلسا مکتوبا عقدہ بخوارزم فیہ اشارات الی اصول الحکمۃ "

(۷) **تفسیر** جسکی نسبت بیہقی نے لکھا ہے " وکان یصنف تفسیرا ویاوّل الآیات علی قوانین الشریعۃ والحکمۃ " نیز دیکھو نمبر ۱۳،

یاقوت نے معجم البلدان (۳ : ۳۴۴) میں آٹھ کتابوں کی فہرست دی ہے جن میں سے کتاب الملل کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ باقی کتابیں یہ ہیں : -

(۸) **نہایۃ الاقدام** یہ کتاب یورپ میں زیر طبع ہے، جلد اوّل چھپ چکی ہے -

---

[۱] علامہ سبکی نے طبقات الشافعیہ میں اور قاضی ابن شحنہ نے روضۃ المناظر (نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری) میں صرف نمبر ۲ و نمبر ۸ کا ذکر کیا ہے،

میں وفات پائی، وہ سنجر بن ملکشاہ کے مقرب اور صاحب سر تھے،

(۲) ابن السمعانی نے لکھا ہے کہ شہرستانی "۵۱۰ میں بغداد آئے اور تین سال وہاں ٹھہرے رہے، وہ وعظ کیا کرتے تھے اور عوام میں مقبول تھے، نیشاپور میں انہوں نے ابوالحسن علی بن احمد المدینی وغیرہ سے حدیث سنی، میں نے ان سے انکی تاریخ ولادت پوچھی تو انہوں نے ۴۷۹ھ بتائی، وہ ۵۴۸ھ میں فوت ہوئے"۔ یہ عبارت سبکی نے بالواسطہ کتاب الذیل سے نقل کی اور پھر خود بھی الذیل کو دیکھ کر لکھا ہے کہ اس کتاب میں اس سے زیادہ عبارت نہ [illegible] [illegible]ے دو حکایتوں کے، پھر کہا ہے۔ "میرے استاذ الذہبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ: بقول ابن السمعانی شہرستانی پر اہل القلاع یعنی اسمٰعیلیہ کیطرف میلان رکھنے، انکی طرف دعوت دینے اور انکے طامات کی تائید کرنے کا اتہام دیا جاتا تھا، ابن السمعانی نے التحبیر میں بھی لکھا ہے کہ "وہ الحاد اور ملاحدہ کیطرف میلان رکھنے سے متہم تھے اور تشیع میں غلو کرتے تھے" اسپر علامہ سبکی نے ذیل کی تنقید کی ہے: الذیل میں اس قسم کی کوئی عبارت موجود نہیں، صرف التحبیر میں ہے۔ مجھکو معلوم نہیں کہ ابن السمعانی نے یہ بات کہاں سے لی کیونکہ ابوالفتح (شہرستانی) کی تصنیفات اس سے مختلف بات کا پتہ دیتی ہیں، میرا خیال یہ ہے کہ التحبیر میں یہ عبارت الحاقی ہے۔ ورنہ ابن السمعانی نے الذیل میں تو اس قسم کی کوئی بات درج نہیں کی البتہ صاحب الکافی (یعنی محمود خوارزمی) نے جنکا ذکر آگے آتا ہے۔ اس سے ملتی جلتی بات کہی ہے اور وہ یہ ہے: اگر (شہرستانی) اعتقاد میں مضطرب اور اہل زیغ والحاد کیطرف مائل نہ ہوتے تو بیشک اسلام میں امام مانے جاتے" پھر انکو بہت برا بھلا کہکر لکھا ہے" میرے ان کے درمیان گفتگو اور خط و کتابت ہوتی رہی، وہ مذاہب فلاسفہ کی تائید و حمایت میں بہت مبالغہ کیا کرتے تھے،

(۳) ابو محمد محمود الخوارزمی صاحب الکافی نے تاریخ خوارزم میں لکھا ہے: (شہرستانی) خوارزم میں آئے، مکان لیا اور مدتوں اس میں رہے پھر خراسان کو لوٹ گئے، علم انکو اچھا تھا خط خوب لکھتے تھے، الفاظ عمدہ استعمال کیا کرتے تھے، انکی گفتگو میں لطافت ہوتی تھی وہ خوش صحبت اور خوش معاشرت تھے، نیشاپور میں علی بن احمد الخوافی اور ابو نصر قشیری سے فقہ پڑھی اور ابوالقاسم انصاری سے علم اصول

فہرست مصنفات علامہ شہرستانی

امام تاج الدین ابوالفتح محمد بن ابی القاسم عبدالکریم بن ابی بکر احمد الشہرستانی اسلام کے مشاہیر متکلمین و فلاسفہ میں سے ہیں، انکی کتاب الملل والنحل تاریخ مذاہب کی نہایت اہم اور مشہور کتابوں میں سے ہے، تعجب ہے کہ اس کتاب کے علاوہ علامہ موصوف کی اور کتابوں کو اتنی شہرت حاصل نہ ہوئی، حتی کہ انکی مکمل فہرست بھی نہیں ملتی - مختلف مآخذ سے ذیل کی ناتمام فہرست مصنفات شہرستانی کی مرتب کی گئی ہے اس کے درج کرنے سے پہلے مختصر سا حال امام مذکور کا حوالہ قلم کیا جاتا ہے:

علامہ شہرستانی کا وطن شہرستان[1] تھا جو خراسان کی سرحد پر دشت خوارزم کے کنارے ایک چھوٹی سی بستی تھی، بقول یاقوت (معجم البلدان ۳: ۳۴۳) یہ بستی نسا سے تین میل کے فاصلہ پر تھی (یاقوت نے تاتاریوں کے خوف سے فرار کرتے ہوئے ۶۱۷ میں یہ بستی خود دیکھی تھی، اس کے قریب کوئی باغ نہ تھا، اور کھیتیاں بستی سے کچھ فاصلہ پر تھیں، ریگ زار اس سے متصل تھا اور بستی اجڑ رہی تھی، اسوقت اکثر لوگ تاتاریوں کے خوف سے اس بستی سے بھاگ چکے تھے) شہرستانی کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے، ابن خلکان نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے مسودات میں انکی تاریخ ولادت ۴۶۹ لکھی ہوئی پائی مگر ماخذ ان میں درج نہ تھا، پھر لکھا ہے کہ ابن السمعانی نے کتاب الذیل میں خود

---

[1] ابن خلکان نے اس نام کے تین شہر گنائے ہیں (دیکھو وفیات الاعیان طبع مصر ۱۳۱۰ء ج ۱- ص ۴۸۲) اور لیسٹرینج نے سات مقامات گنے ہیں جنکو شہرستان یا شہرستانہ کہتے ہیں،

اس کے گرد و نواح میں ویسی ہی عمارتیں اور بازار ہو جیسا مراکش میں تھا' یہ کام بہت جلد اختتام پذیر ہوا۔ اس عمارت میں اس بات کا التزام کیا گیا تھا کہ مکان نیا معلوم نہ ہو بلکہ اسکی ظاہری آرائش اور خانگی ساز و سامان پرانی وضع قطع کا ہو' جب مکان تیار ہو گیا تو ابوبکر کے تمام خاندان' بیوی' بچوں اور ملازموں کو بلا کر اس گھر میں ٹھہرایا گیا' ایک روز بادشاہ خود اسے لیکر شہر کی اس جانب آ نکلا' ابوبکر نے جب بازار اور مکان کا وہی نقشہ دیکھا تو خیال کیا کہ خواب ہے' لیکن بادشاہ نے کہا ابوبکر! اس مکان میں جسے تم اپنا مکان سمجھ رہے ہو داخل ہو جاؤ' جب ابوبکر اس مکان کے اندر گیا اور اپنے بچے کو جس سے اسے اتنی محبت تھی کھیلتا ہُوا پایا' تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی'

مقری کے عہد میں علم طب پر بہترین تصنیف جو ان دنوں ہسپانیہ میں قبول عام حاصل کر چکی تھی ابوبکر کی تھی' ایک اور طبیب جو قریب قریب ابوبکر کے علاقے کا رہنے والا تھا اور جسکا نام بھی اس سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ ابوالقاسم[1] الزہراوی تھا' ابوالقاسم کا ابوبکر کے خاندان سے کچھ تعلق نہیں' اسکا مطب قرطبہ میں تھا۔ جہاں اسنے [illegible] میں وفات پائی' اسکی بھی ایک مشہور تصنیف ہے' لاطینی میں اُسے ابوالکاسیس[2] کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ٭

"تبسم"

---

[1] اس کے رسائل میں سے ایک رسالہ مجموعۂ لوبیاکو (وینس) ۱۴۹۷ء میں شامل کیا گیا تھا' اس کتاب کا نام "Chyrurgia abulcasis" ہے'

[2] Abulcasis.

ہبۃ اللہؒ ابن تلمیذ ہے - جس کی یادگار وہ نظم ہے جو کارلائل نے "عربی شاعری کا نمونہ" کے عنوان سے لکھی تھی ،

مسلمان خلفا نے ہندی طب کی طرف بھی توجہ مبذول کی تھی، لیکن یہ چیز اسوقت ہمارے موضوع سے خارج ہے ، ہمیں معلوم ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے دربار میں ایک ہندی طبیب تھا جسکا نام منکہ تھا ، ہندی میں ایک کتاب سشروتؒ ہے جو اسی طبیب کی تصنیف ہے ، ایک عربی مصنف نے اس کتاب سے استفادہ کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ کتاب شاناک کی ہے ،

علی بن عباس ایک مجوسی طبیب تھا ، جو کہ سلطان عضد الدولہ (آل بویہ) کا طبیب شاہی تھا ، یہ طبیب بھی جہاں تک طبی تصانیف کو دخل ہے خاص اہمیت رکھتا ہے ، اس کی کتاب "کتاب الملکی" کا لاطینی ترجمہ بمقام لیون ۱۵۲۳ء میں شائع ہوا تھا ، کونگ نے اس کتاب کے ان ابواب کا جو علم الابدان سے متعلق ہیں ترجمہ اور تشریح کی ہے ، ابو الفرج لکھتا ہے کہ جس زمانے میں بو علی سینا نے "قانون" لکھی ہے علی بن عباس کی کتاب عام استعمال میں آتی تھی ، وہ یہ بھی کہتا ہے کہ یہ تصنیف عملی طور پر زیادہ مفید ہے اور قانون سینا نظری علم کے لئے زیادہ موزوں ہے ،

صابی لوگ جنکا نام مشرق میں علوم فلسفہ اور ریاضیات کی ترویج و اشاعت کے لئے خاص امتیازی حیثیت رکھتا ہے ، علم طب کے لئے بھی کچھ کم معروف نہیں ، ثابت بن قرہ کے بیٹے سنانؒ کا نام طب میں خاص شہرت رکھتا ہے ، وہ خلیفہ قاہر کا شاہی طبیب تھا ،

لہ ابو الحسن ھبۃ اللہ بن صاعد بن التلمیذ النصرانی والبغدادی - متاخرین اسے سلطان الحکماء کے لقب سے یاد کرتے میں اسنے ۵۶۰ھ میں وفات پائی ، سلہ [illegible]

سلہ کتاب الملکی کتاب الحکماء صفحہ ۲۳۲ ، سلہ ابو سعید سنان بن ثابت بن قرہ ، [illegible] کے دربار میں [illegible]

اب یہ تندرست ہوگئی ہے، خلیفہ نے اس کے بازوؤں کو حرکت میں لاکر دیکھا، بالکل درست تھے، جبرئیل کو پانچ لاکھ درہم انعام میں ملے ۔ اس قصے میں جس طبی نظریہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس پر عمل درآمد کرنا کسی قدر مشکل ہے ،

ہم یہاں چند اور عیسائی اطبا کا ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتے ہیں جنہوں نے عربی علم ادب میں خاص نام پیدا کیا، اُن میں سے ایک عیسیٰ بن علی بغدادی ہے جسکی ایک تصنیف کتاب "تذکرۃ الکحالین" ہے جسکا لاطینی ترجمہ ۱۴۹۹ء میں بمقام وینس جی داکولیا کو کے سلسلے میں شائع ہوا تھا، دوسرا ابوالفرج بن الطیب ہے جو کہ الیاس کا مشیر خاص تھا، اس کی تصانیف کثیرہ میں ایک کتاب علم الفلاحت پر ہے جو ارسطو کے نظریہ کے مطابق لکھی گئی اس نے ۱۰۴۳ء میں وفات پائی، تیسرا علی بن رضوان مصری ہے جو کہ خلیفہ حاکم کا طبیب خاص تھا لیکن بعد میں شاہی عتاب میں آگیا، علی بن رضوان نے جالینوس کی کتابوں کی شرحیں لکھی تھیں، علاوہ بریں ابن جذلہ بغدادی ہے جو کہ عہد نہضت علمیہ میں بن جزلہ کے نام سے مشہور ہوا، خلیفہ المقتفی کے دربار میں بھی ایک عیسائی طبیب تھا جسکا نام

---

۱ یہ واقعہ کتاب الحکما میں بھی موجود ہے، جبرئیل پہلے جعفر بن یحییٰ کی ملازمت میں تھا چنانچہ اس واقعہ کے بعد خلیفہ نے اسے رئیس الاطبا مقرر کیا، ۲ فی الحقیقت یہ طریق علاج محض قیاسی ہے، اگرچہ یہ قیاس ذکی اور بیدار مغز طبیب کے لئے نہایت ضروری ہے تاہم اسے طب کے کسی خاص فنی نظریہ سے تعلق نہیں،

۳ عیسیٰ بن علی ۔ حنین کے تلامذہ میں سے تھا، نہایت فاضل اور جید عالم اور صاحب تصنیف ہوا ہے، کتاب الحکما ص ۲۴۴ الفہرست ص ۲۱۴ "تاریخ ادبیات ایران جلد اول (براؤن) ص ۲۶۸ '

۴ ابوالفرج عبداللہ بن طیب فیلسوف عراقی، اسنے قدیم کتب فلسفہ و طب کا گہرا مطالعہ کیا تھا، ۴۳۵ھ میں وفات پائی (ص ۲۲۳ کتاب الحکما) ۵ de plantis secundum Aristotelem .

۶ Renaissance .

ابو الفرج لکھتا ہے کہ جالینوس کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مسیح کا ہمعصر تھا غلط ہے بلکہ وہ اس سے بہت عرصہ بعد پیدا ہوا[۵۱]، کیونکہ وہ اپنی کتاب "علم تشریح" کے باب اول میں لکھتا ہے کہ میں نے اس کتاب کو شاہ انطونین کی حکومت کے ابتدائی عہد میں تالیف کیا، جب کہ مجھے اوّل بار روم جانے کا اتفاق ہوا، علاوہ بریں جالینوس عیسائیوں کو اپنی تصنیف میں جو افلاطون کی کتاب المزاج کی شرح ہے نصرانیوں کے لقب سے یاد کرتا ہے، ابوالفرج اس کتاب کو افلاطون کی بجائے فیدون کی طرف منسوب کرتا ہے۔ جالینوس عیسائیوں کی تعریف میں رطب اللسان ہوتا ہوا لکھتا ہے کہ یہ لوگ فلسفیوں سے کسی حیثیت میں کم نہیں، مسعودی کا خیال ہے کہ جالینوس خود پکا عیسائی تھا،

حنین بن اسحاق نے جالینوس کی بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا تھا، جن میں سے افلاطون کی تصنیف "طیماؤس[۵۲]" کی شرح خاص طور پر قابل ذکر ہے، اسی مصنف نے جالینوس کے فنی تتبع میں کتاب بھی لکھی تھی، ثابت بن قرہ بھی جالینوس کی تصانیف سے خاص شغف رکھتا ہے، بالخصوص اثراتِ مہر و ماہ پر جن خیالات کا اظہار کیا ہے اسکا بہت دلدادہ ہے، اس مصنف کی تصانیف میں سے جن کا علم عربوں کو تھا۔ ہم یہاں چند کتابوں کا ذکر کرتے ہیں۔ پہلی کتاب آراء بقراط و افلاطون[۵۳] ہے اور دوسری بقراط کی کتاب عہد[۵۴] کی شرح ہے جو غالباً *de sanitate tue..da* ہے،

بقراط اور جالینوس کے علاوہ عربوں کی کتابوں میں بعض قدیم زمانے کے اطبا کا ذکر بھی آتا ہے۔ جن سے وہ براہِ راست تو نہیں لیکن بالواسطہ ضرور واقف تھے۔ مثلاً روفس[۵۵]

---

[۵۱] جالینوس کی تاریخ پیدائش خود اس بات کی تردید کرتی ہے [۵۲] کتاب ماذکرہ افلاطون فی طیماؤس الموجود۔ کتاب الحکما ص۱۳۱ [۵۳] *Hippocrates et Platonis decretis.* [۵۴] کتاب عہد "Foi" [۵۵] *Rufus l'Ephesien.*

ماناریسا طبیب تھا لیکن وہ اپنے دوسرے دو بھائیوں سے علم و فضل میں مقابلہ نہ کر سکتا تھا ان دو لڑکوں کے بیٹوں کا نام بھی بقراط ہی تھا' دمشق میں ایک باغ تھا اور اس میں ایک مقام کا نام "دکۃ البقراط" ہے جہاں روایت کیا جاتا ہے کہ بقراط بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا'

جالینوس کا نام بھی عربوں میں کافی طور سے مشہور ہے' ابوالفرج لکھتا ہے کہ اس کی تصنیفات بے شمار ہیں' ان کتابوں کی تعداد بھی جو مورخ موصوف کے عہد میں دستیاب ہو سکتی تھیں سو تک پہنچتی ہے۔ اسی مورخ کا بیان ہے کہ جالینوس کا استاد النیوش[1] تھا' انطاکیہ میں اس نے ایک سال قیام کیا۔ اس سال وہاں ایک متعدی مرض پھیلا ہوا تھا' جالینوس نے اس مرض کے بچاؤ کے لئے ایک تریاق (الفاروق) ایجاد کیا' وہ لوگ جو اسے کھا لیتے تھے مرض کے حملے سے بچ جاتے تھے' جن لوگوں نے بیمار ہونے کے بعد استعمال کیا ان میں سے بعض مر گئے اور اکثر نے شفا پائی' بوعلی سینا نے اس تریاق کا ذکر اپنی تصنیف "قانون" کی جلد پنجم باب چہارم میں کیا ہے' وہ لکھتا ہے کہ یہ تریاق بہت سی بیماریوں میں مفید ہے' بالخصوص اس وقت جب کسی شخص کو کسی زہریلے جانور نے کاٹا ہو یا کسی نے زہر کھا لیا ہو' اس تریاق کا نسخہ مختلف اجزا سے تیار ہوتا تھا' بوعلی سینا کے بیان کے مطابق سب سے پہلے جو نسخہ تیار ہوا تھا وہ اندروماخس کا تھا' بعد میں دوسرے اطباء نے اسے کئی ایک طریق سے تیار کیا لیکن ان سب میں جالینوس کا نسخہ بہترین تھا'

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸) اسقلبیوس تھا' اسقلبیوس کے تین شاگرد تھے' ماناریس' دارخس اور بقراط' ماناریس اور دارخس کی وفات کے بعد بقراط ہی اس کا جانشین قرار پایا تھا' الفہرست صفحہ ۲۸۴

(حاشیہ صفحہ ۷۹) [1] Elien - الفہرست میں ارمینس الرومی لکھا ہے صفحہ ۲۸۲'

عربوں کا علم طب

از کارادادو کی تاریخ "حکمائے اسلام" جلد دوم سے

باب نہم

فصل اوّل

علم طب عربی تہذیب و تمدن کے بہترین شعبوں میں شمار ہوتا ہے، ازمنۂ قدیمہ میں مسلمان اس علم کے بیحد دلدادہ رہے ہیں، اور ان میں بہت سی ایسی عظیم الشان ہستیاں پیدا ہوئیں جو فضائے علم پر آفتاب ہو کر چمکیں، عرب مورخوں اور سوانح نگاروں نے متعدد کتابیں ان اطبّا کے متعلق لکھی ہیں، مثلاً ابن ابی اصیبعہ جس کی کتاب طبقات الاطبّا ہے، ابن القفطی جس کی تصنیف کتاب الحکماء ہے، ابو الفرج مشہور و معروف عیسائی مورخ اور حاجی خلیفہ سوانح نگار، ازمنۂ وسطیٰ میں عربی علم الطب کو عیسائی ممالک میں خاص شہرت و امتیاز حاصل تھا، اور بوعلی سینا اور رازی کے نام مغرب میں ویسے ہی مشہور تھے جیسے مشرق میں،

علم الطب عربوں کا خاص ایجاد نہیں، عربوں نے اسے یونانیوں سے لیا ہے، یہ علم تین ذرائع سے اُن تک پہنچا، پہلا ذریعہ تواتر و روایت کا ہے، دوسرا ذریعہ درس و تدریس اور تیسرا براہ راست اصلی کتابوں کے مطالعہ کا ہے، شامیوں کی طرح عربوں

(شاہنامہ فولرس ص ۱۶۸)،

دیباچے میں اس قسم کے اور بھی چند مسائل بیان کئے گئے ہیں، اس قسم کی اصطلاحات مثلاً "سخنگوی جان" یا "جان سخنگوی" (یعنی نفس ناطقہ) فردوسی نے یقیناً کسی فلسفے کی کتاب سے اخذ نہیں کی ہیں بلکہ کسی شاعر یا ناثر کے کلام سے لی ہیں ؎

ازان پس تن نامور خاک راست — سخن گوی جان معدن پاک رست

(ص ۱۴۹۴)، ؎

(۱) مرا خسرو از خویش و پیوند خویش — زجان سخنگوی دارش پیش

(۲) زخورشید بر چرخ تابندہ تر — زجان سخنگوی پائندہ تر

(شاہنامہ ۵۶۷ و ۵۸۶)،

یہ عقیدہ کہ جس طرح آسمان سات ہیں اسی طرح زمینیں بھی سات ہیں پہلے ہی سے مقبولِ عام تھا اسی لئے شاعر کو اس مبالغے کی جرأت ہوئی کہ ؎

ز سمّ ستوران دران پہن دشت — زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

شاہنامہ فولرس ص ۲۰۴)، یعنی ایک سالم زمین غبار بنکر اڑی اور اوپر جاکر آٹھواں آسمان بن گئی۔ لیکن اس قسم کی زیادتیاں ہمارے شاعر کے کلام میں خال خال ہیں،

محمد اقبال

لے: مرخسرو نے بھی "نفس سخنور" کی اصطلاح برتی ہے اور یہ "نفس ناطقہ" کا ترجمہ ہے، عربی میں یہ اصطلاح سریانی زبان سے ترجمہ کی گئی ہے اور وہ "نفشا ملیلتا" ہے جو یونانی اصطلاح [illegible] کا ترجمہ ہے لیکن نہ سریانی نہ عربی ترجمہ اصل یونانی مفہوم کو صحیح طور سے ادا کرتا ہے،

استقدر کثیر ہے کہ پانچ لاکھ گدھے سونے اور چاندی سے لادے جاتے ہیں ؎

همانا که خروار پانصد هزار	بود نقرهٔ خام و زرّ عیار

(ص ۲۲۸)،

۳۸۔ شاہنامے میں درسی علوم کے آثار

فردوسی کے الفاظ میں مدرسے کی تعلیم کا اثر شاذ و نادر پایا جاتا ہے[۱]۔ کہیں کہیں عناصر اربعہ اور کیفیات اربعہ (حرارت، برودت، یبوست اور رطوبت) کو کلام میں استعمال کیا ہے مثلاً ؎

که از آتش و آب واز باد و خاک	شود تیره روی زمین تابناک

(ص ۱۸۲)،

بدو گفت نرم ای جوانمرد نرم	زمین خشک و سرد و هوا نرم و گرم

(ص ۴۸۸)،

بدو نیست امید از و نیست باک	خداوند آب آتش و باد و خاک

(ص ۱۳۱۷)،

ز خاشاک تا هفت چرخ بلند	هوا آتش و آب و خاک نژند

(شاہنامہ ص ۴۸۴)،

ذیل کے شعر میں بھی ایک علمی مسئلے کو بیان کیا ہے ؎

اگر نیستی جفتی اندر جهان	بماندی توانائی اندر نهان[۲]

---

[۱] دیکھو اوپر آرٹیکل ۲۵ کے آخر میں۔ [۲] توانائی یا قوت "فعل" کی سرحد سے ورے ہے، یعنی فعل کا درجہ قوت کے درجے سے آگے ہے۔

زمین بر نتابد سپاہ ترا　　　نہ خورشید تابان کلاہ ترا

(ص ۱۲۹۱[۵۱])،

چھت اس کے جلوے سے گوہر رخشاں ہوگئی اور زمین اسکے پرتوِ رخسار سے یاقوت سرخ بن گئی ؎

شدہ بام ازو گوہر تابناک　　　زتاب رخش سرخ یاقوت خاک

(ص ۱۶۴)،

ہزبر اسکی خاکِ پا کو بوسہ دیگا اور بادل کو یہ جرأت نہوگی کہ اس کے سر پر سے گذر سکے ؎

کہ خاک پی او ببوسد ہزبر　　　نیارد بسر بر گذشتنش ابر

(ص ۲۲۲)، رستم کے متعلق اسکی پیدائش سے پہلے کہا گیا ہے،

تنگیِ دہن کی وجہ سے سانس تک بھی اس کے لبوں میں سے گذر نہیں سکتا ؎

دہانش بتنگی دل مستمند　　　سر زلف چون حلقۂ پای بند

نفس را مگر بر لبش راہ نیست　　　چنو در جہان نیز یک ماہ نیست

(ص ۱۵۸)، وغیرہ وغیرہ،

داستانوں کے اندر جو مبالغے ابتداءً موجود تھے انکی چند مثالیں یہ ہیں:—

پہرے پر ایک ایسا تیز نظر دیدبان کھڑا کیا جاتا ہے کہ وہ چیونٹی کو بھی راستے پر چلتے ہوئے دیکھ سکتا ہے ؎

یکی دیدبان بر سر کوہسر　　　بر آمد بر آورد از انبوہ سر

---

[۵۱] مراد یہ کہ تیرا لشکر بہت کثیر ہے اور تیرا خود بہت چمکیلا ہے، "تابد" اور "تابان" میں رعایت لفظی ہے،

بادل کے ہے جسکی تاریکی میں برچھیوں کی انیاں ستارے ہیں اور تلواریں سورج کی مانند چمکتی ہیں اور ہتھیاروں کا لوہا بمنزلہ فرشِ زمین کے ہے ؎

ستارہ سنان بود و خورشید تیغ ز آہن زمین بود وز گرد میغ

(شاہنامہ فولرس ص ۱۵۵)

گرد یا رات کی تاریکی میں ہتھیاروں کے شراروں کی غیر طبعی تصویر فردوسی نے کئی جگہ چمکا کر دکھلائی ہے ؎

شب تیرہ از تیغ رخشان کنم برآورد گہ بر سر افشان کنم

(ایضاً ص ۴۶۷) ؎

درفشیدن خشت و ژوپین ز گرد چو آتش پس پردۂ لاجورد
زبس گونہ گونہ سنان و درفش سپرہای زرین و زرینہ کفش
تو گفتی کہ ابری برنگ آبنوس بیامد بباربد از و سندروس
جہانرا شب از روز پیدا نبود تو گفتی سپہر و ثریا نبود

(ایضاً ص ۴۷۳)

لشکر پہاڑیوں کو روند کر میدان بنا دیتے ہیں، گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین پھٹ جاتی ہے، پہاڑ (کثرت خون کی وجہ سے) سمندر بن جاتے ہیں اور میدان (لاشوں کے ڈھیروں سے) پہاڑ میں منتقل ہو جاتے ہیں ؎

زمین شد ز نعل ستوران ستوہ ہمی کوہ دریا شد و دشت کوہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ) (کتاب الاغانی ج ۳ ص ۲۲) اسی کے مقابلے میں دیکھو ایلیاڈ (۳، ۱۰-۱۴؛ ۵؛ ۴۹۹ - ۵۰۴)، بیشک خراسان کی خشک اور بنجر سرزمین میں لشکر کے سواروں کی گرد ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل کی گرد سے (جہاں ہومر کا وطن تھا) بہت زیادہ ہونی چاہئے۔

میں اپنے حریف کے ہاتھ سے بہت پہلے قتل کیا جا چکا تھا لیکن چونکہ اور ہر طرح سے اُس کے حالات فردوسی کے ہاں (باوجود اس کے نام کی مختلف شکلوں کے ۔ دیکھو اوپر آرٹیکل ۲۷) بالکل وہی ہیں جو ثعالبی کے ہاں ہیں حتیٰ کہ موسیقی کی اصطلاحیں بھی دونو جگہ بالکل ایک ہیں لہٰذا ہم کو یہ فرض کرنا پڑیگا کہ فردوسی نے اسکا حسرتناک انجام خود اپنی طرف سے لکھا ہے تاکہ خسرو کا نوحہ اس کی زبان سے ادا کر اسکے ۔

شاہنامے کا تغزل ہم پر خصوصیت کے ساتھ اس لئے اثر کرتا ہے کہ وہ اپنے انداز میں سادہ اور اس تصنع سے پاک ہے جو فارسی غزل نویسوں کے ہاں اس درجہ مقبول عام ہے ۔

۳۷۔ شاہنامے میں مبالغہ

فردوسی کا کلام بالعموم سادہ ہے اور مخصوص لفاظی کہیں بھی نہیں، با اینہمہ شدید مبالغے نایاب نہیں ہیں، زریر نامے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مبالغہ بھی شجاعانہ داستانوں کے اندازِ بیان کی ایک خصوصیت ہے چنانچہ وہ فردوسی سے پیشتر بھی فارسی شعراء کے ہاں موجود ہے، ہم یہاں شاہنامے کے مبالغوں کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں :

اکثر جگہ کہا ہے کہ لشکر کے گرد کی وجہ سے دن رات میں متغیر ہو گیا یا یہ کہ گرد کی وجہ سے دن بھر کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ رات کا وقت آ گیا یا نہیں[1]، گرد بمنزلہ

---

[1] فردوسی سے پہلے عربی شاعر بشار بن برد نے بھی ایک شعر میں اسی خیال کو ادا کیا ہے ؎

کأنّ مثار النقع فوق رؤسنا   واسیافنا لیل تهاوی کواکبه

اسی قسم کے مقامات کے ضمن میں شاعر نے اپنی ناداری کے شکوے بھی کئے ہیں اور دراصل اسکی حقیقی حاجتمندی ہی ان شکووں کا باعث ہوئی ہے، اکثر جگہوں پر بڑھاپے کی تکالیف اور جوانی کی آرزو پر نوحہ آمیز خیالات ہیں اور تلافیِ مافات کے لئے اپنے تئیں نصیحتیں کی ہیں لیکن ساتھ ہی بعض جگہ اپنے آپ کو زندگی کا لطف اٹھانے کی بھی ترغیب دی ہے (مثلاً دیکھو شاہنامہ فولرس ص ۱۴۴۴، جہاں اسنے شراب کی تعریف نہایت عمدہ الفاظ میں کی ہے[۵۱])

ہمیں ان مقامات کا مشکور ہونا چاہئے کہ ان کی بدولت (جیسا کہ ہم نے اوپر بھی کہا ہے) ہمیں فردوسی کی زندگی کے متعلق قلیل لیکن یقینی اطلاعات میسر آئی ہیں،

ان مقامات میں سے بعض نہایت عمدہ ہیں اور شاعر نے ان کے اندر اعلیٰ تغزّل کی قابلیت دکھائی ہے، ان میں سب سے بہتر وہ مرثیہ ہے جو اس نے اپنے بیٹے کی وفات پر لکھا ہے (شاہنامہ ص ۵۷۵)، لیکن شاہنامے میں ایسے مقامات کے علاوہ بھی کئی جگہ تغزّل کا رنگ پایا جاتا ہے بلکہ بعض جگہ سالم غزلیہ قطعے موجود ہیں۔ مثلاً مازندران کی سرسبزی اور شگفتگی کا بیان (شاہنامہ فولرس ص ۳۱۷)، داستان بیژن و منیژہ کی تمہید (ایضاً ص ۱۰۶۵)، شیون باربد بر خسرو (شاہنامہ ص ۶۰۰)، نیز جہاں اسنے ایران کی قومی عظمت کی تباہی پر حب الوطنی کے جذبات کا راگ گایا ہے، ثعالبی کے بیان کے مطابق نوبار بد شاہی دربار

---

[۵۱] لیڈن والے نسخے میں ان اشعار کو بدل کر دوسرے لکھ دئے گئے ہیں، مسٹر اس برگ والا نامکمل نسخہ جو اسی مقام سے شروع ہوتا ہے اس میں بھی یہی تبدیلی کی گئی ہے لیکن وہاں کے دوسرے نسخے میں یہ مقام اور بھی مختلف ہے،

اس شاندار قومی تاریخ کو ایک ٹریجڈی کی صورت دے دی ہے۔ اس قسم کے خیالات مفقود ہیں، یہ خیال کہ اس حصے میں خود واقعات ہی دنیا کی بے ثباتی کا کافی طور سے اعلان کر رہے ہیں ہمارے لئے تو بیشک قرین فہم ہے لیکن ہمارے شاعر کی طبیعت اور معمول کے مطابق نہیں ہے'

۳۶ ۔ شاہنامے میں فردوسی کی اپنے متعلق گفتگو

یورپین ناظرین کو شاہنامے میں وہ مقامات جہاں فردوسی اپنے متعلق گفتگو کرتا ہے خاص طور سے اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، اس قسم کے خلل انداز مقامات رزمیہ حکایات کے رویہ کے لئے ہمارے نزدیک موزون نہیں معلوم ہوتے ۔ اور گو وہ ایک اعتبار سے مناسب بھی ہوں تاہم ایک رزمیہ نظم کے اندر ہم جا بجا عام حالاتِ زمانہ پر گفتگو یا طویل حکمت آموز مقالات ڈھونڈھنے نہیں بیٹھتے علاوہ اس کے بار بار آنے والے یاس انگیز خیالات سے بھی ہم مانوس نہیں ہیں ۔ لیکن ایران کی قومی رزم اپنی خاص نوعیت رکھتی ہے جو دوسری اقوام کی ادبیات کے ساتھ بالکل موافق نہیں ہے اور جب ہم شاہنامے کی بیکراں وسعت کا خیال کرتے ہیں تو ہم کو تسلسل حکایات میں اس قسم کے خلل جو وقتاً فوقتاً واقع ہوں نامناسب نہیں معلوم ہوتے اور نظم کے متفرق اجزا کی ترتیب میں جو باہمی بے ربطی ہے وہ بھی ایسے مقامات کی درآمد کے لئے مناسب جگہیں نکالتی ہے اپنے متعلق گفتگو کرنے کے لئے فردوسی کے پاس عملی وجوہات بھی موجود تھیں خصوصاً سلطان محمود کی خوشنودیٔ مزاج حاصل کرنے کی خواہش جسکی خاطر اسنے سلطان کی شان میں مدحیہ اشعار کے لئے شاہنامہ کا ایک معتد بہ حصہ وقف کر دیا ہے محمود کے علاوہ دوسرے مربیوں کی شان میں بھی اسنے بہت سے اشعار لکھے ہیں'

(شاہنامہ فولرس ص ۴۱۶)،

اگرچہ ان سب باتوں میں شاعر نے زیادہ تر اپنے مأخذ کی پیروی کی ہے تاہم بہت سی جزئیات کی کمی کو بلاشبہ اس نے اپنے ہاتھ سے پورا کیا ہے، انہی جزئیات کی مصوری پڑھنے والے کو از خود رفتہ بنا دیتی ہے اور اسے اتنی مہلت نہیں دیتی کہ وہ واقعیت پر غور کر سکے۔ ان مقامات میں بھی جہاں تاریخی زمانے کے حالات ہیں اور وہ حالات ہمیں خاصی طرح سے معلوم بھی ہیں۔ ہم اپنے آپ کو شاعری کے طلسمی باغ میں محو حیرت پاتے ہیں،

۳۵۔ حکیمانہ اقوال اور مواعظ

شاہنامے کے اندر داستانوں کے ضمن میں (جیسا کہ اوپر بھی کہا جا چکا ہے) نصیحت آمیز مقولے خصوصاً ساسانیوں کے حالات میں بہت سی جگہ گھیرے ہوئے ہیں، ان مقولوں کے نظم کرنے میں فردوسی کی خود مختاری اور اپنے مأخذ پر عدم انحصار صاف نظر آتا ہے۔ بادشاہوں کے خطوط اور مکاتیب بھی اسی ضمن میں آتے ہیں،

لیکن جو خیالات شاعر نے مختلف حصّوں کی تمہید میں یا خاتمے کی فصلوں میں یا حکایات کے دوران میں برمحل ادا کئے ہیں ان کی صورت مختلف ہے، وہ خیالات زیادہ تر دنیاوی جاہ و جلال کی ناپائداری اور دنیاوی مال و متاع کی تغیر پذیری کے متعلق ہیں اور جہاں ایک ہزار برس کی تاریخ تمام ہو کر نئے ہزار برس کی تاریخ کی تمہید ہو وہاں موقع خود ہی اس قسم کے خیالات کا متقاضی ہوتا ہے۔ لیکن قابلِ تعجّب یہ ہے کہ شاہنامے کے سب سے آخری حصّے میں جہاں ایران کی قومی سلطنت کا عبرتناک انجام ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے اور جس نے

کسریٰ انوشیرواں کے عہد کا حال جبکہ رعایا جنت کی سی زندگی بسر کرتی تھی اسی قبیل سے ہے، اس مبارک عہد میں قدرت بھی سب بندوں پر مہربان تھی - اور لوگ ایسے خوش اطوار تھے کہ کوئی شخص راہ پر پڑا ہوا درہم تک نہیں چراتا تھا (شاہنامہ ص ۵۰۹ - ۵۱۰)'

بادشاہی شان و شوکت کے بیان میں مبالغے کا اندازہ ایک مثال سے ہوسکتا ہے اور وہ خسرو ثانی کے شکار اور اس کے سامان کی عظیم الشان کیفیت ہے' تین سو سوار (یوزدار) چیتوں کو لے کر اسکی رکاب میں چلتے ہیں' تمام راستوں میں چھڑکاؤ کر دیا جاتا ہے تاکہ ہوا سے گرد نہ اڑنے پائے (ص ۵۸۸)' اور پھر ایسے شکار میں جبکہ سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہوں اور تیز سے تیز دوڑنے والے جانور مثلاً گورخر کا تعاقب کیا جا رہا ہو - تو شکارگاہ کی وسعت اول تو ویسے بھی بہت ہونی چاہئے لیکن جب اس میں فردوسی کا مبالغہ بھی شامل ہو تو پھر خود ہی اندازہ کر لینا چاہئے کہ اسکی وسعت کیا ہوگی ، اس بھاگا بھاگ میں جو گرد اڑتی ہے اس سے سورج کی روشنی تاریک ہو جاتی ہے -

بنخچیرگاہ رد افراسیاب بپوشیم تابان رخ آفتاب
زگرد سواران و از یوز و باز فرازیدن تیزہای دراز

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) ساسانیوں کو مجموعی طور سے اپنے دشمنوں سے ملا تھا اور پھر علاوہ اس کے سوال یہ بھی ہے کہ آیا یہ معافی محمود کی ساری سلطنت کے لئے عام تھی یا کسی خاص حصے کے لئے' میں نے اسکے متعلق عتبی کی تاریخ میں بہت تلاش کیا لیکن کچھ پتہ نہیں چلا - ایک قدیم خود مختار سلطنت کی رعایا کو اس بات کا کوئی صحیح تصور نہیں ہو سکتا تھا کہ انکے ملک میں سرکاری آمدنی اور خرچ کی کیا کیفیت ہے' ساسانیوں کی مالی حالت درحقیقت غیر معمولی طور سے شاندار تو کبھی نہیں رہی - اگرچہ فرداً فرداً بعض بادشاہ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے خزانے جمع کئے -

(شاہنامہ ص ۴۳۷)،

بہرام گور سات سال تک ٹیکس معاف رکھتا ہے حتیٰ کہ بیرونی بادشاہوں سے خراج بھی نہیں لیتا ہے

نخواہم خراج از جہان ہفت سال　　اگر زیر دستی بود یا همال

(ص ۴۶۳)،

اور آخرکار خراج کی وصولی کو بالکل ترک کر دیتا ہے۔ کیونکہ تئیس ۲۳ سال کے لئے خزانے میں کافی روپیہ موجود ہے

بدو گفت تا بست و سہ سال نیز　　ہمانا نیازت نیاید بچیز
چو بخشیدنی باشد و تخت عاج　　نخواہم بگیتی ازین بیش خراج
بفرمود پس تا خراج جہان　　نخواہند نیز از کہان و مہان

(ص ۴۷۳)،

ہرمزد اپنے سپہ سالار کی فتح کے بعد (جس میں وہ بہت سا مال غنیمت لاتا ہے) چار سال کے لئے خراج معاف کر دیتا ہے

ببخشید پس چار سالہ خراج　　بدرویش و آنرا کہ بد تخت و تاج

(ص ۵۴۴)[1]،

---

[1] قطع نظر اس شعر کے جسکا ابھی اوپر حوالہ دیا گیا ہے (شاہنامہ ص ۴۳۷) ان سب مقامات پر "خراج" ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ لیکن اسکو ذرا زیادہ وسیع مفہوم میں یعنی ٹیکس کے معنوں میں لیا گیا ہے برعکس اس کے جہاں معانی خراج کا کوئی واقعی تاریخی ذکر آیا ہے وہاں اسکو اصطلاحی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ یعنی زمان کا خراج یا لگان، محمود نے بھی انہی معنوں میں مسلمانوں کو ایک سال کا خراج معاف کیا تھا۔ لیکن محمود کو جتنا غنیمت کا مال ہندوستان سے ہاتھ آیا تھا وہ اس سے کہیں زیادہ تھا جو

امکان سے بھی باہر ہے اور پھر ایسی آنکھ بھی اتنے بڑے لشکر کے تاریک مجمع
کے بیچوں بیچ نہیں دیکھ سکتی[1] - اس سے بھی زیادہ شاعر نے اپنے تخیل پر زور
دیا ہے جہاں یہ بیان کیا ہے کہ بیژن جو ایک گہرے اور تاریک کنوئیں میں
پا بہ زنجیر محبوس ہے - اس کے اندر مُہر کی انگشتری پر بال جیسی باریک تحریر کو
پڑھ سکتا ہے (شاہنامہ فولرس ص ۱۱۲۳)

فردوسی کے ہاں بادشاہوں کی مملکتیں بیکراں ہیں، اس بات کو تو وہ کہیں
جتلاتا نہیں کہ ان مملکتوں کا دخل رعایا کے خراج سے وصول ہوتا ہے لیکن ہاں
مفتوحین کے باج اور لڑائی کے مال غنیمت کو وہ نہایت مبالغے کے ساتھ بیان
کرتا ہے، بادشاہ اپنی دولت کو نہایت اسراف کے ساتھ لٹاتے ہیں، سپاہ کو گراں
قدر انعام دیتے ہیں - سب محتاجوں کی حاجت روائی کرتے ہیں - اس پر بھی وقتاً فوقتاً
ٹیکس کی بڑی بڑی معافیاں دے سکتے ہیں[2]، اردشیر ثانی اپنے دہ سالہ عہد
حکومت[3] میں کسی قسم کے ٹیکس کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ مفت (" رائگاں ") حکومت
کرتا ہے ؎

نجست از کسی باژ و ساو و خراج — ہمی رائگاں داشت آن گاہ و تاج

---

[1] اس مبالغے کی نظیریں مغربی رزمیات میں بھی موجود ہیں ۱۲،

[2] مورخ ہرودوط کے ہاں بھی اس قسم کے خیالی تصوّرات پائے جاتے ہیں، سمرڈیس Smerdis پسر کوروش (Cyrus) اپنی رعایا سے تین سال کے خراج کی معافی کا وعدہ کرتا ہے (۳، ۶۷) لیکن شاہان ہخامنی جو تخت نشینی کے موقع پر خراج کا بقایا معاف کر دیا کرتے تھے - اس میں کسی حد تک درست بیانی ہو سکتی ہے (ہرودوط، ۶، ۵۹)،

[3] لیکن حقیقت میں اسنے صرف چار برس حکومت کی ہے،

تاریخ رزمیاتِ ایران

(گذشتہ سے پیوستہ)

۳۴۔ شاہنامے میں خیالی باتیں

فردوسی کے ہاں خیالی باتیں اکثر جگہ دیکھنے میں آتی ہیں، اس کے نزدیک ایک بادشاہ کو جس بات کی ضرورت ہو وہ ایک طرفۃ العین میں پوری ہو جاتی ہے۔ وہ اسباب کو مطلق خیال میں نہیں لاتا کہ بادشاہ کو بڑے بڑے لشکر جمع کرنے کے لئے (جن کی تعداد وہ ہمیشہ لاکھوں میں بیان کرتا ہے) وقت درکار ہے اور نہ وہ اسباب کا لحاظ کرتا ہے کہ اتنا بڑا لشکر اتنی تیزی کے ساتھ نقل وحرکت نہیں کر سکتا۔ جسقدر کہ ایک اکیلا آدمی کر سکتا ہے۔ اسکی ساری دلچسپی چند نمایاں واقعات پر مرکوز رہتی ہے مثلاً لشکر کی روانگی، دشمن کے ساتھ مڈبھیڑ اور فیصلہ درمیانی اور ضمنی باتوں کا وہ چنداں خیال نہیں رکھتا، میدانِ جنگ کے اندر بھی لشکر کے مختلف حصّوں کی نقل وحرکت (جن میں آدمیوں کی تعداد غیر معمولی ہوتی ہے) اسی تیزی کے ساتھ عمل میں آتی ہے۔

سہراب ایک بلندی پر کھڑے ہو کر اپنے نیچے نہ صرف ایرانیوں کے سالم لاتعداد لشکر کو دیکھتا ہے بلکہ فوجی افسروں کو علیحدہ علیحدہ ان کی علامتوں سے اور سپہ سالار کو اس کے ساز وسامان سے پہچانتا ہے، یہ تیز سے تیز نظر والی آنکھ کے

۲ - شرح نصاب الصبیان - دیکھو انڈیا آفس عدد ۲۳۸۲

[اوراق ۸۲ - سطور ۱۹ - نستعلیق - تقطیع ۷×۵ : ۵×۳]

شرح نصاب از نظام بن کمال بن جمال بن حسام الہروی المعروف بہ ابن حسام (سنہ ۷۹۰ھ) -

یہ نسخہ پرانا معلوم ہوتا ہے -

۳ - شرح نصاب الصبیان - دیکھو انڈیا آفس عدد ۲۳۸۳

[اوراق ۹۷ - سطور ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۸½ × ۵½ × ۶½ × ۵½]

شرح مصنفہ محمد بن فصیح بن محمد کریم الدین دشت بیاضی در زمان اکبر اعظم

کاتب محمد کمال ولد محمد تقی

تاریخ کتابت ۲۳ جمادی الاول سنہ ۱۱۴۸ھ)

(باقی دارد)

سید محمد عبد اللہ

ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی لائبریری

لاہور

ابتدا: عظیما در عفو بر ما کشا

(۳) ایک اخلاقی نظم:

ابتدا: اے خداوند پاک بے ہمتا

(۴) شیخ محمد بن عصمت اللہ بن شیخ عمر وراز انصاری کے رقعات

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۷۱ - زبدۃ المراسلات - [اوراق ۱۲۹ - سطور ۱۹ - شکستہ - تقطیع ۱۲×۸: ½۱۰×½۵]

انشای محبوب علی و عابد علی مرتبہ سید فرزند علی

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۷۲ - رسالہ در انشا [اوراق ۱۸۷ - سطور ۱۰ - نستعلیق - تقطیع ½۱۱×½۷: ۸×۵]

بعض مشہور منشیوں کی انشا کے نمونے - مرتب کا نام معلوم نہیں

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۷۳ - تعلیم المبتدین [اوراق ۵۱ - سطور ۱۶ - شکستہ - تقطیع ۱۰×۶: ۷×½۳]

ابوالبقا قریشی نوان مٹلی کی انشا برای اطفال

سنہ ۱۸۹۴ سموت ۱۹ بھادوں

لغات

۱ - نصاب الصبیان - دیکھو ریو - ج ۲ - ص ۵۰۴ وغیرہ

[اوراق ۱۷ - سطور ۵ - نسخ - تقطیع ۹×½۴: ½۴×½۲]

ابو نصر فراہی کی مشہور و معروف کتاب برای تعلیم اطفال (سنہ ۶۱۷ھ)

کاتب میر محمد شریف

تاریخ کتابت ۱۴ صفر سنہ ۱۰۸۲ھ

(۲) ایک فرہنگ

(۳) نثریات احسان اللہ ممتاز در مدح نواب نصیر الدین حیدر (۱۲۴۳ھ تا ۱۲۵۳ھ) -

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۶۷ - **رقعات بھاگ چند** - دیکھو ریو - ۳ - ص ۹۸۴

[اوراق ۶۵ - سطور ۱۱ تا ۱۳ - شکستہ - تقطیع ۶½×۴ : ۵×۳]

منشی بھاگ چند کے خود نوشت رقعات (۱۲۶۰ھ)

۶۸ - **انشای فیض بخش** - [اوراق ۱۰۸ - سطور ۱۷ - نستعلیق - تقطیع ۱۰½×۶½ : ۷½:۴]

محمد فیض بخش بن غلام سرور کاکوروی کی انشا

اس انشا کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں بھی موجود ہے (دیکھو عدد ۲۱۱۱)

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

اسکا ایک اور نسخہ بھی لائبریری میں ہے

۶۹ - **ریاض المعانی** [اوراق ۱۶۱ - سطور ۱۳ - شکستہ - تقطیع ۶½×۳½ : ۵×۲½]

ملک محمد . . . . . (؟) کی انشا

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۷۰ - **رقعات شیخ محمد** [اوراق ۵۶ - سطور ۱۳ تا ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۸×۶ : ۶×۳]

اس مجلد میں چار رسالے ہیں :-

(۱) فارسی نامہ - فارسی ہندی کا منظوم فرہنگ :

ابتدا : اللہ واحد ایک پہچان

(۲) منظوم رسالہ برائے افادۂ متعلمین

خزائن مخطوطات

پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور

(گذشتہ سے پیوستہ)

۶۳ - دستور العمل [اوراق ۸۴ - سطور ۱۵ - شکستہ - تقطیع ۸½×۵½ : ۸½×۴]
منشی کرپا رام، برہمن، ابوالفضل وغیرہ کی انشاؤں کے اقتباسات از نامعلوم
نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۶۴ - تحفۃ السلطانیہ - دیکھو انڈیا آفس - عدد ۲۱۴۲ [اوراق ۱۸ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۸½×۵½ : ۵×۳½]
فن انشا کے اصول و قواعد از حسن بن گل محمد
نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۶۵ - مختصر منتظمی [اوراق ۳۲ - سطور ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۹½×۶ : ۷×۴]
منشی منگو لال بانس بریلوی کی انشا (۱۲۵۰ھ)
نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۶۶ - نوادر منتظمی [اوراق ۲۰ - سطور ۱۱ تا ۱۷ - نستعلیق - تقطیع ۹½×۶½ : ۷½×۴]
اس مجلد میں تین رسالے ہیں :-
(۱) انشای منگولال یا نوادر منتظمی (۱۲۵۴ھ)

گفتمش ای یار دلیلی بیار — تا دل سرگشته بیابد قرار
گفت دلیلی است بگویم ز غیب — تا بزداید دلت از زنگ ریب
خیز برون آی که در خانقاه — اہل دلی این نفس آمد ز راه
بر سر سجّاده و بسته نماز — کرده دلش عرضه بحضرهٔ نیاز
خواب برون شد ز سرم در زمان — پای برہنه شدم آنجا دوان
بود ہمان پیر دلی در نماز — گشته روان بر رخش اشک نیاز
یافت دلم پایهٔ عین الیقین — از خبر مردم زیر زمین
گشت مرا کشف که اہل قبور — واقف حالند ز نزدیک و دور
جان چو ز تن رفت زبان شد فگار — ہست ولی سامعه اشان بر قرار
ہر که نصیحه شنود از عماد — ہست امیدم که بیابد مراد

واقعهٔ نہم دیدن شخصی که بجهة او صدقه داده بود

از عقب رفتهٔ این سوخته — داد یکی جامهٔ نا دوخته
خفته خاکم سحر آمد بخواب — جامهٔ من در بر و دیده پر آب
گفت که بی جامه و عریان بدم — وز غم این واقعه گریان بدم
خلعهٔ تشریف تو ام شاد کرد — خاطرم از بند غم آزاد کرد
حاصل این واقعه در راه دین — ہست مگر آنک مرا بد یقین
گر تو کنی یاد ز اہل قبور — وز تو بہر روح رسد روح و نور
سوختهٔ یابد از آتش خلاص — وز چمن روضه گزیند مغاص
طرفه نگر کز دم عنبر شمیم — روضه شود مسکن اہل جحیم
ہر که از و حق سلامت ہست — سابقهٔ حسن کلامیت ہست
چون برو و بار کیش ہر صباح — ورد دعائی بدمش در رواح

دل ز فتوحات الہٰی عمادؔ
دور نباشد کہ بیابد مراد

واقعۂ ششم در دیدن حالت سکرات
ہوّنہا اللہ علینا

شد سحری از سر حالی تمام ۔ بر رخ بیداری و خوابم مقام
مردم چشمم شدہ مشغول خواب ۔ بستہ ز شعر مژہ مشکین نقاب
خستہ دلم آگہ و بیدار بود ۔ خواب نمی کرد کہ بیمار بود
ناگہم از منزل کرّ و بیان ۔ گشتہ عماری فرشتہ عیان
با من بیچارۂ سرگشتہ گفت ۔ سرّ حق از بندہ نشاید نہفت
مدّۃ عمرت بنہایت رسید ۔ وعدہ بسر کار بغایت رسید
شخص من از ہیبت او گشت آب ۔ سنگ شود ز آتش سوزان مذاب
مغز سرم کرد بناخن گداز ۔ ناخن من رفت بسر چون بخار
قالب من در سکرات اوفتاد ۔ بر گذر سیل وفات اوفتاد
مرغ زبانم ز سخن باز ماند ۔ جان من از یاری تن باز ماند
غرق عرق گشتہ سر و پای من ۔ خون شدہ در بر دل شیدای من
در تن من جز رمقی ہیچ نہ ۔ وز بدنم جز عرقی ہیچ نہ
دل بدر خواجۂ کاموی[1] شتافت ۔ ز آنکہ جز او ہیچ وسیلت نیافت
پیر چو از حال من آگاہ شد ۔ با من دل سوختہ ہمراہ شد

---

[1] یعنی خواجہ زین الدین کاموی عراقی ، عماد کے پیر و مرشد ہیں ، اوپر انکا ذکر گذر چکا ہے ۱۲

غزل

گمر فرشتۂ رحمت در آمد از در ما — کہ شد بہشت برین کلبۂ محقّر ما
مقرّراست کہ فرّاش قدسیان امشب — چراغ صبح فروزنده ز شمع منظر ما
ملک بتحفۂ کرّوبیان عالم غیب — بخار عود برد ہر نفس ز مجمر ما
بروح بخشی از آب حیات برگذرد — اگر بخاک رسد جرعۂ ز ساغر ما
چہ احتیاج بتاج است و التفات بتخت — ہمای بخت چو افگند سایہ بر سر ما
زنقش بند خیالم خوش آید این معنی — کہ صورتی بنگارد بشکل دلبر ما
برفت نقش وجود از خیال ما لیکن — خیال او نرود ہرگز از برابر ما
نسیم عطر وفا تا بروز حشر آید — ز ہر گلی کہ دمد از گل معطّر ما

عماد رونق عطّار گل صبا بشکست
کہ ساخت عطری ز انفاس شوخ پرور ما

این گل مشکین چو در آمد بباغ — ہمچو پری رفت بہ پیش چراغ
برمن شوریدۂ آشفتہ حال — داده دل خستہ بدست خیال
نقل حریفان شراب الست — عاقل دیوانہ و ہشیار مست
از شرفات ملکوت آمده است — روح ترا مایۂ قوت آمد است
خاطر صافی است گذر گاه او — منظر جان است نظرگاه او
گرچہ دلم گفت کہ فرزند ماست — نزلی از انعام خداوند ماست

ه در ا ، ب : فرزندم ۱۲

دم ز سکندر زده در کائنات　　والی نهر چشمهٔ آب حیات
خواجه نشسته بمزاری شریف　　گریه کنان شد بر ش این ضعیف
من بسلامش چو نمودم قیام　　گفت جوابم که علیک السّلام
دست بر آور که مقام دعاست　　مشهد نورانی اهل صفاست
من بگشودم لب عجز و نیاز　　کرده تضرع چو زبان در نماز
بنده دعاگوی و ثنا خوان شده　　وز خضر آمین سوی کیوان شده
گفته که ای چارهٔ بیچارگان　　راه نمایندهٔ آوارگان
جز تو اجابت نکند کس دعا　　حاجت آن سوخته دل کن روا
درد دروها ز تو یابد دوا　　رنج رواها ز تو یابد شفا
حاجت مردم ز خدا خواستم　　نزل اجابة بدعا خواستم
بخششی از خضر نبی یافتم　　صحبت آن پیر ولی یافتم
بر من سرگشته ازان وقت باز　　هیچ نگردد در معنی فراز
اهل کمالم نظری می کنند　　بر من مسکین گذری می کنند
من که بسی خون جگر خورده ام　　بر سر هر کو گذری کرده ام
کار دلم از در خدمت کشود　　بخت مرا راه بدین در نمود
هر که ازین طائفه یابد نظر　　بر در او بخت به بندد کمر

بر در خدمت بنشین چون عماد
کز گذر بخت بیابی مراد

واقعهٔ پنجم در دیدن روحانیان

دیدهٔ من گشت شبی مست خواب　　کار حواسم همه گشته خراب

دیدهٔ عمبدیدهٔ من چون غنود — حضرت صدّیق جمالم نمود
یار نبی مونس غار رسول — داده همه مال و نگشته ملول
هرچه غذا ریخته درسینه اش — ریخته در سینهٔ بی کینه اش
گشت ز سر حلقهٔ ایمانیان — غلد برین کلبهٔ زندانیان
پنج عصا بود بدست امیر — یار نخستین بشیر نذیر
داد بدستم دو عصائی گزین — شاد شد این خسته[1]
بنده نوازی بنهایت رساند — قاعدهٔ لطف بغایت [رساند]
فکرت صائب دل عاقیم داد — مرتبهٔ موی شگافیم [داد]
چشم پُر آبم چو در آمد زخواب — شد دلم از آتش فر[قت کباب]
گشت مقرر که درین کشت زار — می دهدم تخم باضعاف بار
هرکه یکی داد دو بازش دهند — عیش ابد عمر درازش دهند
گوی ز میدان بکرم برعماد — تا برود نام نکو در بلاد

واقعهٔ چهارم دیدن خضر علیه السلام

در شبی از اوّل عهد شباب — دیدهٔ من دیده خضر را بخواب
آنکه نهد بر سر راه نجات — برکف هر تشنهٔ آب حیات
وآنکه بموسی ادب آموختی — علم لدنّی ز وی اندوختی
مونس هر کس که بیفتد ز راه — چاره گر هر که ندارد پناه
گاه بکشتی کلیم آمده — گه بسر گنج یتیم آمده

---

[1] مصرع کا باقی حصہ اصل متن میں مٹا ہوا ہے ۱۲

صفحہ ۴۰ سے ۵۸ تک ۱۷۶ رباعیاں ہیں جو ردیف وار صرف "ت" تک پہنچی ہیں۔ سنہ کتابت مذکور نہیں ہے۔ کاغذ کی کہنگی اور تحریر کی قدامت بتاتی ہے کہ یہ نسخہ بارھویں صدی میں لکھا گیا ہوگا۔ یعنی ڈیڑھ سو دو سو برس سے زاید کا نہیں معلوم ہوتا۔

مثنوی صفانامہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

واقعۂ سوم در دیدن امیر المؤمنین ابوبکر صدیق[1]

ره روی از غیب بکرمان رسید — جان بتن و گنج بویران رسید
کلبۂ ما گشت مشرف ازو — ورد شب و روز مولف ازو
خاک رہش چشم مرا توتیا — ما بمثل چون مس و او کیمیا
معبد او مقصد صاحبدلان — درگه او سجده گه مقبلان
خلوت او غیرت خلد برین — وز نفسش باد صبا عنبرین
وقت وداع از من پیر ضعیف — کرد تمنای عطای لطیف
کہنہ عصائی کہ مرا دست داد — خاطر من در ره سالک نهاد
کرد وداع من و بربست بار — گشت روان ره رو پرهیزگار
سنت قیلوله مرا دیده بست — رونق بازار حواسم شکست

[1] اشعار ذیل متن میں نہیں بلکہ حاشیہ کتاب پر بعد کے لکھے ہوئے ہیں آگے واقعہ چہارم ... متن سے ۱۲

"یہ شعر اس قابل ہے کہ اس پر سے ہزار مثنویاں نثار کردی جائیں[1]"

عشق حقیقی است مجازی مگیر ۔۔۔ این دمِ شیر است به بازی مگیر

رباعیات کے قلمی نسخے ۔ رباعیات سحابی کے قلمی نسخے ہندوستان اور یورپ کے کتبخانوں میں پائے جاتے ہیں ۔ چنانچہ اس کے متعدد قلمی نسخوں کا جن میں غزلیات بھی ہیں، ڈاکٹر اسپرنگر نے ذکر کیا ہے[2] ۔ "منتخب رباعیات سحابی" کے ایک مخطوطہ کا ذکر ریو نے بھی کیا ہے ۔ جو بترتیب حروف تہجی عہد محمد شاہ میں ۱۱۳۳ھ کا لکھا ہوا ، ۳۲۹ نمبر پر عجائب خانۂ لندن میں موجود ہے[3] ۔ عالمگیری امرا میں سے محمد سمیع نامی ایک شخص کے کتبخانہ کا نسخہ "منتخب رباعیات سحابی" علامہ شبلی کی نظر سے گذرا تھا جسکی نقل انہوں نے کر لی تھی ۔ آجکل یہ نسخہ ندوہ کے کتبخانہ میں موجود ہے ۔ کتبخانۂ آصفیہ (حیدر آباد) میں بھی اس کے نسخے پائے جاتے ہیں ۔

نومبر ۱۹۱۹ء میں مکرمی سید سلیمان صاحب ندوی نے راقم کو اطلاع دی تھی کہ رباعیات سحابی کا ایک نسخہ مع دیباچہ مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کو ملا ہے نیز یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ علی گڈھ میں ایک صاحب اسکو چھپوانا چاہتے ہیں ۔ نہیں معلوم پھر اسکا کیا حشر ہوا ۔

ہمارا مخطوطہ ۔ راقم کے کتبخانہ میں ایک مختصر مجموعہ رباعیات سحابی کا موجود ہے ۔ جو چھوٹی تقطیع کے ۵۸ صفحوں پر تمام ہوا ہے ۔ کاغذ دبیز اور احمد آبادی معلوم ہوتا ہے ۔

شروع میں مثنوی کے یہ تین شعر ہیں ۔ جو مخزن اسرار کی طرز پر اور اسی بحر میں

---

[1] الندوہ شعبان ۱۳۲۵ھ ص ۵ [2] اودھ کیٹلاگ صفحہ ۵۵۲ ، بلوخمین کا اسپرنگر پا[illegible] صفحہ ۹۳ [illegible] صفحہ ۸۲ طبع جرمنی ۔ اسپرنگر نے اس کے ۵۰۰ صفحات بتائے ہیں اور کہا ہے کہ [illegible]

عبد الکریم بلگرامی (المتوفی ۱۱۲۵ھ) نے سحابی کی ان رباعیات کی جنکا تعلق آیات قرآنی سے ہے، ایک شرح بھی لکھی تھی[51]۔

دیوان ۔ کہتے ہیں کہ علاوہ رباعیات کے سحابی نے مثنویات اور غزلیات بھی کہی تھیں ۔ اگرچہ شیر علی خاں لودی کہتے ہیں کہ سحابی سے کوئی غزل نہیں سنی گئی[52] اور انکا ایک دیوان بھی تھا۔ جسکو انہوں نے دریا بُرد کر دیا تھا ۔

قصہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ وہ کہیں جارہے تھے ۔ راستہ میں ندی تھی ۔ چاہتے تھے کہ پانی کی سطح پر سے گزر جائیں کہ پاؤں پانی میں پڑا ۔ دل میں کہنے لگے کہ کسی چیز کا تعلق ابھی باقی ہے ۔ اور مجھے اپنے دیوانِ اشعار کے سوا کسی چیز سے تعلق نہیں ہے چنانچہ دیوان کو پانی میں ڈالدیا ۔ اور پیکِ صبا کی طرح سطح آب پر سے گزر گئے ۔ اسی وجہ سے انکا کلام ناپید ہوگیا ۔ اور صرف اسی قدر باقی رہ گیا جو لوگوں کی بیاضوں میں لکھا ہوا تھا[53] ۔ غالباً اس دیوان کے تلف ہوجانے سے انکی رباعیوں کی بہت بڑی تعداد ضایع ہوگئی ۔

تذکرہ نویسوں نے انکی بعض رباعیاں نقل کی ہیں ۔ چنانچہ مرآۃ الخیال میں سات آتشکدہ میں پانچ اور سرو آزاد میں چار رباعیاں درج ہیں ۔ علاوہ ازیں صاحب آتشکدہ نے حسب ذیل اشعار بھی نقل کئے ہیں ۔

زاں زو خط مشکسود برخاست	آتش بنشست و دود برخاست
نو روی تو گلہائے باغ راچکنم	چو آفتاب برآمد چراغ را چکنم
از سگان تو جدائی ز وفاداری نیست	ترکِ اربابِ وفا قاعدہ یاری نیست

اور مثنوی کا ایک شعر نقل کیا ہے ۔ جسکی نسبت علامہ شبلی مرحوم کا یہ ریمارک ہے ۔ کہ

---

[51] نثر الکرام ص ۲۳۲ - ۲۳۱ طبع حیدرآباد [52] مرآۃ الخیال [53] سرو آزاد

شوستر میں پیدا ہوا تھا[۵۱]۔

تیس سال ؛ اور بقول بعض چالیس سال ، نجف اشرف میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کے روضۂ مطہر کی جاروب کشی میں گذار دئے ۔ اور صرف ایک چٹائی اور پانی کے مٹکے پر قناعت کی اور آخرکار اسی مقام محترم میں ۱۰۱۰ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا[۵۲] ۔ لطف علی آذر نے لکھا ہے کہ آستانۂ رضویہ کی مجاورت کے بعد وہ تحصیل علوم اور تہذیب اخلاق میں مشغول ہوگیا تھا[۵۳]۔

اس سے زیادہ سحابی کے حالات کا پتہ نہیں چلتا۔

رباعیات ۔ شعرائے ایران جس طرح مختلف اصناف نظم میں مشہور تھے ۔ اسی طرح سحابی نے بھی فن رباعی گوئی میں خاص شہرت حاصل کرلی ہے ۔ چنانچہ اسکا سرمایۂ سخن تمامتر اسکی رباعیات ہیں جو فلسفیانہ اور صوفیانہ خیالات سے لبریز ہیں ۔

سحابی کی کل رباعیات کی تعداد ستر ہزار بتائی جاتی ہے جن میں سے صرف بیس ہزار باقی رہ گئی ہیں[۵۴] ۔ شیر علی خاں لودی نے سحابی کی بارہ ہزار رباعیاں ایک جلد میں دیکھی تھیں ۔ انکا بیان ہے کہ اس کے علاوہ بے شمار رباعیاں دوسرے لوگوں کی لکھی ہوئی انکے نام سے منسوب کردی گئی ہیں[۵۵] ۔ رضا قلی ہدایت کو چھ ہزار رباعیاں دستیاب ہوئی تھیں[۵۶]۔

شرح رباعیات ۔ آزاد بلگرامی نے لکھا ہے کہ شیخ عنایت اللہ ابن شیخ

---

[۵۱] ایضاً بحوالۂ ریاض الشعراء قلمی ورق ۲۱۳ [۵۲] سرو آزاد ص ۱۵-۱۴ طبع حیدرآباد
[۵۳] آتشکدہ ص ۱۵۷ - ۱۵۶ طبع بمبئی [۵۴] سرو آزاد ص ۱۵ [۵۵] مرآۃ الخیال ص ۸۴ - ۸۳ [۵۶] مجمع الفصحاء جلد ۲ ص ۲۱ ،

سحابی نجفی

اور

اسکی رُباعیات کے قلمی نسخے

(از قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی)

فارسی شعراء میں رباعیاں لکھنے میں جو لازوال شہرت عمر خیام کو نصیب ہوئی ہے وہ آج تک کسی شاعر کو حاصل نہیں ہوئی ۔ خیام سے پہلے اور اس کے بعد بھی یوں تو کئی شعرا نے رباعیاں لکھی ہیں ۔ لیکن اس صنفِ نظم میں خیام کا اگر کوئی ہم پلہ ہو سکتا ہے تو وہ سحابی ہے ۔ فارسی شعرا میں بحیثیت رباعی گو کے سحابی مسلم مانا گیا ہے ۔ چنانچہ صائب کہتا ہے :

غزل گوئی بہ صائب ختم شد از نکتہ پردازاں   رباعی گر مسلم شد ز موزوناں سحابی را

حالات ۔ سحابی کے حالات سے تذکرہ نویسوں نے بہت کم اعتنا کیا ہے ۔ صاحب مرآۃ الخیال نے اسکا اصل وطن نجف اشرف بتایا ہے ۔ گر اسکے معاصرین امین رازی، تقی کاشی، اور علاء الدولہ قزوینی اسکو استرآباد کا باشندہ بتاتے ہیں[1] ۔ تقی اوحدی کا بیان ہے کہ اگرچہ اسکا خاندان اصل میں جرجان سے آیا تھا مگر وہ خود

---

[1] فہرست مخطوطات فارسی عجائب خانۂ لندن از ڈاکٹر ریو جلد ۲ ص ۶۷۲ بحوالۂ ہفت اقلیم قلمی ورق ۴۶۸، فہرست کتبخانۂ اودھ ص ۵۰ -- ۶۱ ،

پوری پوری تقسیم ہو جاتی ۔ مگر اس سادی تقسیم سے پوری تقسیم نہ ہوگی ۔
مثال کے طور پر اگر 4938270617284 کا جذر نکالنا ہے ۔ تو چار
مراتب خارج قسمت تک تقسیم جذری سے تقسیم کرو اور پھر سادی تقسیم سے

2) 4938270,617284 (2222 -
4
42) 93
84
442) 982
884
4442) 9870
8884
986 986

اب باقی اعداد مقسوم کو اگر تقسیم جذری سے تقسیم کیا جائے تو خارج قسمت
میں تین مرتبہ دو اور آئینگے اور یہ باقی اعداد پورے پورے تقسیم ہو جائینگے ۔ اور
اگر انہیں باقی اعداد کو تقسیم سادہ سے تقسیم کریں تب بھی خارج قسمت میں دو ہی
دو آئینگے مگر تقسیم ختم نہ ہوگی مثلاً

4442,2) 98661 (2222
88844
4442,22) 981772
888444
4442,222) 9332884
8884444
448440

قاآنی اپنے شعر میں اسی مسئلہ کو نظم فرما رہے ہیں ۔ کہ جب تقسیم جذری میں
مراتب اعداد خارج قسمت میں چار مرتبہ تک پہنچ جائیں تو اس کے بعد سادہ تقسیم
کرنے سے بھی خارج قسمت میں وہی اعداد آتے ہیں جو تقسیم جذری سے آنا چاہئیں ۔

زہر ہشت تیغ زن بہر یک رسد چہار

رسم قاعدہ - قانون

جذر با عدد نماید معادلہ جذر عدد کے برابر ہو جاے - یہی جملہ اشکال میں ڈالتا ہے - جذر کا عدد کے برابر ہونے سے مطلب یہ ہے کہ تقسیم جذری میں جب خارج قسمت کے مراتب اعداد چار تک پہنچ جائیں - کیونکہ احاد میں چار ہی ایک ایسا عدد ہے - جس کا جذر نکل سکتا ہے - بلکہ تمام اعداد میں یہی پہلا عدد ہے جسکا جذر نکلتا ہے - صفر کوئی عدد نہیں - اور ایک کو پہلے محاسبین عدد میں شمار نہیں کرتے کیونکہ عدد کی تعریف اونکے نزدیک، یہ ہے جو اپنے طرفین کے مجموعہ کا نصف ہو - ایک کی ایک طرف تو دو ہے اور دوسری طرف ہے ہی نہیں - اس لئے ایک کو عدد نہیں مانتے بلکہ منبع اعداد جانتے ہیں -

نوٹ - حقیر کے نزدیک ایک کی ایک جانب صفر اور دوسری جانب دو ہے - صفر اگر کسی عدد کے ساتھ جمع کیا جاے تو قیمت میں اضافہ نہیں ہوتا اس لئے صفر اور دو کا مجموعہ دو ہی رہا اور دو کا نصف ایک ہوتا ہے - اس لئے اِس تشریح سے ایک بھی داخل تعریف عدد ہو جاتا ہے -

اگر تعریف عدد میں لفظ " اعداد " کا اضافہ کر دیا جاے تو پھر تعریف عدد سے عدد یک خارج ہو جائیگا - یعنی عدد کی تعریف یوں کی جاوے کہ جو اعداد طرفین کے مجموعہ کا نصف ہو" - چونکہ ایک کی ایک جانب کوئی عدد نہیں ہوتا ہے اس لئے ایک خارج از تعریف عدد ہو گیا -

عدد را کنند بخش بروبے مساہلہ - یعنی جب تقسیم جذری میں مراتب اعداد خارج قسمت میں چار مرتبہ تک ہو چکے ہوں تو باقی مقسوم کو اگر سادی تقسیم سے تقسیم کیا جائے پھر بھی جواب وہی ہو گا جو تقسیم جذری سے ہوتا - اتنا فرق پڑے گا کہ تقسیم جذری سے

الجبرا بھی بہت دقیق اور نازک ہے۔ جسکا علم جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی کمتر ہوتا ہے اگر کوئی ریاضی دان اس مسئلہ کا جاننے والا ہے تو اسے فارسی سے لگاؤ نہیں۔ فارسی دان ہے تو اس مسئلہ سے ناواقف۔ لہذا جویاے معانی شعر قاآنی کو ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ طلاب کی آسانی کے لئے میں اس بند کی تشریح کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

چونکہ بند مقصود کے معانی کسی قدر وابستہ اسکے ماقبل والے بند کے ساتھ ہیں اس لئے اسکا لکھنا بھی ضروری ہوا۔ وھُو ہٰذا

چو روز و شب جہان کہ گردند بیش و کم | کنی جیش خصم را کم و بیش و میدم
دو را گاہ یک کنی بدان تیر راست چم | سہ را شش کنی بدان تیغ پشت خم
و زنیسان بر آوری ازان بیش و کم دمار

ترجمہ۔ طلب خیز۔ جس طرح عالم کے دن اور رات (گرمیوں اور سردیوں میں) گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اے ممدوح تو لشکر دشمن کو ہر دم گھٹاتا اور بڑھاتا رہتا ہے۔ کبھی دشمن کے دو سپاہیوں کو ایک تیر راست رفتار سے دونوں کو چھید کر دو کو ایک کر دیتا ہے (یہ گھٹانے کا بیان ہے) اور کبھی تین سپاہیوں کو تلوار کے ایک وار سے دو ٹکڑے کرکے چھ بنا دیتا ہے (یہ اضافہ کا بیان ہے) اسی طرح اس گھٹائی ہوئی (دوختہ بہ تیر) یا بڑھائی ہوئی (دو پیکر کردہ از شمشیر) تعداد فوج دشمن کو تو ہلاک کرتا رہتا ہے۔

دو سپاہیوں کو ایک تیر میں چھید لینے یا تین کے تلوار سے چھ ٹکڑے کر دینے کو دخل معانی بند مطلوب میں ہے اور وہ بند مقصود یہ ہے ؎

[illegible] | [illegible]
[illegible] بکنند [illegible] | [illegible] تیر [illegible] تو دو [illegible]

تقطیع

گمر با = فعولن + زبر فروخت = تین ساکن متوالی ہونے کی وجہ سے رت، حذف
ہو کر زبر فروخ رہیگا جسکا وزن مفاعلان ہوگا - اور یہ مفاعلن کا مذال ہے -

اذالہ = وہ وتد مجموع جو آخر رکن میں محل عروض یا ضرب پہ واقع ہو اس کے
آخر والے حرف سے پہلے الف کا اضافہ کر دینے کو کہتے ہیں - یہاں رکن مفاعلن
کا جزء آخر علن وتد مجموع ہے - اس میں نون سے پہلے الف بڑھایا تو مفاعلن سے
مفاعلان ہو گیا - اس تغیر کا نام اذالہ ہے اور ایسے رکن متغیر کو مذال کہتے ہیں -

اہل فن عروض نے زحاف تسبیغ و اذالہ کو عروض و ضرب سے مخصوص کیا ہے
مگر اس محل پہ اذالہ رکن دوم یعنی حشو میں واقع ہوا - تاویل اس کی یہ ہے کہ اہل
فن بحور مسمطات چہار خانہ کے چار برابر کے ٹکڑے کر کے - ارکان دوم و ششم کو بمنزلہ
عروض و ضرب قرار دے کر اسپر احکام عروض و ضرب کے عائد کرتے ہیں - اس لئے
رکن دوم و ششم میں بھی زحافات مخصوصہ ارکین او آخر مصاریع لے آتے ہیں -

گل از بہر = گلز بہر (الف وصل بنابر قاعدۂ تقطیع گر گیا) بروزن فعولن
کنار نار = کنارِ نار بنابر قاعدۂ تقطیع رے ساکن دوم لفظ کنار کی متحرک ہو
گئی اور وزن مفاعلان ہوا - اور یہ اذالہ اپنے محل پر ہے -

اگرچہ وزن بحر طویل مثمن مقبوض فعولن مفاعلن - فعولن مفاعلن دوبار تھا -
مگر بوجہ دخل زحاف اذالہ اس مصرع کا وزن فعولن مفاعلان - فعولن مفاعلان ہو
گیا - اور اجتماع انکا جائز ہے - قس علی هذا البواقی

اس مسمط میں ایک بند قاآنی نے ایسا کہا ہے جس میں ایک مسئلہ جبر و مقابلہ
کو دخل ہے - ہمارے فاضل مشرقی حساب یا جبر و مقابلہ کی طرف کم یا بالکل توجہ نہیں
کرتے - اس لئے اس بند کی حل اکثروں کے لئے دشوار ہو گئی ہے - مزید برآں وہ مسئلہ

مسلمان اصحاب نے تیر کر　　لیا مار کفار کوں چیر کر

دوہرہ حضرت فاطمہ :-

اس درد میرے کے اوپر سو لاکھ نیناں چاہییں　　کویل پپیہا کوکلا دکھ دیکھ میرا روتے
[ہیں] درد ماں پر درد ہوں کھ زرد ہو گر گرد ہوں　　جو آئیں بیٹھیں موکن دکھ دیکھ میرا روتے
جیسا سہا میں درد دکھ ایسا سلیمان پر جو ہو　　سب دیو پریاں بھوت جن دکھ دیکھ میرا روتے
یہ آنچ دوزخ میں نہیں جو آنچ میرے تن لگی　　غلمان و حوراں جنتی دکھ دیکھ میرا روتے
ہر بات ماں لوہو بہے ہر حال ماں چھاتے دہے　　جنگل پہاڑاں باغ بن دکھ دیکھ میرا روتے
سب رین رووں اکلی سکھ چین سوواں نا کھلی　　سورج ستارے چاند بھی دکھ دیکھ میرا روتے
اتنا پڑا ہے موہ دکھ یہ دکھ پڑے دریاواں　　واہد مگر اور ماہیاں دکھ دیکھ میرا روتے
محبوب عالم فاطمہ دکھ آپنے ہیں یوں کہا　　سب انبیا اور اولیا دکھ دیکھ میرا روتے

یہاں ہمیں اس زبان کی خامیوں اور نقائص کی تلاش میں اپنا وقت صرف نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ ہماری زبان جب تقریر سے تحریر کے مدارج پر ارتقا کرنے لگی ہے۔ اس وقت اسکی کیا حالت تھی۔ اس سلسلہ میں محبوب عالم و دیگر مصنفین کی تالیفات ہمارے لئے قیمتی دستاویزوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ان میں قدیم اردو کا گراں بہا سرمایہ محفوظ ہے جو اصول و قواعد زبان اور قدیم طریق تلفظ پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔

اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں اور استدعا اور گزارش کرتا ہوں کہ محبوب عالم کی تحریک ملک ہریانہ میں نہایت کامیاب اور بار آور ثابت ہوئی ہے۔ متعدد اہل قلم ان کے ہمعصر ہیں مثلاً میر جعفر زٹلی ساکن نارنول۔ اٹل نارنولی اور اکرم رہتکی المتخلص بہ قطبی جو نیرہ ماسہ کے مصنف ہیں۔ شاہ عبد الحکیم مصنف خواب نامہ و جہیز نامہ بی بی فاطمہ۔ شاہ غلام جیلانی رہتکی مصنف چوپائیہا اور مولوی شاہ محمد رمضان بھی۔ امام بخش تھانیسری اور دیگر اصحاب محبوب عالم کے بعد اس تحریک کو زندہ رکھتے ہیں۔ لیکن ان بزرگوں کا ذکر میرے آئندہ مضمون کا موضوع ہوگا۔

(حافظ محمد محمود شیرانی)

محمد ایسی بیچ آسے گھروں　　اچھی خوب دستار سر پہ دھروں

یعنے اچھی دستار سر پہ دھرے۔

دوسری مثال ؎

چلے فاطمہ پاس ماتم کروں　　تسلی اسے دین اس کے گھروں

ماتم کروں یعنے ماتم کرتے ہوے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ضمائر میں بھی تصریف کا قاعدہ جاری تھا۔ مثلاً ہم سے ہماں۔ ہموں اور ہمیں۔ تم سے تماں۔ تموں۔ تمہیں۔ اور ن سے انہاں۔ انہوں۔ انہیں آتے تھے۔ اس کتاب میں یہ تینوں شکلیں موجود ہیں۔

کاف بیانیہ محبوب عالم کی تصانیف میں نہیں ملتا۔ اسکی جگہ جو آتا ہے ؎

کہا آپ حضرت نے تحقیق راز　　جو معراج مومن کی ہے یہ نماز

اس موقعہ پر چند اشعار جنگ احد کے بیان سے سناتا ہوں ؎

ہوئی صف جو دونو طرف سے طیار　　پکارے چھوں طرف سے مار مار

ترنگوں کی پھر تنگ کھینچی لگام　　بھئی دنگ اس جنگ کی دھوم دھام

دہماندم گھماندم ہوئی پھیر کر　　دیا ایک نیں ایک کوں گھیر کر

کہیں برچھیاں ترچھیاں ہاتھ میں　　ہوے مرد کے مرد جب گھات میں

کری سیل کی ریل اوت کھیل کر　　لیا مرد نیں مرد کوں پیل کر

شپاشپ چلے تیر بے تیر زور　　کھپا کھپ ہوے پار سنجوہ پھوڑ

لگے گرج بھاری گرج شور کر　　کمر توڑ ڈاری نپٹ زور کر

پھٹی ڈہار تروار اوت آبدار　　جیسے پار صابن ہووے لوہ تار

لڑائی کھٹھی ایک قیامت اوٹھی　　قیامت کی اس بات چھاتی پھٹی

کہیں مست گھومیں صحابی کھڑے　　کہیں گھاؤ کھاے قریشی پڑے

قافئے کے ساتھ ردیف کا التزام درحقیقت دبستان دہلی کا پرتو ہے۔

میرے پاس دردنامہ کا جو نسخہ ہے وہ میرے دوست پروفیسر سراج الدین آذر ایم۔اے۔ایم او ایل کی ملک ہے۔ ۱۲۶۱ھ میں عبدالقادر نے اسکی کتابت کی ہے۔ اس نسخہ کے ایکسو سرسٹھ صفحات اور ۱۶ سطور فی صفحہ ہیں۔ کتاب کا نام دیباچہ میں نہیں آتا۔ البتہ خاتمہ میں یوں آتا ہے ؎

محمد کا میں درد نامہ کہا　　اسی درد ماں جیو جاماں دہا

سبب تالیف میں صرف اسی قدر لکھا ہے۔

الٰہی تکبر خودی کھینچ لے　　مسلمانی محبوب عالم کوں دے

کہے عشق سوں نعت احمد رسول　　دو عالم میں ہو جائے مقبول پھول

پہل بات حضرت کے دکھ کی لکھے　　بہر فوت نامہ نبی کا لکھے

آخری شعر میں اشارہ ہے کتاب کے دو حصوں کی طرف۔ پہلے حصہ میں رسول اللہ پر کفار مکہ کے مظالم اور ستم رانی کی داستاں ہے۔ دوسرے میں آپ کی وفات کا بیان ہے۔ اس تقریب سے کتاب کا نام دردنامہ رکھا گیا ہے۔ آخری حصہ یعنے فوت نامہ صـ۱۲۴ سے شروع ہوتا ہے۔ افتتاحیہ شعر یوں ہے۔

اوٹھ اب آ اُ محبوب عالم سنبہار　　محمد کا کہہ فوت نامہ پوکار

محبوب عالم کی زبان کی صرفی خصوصیات کے متعلق گذشتہ صفحات میں کافی اشارے ہو چکے ہیں۔ یہاں بعض نئے امور کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

اردو میں ذوالحال کا حال دکھلانے کے لئے منجملہ اور فعلی صورتوں کے ایک صورت ' دھرے ہوے ' رکھے ہوے یا خالی دھرے۔ رکھے بھی مستعمل ہے۔ مثلاً پوٹ سر پہ دھرے ہوے یا پوٹ سر پہ دھرے۔ اس موقعہ پہ دردنامہ میں ایک قدیم صورت دھروں۔ کروں وغیرہ ملتی ہے مثلاً ؎

ثانی حرف علت :۔ اچھر۔ چام (چمڑا) تاکڑی (ترکڑی) کاپڑ (کپڑا) ناتھ ۔ (نتھ پہننے کی)، پاٹی (پٹی)۔ ناںگا (ننگا) لاکڑی (لکڑی)۔

محبوب عالم ویس کی زبان میں تعلیم کے حامی ہیں ۔ اس لئے ایک مقام پر فرماتے ہیں ۔

جیسی تجھ زبان ہے ویسی بولی بول   معنی فقہ حدیث کے جیبھ آپنی کھول

مسائل ہندی کے نمونہ کلام دینے کی یہاں ضرورت نہیں ہے ۔ میں اس کے دیباچہ سے کچھ اشعار اس سے قبل آپ کو سنا چکا ہوں ۔ اب ہم ان کی تیسری تالیف دردنامہ کی طرف توجہ کرتے ہیں ۔

دردنامہ

ابتک ہریانہ دبستاں کی جن کتابوں کا ہم نے مطالعہ کیا ہے یوں سمجھنا چاہئے پنجابی نظم نگاری کی تقلید میں لکھی گئی تھیں ۔ لیکن محمد شاہ کے دور میں بلکہ اس سے چند سال قبل ایک انقلاب آتا ہے اور دہلی میں دکنی طرز کی شاعری رواج عام پاتی ہے ۔ دردنامہ ایسے وقت میں تالیف ہوتا ہے جب دہلی میں اردو کا دبستان قائم ہو چکا ہے اور مصنف نے اس سے اثر پذیر ہو کر اپنی اس نظم میں فارسی وزن متقارب مثمن محذوف مقصور اختیار کر لیا ہے ۔ اور پرانے پنجابی وزن کو خیرباد کہدیا ہے ۔ دبستان دہلی کا پرتو دردنامہ کے خاتمہ میں بھی نظر آتا ہے ۔ جہاں مصنف نے رسول اللہ کی وفات پر چار مرثیے حضرت فاطمہ و حضرت عائشہ ۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی طرف سے لکھے ہیں اور ان کو دوہڑوں کے نام سے موسوم کیا ہے ۔ اگرچہ غزل کی طرز میں لکھے گئے ہیں ۔ ان میں تین مرثیوں میں قافیہ اور ردیف کی پابندی کی گئی ہے ۔ جیسا کہ غزل کا دستور ہے لیکن پہلے مرثیے میں صرف ردیف پر قناعت کی گئی ہے

مسائل ہندی محبوب عالم نے ایسا معلوم ہوتا ہے شیخ عبداللہ انصاری کی فقۂ ہندی کی تقلید میں لکھی ہے - دونوں کتابوں کے نام اور وزن سے یہی ظاہر ہوتا ہے

میرے پیش نظر اس کتاب کے دو نسخے ہیں - پہلا پنجاب یونیورسٹی کے کتبخانہ سے تعلق رکھتا ہے اور سنہ ۱۲۷ھ میں کریم بخش نے اسکی کتابت کی ہے - دوسرا نسخہ میرا اپنا ہے - جسکو شیخ کمال الدین ولد شیخ امام بخش ساکن قصبۂ رہتک نے سنہ ۱۲۷۱ھ میں اپنے استاد خلیفہ یوسف خاں ساکن کلیانہ کے واسطے نقل کیا ہے -

محشر نامہ کے مقابلہ میں اس کتاب کی زبان زیادہ آسان ہے اور قواعد زبان کے مطالعہ کے لئے بھی اس میں کافی مواد ہے - نے علامت مفعولیت کہیں نظر نہیں آتی - عربی فارسی الفاظ میں تصرفات کئے گئے ہیں - سرخ کو سرکھ - جنّات کو جناس - زنا کو زناہ - پلید کو پلیت - علما کو علماؤ لکھا ہے - اور جاؤ کا ہم قافیہ مانا ہے - شہادت کو شہادتی - جانور کو جناور - جامہ کو جاماں - رکعت کو رکات اور ایک بار دو بار کو ایک بر اور دو بر کی شکل دے دی ہے - ادہر لقمہ کو لقماں - دنیا کو دنیاں - جماعت کو جمات - مسئلہ کو مسلہ - نفع کو نفا - قرأت کو قرات تلفظ کیا ہے اور دانت کا ہم قافیہ ٹھہرایا ہے - مسجد مسیت کی شکل میں لکھی گئی ہے -

غنہ کی مثالیں :- ایسیں - جیسیں - کیسیں - پہلیں - پنچاس - کئیں (کئے)

حروف ظرف - مان مانہہ - ماہیں - مانہیں - موں - بیچ - بچ - بیچ ماں - مانجھ - اندر -

تبادلہ لام و را :- کارا (کالا) اوجرا (اُجلا) باوری (باولی)، جار کر (جلا کر)، مچھری (مچھلی)، پنڈری (پنڈلی)

تبادلہ ڈال و ڑا - بھیڈیا - (بھیڑیا)، جاڈا (جاڑا)، ایڈی (ایڑی)،

کی تعداد ایک سو پچیس اور فی صفحہ ۱۴ - ۱۵ سطریں ہیں - اسپرنگر نے اسکا ایک نسخہ کتبخانۂ اودھ میں دیکھا تھا - لیکن وہ اسکو محشر نامہ اور بعد میں فقۂ ہندی سمجھا نیز محمد جیون عرف محبوب عالم کو اسکا مصنف بیان کرتا ہے - لیکن اس میں بھی اسکو مغالطہ ہوا ہے - محبوب عالم مصنف ہیں اور محمد جیون انکے دوست ہیں جو کتاب کی تصنیف کے محرک ہیں - محبوب عالم سبب تالیف میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے قیامت کے ذکر میں محشر نامہ تالیف کی - اس میں وعدہ کیا تھا کہ دینی مسائل پر ایک علحدہ کتاب بزبان ہندی لکھونگا اسپر بارہ چودہ سال کا زمانہ گذر گیا - بالآخر میرے دوست محمد جیون نے تقاضا شروع کیا کہ وعدہ کئے بہت زمانہ گذر گیا ہے - اب اسکا ایفا کیجئے - آپ اگر یہ کتاب لکھدینگے تو سب مسلمان اس سے فیض پائینگے اور دین کی باتیں سیکھ جائینگے - جب انکا اصرار حد سے گذرا میں نے تعمیل ارشاد کی - اور کتاب کا نام مسائل ہندی رکھا -

ذیل میں دیباچہ کے اشعار نقل کئے جاتے ہیں :-

قیامت کے احوال ہاں ہندی کہی کتاب
محشر نامہ ناؤں ہے جانو اے اصحاب

محشر نامہ بیچ سن وعدہ ایسں دیا
ان عاجز درویش نے بوجھو کھول ہیا

امر نہی کی بات موں ہندی بولی بول
شرع ترازو دین کی جدی جو دونگا تول

بارہ چودہ برس لگ وعدہ لاگی ڈھیل
محمد جیون یار نے کہا آئی بے تیل

وعدہ کوں آخر کرو امر نہی کی بات
لکھ دیو ہندی بول کر بانچوں ہیں دن رات

طلب بہت اس یار کی دیکھی سانچی سوجھ
لکھی کتاب اس واسطے ہندی بولی بوجھ

اور مسلماں اب پڑہاں سیکھاں باتاں دین
ہندی کی بولی کے اندر بوجہاں راہ یقین

سبھ فاضل علماسیں منتی ایک اب ہے
دیکھاں غلطی جے کہیں وے اصلاح لکھے

مسائل ہندی ناؤں اب اسکا کہہ اے یار
پڑہو فاتحہ مجھ اوپر جے بخشے کرتار

محشر نامہ

میرے پاس جو نسخہ ہے - بڑی تقطیع پر موٹے قلم میں ۱۲۷۹ھ کا نوشتہ ہے - اس کے ۲۶ صفحے اور ہر صفحہ پر ۱۵ سطریں ہیں - ابتدائی بیت اس سے پیشتر سنا چکا ہوں یہاں خاتمہ کا شعر پڑھ دیتا ہوں -

آگے دکھ سکھ بہت ہے ات خواب خیالا سیانا ہے تو بوجھ کرلے حال سنبھالا

خاتمہ پر کاتب نے یہ عبارت مرقوم کی ہے :-

" تمت تمام شد ہذا الکتاب محشر نامہ شیخ الشیوخ قطب الزمان سرمایۂ عارفاں حضرت شاہ محبوب عالم ساکن قصبۂ جھجھر بخط ناقص شیخ عنایت اللہ ولد حافظ امام بخش دہلوی غفر اللہ ذنوبہما بتاریخ ہشتم ذیقعدہ ۱۲۷۹ھ صورت انجام یافت نقل از کتاب کہنہ کہ در عہد شاہ عالم بادشاہ غازی سنہ ۳۴ جلوس والا تحریر شدہ بود ازاں نقل کردہ شد در شہر رہتک بر مکان بلاس رائے دفتری تحریر یافت "

آپ نام سے سمجھ گئے ہونگے کہ یہ کتاب آثار قیامت حشر اجساد - اعمال نیک و بد پل صراط - عذاب دوزخ و نعیم جنت وغیرہ مضامین کا تفصیلاً بیان دیتی ہے - تمام سرخیاں فارسی میں ہیں -

اس کتاب پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان ایک روش خاص پر گامزن ہے اور وہ سیالی کیفیت جو آج ہریانی زبان میں مشاہدہ کی جاتی ہے - اور جس کے متعلق اس سے پیشتر اشارہ کیا جا چکا ہے بالکل غائب ہے - اردو کے وہ نہایت قریب ہے - اور پنجابی کا پرتو بھی اس میں نمایاں ہے - مثلاً نالے - نال - نیڑے - وتی - وِھیا - ہت دہاتھ ، جنیقے دجہاں ، تہاڈے دڈہاڈے ، وغیرہ پنجابی

معلوم ہوتا ہے کہ وہ کم از کم اپنے وطن میں نہایت احترام اور عزت کے ساتھ یاد کئے جاتے ہیں۔ ان کی کتابوں کے مختلف کاتب جو گذشتہ صدی سے تعلق رکھتے ہیں ان کے نام کے ساتھ شیخ المشائخ۔ شیخ الشیوخ اور قطب الزمان جیسے قابل حرمت خطاب ضم کرتے رہے ہیں۔ ایک شعر میں وہ اپنے آپ کو اتیت یعنے درویش کہتے ہیں۔ ایک اور موقعہ پر اپنے لئے "عاجز درویش" کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ علوم میں کم از کم قرآن۔ حدیث اور فقہ انکا تحصیلی سرمایہ ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر کہتے ہیں۔

محبوب عالم نے پڑھے علم دین کے تین قرآن حدیث اور فقہ پر لیا یا سلوخ یقین

انکی تصنیفات شہادت دیتی ہیں کہ ان کی زندگی مذہب کے مقدس ماحول اور دینی خدمت گزاری کی فضا میں صرف ہوئی ہے۔ گارسن دی تاسی انکو عالمگیر کے عہد میں شمار کرتا ہے۔ لیکن یہ خیال اس غلط عقیدہ پر مبنی ہے کہ فقہ ہندی ان کی تصنیف ہے۔ بہر حال ہمیں انکا زمانہ فقہ ہندی کے مصنف کے زمانہ سے موخر ماننا پڑے گا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر منتصف اول قرن دہازدہم ہجری ہی ان کو رکھا جائے تو مناسب ہے۔ یہ کسی قدر وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ جب محبوب عالم اپنی تصنیفات کے لئے کمر بستہ ہوئے ہیں۔ اسوقت اردو شاعری کا دبستان دہلی میں موجود نہیں تھا۔ کیونکہ ان کی پہلی دو تالیفیں یعنے محشر نامہ اور مسائل ہندی پنجابی دبستان کی تقلید میں لکھی گئی ہیں۔

انکی تیسری تصنیف دردنامہ کی تحریر کے وقت دہلی میں شعر گوئی کا چرچا بہ تقلید فارسی شروع ہو چکا تھا۔ اسلئے اسکو فارسی وزن میں لکھا ہے۔

محشر نامہ ان کی پہلی تالیف ہے۔ اس سے بارہ چودہ سال بعد مسائل ہندی محمد جیون کی فرمائش پر لکھی جاتی ہے۔ اور دردنامہ آخری تصنیف ہے۔ میں اسی ترتیب سے ان کتابوں کا تبصرہ کرتا ہوں۔

یہاں چند ابیات بطور نمونہ کلام زکوٰۃ کی فصل سے نقل ہوتے ہیں سہ

اصل عبادت مال کی زکوٰۃ دینا جان	چھ شرط موجود پہ زکوٰۃ فرض پہچان
عاقل بالغ مسلمان اصیل صاحب مال	اور فاضل ہوویں سوں گذرے تمام سال
جو شرط موجود پندے مال زکوٰۃ	دوزخ کے عذاب سوں پاوے نہیں نجات
پنج زکوٰۃ دو فرض ہیں ہر یک سے پہچان	قدر واجب جدا کرے نیت دل میں آن
ساڑھے باون تولچہ روپا ہو موجود	پندرہ ماشہ چھ رتی زکوٰۃ جدا کر زود
ساڑھے سات تولچہ سونے جیہیں سو	دو ماشہ اور دو رتی زکوٰۃ لازم ہو
روپا سونا نام ہو یا درہم دینار	یا زیور آوند ہو ایک حساب شمار

معلوم ہوتا ہے کہ فقہ ہندی گذشتہ دو صدیوں میں بیحد مقبول رہی ہے۔ اس کے قلمی نسخے اب بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ اور کئی مطبعوں میں چھپ بھی چکی ہے سنہ ۱۲۹۱ھ میں مطبع سید المطابع نے رسالہ عبدو کے نام سے طبع کی ہے اور بمبئی میں فقہ ہندی کے نام سے چھپی ہے۔ لیکن مصنف کا نام مذکور نہیں ہے۔

شیخ محبوب عالم ساکن جھجھر

ہریانہ دبستان کے دوسرے مصنف شیخ محبوب عالم جھجھر کے رہنے والے ہیں اسپرنگر نے اپنی فہرست کتبخانۂ اودھ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ گارساں دی تاسی کی تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی کا بیان زیادہ تر اسپرنگر سے ماخوذ ہے۔

اسپرنگر نے محبوب عالم کا اصل نام محمد جیون لکھا ہے اور عرف محبوب عالم۔ میں نے پنجاب میں اردو لکھتے وقت یہ سوچ کر کہ جیون عرف ہو سکتا ہے نہ محبوب عالم۔ انکا نام محبوب عالم اور عرف جیون لکھدیا تھا لیکن اب جبکہ اس سلسلہ میں صحیح معلومات بہم پہنچی ہے۔ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ محبوب عالم اور محمد جیون دو مختلف اشخاص ہیں۔

مثالیں فقۂ ہندی میں مختلف مقامات پر ملتی ہیں مثلاً

ع عذاب گور برحق ہے یہ مسلہ پندار

یا

ع دست بوسی بر مومناں ہاتھ یتیم پہ مال

دیگر

لب بینی کے بال لے سارے ناخن چیں

دیگر

تین فرض ہیں غسل کے بیچ کتاب بجوی

دیگر

ایک تیمم نال سوں فرض نفل گذار

دیگر

شمشیر چھرا اور آرسی کپڑا تہ کر مال

دیگر

چلتی ناو میں بیٹھ کے نماز درست شمار

دیگر

اگوں عید الفطر کے صدقہ واجب گیر

بعض فارسی عربی الفاظ میں تصرفات کئے گئے ہیں۔ دریا کو دریاو۔ جدا کو جدی اور جائز کو جاز لکھا ہے۔ میں صرف پچھلے لفظ کی مثال پر قناعت کرتا ہوں ۔

بیمار ٹھاڈا نہو سکے بیٹھا کرے نماز

رکوع سجود نکر سکے اشارت سوں ہے جاز

دیگر ع جو کرے آگے وقت کے وہ نماز نجاز

دی تاسی اپنی تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی میں اسکا تذکرہ کرتا ہے ۔ اسپرنگر اس
کتاب کو شیخ جیون عرف محبوب عالم کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ لیکن محبوب عالم سے اس تصنیف
کو کوئی علاقہ نہیں ۔ گذشتہ سال فقۂ ہندی کا ایک نسخہ مجھکو ملا ہے جسکے خاتمہ پر مصنف
کا نام شیخ عبداللہ انصاری صاف مرقوم ہے ۔ خاتمہ کی عبارت حسب ذیل ہے :

"کاتب الحروف سید مصاحب علی ساکن گھڑتل برای نظر فیض اثر کپتان صاحب
کپتان شیخ اسداللہ جیو دام ظلہٗ بروز دوشنبہ بتحریر شد سویم جمادی الاول
۱۲۴۶ھ مقام بیٹھل پور بھرمیرا تحریر یافت تمت تمام شد کار من نظام شد
کتاب فقہ ہندی تصنیف شیخ عبداللہ انصاری [رحمت] تحریر یافت"

اس شہادت کے علاوہ مصنف کے تخلص سے بھی جو عبدی ہے تائید ہوتی ہے
کہ ناظم کتاب کا نام عبداللہ ہوگا ۔ اسپرنگر ایک غلط فہمی کے زیر اثر اس کتاب کو محبوب عالم
کی تصنیف مانتا ہے ۔ اسکے پیش نظر ایک ہی جلد میں مسائل ہندی من محبوب عالم اور فقۂ
ہندی ہیں ۔ دونوں کو وہ ایک کتاب تصور کرتا ہے ۔ چنانچہ پہلے وہ اسکو محشر نامہ لکھتا
ہے ۔ مگر فقہ ہندی کے خاتمہ کے شعر دیکھ کر کہتا ہے کہ اس کتاب کا نام محشر نامہ ٹھیک نہیں
بلکہ فقۂ ہندی ہونا چاہئے ۔ فقۂ ہندی کے خاتمہ کے شعر یہ ہیں :-

فقہ ہندی کو مومناں آنو زباں پر یاد — مسلہ آوے دین کا مول نہووے فساد
سن ہزار چوہتر بیچ رمضان تمام — اورنگ شاہ کے دور میں نسخہ ہوا انظام

فقہ ہندی میں پنجابی اثر کافی موجود ہے ۔ عروضی وزن کے علاوہ اس میں پنجابی الفاظ
مثلاً نال ۔ آکھنا ۔ ڈیٹھہ ۔ کیتا ۔ چنگا ۔ وچ ۔ آننا ۔ بوجھنا وغیرہ موجود ہیں ۔ جملوں
کی ترکیب و ساخت پنجابی کے بہت قریب ہے ۔ مثلاً فقۂ ہندی کا مصرع

کیتے مسلے دین کے عبدیؔ کہے آئین

اور رسالۂ مبتدی کا مصرع

[illegible]

رائج ہیں۔ لہجہ سے میری مراد یہ ہے کہ تلفظ اور اصوات میں کسی قدر فرق ہے۔ مثلاً ہریانی میں اردو کی رائے ہندی کی جگہ دال ہندی کا زیادہ رواج ہے۔ عبدالواسع سارٹھو کو ساڈھو کڑھی کو کڈھی جہاڑ کو جھاڈ مسوڑ کو مسوڈھا لکھتے ہیں یا مثلاً چلمن کو چلون۔ پانے کو پاونا۔ چڑانے کو چڑاونا۔ پھلانیکو پھلاونا لکھ رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ عہد عالمگیر میں دہلی میں بھی یہی تلفظ رواج پذیر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری اردو زبان اسوقت سیالی کیفیت میں تھی۔ فصیح اور غیر فصیح محاورہ اور بے محاورہ کا کوئی معیار نہ تھا۔ عوام کی بولی تھی خواص کو اس سے سروکار نہ تھا۔ تب ہی تو خان آرزو تنک تنک کر غلط عوام ہندوستان و روزمرۂ جہاں ہندوستان لکھتے ہیں۔ آمدم برسر مطلب۔

ہریانہ میں اس تحریک کا دوسرا اقدام یہ ہے کہ اس زبان میں عہد عالمگیر سے باقاعدہ تالیفات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں نے ہر عہد میں مذہب کیساتھ قریبی تعلق رکھا ہے۔ چنانچہ اس علاقہ میں بھی لوگوں نے سب سے پیشتر مذہبی مسائل و دینی مطالب کی اشاعت کو ضروری سمجھا۔ ابتدا حسب معمول نظم سے ہوئی اور عروضی وزن اہل پنجاب کے تتبع میں پنجابی اختیار کیا گیا۔

شیخ عبداللہ انصاری

اس سلسلہ میں سب سے پہلے شیخ عبداللہ انصاری قابل ذکر ہیں۔ انکے متعلق ہم اسی قدر جانتے ہیں کہ ابتدای عہد اورنگ زیب عالمگیر کے ایک بزرگ ہیں۔ عبدی تخلص کرتے ہیں اور عباداتی مسائل پر ایک مختصر رسالہ بنام فقہ ہندی سنہ ۱۰۷۴ھ میں تصنیف کرتے ہیں۔ فقہ ہندی کا ذکر سب سے پہلے اسپرنگر اپنی فہرست کتبخانۂ اودھ میں ص۶۱۷ پر کرتا ہے۔ اسکے بعد فرانسیسی مستشرق گارساں

اردو میں چھاونا مطلق نہیں آتا۔ البتہ ڈیرے تنبو کے واسطے کپڑکوٹ آجاتا ہے۔ آگے چل کر پجاوے پر اعتراض ہے کیونکہ مصنف نے اسے وسیع معنوں میں یعنے مٹی کے برتن اینٹیں اور چونے کی بھٹی کے واسطے استعمال کیا ہے۔ خان کہتے ہیں 'پجاوا' اینٹوں کے واسطے 'آوا' برتنوں کے واسطے اور بھٹی چونے کے واسطے بولتے ہیں۔

اس کے بعد تکیہ پر نکتہ چینی ہوئی ہے۔ خان کا بیان ہے کہ یہ عربی لفظ ہے۔ اس کے لئے ہندی صحیح "گینڈوا" ہے۔ مگر آج گینڈوے سے کون واقف ہے۔ عبدالواسع کے پھلاونے یعنے پھلانے کی جگہ خان نے پھسلانا لکھا ہے۔

'پھوس' کے متعلق عبدالواسع نے کہا تھا کہ اس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ خان فرماتے ہیں یہ غلط ہے۔ 'پھوس' وہ چیز ہے جس کا چھپر بنتا ہے۔ بڑے کان والے شخص کے لئے میر نے جھبڑ کنا لکھا' خان نے 'چھج کنا' بتایا۔

چھرے کے متعلق عبدالواسع نے لکھا تھا "کارد بزرگ" خان آرزو اس پر کہتے ہیں "در رسالۂ منظومۂ امیر خسرو چھرہ بمعنی استرہ است و مشہور در قصبات ہندوستان نیز ہمین است" رسالۂ منظومہ سے مراد خالق باری ہے اور شعر ذیل میں چھرا آیا ہے

جاروب سوہنی کہ سد ست ٹوکرا　　مقراض کترنی کہ بود استرہ چھرا

چھرا فی زماننا انہی معنوں میں مستعمل ہے جو میر عبدالواسع نے بیان کئے ہیں۔

غرائب اللغات میں سلیٹ گھسے پیسے اور روپیہ کے واسطے لایا گیا ہے۔ خان کو اس سے بھی اختلاف ہے۔ کہتے ہیں 'کھونٹہ' یعنے کھوٹا بولو۔

مؤلف نے گانڈر کے لئے لکھا تھا کہ ایک قسم کی گھاس ہے۔ جسکی جھاڑویں بنتی ہیں۔ خانصاحب معترض ہیں کہ گوالیاری میں گانڈر خس کو کہتے ہیں جسکی ٹٹیاں بنتی ہیں۔ بھلا اسکی جھاڑو کون بنانے لگا۔ درحقیقت خان کا اعتراض صحیح ہے۔

بطور جملۂ معترضہ یہاں مجھے یہ بھی کہدینا چاہیے کہ خانصاحب غالباً پہلے شخص ہیں

نصاب سہ زبان کئی مرتبہ چھپ چکا ہے ۔

خیر ایسے نصاب تو اس وقت ہندوستان کے اور حصوں میں بھی طیار ہو رہے ہیں لیکن دوسری بڑی بات جو اور علاقوں میں نظر نہیں آتی اور اس خطہ میں دیکھی جاتی ہے یہ ہے کہ ہندی لغت کی تدوین شروع ہو گئی ہے ۔ انہی عبد الواسع نے جنکا ذکر اوپر آ چکا ہے ایسے ہندی الفاظ کی ایک فرہنگ لکھی ہے جنکے معنے آسانی سے فارسی لغات میں نہیں ملتے ۔ اس فرہنگ کا نام غرائب اللغات ہے ۔ اصل فرہنگ میری نظر سے نہیں گذری لیکن بارھویں صدی ہجری کے وسط میں سراج الدین علی خاں آرزو نے اسی غرائب اللغات کی ایک جدید اشاعت ضروری تصحیح و ترمیم و اضافہ کے بعد مرتب کی ہے ۔ یہ اشاعت ہمارے سامنے ہے ۔ اس تالیف سے زبان کے سلسلہ میں ہمیں کئی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں ۔ مثلاً یہ کہ خان آرزو عبد الواسع کی زبان کو معیاری زبان نہیں مانتے وہ جگہ جگہ اس کے الفاظ پر اعتراض کرتے ہیں اور ان الفاظ کی بجائے دوسرے الفاظ جو زیادہ تر گوالیری یعنے برج سے تعلق رکھتے ہیں پیش کرتے ہیں ۔ اس سلسلہ میں انہوں نے بعض وقت مصنّف پر چوٹیں بھی کی ہیں ۔ سب سے زیادہ جس بات سے تعجب ہوتا ہے یہ ہے کہ خان دہلی کی زبان اور اردو کو بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ۔ ان کے نزدیک ہندوستانی زبانوں میں سب سے زیادہ شایستہ اور مہذب زبان گوالیاری ہے ۔ چنانچہ اسی گوالیاری کے الفاظ اکثر موقعوں پر نقل کئے ہیں ۔ اور اردو سے بہت کم سندلی ہے ۔

خان نے دیباچہ میں لکھا ہے :-

"میگوید فقیر حقیر سراج الدین علی آرزو تخلص کہ یکے از فضلای کامگار و نامدار ہندوستان جنت نشان کتابے در فن لغت تالیف نمودہ مسمی بغرائب اللغات و لغات ہندی کہ فارسی یا عربی یا ترکی آن زبان زد اہل این

بر روی کار لاتے ہیں قطعاً بے خبر ہیں۔ لیکن ان کے آثار سے آگاہ ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تحریک مختلف شعبوں میں کام کر رہی ہے۔ اس کا پہلا اثر یہ ہوا ہے کہ مقامی زبان کو تعلیم کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے اور اس مقصد کو مدنظر رکھ کر نئے تعلیمی نصاب طیار کئے جاتے ہیں۔ عالمگیر کے عہد کے مشہور فارسی دان میر عبدالواسع ہانسوی اس نقطۂ نظر سے اپنا نصاب سہ زبان جو صمد باری کے نام سے مشہور ہے طیار کرتے ہیں۔ یہ نصاب خالق باری کی طرز کی چیز ہے۔ لیکن خالق باری سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ ذیل میں اس نصاب کے بعض ابیات نقل ہوتے ہیں جن سے آپ کو اس تالیف کا اندازہ ہو جائیگا

خواندن نوشتن فہمیدن جانو　　پڑھنا لکھنا سمجھنا مانو
آوردن بردن سوختن کہئے　　لانا لیجانا جلانا لہئے
پختن سودن شخالیدن جان　　پکانا گھسنا کھرچنا مان
سرشتن کوفتن ورشتن کہو　　گوندھنا کوٹنا روسنا لہو
تافتن بافتن ساختن جانو　　بانٹنا بُنا سنوانا بہچانو
مزیدن چاویدن بلعیدن جان　　چوسنا چابنا نگلنا مان

یہ اشعار میں نے اس کے آخری باب باب مصادر سے نقل کئے ہیں۔ باقی کتاب میں عبدالواسع نے ہر مصرع میں عربی فارسی اور ہندی الفاظ کا التزام بالترتیب کیا ہے۔ مثلاً ابتدا کے اشعار:-

صمد پاک نرنجن جان　　نبی پیمبر بسیٹھ پہچان
ملک فرشتہ دیوتا مان　　صحیفہ نامہ پاتی بکھان
فلک سپہر انبر کہئے　　ارض زمین دھرتی لہئے

خاتمہ کتاب میں یہ شعر آتا ہے ؎

عبدالواسع سے یہ کتاب　　تین زبانوں کی ہے نصاب

"اُس نے گئے نے کے سال ہوے" یعنے اسے گئے کے سال ہوے

راؤ محمد عثمان ساکن کلانور ضلع رہتک جنہوں نے میرے لئے ہریانی زبان کی قواعد کا ایک مختصر سا خاکہ طیار کیا ہے ۔ لکھتے ہیں کہ اس زبان میں لفظ کا آخری الف اکثر واو کے ساتھ بدل جاتا ہے ۔ مثلاً اردو کا 'کیا کیا' ہریانی میں 'کے کرو' ہے اور 'کہاں گیا تھا' 'کت گیو تھو' ہے ۔

مختصر یہ ہے کہ الف واو سے بدل جاتا ہے ۔ مسٹر ای ۔ جوزف آئی سی ۔ ایس جنہوں نے جاٹو زبان کی ایک مختصر سی فرہنگ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں بابت سنہ ۱۹۱۱ء شایع کی ہے ۔ یہ تغیر جھجھر کے عین جنوب میں ظاہر کرتے ہیں ۔ ان کا بیان ہے کہ جیسے ہی ہم شہر جھجھر سے نکلتے ہوتے ہیں جنوب کے جاٹوں میں اہیروائی کا اثر مشاہدہ کرنے لگتے ہیں ۔ اس زبان کی بڑی علامت یہ ہے کہ آخری الف واو میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔ مثلاً اگر کسی جھجھر کے اہیر یا اسکے ہمسایہ جاٹ کو یہ کہنا مقصود ہو کہ "بڑا اچھا باجرا ہوا ہے" تو وہ کہیگا "بڑو آچھو باجرو ہوو" (صفحہ ۶۹۵ جرنل ۔ ا ۔ س ۔ ب سنہ ۱۹۱۱ء)

میں اس زبان کے قواعد کی تفصیلی کیفیت بیان کر کے آپ لوگوں کا وقت ضایع نہیں کرنا چاہتا ۔ اسی قدر کہنا مناسب ہے کہ اگرچہ فی زماننا اس زبان میں بہت کچھ ابتری آگئی ہے لیکن عالمگیر اور اس کے بعد کے زمانہ میں اسکی یہ حالت نہیں تھی ۔ اس عہد کی ہریانی باستثناء بعض امور اردو زبان کے بہت قریب تھی ۔ نہ الف واو سے بدلتا ہے ۔ نہ ہ سین سے بدلتی ہے اور نہ مفعولی 'نے' نظر آتا ہے ۔ نہ اسکی صرف و نحو اور بول چال میں اسقدر اختلاف ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اس عہد کی اردو یہی ہے ۔

شمالی ہندوستان میں خوش قسمتی سے ہریانہ ہی وہ مقام ہے جہاں مقامی زبان میں ادبیات کی اشاعت کی تحریک سب سے پہلے شروع ہوتی ہے ۔ ہانسی ۔ جھجھر ۔ رہتک ۔ نارنول اور مہم اس خصوص میں قابل ذکر ہیں ۔ ہم ان اسباب سے جو اس تحریک

ہریانہ کے مختلف دیہات میں مختلف قسم کی بولی سننے میں آتی ہے۔ مثلاً کلانور میں جو رہتک کے پاس ایک قصبہ ہے بولتے ہیں "تین کت گیا تھا" یعنے تو کہاں گیا تھا۔ لیکن کلانور سے ملحق دیہات میں یہی جملہ یوں بولا جاتا ہے "توں کہنے گیو تھو" جو سراسر برج بھاکھا کا پرتو ہے۔

یہ بوقلمونی اس زبان کے افعال تک میں نفوذ کر گئی ہے۔ مثلاً فعل حال کی گردان لیجے۔

وا { جاوے / جا } ہے { وے جاویں / جاں } ہیں۔ تیں { جاوے / جا } ہے۔ تم جاؤ ہو میں جاؤں ہوں۔ ہم جاواں ہاں۔ دوسری صورت میں "ہ" "س" کے ساتھ بدل جاتی ہے۔ یعنے

{ وا / اوہ } جاسے۔ ویہہ جاسیں۔ تونہہ جاسے۔ تہم۔ تم۔ تونہہ جاؤسو۔ میں جاں سوں۔ ہم { جاں / جاواں } ساں

ماضی قریب: { اس / اونہہ } نیں کہیو سے۔ اُن نیں کہیو سے۔ تونہہ نیں کہیو سے۔ تم نیں کہیو سے۔ من نے کہیو سے۔ ہم نیں کہیو سے۔

ماضی بعید: اوہ کہے تھا۔ وے کہیں تھے۔ تو کہے تھا۔ تم کہو تھے۔ میں کہوں تھا۔ ہم کہاں تھے۔

ادھر ماضی تمنائی ملاحظہ ہو جو پنجابی معلوم ہوتی ہے۔

ماضی تمنائی: { وا / اوہ } کہندا۔ وینہہ کہندے۔ تونہہ کہیندا۔ تہم کہیندے۔ میں کہیندا۔ ہم کہندے۔

نے بحیثیت علامت فاعل و مفعول کثرت سے استعمال ہوتا ہے مثلاً "من نے صاحب نے ماریا" یعنے مجھے صاحب نے مارا۔

ایک اور مثال سنیئے:۔

اپنی حکومت میں شامل کر لیتا ہے۔ کامگار خاں ۱۱۷۴ھ/۱۷۶۰ء میں فوت ہوتا ہے۔ اس کے
فرزند موسےٰ خاں کے عہد میں بھرتپور کے جاٹ اس علاقہ پر حملہ کرتے ہیں اور نواب فرخ نگر
میں محصور ہو جاتا ہے۔ جب حملہ آور شہر کی فتح سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ خداعی سے
کام لیتے ہیں اور صلح کر لیتے ہیں۔ صلح کے بعد نواب قلعہ سے نکل کر جواہر سنگھ خلف
سورج مل جاٹ سے ملنے کے لئے جو جاٹوں کا سپہ سالار تھا اسکے لشکر میں جاتا ہے۔
اور معہ اپنے تمام اراکین و عمائد کے گرفتار کر لیا جاتا ہے اور تمام ریاست پر جاٹوں کا
قبضہ ہو جاتا ہے۔ نجف خاں شاہ عالم کا وزیر جاٹوں کو بیدخل کرتا ہے۔ اور نواب موسیٰ خاں
۱۱۸۶ھ/۱۷۷۲ء میں شہر فرخ نگر پر دوبارہ قابض ہو جاتا ہے۔ جھجر کچھ عرصہ کے لئے شمرو اور بیگم شمرو
کی جاگیر میں آجاتا ہے۔ پھر نجف قلی خاں کی جاگیر میں دیدیا جاتا ہے۔ ۱۲۰۴ھ/۱۷۹۰ء میں جھجر پر
سکھوں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے سال مرہٹے گھس آتے ہیں اور سکھ چلدیتے ہیں۔
مرہٹوں کے زمانہ میں ایک انگریز طامس نامی اس نواح میں عروج حاصل کرتا ہے۔ ابتدا
میں یہ طامس مرہٹوں کا ملازم تھا بعد میں وہ تمام ہریانہ کا خود مختار حکمران بنگیا اور ۱۸۰۲ء
تک بالاستقلال حکومت کرتا رہا۔ آخر میں سکھ جاٹ اور مرہٹے اتحادی اسپر حملہ کرتے
ہیں اور بدقت تمام اسکو ہزیمت دیتے ہیں اور طامس اس علاقہ سے دست بردار
ہوکر انگریزی علاقہ میں چلا جاتا ہے۔ اس واقعہ کے دو سال بعد ہریانہ ایسٹ انڈیا
کمپنی کے تصرف میں آجاتا ہے۔

یہ موٹے موٹے سیاسی واقعات ہیں جو اٹھارھویں صدی عیسوی میں ہریانہ میں
رونما ہوئے ہیں۔ اور ان واقعات نے زبان پر بھی اثر ڈالا ہے۔ ہمارے عہد کی ہریانی
گویا مختلف زبانوں کی رزمگاہ بن گئی ہے۔ برج بھا کا مشرق سے بڑھتی ہوئی عین جھجر
کے کنارے آلگی ہے۔ پنجابی شمال سے اسکے علاقہ کے اندر بہت دور گھس آئی ہے۔
جنوب سے نوآبادکاروں کے ذریعہ سے مارواڑی داخل ہوگئی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ

کی زیر حکومت آجاتا ہے۔

تغلقوں کے عہد میں فیروز شاہ ۷۵۲ھ و ۷۹۰ھ نہریں لاکر اس علاقہ کو سرسبز اور خوش حال بنا دیتا ہے۔ سرکاری گزیٹیر میں بحوالۂ تاریخ مبارک شاہی لکھا ہے۔ کہ فیروز شاہ ایک نہر دریائے ستلج سے کاٹ کر جھجر میں لایا تھا (صہ ۲۴ رہتک گزیٹیر)

اس پادشاہ نے فتح آباد اور حصار فیروزہ دو شہر اس نواح میں آباد کئے ہیں۔ پہلا شہر آجکل تحصیل ہے۔ دوسرا شہر جو اب اجمالاً حصار کہلاتا ہے۔ ضلع حصار کا صدر ہے فیروز شاہ ایک اور نہر دریائے جمنا سے کاٹ کر حصار فیروزہ تک لے گیا تھا۔ نواب علیمردان خاں ۱۶۴۳ء میں بعہد شاہجہاں اسی نہر کی مرمت کرکے رہتک کے راستہ دہلی لیجانے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ناکام رہتا ہے۔ بالآخر نہر کا راستہ زیادہ مشرقی اختیار کیا جاتا ہے اور رہتک کو اس نہر کی ایک شاخ کے ذریعہ سے ملحق کر دیا جاتا ہے (صہ ۱۸ رہتک گزیٹیر ۱۹۱۰ء)

حصار گزیٹیر میں اس نہر کو نہر مغربی جمنا کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ مغربی نہر جمنا فیروز شاہ نے ۱۳۵۵ء میں تعمیر کی جو پہلے صرف ہانسی تک تھی۔ آیندہ اسے نو تعمیر شہر یعنے حصار فیروزہ تک بڑھا دیا گیا (صہ ۴۲ حصار گزیٹیر حصہ ا ۱۹۱۵ء)

فرخ سیر کے عہد میں بلوچوں نے اس نواح میں اپنی ریاست کی بنیاد ڈالی۔ ریاست کا بانی دلیل خاں ہے جو پادشاہ کی طرف سے فوجدار خاں کے خطاب سے سرافراز ہوتا ہے۔ ضلع گوڑگانوہ میں فوجدار خاں ایک نیا شہر فرخ سیر کے نام پر فرخ نگر آباد کرتا ہے۔ اور یہی شہر اسکا دار الریاست بن جاتا ہے۔ اسکے فرزند کامگار خاں نے جو ۱۱۶۱ھ/۱۷۴۷ء میں گدی نشین ہوتا ہے (میں یہ واقعات تاریخ جھجر تالیف منشی غلام نبی تحصیلدار ۱۸۶۶ء سے نقل کر رہا ہوں) اپنے مقبوضات کو پھیلانا شروع کیا۔ ۱۱۶۷ھ/۱۸۵۴ء میں پرگنۂ جھجر پر اسکا قبضہ ہو جاتا ہے۔ بہت جلد بعد شاہی حکم سے وہ جیند ہانسی اور حصار تک کا علاقہ

اور شمال میں پنجابی سے جہاں پٹیالہ و دیگر ریاستیں اٹھارھویں صدی عیسوی کے اواخر سے قایم ہوگئی ہیں -

ہریانہ میں قدیم زمانہ سے مسلمان کثرت سے آباد تھے - دہلی کے قرب کی وجہ سے ظاہر ہے کہ یہاں مسلمانی آبادی بڑی تعداد میں ہو - سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد سے ایسے واقعات رونما ہوے ہیں جن سے انکی آبادی اس نواح میں کم ہوگئی ہے -

اسلامی عہد کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزنوی عہد میں سلطان مسعود شہید ۴۲۱ھ و ۴۳۲ھ نے ہانسی کو فتح کیا ہے - ایک عرصہ کے بعد اگرچہ ہانسی غزنویوں کے قبضہ سے نکل جاتی ہے - لیکن سرستی جو فی زمانہ سرسہ کہلاتا ہے - مسعود ثالث ۴۹۲ھ و ۵۰۹ھ کے دور میں انکے مقبوضات میں شامل تھا - یہ اطلاع ہمیں خواجہ مسعود سعد سلمان کی مثنوی کے ایک مصرع سے ملتی ہے - میں وہ مصرع آپ کو سنا دیتا ہوں ع

عامل سرستی ازو بر خورد

ہانسی قدیم زمانہ میں ہریانہ کا صدر ضلع تھا - اس شہر میں کثرت کے ساتھ مسلمانی آثار اور کتبے جو ہمیں غوریوں کے عہد تک لے جاتے ہیں ملتے ہیں - اس کے علاوہ شیخ جمال الدین قطب ہانسوی - شیخ قطب الدین منور و دیگر مشایخ کی بنا پر یہ شہر دینداری اور مسلمانی علوم کا سرچشمہ رہا ہے - شعرا میں شیخ جمال الدین مذکور کے علاوہ مولانا مغیث ہانسوی نے زیادہ شہرت پائی ہے - انکا زمانہ آٹھویں صدی ہجری ہے - پٹھانوں کے عہد سے اس شہر کی اہمیت گھٹ جاتی ہے - تاہم عالمگیر کے زمانہ میں عبد الواسع ہانسوی نے فارسی میں ناموری حاصل کی ہے - نارنول پٹھانوں کے عہد سے مرکزی حیثیت اختیار کر لیتا ہے - اس شہر میں سوریوں اور مغلوں کی ٹکسال برابر رہی ہے - پھر کو اٹھارھویں صدی عیسوی میں عروج ملتا ہے - جب وہ نوابان فرخ آباد

لسانی حیثیت سے ہریانہ کا اطلاق اضلاع کرنال و دہلی و رہتک جنوب مشرقی گوشۂ علاقہ ریاست پٹیالہ - مشرقی علاقہ ضلع حصار پر نیز ریاستہائے نابھہ و جیند کے اس متفرق علاقہ پر جو اضلاع رہتک و حصار کے مابین ہے کیا جا سکتا ہے۔ جس کی حدود اربعہ حسب ذیل ہیں :-

مشرق میں حد فاصل دریائے جمنا ہے جو اسے بالائی دوآبہ سے منفصل کرتا ہے شمال میں ضلع انبالہ - جنوب میں ضلع گوڑگانوہ - مغرب میں ریاست پٹیالہ اور جنوب میں ضلع حصار - اس رقبہ میں وہ حصہ جو ضلع کرنال و دہلی پر شامل ہے - اور جمنا کے مشرقی کنارہ پر واقع ہے کھادر کہلاتا ہے - اور وہ علاقہ جو ریاست پٹیالہ میں نروانا سے شروع ہو کر جنوب میں جیند نظامت ضلع رہتک اور نصف مشرقی نظامت دادری ریاست جیند اور نصف شمالی حصہ ریاست نابھہ واقع مغرب ریواڑی بانگر کے نام سے موسوم ہے - اس تمام علاقہ یعنے ہریانہ کھادر اور بانگر میں ایک ہی زبان با وفی تغیر بولی جاتی ہے - لیکن جغرافیائی بنا پر اس کے دو نام ہو گئے ہیں یعنے ہریانہ میں ہریانی اور بانگر میں بانگرو - مگر تعلیمیافتہ ہریانی نام پسند کرتے ہیں - اس کے علاوہ اسے دیساری اور دیسوالی بھی کہتے ہیں - دہلی میں جاٹو بھی کہتے ہیں - سرکاری رپورٹ اور دیگر مصنفین کا بیان ہے کہ اس زبان میں کسی قسم کا علم ادب نہیں ہے -

(پیمایش لسانی از سر جارج گریرسن جلد نہم ص ۶۶)

ہریانی پر کئی زبانوں کے اثرات کام کر رہے ہیں یعنے مشرق میں گوڑگانوہ کی سمت برج بھاکا کی وہ شاخ جسے مسٹر ای جوزف[1] اہیرواٹی کے نام سے یاد کرتے ہیں ٹھیک جھجر پر آ کر اس سے مل جاتی ہے - جنوب میں راجستانی یا مارواڑی سے اسے پالا پڑتا ہے

---

[1] جرنل ا - س - ب ۱۹۱۰ء "جاٹو زبان کی فرہنگ"

اردو کی شاخ

ہریانی زبان میں تالیفات

(۱)

جغرافیائی حیثیت سے ہریانہ کا اطلاق اس قطعۂ زمین پر ہوتا ہے جو اکثر ضلع حصار اور بعض علاقہ رہتک پر شامل ہے۔ اسکی حدود میں تحصیل فتح آباد اور حصار کا مشرقی حصہ۔ تمام تحصیل ہانسی تحصیل بھوانی کے نصف شرقی کا بعض حصہ۔ ریاست جیند کی نظامت دادری کا شمال مشرقی حصہ۔ ریاست دوجانہ کا بعض علاقہ اور ضلع رہتک میں شہر رہتک و مہم۔ جھجر و کلانور وغیرہ شامل سمجھنے چاہئیں۔

ہریانہ کی وجہ تسمیہ درست طور پر معلوم نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف توجیہیں پیش کی جاتی ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ ایک نامعلوم زمانہ میں اودھ سے ایک راجہ ہریچندر نامی نے آکر اس علاقہ کو بسایا تھا۔ اسلئے راجہ کے نام پر یہ ملک ہریانہ کہلانے لگا۔

دوسری تشریح یہ ہے کہ ہریانہ دراصل ہندی لفظ ہری یعنے مقتول سے ماخوذ ہے۔ چونکہ یہاں ایک گاؤں میں جو جیند سے چند میل مغرب میں واقع ہے

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	اردو کی شاخ	حافظ محمود شیرانی صاحب	۱
۲	حل شعر قاآنی	سید اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی	۳۳
۳	سحابی نجفی اور اسکی رباعیات کے قلمی نسخے	قاضی احمد میاں صاحب اختر جوناگڑھی	۴۰
۴	مثنوی صفا نامہ	ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی	۴۵
۵	خزائن مخطوطات (پنجاب یونیورسٹی لائبریری)	سید محمد عبداللہ ایم۔ اے (ریسرچ سٹوڈنٹ یونیورسٹی لائبریری)	۵۷
۶	تاریخ رزمیات ایران	ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی	۶۱
۷	عربوں کا علم طب	صوفی غلام مصطفےٰ صاحب تبسم ایم۔ اے	۷۶
۸	فہرست مصنفات علامہ شہرستانی	ایڈیٹر	۹۱
۹	لطائف نامہ فخری	سید محمد عبداللہ ایم۔ اے ریسرچ سٹوڈنٹ یونیورسٹی لائبریری	۱۹

رباعی

دق‌ها بدکردم و اعتذار بدتر زگناه　　تا زه کردم هست سه دعوی تباه
دعوی وجود و دعوی قوت و حول　　لاحول و لا قوة الا بالله

مولانا حسن[1] خوارزمی

در علوم ظاهر شاگرد خواجه ابوالوفاست قدس سره و در علم باطن مرید[2] او بود و مولانا مشارالیه از مشاهیر زمان خود بود، مقصد اقصی[3] تصنیف اوست و به مثنوی مولانا جلال الدین رومی قدس سره و قصیده برده، بزبان ترکی خوارزم شرحی نوشته و ذکر مصنفات هم دارد اما اخلاق صفاتش منافی علم باطن او بود و مولانا را در زمان شاهرخ میرزا جهت یک بیت تکفیر کرده بشهر هرات آوردند و چون مولانا مرد دانشمند بود چیزی ثابت نتوانستند کرد باز بدیار خود رفت، مطلع آن غزل اینست مطلع

---

[1] نامش کمال الدین حسین هم آمده۔ و در دیباچه المقصد الاقصی فی ترجمة المستقصی او خویشتن را حسین بن حسن الخوارزمی الکبروی می گوید۔ ایضاً هفت اقلیم و کشف الظنون۔ رک حبیب السیر۔ ج ۳ - جز ۳ - ص ۱۴۴: ریو۔ ج ۱ - ص ۱۴۴ - کشف الظنون۔ ج ۵ - ص ۳۷۵ و ج ۶ - ص ۹۰، تمام مرشد ظاهراً خوف شده

[2] المقصد الاقصی فی ترجمة المستقصی۔ اصل کتاب در عربی ست و در تاریخ نبی کریم علیه الصلوة والسلام و پنج خلفاء اول بحث می کند۔ نام مصنف عبدالسلام محمد بن الحسن علی الجی ست۔ صاحب حبیب السیر می گوید "بعضی از حکایات آن خالی از خللی نیست" در کتاب خانه موزهٔ بریطانیه یک نسخهٔ خطی محفوظ است، و برای شرح حالاتش رک ریو۔ ج ۱ - ص ۱۴۴: کشف الظنون

[3] مسمی به کنوز الحقایق فی رموز الدقایق، کشف الظنون، در زبان [illegible] ست

غزل ساخته، این بیت هم ازان غزلست ؎

گر داد این چنین عیشی که در عشق تو من دارم
شرابم خون، کبابم دل، ندیمم درد و نقلم غم

مقطع این است که ؎ مقطع

مرا گویند سعد از عشق او حاصل چها داری
ملامتها، گوناگون، جراحتها، بی مرهم

خواجه ابوالوفا خوارزمی

از اولیاء کبار است و مردم خوارزم خواجه[۱] را از غایت صفات ملکی به فرشته تشبیه کرده "پیر فرشته" می گفته اند و علوم ظاهر و باطن خواجه درجه کمال داشته و در تصوف مصنفات خوب دارد و مشهور است که علوم غریبه[۲] هم می دانست اما از و ظاهر نمی شد بلکه از غایت استغراق پروا نمی کرد و در علم ادوار[۳] موسیقی نیز مهارت داشت و از رساله که در آن باب نوشته معلوم است، اگر اوصاف خواجه را علحده نویسند معلوم نیست که در یک بیت گنجد، اینجا بیک رباعی کرده شد ؎

۱؎ نک جیب السیر ج ۳ - ص ۱۴۴ و از نتائج طبع شریفش در علم توحید چند رساله مشهور است و بعضی از رباعیات بلاغت آیاتش بر السنه و افواه مذکور" هفت اقلیم (خطی کلیه پنجاب): مجالس العشاق بحواله ریو - ج ۱ - ص ۳۵۲ : ایضاً ج ۱ - ص ۱۴۴ و ج ۲ - ص ۵۱۱ ; نفحات الانس (خطی کلیه پنجاب. وفاتش در ۸۳۵ھ واقع شد،

۲؎ (کذا)، ظاهراً کاتب را سهو شده اینجا علوم غریبه (یعنی علوم [illegible]) خواندن [illegible] است،

۳؎ علم ادوار یکی از فروع علم هیئت است نک - کشف الظنون (طبع اروپا)، ج ۱ - ص ۳۶ :

مقید شد و آن حضرت به تربیت و تکمیل او مشغولی نموده به ریاضتهای عظیم رجوع فرمود و چون امیر مخدوم
پاک طینت و صاحب دولت بود آن خدمت را بجا آورد شایسته و دلپسند کرد که حضرت میر
بمضمون مَن خَدَمَ خُدِمَ او را میر مخدوم نام کرد، این مطلع از وست نظم

مطرب بزن ترانه و ساقی بیار جام — خوش حلال باد که گفتند می حرام

مزارش در نیشاپور بقریه مهرآباد است[1]

حافظ سعد

از مریدان امیر قاسم بود، چون [illegible] بود جماعت لوندان و اوباش شهر هرات
به مصاحبت می کردند، بدین سبب از و اطوار ناشایست و کردار ناپایست بظهور می آمد
و چون حالش بحضرت میر معلوم شد او را از دولت ملازمت محروم ساختند و فرمودند تا حجره که در
خانقاه داشت ویران کرده خاکش را بیرون انداختند و در آن محل حافظ مناسب[2] حال
غزلی گفت و مطلعش این است ؎

مرا در عالم رندی برسوائی علم کردی (ق ع ب، دلم بردی و جانم را ندیم سد[3] تم (ق
کردی بعد از آن بدولت ملازمت نرسید و در آن حرمان از عالم رفت و این معما باسم احمد
میرک از وست ؎

سر می ندارم مدار و میسار [illegible] را برسر کوی یار

این مطلع نیز از حافظ است ؎

نشان [illegible] مستی [illegible] آمد
کجا از در مکتب عشق از نشانی تو نی [illegible] دم

---

[1] مهرآباد قریه ایست در نشاپور، نزد طبش [ممالک خراسان و کیستان کرنل ییت ص ۳۹۴] [2] مناسبت کلام

مطلع

رندیم و عاشقیم و نظرباز و جامه پاک   با دولت غم تو ز فکر جهان چه باک

ور محلی که از خراسان عزیمت عراق نموده اند در راه بقصبهٔ ولایت خرجرد[1] جام رحلت فرمودند و مرقد مبارک ایشان آنجاست، [حضرت میر[2] دو مطلع بی نظیر ازان بزرگوار نوشته اند، اما بعضی از دردمندان را این دو مطلع خوشتر می آید ؎

از حد گذشت قصهٔ دردِ نهانِ ما   ترسم که ناله فاش کند رازِ جانِ ما

نه از خطاست که ابروی تو چین باشد   تو نازنینی و ناز تو نازنین باشد

بیت دوم خود بغایت نازک واقع شده ؎

بنفشه گر بلطافت شهِ ریاحین است   به پیش سنبلِ زلفِ تو خوشه چین باشد]

امیر مخدوم

امیر قاسم را بمثابهٔ فرزند محبوب بود، پدرش از مکهٔ معظمه بزیارت حضرت امام علی بن موسی الرضا علیه التحیة والثنا بمشهد مقدسه رضویه آمده در مراجعت به نیشاپور رسید و آنجا کدخدا شده (ق ۹ و) متوطن گردید و خدای تعالی او را سه پسر عنایت فرموده از همه خردتر امیر مخدوم بود که نام اصلش سید محمد بود، بجهت تحصیل بدار السلطنت هرات آمد و در محلی که علوم ظاهری را تکمیل کرد ظهور شهرت امیر قاسم بود بخدمت آن حضرت رفته

۱؎ بفتح اول و سکون ثانی و جیم مکسوره - قریه ایست نزد بوشنج هرات [ملاک یاقوت]

۲؎ اضافه از "فخری" ، بین قوسین،

صدرالدین اردبیلی[۵۳] قدس سره العزیز شده طریق آداب صوفیه را تکمیل کرده[۵۲] و ازان جا باشارت شیخ جانب خراسان آمد و در اندک فرصت خلق بسیار به ملازمت آن جناب متوجه شدند، چنانچه بادشاه زمان شاهرخ سلطان[۵۱] از هجوم عام دغدغهٔ تمام بخود راه داد، و ایشان را بطرف بلخ و سمرقند بسبیل سیر فرستاد و گویند پیام سفر کسی که به سمرقند آورد، امیر علیکه بود و حضرت میر مدتی در آنجا بودند و باز عزیمت دار السلطنة هرات نمودند، باز همه امیرزادگان چغتائی بلکه همه آزادگان رزم آزمای از پیشتر بیش تر کمر بندگی بر میان جان بستند، چون روش ایشان پاک و نفس های ایشان آشناک بود، مردم بخواندن و نوشتن ابیات و اشعار ایشان میل تمام کردند و این باعث ترتیب دادن دیوان شد (ق ۵ ب) و انیس العارفین نام[۵۴] مثنوی فرمودند و ترجیع بند هم گفتند و ترجیع این است :-

ترجیع بند

تو ئی اصل همه پنهان و پیدا — بافعال و صفات و ذات و اسما

و برای تبرک این دو مطلع آن حضرت را نوشت ؎

عشق تو که سرمایهٔ ملک دو جهان است — المنة لله که مرا در دل و جان است

مطلع دوم این است که ؎

(بقیه حاشیه ص ۹۴) گویند، از تبریز تا سراو بیست فرسنگ است (رجوع کنید به نزهة القلوب — طبع لی سترینج ص ۷۰، ۷۶، صاحب هفت اقلیم آن را "سیراب" می نامد (نیز ر. ک. به یاقوت معجم البلدان)

(حاشیه ص ۹۵) ۵۱ وفاتش در سنه ۸۵۰ه (ر. ک. حبیب السیر ج ۳ جزء ۴ ص ۹)

۵۲ چندے در حلقهٔ ارادت ایشان شیخ صدرالدین یمنی هم منسلک شدند (حبیب السیر)

۵۳ در سنه ۸۵۰ه مطابق ۱۴۴۶ء وفات یافت [حبیب السیر ج ۳ جزء ۳ ص ۱۳۸]

۵۴ مثنوی انیس العاشقین با رسالهٔ [illegible] نیز بحضرت میر منسوب است [ریو ج ۲ ص ۶۳۶]

مجلس اوّل

ذکر لطایف مخادیمی کرده است که در آخر زمان ایشان بودهٔ اما به ملازمت ایشان مشرف نه شده

ازان جمله سالک مسالکِ اطوار و کاشف اسرار افضل المتکلمین و قدوة السالکین (ق ۵ ا) یعنی امیر قاسم انوار قدس سرهٔ
(ق ۵ ا)

چنین نوشته است که هرچند رتبت ملازمان آن حضرت از پایهٔ شاعری عالی ترست اما چون در اداء معارف و حقایق لباس نظم دل پذیر ترست، التفات فرموده اند و این مختصر را جهت تیمن به اسم شریف آن بزرگوار ابتدا کرده، آورده است که امیر قاسم[۱] از آذربایجان است و مولدش سراب[۲] که قریه ایست از نواحی تبریز و در جوانی مرید شیخ

۱ـ اسمش معین الدین علی بود، در اوائل کتاب 'انیس العارفین' خویشتن را 'علی بن نصیر بن هارون بن ابوالقاسم الحسینی التبریزی المشهور بالقاسمی' می گوید، وفاتش در ۸۳۷ھ (مطابق ۱۴۳۳-۴ء) واقع شد ـ صاحب تذکرهٔ دولت شاه، رحلت او را در ۸۳۵ھ بیان می کند ـ برای تفصیل احوال رک به حبیب السیر ـ ج ۳ ـ جزء ۳ ـ ص ۱۴۵ : تذکرهٔ دولت شاه (طبع اوارد برون)، ص ۳۴۷ تا ۳۵۲ : نفحات الانس (خطی کلیه پنجاب)، ق ۴۸۴ ا : ریو ـ ج ۲ ـ ص ۶۳۵ : تاریخ ادبیات ایران (براؤن)، ـ ج ۳ ـ ص ۴۷۳ وغیره : مرآة الخیال شیرخان : رشحات الاولیا (خطی کلیه پنجاب) : هفت اقلیم (خطی کلیه پنجاب)،

۲ـ دولت شاه سمرقندی در تذکرهٔ خویش این مقام را 'سرخاب تبریز' می گوید و این درست نیست، مولد قاسم انوار "سراب" است که در نزهة القلوب ذکرش بتفصیل آمده و آن را سرآو و سراه و سرآت نیز ی

که چون تحف هدایا در آئین ترکان "نه" عدد[۵۱] اشتهار دارد جهت آنکه درین اوراق به هشت مجلس قرار داده اند، چه تواند بود، بعد از تأمل بسیار و تخیل بی شمار بخاطر شکسته چنان قرار یافت که از غایت التفات و عنایت که آن نادر عالم برین طایفه داشته "مجلسی دیگر از برای سخنورانی که درین زمان شواهد معانی را بزیور نظم مزین می سازند گذاشته[۵۲] تا از پی ایشان درین جریده مذکور شوند و درمیان انام اسامی نام ایشان بماند و حالا روح آن بزرگوار امداد این شکسته خاکسار نموده بدین جرأت ممتاز و سرفراز می گرداند، بر آن مجلس دیگر بر ذکر جمیل آن حضرت به اعزه و معاصری که درین روزگار بدین فن اشتغال می نمایند ملحق می سازد، و درین امر شروع می کند و من الله الاجابة والتوفیق و بیده ازمة التحقیق،

---

۵۱ لفظ "تقوز" برهمین دلالت می کند - چنانچه گلبدن بیگم در همایون نامه می گوید "آنچه یزنهٔ بابام بمیرزا پیشکش کرده بودند یک تقوز اسپ تپچاق مع زین و لجام مرصع و زر دوزی و طلا آلات و نقره آلات، و دو تقوز دیگر اسپان بارگیر مع زین و لجام مخمل و زربفت و سقرلات پرتگالی و غلامان ترک و حبشی و هندی - همگی سه تقوز و سه زنجیر فیل"

۵۲ گذاشته (کذا)،

بی شبه و مثال، خصوصاً طبقهٔ شعراء فصاحت شعار، بلاغت انجام را که بمقتضاء الشعراء امراء الکلام، ایشان را عزیز و مکرم ساخت و لواء نشو و نماء آنان را از کرهٔ خاک باوج افلاک برافراخت ؎

نظم

ن ۲ ز ا

(ق۲ا) درخشنده مهری باوج جلال ‌ ‌ ‌ نشاط دل اهل فضل و کمال
اساس بزرگی به بالای اوست ‌ ‌ ‌ وگردم زمند زندهای اوست

در ترتیب فارسی این لطایف کوشیده مسمّی به لطایف نامه گردانید، امید که چون به مطالعه ارباب دانش و بینش مشرف شود به مضمون او اخطأنا اگر کلمه بسهو در سهو رفته یا نقطهٔ یا نکتهٔ کم و زیاد در سلک تقریر و تحریر آمده باشد، دامن کرم بران پوشانند و به آب باران مرحمت محو گردانند ؎

نظم

سخن من تمام عیب آمد ‌ ‌ ‌ نبود از هنر در آن آثار
سهل باشد به عیب من دیدن ‌ ‌ ‌ زانکه دارم به عیب خود اقرار
هنری آن بود که عیب مرا ‌ ‌ ‌ پیش مردم هنر کند اظهار

بر صحایف ضمیر مهر تنویر و حواشی خاطر دریا مقاطر اکسیر تاثیر ارباب ذکا و ارباب شعر و انشا پوشیده نماند که امیر نظام الدین علی شیر ناظمان زمان خود را از سادات عظام و علماء اسلام و مشایخ کرام و سلاطین کامگار و امراء نامدار و وزراء عالی مقدار و سایر مردم به هشت قسم گردانیده و ضمن هشت مجلس و در هر مجلس از شمهٔ اوضاع و احوال ایشان (ق۲ب) بیان فرموده و از ابیات و اشعار هر یک مطلعی یا بیش تر در سلک بیان ثبت نموده، این فقیر اندیشه کرد

؎ جزو این آیت قرآن مجید ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا ولا تحمل علینا الخ (بقره - ع ۴۰ - پاره ۳)

درمش خانؔ کرامت فرمود ؎

آن خانِ نامور که زمین و زمانِ او | از روی قدر طعن به هفت آسمان کند
سهو و خطا بود که باحسان و عدل او (ق ۳ب) داناحدیث حاتم و نوشیروان کند

(ق ۳ب) که صحیفهٔ تعلیمش را بزیور تعظیم شریعت گستری و تکریم رعیت پروری موشح نماید برین مضمون که

رباعی

ای عدل تو شرع مصطفیٰ را حامی | از لطف تو خلق در نکو فرجامی
هم دشمن تو مباد از دوست بکام | هم دوست نه بیند از تو دشمن کامی

و روزگار دولتش را موضع دارد' این کمینهٔ مستهام را توفیق رفیق گشت که جهت تحفهٔ مجلس رفیع خدام لازم الاحترام دستور اعظم ذوی الاحتشام عالی رای ملک آرای روشن ضمیر اکسیر تاثیر آصف نشان عطارد مکان ؎

سپهر لطف و کرم آصفِ سلیمان جاه | محب آل نبی و ولی حبیب الله
امیدوار چنانم که تا سپهر بلند | دهد ز چشمهٔ خورشید آب روی به ماه
مباد رایت او کم ز لشکر اسلام | بحق اشهد ان لا اله الا الله

سلمه الله و ابقاه که از روی نعمت و اقبال در تربیت اهل فضیلت و کمال درخشنده کوکبی ست

(بقیه حاشیه صـ ۸) " تحفهٔ سامی " ولادتش در سنه ۹۲۳ھ مطابق سنه ۱۵۱۷ء ' در سنه ۹۸۴ھ مطابق سنه ۱۵۷۶-۷۷ء کشته شد از سنه ۹۲۸ھ تا سنه ۹۳۰ھ یعنی در سنین حیات پدرش بمقام هرات قیام نمود - در سنه ۹۶۹ھ سر از ربقهٔ اطاعت برادر خویش شاه طهماسپ صفوی بیرون کشید' پس بپاداش این جرم اولاً او را محبوس کردند و آخرالامر قتل کرده شد [ر ک حبیب السیر - ج ۳ - جزو ۴ - ص ۸۳ و ۱۰۴ ؛ ریاض الشعرا (خطی مکتبه کلیه پنجاب) ق ۱۱۱ ب ؛ ر ب - ج ۱ ص ۳۶۷]

(حاشیه صفحه ۹) ۱ مدار المهام سام میرزا حینی که او عامل خراسان بود [ر ک حبیب السیر - ج ۳ - جزو ۴ - ص ۱۰۰] ۲ ح ' عنت ' (کذا) '

فرازندهٔ چرخ فیروزه رنگ   بارندهٔ لعل بخشان زرنگ
بقدرت فروزندهٔ نور و نار   رسانندهٔ روزیٔ مور و مار

و درود نامحدود و صلوات نامعدود برال صاحب علو و عزت و مقام رفعت مکان مکان قاب قوسین او ادنی که غرض از بود و مقصود از نمود عالم و آدم جلوه وجود با جود[1] بظهور نور بی قصور او بود صلی الله علیه و آله وسلم ؎

ای پادشه تخت رسالت بکمال   تعریف کمال تو گذشت از خیال
وصف تو چه حد کس که اوصاف ترا   فرموده خداوند تبارک و تعال

و بر اولاد عالی نژاد و متابعان و اخفاد[2] امجادش، خصوصاً آل صاحب اسرار نفایس مجالس قدس مصطفوی، و مخزن راز مجالس نفایس انس نبوی، شاه دلدل سوار و سلطان طغرای لافتی الا علی، لاسیف الا ذوالفقار، صلوات الله وسلامه علیهم،

امابعد بسمع شریف غواصان گهر سنج دریای معانی، سرافان سر بازار سخن دانی می رساند که دردی کش می فروشان مدام سحری، و تراب الاقدام جرعه نوشان، الفقیر فخری، سلطان محمد بن (ق ب ۲) امیری، که قبل ازین هرگاه نظر دریشانه برصحایف اوراق اطباق این (ق ۲ ب) نسخهٔ بدیع که درر معانیش بجواهر الفاظ ترکی مزین بود و موسوم به مجالس النفایس که اندکی از خزائن معانی و قدری از جواهر معادن نهانی عالیجاه معارف دستگاه قدوهٔ اصحاب فضل و تحریر امیر نظام الدوله والدین علی شیر می افتاد، از روی خوش حالی بر خاطرم می گشت و بر زبانم می گذشت که ؎

این پیکر انگیختهٔ کلک و خیال   واقع شده پاک و صاف چون آب زلال
مانند نگاریست بر اهل کمال   سرتا قدمش لطافت و حسن و جمال

اما بسبب آنکه بعضی اعزه و مخادیم که بعبارت ترکی اطلاع ندارند، از لطافت امواج الفاظ

---

[1] وجود و با وجود (کذا)، [2] احفاد و امجادش (کذا)

بسم الله الرحمن الرحیم و به نستعین

ب ۱
اے نامِ تو مطلع کلام همه کس   وز نظم کلامِ تو نظام همه کس
بر صفحهٔ هستی قلم تقدیرت   تحریر کند نشان و نام همه کس

حمد بیحد و ثناء بے عد مالک الملک باد شاہے را که در دیوان تؤتی الملک من تشاء
از روی فضل و کمال هر کرا خواست بلباس د[۱]... انا جعلناک خلیفة فی الارض بیاراست
و در دار الملک فاحکم بین الناس بالحق تاج موفور الابتهاج عرشش را بزیور السلطان
العادل ظل الله فی الارضین[۲] مزین ساخت، و از سر سروری بشرف سلطنت گستری چتر
عظمت و لواء ابهتش بقلم عنایت انی جاعلٌ فی الارض خلیفه در جهان بجهانداری افراخت

ـه

اے ملکِ تو ملکِ دل ارباب یقین   در ملکِ تو شاهان جهان خاک نشین
بر خاک اگر نسیم لطف تو وزد   خیزد ز پے سلطنت روی زمین

و قادری که بصدوق و تنزع الملک ممن تشاء خلعت خلافت را از دوش بادشاهان
بی داد و هوشش[۳] با ثر سوز سینه بے کینه مظلومان با هوش و خروش برکشید، و روزنامچه
۱/۲ نشان دولت ایشان را در دفتر (ق ۱/۲) خانه و تذل من تشاء با مضا رسانید ـه
چه گویم بحمد چنین بادشاه   که دانش به کنهش نبردست راه

۱ـه "الناس" (کذا)، ۲ـه 'ارضین' (کذا)،
۳ـه "هوش" (کذا)،

مجلس چہارم :- ان فضلا کا حال جو گاہے ماہے اشعار لکھا کرتے تھے ۔

مجلس پنجم :- ان امیر زادگان خراسان کا حال جنہیں شعر و شاعری سے لگاؤ تھا ۔

مجلس ششم : دوسرے ممالک کے فضلا ۔

مجلس ہفتم : سلاطین اور شہزادوں کے لطائف و اشعار

مجلس ہشتم : لطائف ابوالغازی سلطان حسین ۔

مجلس نہم : (از فخری) ان ہم عصر شعرا کا حال ہے ۔ جن کا ذکر مصنف نے نہیں کیا یہ فصل بھی نو اقسام پر مشتمل ہے ۔

جس نسخے پر یہ متن مبنی کیا گیا ہے وہ برٹش میوزیم لنڈن کے نسخے کا عکس ہے ۔ جو پنجاب یونیورسٹی کے کتاب خانہ میں موجود ہے ۔ ریو نے اس نسخہ کا حال جلد اول ۔ ص ۳۶۵ ۔ ۳۶۷ پر بیان کیا ہے [۱۸۵ اوراق سطور ۱۷ ۔ خط نستعلیق ۔ تقطیع ۷×۴½ ۔ تاریخ کتابت رمضان $\frac{۹۶۵}{۱۵۵۸}$] ۔

متن بہت حد تک اغلاط سے پاک ہے ۔ جہاں کہیں متن نادرست ہے ۔ ذیلی حاشیے میں اسکی تصحیح کر دی گئی ہے ۔ اصل نسخے کی خصوصیات کتابت کو بہت حد تک قایم رکھا گیا ہے ۔ اگرچہ بعض جگہ یک رنگی کی خاطر آسان ترین اور مشہور ترین طریق اختیار کر لیا ہے زبان اور گرامر کی خصوصیات وغیرہ کا ذکر اس دیباچے میں مفصل آئے گا جو بعد میں شایع کیا جائے گا ۔ عربی عبارتیں خط کشیدہ ہیں ۔ اوقاف اصل کتاب میں نہیں ہیں ۔ اوران کے نمبر حاشیے پر اور متن میں دو دو جگہ بغرض سہولت لگا دیے گئے ہیں ۔ بعض مشکلات غیر حل شدہ رہ گئی ہیں ۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ مقابلہ کرنے کے لئے دوسرا کوئی نسخہ موجود نہیں ۔ مترجم نے کتاب کے دوران میں جو اضافے کئے ہیں وہ اس قسم [ ] کی قوسین میں درج کئے گئے ہیں ۔

سید محمد عبداللہ

آپ اہل علم وفضل کے بہت بڑے قدردان تھے - آپ کا گھر شعرا و فضلا کے لئے مرجع تھا - آپ نے رفاہ عام کے بے شمار کام کئے - یہی وجہ ہے کہ آپ کا نام عالم اسلام کے بہترین افراد اور محترم ترین وزرا میں شمار کیا جاتا ہے -

آپ اعلےٰ درجے کے شاعر تھے اور ترکی میں نوائی اور فارسی میں فانی تخلص فرمایا کرتے تھے [آپ کے حالات کے لئے دیکھو حبیب السیر - ج ۳ - جز ۳ - ص ۲۱۷، ۲۳۱، ۲۴۳، وغیرہ] -

اس کتاب کے مترجم کا نام فخری سلطان محمد بن امیری ہے - جو شاہ طہماسپ کے قصیدہ گو تھے - "لطائف نامہ" کے علاوہ آپ نے جواہر العجائب کے نام سے شاعرات کا ایک تذکرہ بھی لکھا ہے - جو انہوں نے سندھ میں محمد عیسیٰ ترخان کے دربار میں لکھا - آپ نے دو انتخاب غزلوں کے مرتب کئے ہیں - جنکا نام بستان الخیال اور تحفۃ الحبیب ہے [اودھ کیٹالاگ سپرنگر - ص ۹ - ۱۳] -

لطائف نامہ ۹۲۷ھ کے قریب لکھا گیا - جب سام میرزا، خراسان کے گورنر تھے اور درمش خان مدار المہام کے فرائض انجام دیتا تھا -

مجالس النفائس آٹھ فصلوں پر مشتمل ہے - فخری نے اس پر ایک اور فصل کا اضافہ کیا ہے - چنانچہ لطائف نامہ میں نو فصلیں ہیں - کتاب کے مضامین کی تفصیل یہ ہے :—

مجلس اوّل : ان شعرا کے حالات جو میر کی زندگی میں فوت ہوئے لیکن ان سے ملاقات کا اتفاق نہیں ہوا -

مجلس دوم : ان شعرا کا حال جو مصنف سے متعارف تھے اور ۸۹۶ھ سے پہلے وفات پا چکے تھے -

مجلس سوم : ان شعرا کا حال جو تصنیف کے دوران میں زندہ تھے -

لطائف نامہ فخری

لطائف نامہ کے مصنف اور مترجم کے حالات اور اس کتاب کے متعلق دوسرے مباحث، تفصیلی طور پر ہم مفصل دیباچے کی صورت میں پیش کرینگے - یہاں صرف چند تعارفی سطور میں کتاب کے مختصر حالات پیش کرتے ہیں جو زیادہ تر ریو کی فہرست مخطوطات سے ماخوذ ہیں (ج ۱ - ص ۳۶۵) -

لطائف نامہ - میر علی شیر نوائی کی کتاب مجالس النفائس کا فارسی ترجمہ ہے اصل کتاب ترکی زبان میں ہے جسکا ذکر وائنا کیٹالاگ - ج ۲ - ص ۳۷۳ میں مل سکتا ہے -

میر علی شیر، خوندمیر کے بیان کے مطابق ۱۷ رمضان ۸۴۴ھ کو پیدا ہوئے - آپ کے والد کیچکنہ بہادر سلطان ابوسعید کے معزز ترین درباریوں میں سے تھے - علی شیر سلطان حسین کے ہم سبق تھے اور اپنی ابتدائی زندگی میں ابوالقاسم بابر میرزا کے ساتھ خاص اختصاص رکھتے تھے جو انہیں فرزند کے لقب سے یاد کیا کرتا تھا - ۸۶۱ھ میں جب میرزا کا انتقال ہوگیا تو میر بغرض تعلیم مشہد اور سمرقند تشریف لے گئے - ۸۷۳ھ میں سلطان حسین نے تخت سلطنت پر متمکن ہوتے ہی اپنے پرانے رفیق کو اپنے پاس بلا کر "مہرداری" کا عہدہ پیش کیا - ۸۷۶ھ میں آپ اس عہدے سے سبکدوش ہوگئے اور دیوان مال مقرر کردئے گئے - ۸۹۲ھ میں آپ بحیثیت گورنر جرجان استراباد تشریف لے گئے - لیکن ایک سال کے بعد آپ نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور ہرات میں مقیم ہوگئے -

دیباچہ طبع ثانی

چونکہ عشقی کے اردو اشعار عہد اکبری کے زبان کے نمونوں میں نہایت دلچسپ اور قابل قدر اضافہ ہیں۔ اس لئے وہ قصیدہ بتمامہ یہاں نقل کرتا ہوں ؎

بشنو اے نکتہ سنج خوش گفتار — از من این طرفہ قصۂ پرکار
در نظم حسن نہ سفتہ کسے (؟) — چون من از ناظمان نکتہ گذار
گرم و سرد زمانہ را دیدہ — نظم کردم ز طبع تجربہ کار
گفتہ ام دربیان شادی و غم — نکتہا ہمچو لولوء شہوار
تا بہ سمع سخن وران برسد — ثبت گردد بدفتر اشعار
اولا حال گویم از شادی — جملہ را در سبیل گوش گذار (کذا)
آنکہ جاگیر و پرگنہ دارد — درجہان است خواجۂ زردار
سخنش خوب نکتہ اش مرغوب — طالب صحبتش صغار و کبار
قول و فعلش بود پسندیدہ — نور چشم عزیز و خویش و تبار
مادمانش نجادی سرگرم — نوکرانش بعزمش و جرار (کذا)
اولیا خان سلامتش گویند — چاکران ہر دم از یمین و یسار
گر ز بیرون درون خانہ رود — پیشش آیند زوجہا بہ نثار
آن یکے زر بصدقہ آوردش — وین دگر اشرفی کند ایثار
زن ترکش دعا کند، گوید — "عمر تک افزون جاگر بقرار
سنگ امش دریقیں جغر جانم — سینی ہر لحظہ گور من اے یار
سن مغابوز ارقدن از نفس — من سکابر کمینہ خدمتگار"

زن تاجیک از کمال سرور — گوید "اے شوہر فرح آثار
برخور از نخل زندگانی خویش — تا شوی از حیات برخوردار"
ہمچو پروانہ گرد او گردد — از رخش پاک کردہ گرد و غبار
خندہ کردہ بسان گل گوید — "اے بت سرو قد لالہ عذار
خان ما، جان ما، و دیدۂ ما — کردہ بیرون تردد بسیار۔

۴- پانی پت کی مشہور لڑائی کے بعد سلطان ابراہیم لودھی کا سر کاٹ کر دربار بابری میں لاتے ہیں اسوقت حاضرین میں سے ایک شخص فی البدیہ یہ شعر پڑھتا ہے:-

نوسے او پر تھے بتیسا   پانی پت میں بھارت دیسا

اٹھئیں رجب شکر وارا   بابر جیتا براہم ہارا

(تاریخ داؤدی بحوالہ تاریخ زبان و ادبیات در عہد مغلیہ انگریزی مصنفہ پروفیسر عبدالغنی صـ۶۱)

جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ بابر یہاں کی زبان اچھی طرح سمجھتا تھا۔

۵- بابر ہندوستانی الفاظ کو محض تفنناً ہی استعمال نہ کرتا تھا بلکہ اس زبان میں شعر لکھنے کی بھی کوشش کرتا تھا۔ اسکا ایک ثبوت تو پروفیسر صاحب نے اسکے ایک شعر سے دیا ہے جو دیوان بابر میں موجود ہے۔ اسکے علاوہ میرے پاس ایک مختصر فارسی رسالہ (علم فقہ میں) ہے جو میرے جد ششم حافظ جان محمد مرحوم (متوفی سنہ ۱۲۰۰ھ) کے ہاتھوں کا لکھا ہوا ہے۔ سال تحریر ۱۱۹۵ھ ہے۔ حضرت کاتب نے حسب معمول کتاب کے خاتمے پر ؎

قارِیا بر من مکن چندیں عتاب الخ   ؎ ہر کہ خواند دعا طمع دارم الخ کی قسم کے پانچ چھ شعر درج کئے ہیں۔ ان میں سے ایک ؎

یلوح الخط فی قرطاس دھرا   وکاتبہ رمیم فی التراب

کا ہندی زبان میں بالکل لفظی ترجمہ ہے اور اسمیں بابر شاعر کے تخلص کی صورت میں موجود ہے سو اگر یہ بابر سلطان ظہیر الدین بابر بادشاہ ہے تو اسکے کمالات علمی کے ذکر کے سلسلے میں کہا جا سکتا ہے کہ بابر ہندوستان کی مروج زبان کو اچھی طرح سے سمجھتا اور اس میں آسانی اور روانی سے شعر کہہ سکتا تھا وہ شعر یہ ہے ؎

لکھیا رہے بہنس برس، جے تس رانکھے کو   لکھن ہارا بابرا گل گل ماٹی ہو

(۶) مسٹر عبدالعزیز ضیا پاشنوی نے (جو ملٹری اکونٹس آفس میں کلرک ہیں) حال ہی میں میرے پاس چند قلمی اوراق بھیجے ہیں ان میں "عشقی خاں راست" کے عنوان سے ایک فارسی قصیدہ ملا ہے۔ جس میں شاعر نے عشقی کے تخلص سے "سرد و گرم زمانہ" کی عبرت انگیز کیفیت منظوم کی ہے اور ضمناً چند اردو اور ترکی اشعار بھی اس کے قلم سے نکل گئے ہیں۔ یہ عشقی خاں تخلص عشقی ترکوں کے پیر و مرشد اسماعیل تاش کی اولاد سے تھا اور اکبر کے عہد میں میر بخشی کے عہدے پر سرفراز تھا۔ منکسر المزاج اور متواضع تھا۔ ہر حاجتمند اور مصیبت زدہ کے لئے اسکی ہمدردی ہر وقت آمادۂ امداد تھی۔ اسنے ایک دیوان مشتمل بر اقسام نظم اور ایک مثنوی بہ وزن حدیقۂ حکیم سنائی اپنی یادگار چھوڑی۔ سنہ ۹۹۰ھ میں اسکا انتقال ہوا۔

(تذکرۂ روز روشن صـ۴۵۶)

کرینگے - کیونکہ کلیاں پھولوں کے بچے ہیں - چھوٹی چھوٹی خوشنما ندیاں جو پہاڑوں کے دامن میں اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی بہتی ہیں سمندر کی اولاد ہیں اور یہ چمکدار ننھے ننھے وجھتے (جگنو) جو تمام رات فضا میں آنکھ مچولی کھیلتے پھرتے ہیں ستاروں کے بچے ہیں - جب وہ اپنے ہمجولیوں یعنی انسان کے بچوں کو نہ پائینگے تو یقیناً مغموم ہونگے -

امید ہے کہ ہمارے وہ فسانہ نگار جو انگریزی زبان و ادب سے ناآشنا ہیں - اس کتاب سے متمتع ہونگے اور واقعہ نگاری اور جذباتِ پنہاں کی نقاب برانگنی کی صفات سے اردو افسانہ کو بھی متصف کرنے کی سعی کرینگے -

قواعد مضمون نویسی - دو حصے - مؤلفہ محمد مظفرالدین - قیمت حصہ اول ۵ر حصہ دوم ۶ر ناشر مکتبہ ابراہیمیہ امداد باہمی محدود - اسٹیشن روڈ - حیدرآباد دکن -

ان دو جلدوں کا مقصد کم استعداد طلبہ کو بلا دقت و دشواری مضمون نویسی سیکھنے میں مدد دینا ہے - مصنف صاحب کا خیال ہے کہ اس غرض سے لکھی گئی دوسری کتابیں چنداں موزوں نہیں - آپ نے اردو صرف و نحو کے چند ایسے مختصر قواعد اور مضمون نویسی پر طریقے درج کئے ہیں جنکی مدد سے طلبہ بآسانی کسی موضوع پر مناسب مضمون لکھ سکینگے طلباء کے کام کی چیز ہے - دوسرے حصے میں جو نمونے دئے ہیں اور مشق کے عنوان سے جہاں کہیں کچھ لکھا ہے خوب ہے -

مبادی نفسیات

(مؤلفہ شیخ عبدالحمید شوق بی - اے (آنرز) مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ - اسٹیشن روڈ - حیدرآباد دکن - صفحہ ۱۹۰

علم نفسیات (سائکالوجی) ایک وسیع علم ہے - جسکے مطالعہ سے انسانی زندگی کے نہایت دقیق مسائل حل ہوسکتے ہیں - اس لئے اس علم کا مطالعہ ہر انسان کے لئے مفید اور دلچسپ

(۲) عظیم وضاح - رات کے وقت ایک سفید ہڈی لیتے ہیں - فریقین میں سے ایک اسے پھینکتا ہے - اگر ان میں سے کوئی اسے پکڑ لے تو اسکے ساتھی دوسرے فریق کی پیٹھوں پر اس جگہ سے لے کر جہاں ہڈی ملتی ہے پھینکنے کی جگہ تک سوار ہوتے ہیں -

(۳) خطوۃ اس کھیل میں مارنے کے لئے ایک کوڑا بناتے ہیں - پھر ان میں سے ایک اپنے پیچھے سے دوسرے فریق کی طرف یہ کوڑا پھینکتا ہے - اگر وہ اسے نہ پکڑ سکیں تو وہ پہلے فریق کی طرف واپس پھینکتے ہیں - اگر وہ اسے پکڑ لیں تو وہ دوسرے فریق پر سوار ہوتے ہیں -

(۴) دارۃ - جاحظ صرف اتنا کہتا ہے کہ اسے خراج کہا جاتا ہے - لسان العرب جلد سوم ص۸۶ پر اسکی یوں تشریح کی گئی ہے کہ اس کھیل میں ایک آدمی اپنے ہاتھ میں کوئی چیز تھامتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو کہتا ہے کہ اس چیز کو اس سے چھینیں -

(۵) شحمۃ الحلق - ایک فریق ایک لڑکے کو ساتھ لیکر نکلتا ہے - پہلے ایک طرف ہٹ جاتے ہیں اور پھر نکلتے ہیں جبکہ دوسرا فریق انہیں سامنے سے ملتا ہے اگر وہ لڑکے کو روکے رکھیں یہانتک کہ وہ دوسری جگہ پہنچ جائیں تو یہ کامیاب ہوجاتے ہیں اور لڑکا انکو ملجا تا ہے - لیکن اگر یہ لڑکے کو نہ روک سکیں تو دوسرا فریق ان پر سوار ہوتا ہے - یہ کھیل موسم بہار کے آخر میں گرمی کی راتوں میں کھیلا جاتا ہے -

(۶) لعبۃ الضب - زمین پر ایک سوسمار کی تصویر کھینچتے ہیں تب فریقین میں سے ایک اپنا رخ بدل لیتا ہے اور کوئی دوسرا اسکا ہاتھ سوسمار کے کسی حصے پر رکھتا ہے - رخ بدلنے والا باری باری سب حصوں کے نام بتلاتا جاتا ہے - اگر کسی حصے کا نام بتلانے میں وہ غلطی کرے تو دوسرا فریق اسپر اور اسکے ساتھیوں پر سوار ہوتا ہے - لیکن اگر یہ سب کچھ صحیح بتلا دے تو پھر پوچھنے والے کو اپنا رخ بدلنا پڑتا ہے اور [illegible] شخص اس سے پوچھنا شروع کر دیتا ہے -

بنو مخزوم کے خالد بن سنان سے پہلے کوئی پیغمبر نہ تھا۔ یہ خالد ہی تھا جنے حرتین کی آگ سرد کی۔ اسنے ایک گڑھا کھودا اور اس میں آگ کو دبا دیا۔

(۶) بھتنیوں اور جنوں کی آگ۔ جاحظ ایسی آگ کا وجود نہیں مانتا اور اسے غلط ٹھہراتا ہے۔ مختلف عبادت گاہوں کے پجاری آگ کے ذریعے سے سادہ لوگوں کو کئی قسم کے دھوکے دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ بیت المقدس میں کنیسۃ القمۃ کے پادری اپنی قندیلوں کے ساتھ لوگوں کو یہ دھوکہ دیا کرتے تھے کہ بعض راتوں کو یہ قندیلیں تیل کے بغیر روشن ہوتی ہیں۔

(۷) وہ آگ جو شیر اور ہرن کا شکار کرنے اور شتر مرغ کے انڈے تلاش کرنے کے لئے سلگائی جاتی تھی۔

(۸) بعض قسمیں فرضی ہیں مثلاً حباحب یا یراعہ کی آگ۔ یراعہ ایک چھوٹا سا پرندہ ہے۔ اگر وہ دن کے وقت اڑے تو پرندے کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن اگر رات کے وقت اڑے تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ گویا ایک ستارہ ہے جو پھینکا گیا ہے یا ایک قندیل ہے جو اڑ رہی ہے۔

(۹) برق کی آگ:۔ عام آگ کی طرح یہ لکڑی کو نہیں جلاتی۔

(۱۰) داغ دینے کی آگ۔ سوداگروں سے اونٹوں کی آگ کے متعلق دریافت کیا جاتا تھا۔ کیونکہ لوگ داغ کی مدد سے یہ معلوم کر لیتے تھے کہ اونٹ اچھی نسل سے ہے یا بری سے۔

عربوں کی بعض کھیلوں کے نام:

چھٹی جلد میں جاحظ نے حسب ذیل کھیلوں کا ذکر کیا ہے:۔

(۱) نقیرا۔ ایک آدمی اپنے دونوں ہاتھ زمین کے اوپر گرد پر اکٹھے رکھتا ہے۔ پھر اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ اپنے دل میں کسی چیز کا خیال کرو۔ بعض اوقات تو اس کا خیال صحیح نکلتا ہے اور بعض اوقات غلط۔

خرگوش - مکڑی اور آبی چوہا سب کے سب مسخ شدہ ہیں - اور کیا ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم ابن عباس سے اس حدیث کی تصدیق کریں ؛ وہ اور کئی چیزوں کا ذکر اس خط میں استفہامی طریق پر کرتا ہے - لیکن ابتدا ہی میں انہیں خرافات قرار دیتا ہے - روایات کے نقد و جرح کے سلسلے میں جاحظ کی باریک بین طبیعت ایک گرانقدر اضافہ کا موجب ہوئی ہے - عام طور پر راوی محض واقعہ بیان کر دیتے ہیں اور علت بیان نہیں کرتے - علت کے بیان نہ کئے جانے کی صورت میں یہ ایک دشواری پیش آتی ہے کہ آیا جس حکم کا ذکر روایت میں ہے وہ مختص حالات کے تحت میں تھا یا ہمیشہ کے لئے - جاحظ نے راویوں کی اس فروگذاشت کی طرف اسطرح توجہ مبذول کرائی:-

"اگر وہ امور کو انکی علتوں اور دلیلوں کے ساتھ روایت کرتے تو بوجھ ہلکا ہو جاتا لیکن اکثر روایتیں دلیلوں سے خالی ہیں اور انہوں نے علت اور برہان کو چھوڑ کر ظاہر لفظ تک اپنے کو محدود رکھا - اگرچہ انہوں نے دونوں نوعوں کو ایک بار ہی دیکھا تھا"

(حضرت) ابن مسعود اور (حضرت) ابو ہریرہ نے کہا - انگور کا نام کرم نہ رکھو - کیونکہ کرم مسلمان مرد ہے - اور انہوں نے اس روایت کو رسول اللہ صلعم تک پہنچایا ہے - اس حدیث (لا تسبو الدھر فان الدھر ھو اللہ) کی تفسیر عبدالرحمٰن بن مہدی نے کس خوش اسلوبی سے کی ہے - وہ کہتا ہے کہ ہمارے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ قوم نے کہا " [illegible] الدھر" جب قوم نے یہ کہا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا " [illegible] ہلاک کیا وہ خدا ہے - پس وہم کرنے والا اس وہم میں مبتلا ہو گیا انہوں نے [illegible] کے لئے کہا " -

آگ کے اقسام :- آگ کی قسموں کا بیان [illegible] کرنے سے پیشتر [illegible]

سلہ ١٦٦ : ١ ، سلہ ١٣٩٠٠٠ : ٣ ،

بیان کرنے بیٹھ گئے - حالانکہ عربوں کے کلام میں ویل کے معنے مشہور ہیں - اور یہ اسلام سے پہلے جاہلیت میں تھا۔

اور یہ انکے بہت مشہور کلام میں سے ہے - ان سے اس آیت ' قل اعوذ برب الفلق ' کے متعلق پوچھا گیا - تو انہوں نے کہا فلق جہنم میں ایک وادی ہے - پھر اسکو بیان کرنے بیٹھ گئے - بعض دوسروں نے کہا کہ اہل یمن کی لغت میں فلق زنجیروں کو کہتے ہیں۔

جاحظ نے لفظ تین اور زیتون کی بھی تشریح کی ہے[1] - چوتھی جلد کی ابتدا میں جاحظ نے ان آیات سے بحث کی ہے جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹیوں کی وادی میں سے گزرنا مذکور ہے - اس نے ان تمام اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو ہد ہد کے متعلق کئے جاتے ہیں -

جاحظ نے کتاب الحیوان میں جا بجا حدیثیں نقل کی ہیں - بالخصوص بار برداری کے جانوروں کو خصی کرنے (۸۳ : ۸۲ : ۱) اور کتوں کے مارنے (۱۴۲ : ۱۴۱ : ۱) کے بارے میں - وہ روایت احتیاط کے ساتھ قبول کیا کرتا تھا - یہانتک کہ وہ اصمعی کی بھی ہر بات کو صحیح تسلیم نہیں کرتا تھا - اصمعی کی سند پر وہ ایک روایت بیان کرتا ہے[2] کہ ثقیف کے ایک بوڑھے آدمی نے خواب میں ایک مادہ شترمرغ کو (اناج) پیتے دیکھا - اور ابن سیرین نے اس خواب کی تعبیر بتلائی - یہ روایت بیان کرنے کے بعد وہ لکھتا ہے :-

"میں اس تاویل کو نہیں پہچانتا - اور اگر یہ واقعہ اصمعی کی مشہور حدیث میں سے نہ ہوتا - تو میں اسکا ذکر اپنی کتاب میں نہ کرتا"۔

ایک خط کے دوران میں جو اسنے اپنے ایک بھائی کو لکھا جاحظ پوچھتا ہے[3] :-

انھوں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے یہ کیسے روایت کر دیا کہ چوہا - بندر - سور - ہاتھی

[1] ۹۷ : ۱ ، [2] ۱۱۹ : ۴ ، [3] ۱۵۰ : ۱ ،

تحقیقات کو اپنی کتابوں میں محفوظ رکھا ہے ۔ متقدم مفسرین بڑے راسخ العقیدہ بزرگ تھے ۔ اور اپنے نقطۂ نگاہ سے آیات قرآنی کی تفسیر کیا کرتے تھے ۔ معتزلہ کو اکثر ان سے شدید اختلاف ہوتا تھا ۔ اس لئے وہ ان پر بڑی سختی کے ساتھ لے دے کرتے تھے ۔ معتزلہ کی نکتہ چینی ذیل کے اقتباسات سے بخوبی واضح ہوتی ہے :-

ابو اسحٰق (یعنی نظام) کہا کرتا تھا کہ بہت سے مفسرین کے خوگر نہ ہو ۔ اگرچہ انہوں نے اپنے کو عوام کے لئے "تکلیف دی ہے اور ہر مسئلہ کا جواب دیتے ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر بغیر روایت کے بغیر بے بنیاد باتیں کہتے ہیں ۔ اور جتنا ایک مفسر عوام کے نزدیک زیادہ عجیب ہوگا اتنا ہی وہ اسے زیادہ پسند کرینگے ۔ تمہارے نزدیک عکرمہ (م ۱۰۶ھ) کلبی (۱۴۶ھ) سدّی (۱۸۹ھ) ضحاک (۱۰۲ھ) مقاتل بن سلیمان (۱۵۰ھ) اور ابوبکر الاصم کو ایک ہی راستے پر ہونا چاہئے ۔ میں کس طرح انکی تفسیر کو مانوں اور انکی اصابت رائے کا قائل ہوں حالانکہ انہوں نے خدا تعالےٰ کے اس قول " وان المساجد للہ "کے بارے میں کہا ہے کہ خدا کی مراد ان مسجدوں سے نہیں ہے جن میں ہم نماز پڑھتے ہیں ۔ بلکہ اسکی مراد پیشانیوں سے ہے ۔ اور ہر اس چیز سے جس پر آدمی سجدہ کرتے ہیں یعنی ہاتھ ۔ پاؤں ۔ ناک ۔ اور گھٹنے سے ۔ اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے اس قول "افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت "کے بارے میں کہا کہ خدا تعالیٰ کی مراد اونٹوں سے [illegible] بلکہ بادلوں سے ہے ۔ اور جب ان سے اس آیت ' وطلح منضود "کے متعلق [illegible] انہوں نے کہا کہ طلح کیلا ہے ۔ انہوں نے اس آیت ' کتب علیکم [illegible] الذین من قبلکم ' کو اسباط کی دلیل قرار دیا کہ رمضان کا مہینہ [illegible] لوگوں نے اسے بدل دیا ۔ انہوں نے اس آیت ' رب لم [illegible] کے بارے میں کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا نے اسے حجت کے بغیر اٹھایا ۔ اس آیت [illegible] للمطففین ' کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ویل جہنم میں ایک وادی ہے ۔ پھر اس وادی کو

سلہ ۱۶۱ : ۱

کچھوے اور چوہے کی دُموں جیسی نہ تھیں - لیکن وہ دموں کی طرح لمبی لمبی جڑیں رکھتے تھے -
ہم نے اکثر نبطی ملاح کو بندر سے ملتا جلتا دیکھا - ہم نے اکثر مغرب کا آدمی دیکھا اور اسمیں
اور مسخ شدہ آدمی میں بہت کم فرق پایا"

خواہ انسان بندر کی ترقی یافتہ صورت ہو یا نہ ہو جاحظ آدمی اور بندر میں بہت کم
فرق پاتا ہے - " بندر میں ازدواج اور غیرت مجتمع ہیں - یہ دونوں شریف خصلتیں ہیں
اور انکا اجتماع بھی انسان کی دیگر مخلوقات پر فضیلت کا سبب ہے ...... ہم
نے اکثر اوقات بعض لمبی ناکوں والے سرخ چہرے دیکھے ہیں اور ہمیں ان میں اور بندر میں بہت
کم فرق نظر آیا" -

دوسری جگہ پر جاحظ ماحول اور غذا کے اثر کے متعلق اسطرح لکھتا ہے :-
"یہ سب کچھ شہروں اور غذاؤں کی طبیعتوں کے اندازے کے مطابق ہے جو
حیوانات کی طبیعتوں پر اثر ڈالتے ہیں - کیا تو نہیں دیکھتا کہ بعض لوگوں کا
خیال ہے کہ جو کوئی تبت میں داخل ہوتا ہے وہ بغیر کسی عجیب چیز کے خوش
و خرم رہتا ہے - حتی کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے اور جو شخص موصل میں
ایک سال رہے - پھر اپنی قوت کا جائزہ لے تو وہ اس میں زیادتی پائے گا -
اور جو شخص اہواز میں ایک سال ٹھہرے اور ایک دانا اسکی طاقت کا جائزہ لے
تو وہ اس میں نمایاں کمی پائے گا - جیسا کہ خیبر کے بخار - بحرین کی تلی اور جزیرہ
کے پھوڑوں کے بارے میں کہا جاتا ہے" -

مفسروں پر نکتہ چینی اور بعض آیات و احادیث کی تفسیر:

حضرت عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۸) تفسیر قرآنی کے حقیقی بانی تھے - ان کے
اور بے شمار مفسر پیدا ہوئے مگر انکی تصنیفات ناپید ہیں - متاخرین نے اکثر متقدمین کی

میں نے کتاب سے بڑھکر مہربان ہمسایہ نہیں پایا اور نہ کوئی ساتھی اس سے زیادہ انصاف پسند نہ کوئی رفیق زیادہ فرماں بردار - نہ کوئی استاد زیادہ عاجز - نہ کوئی دوست زیادہ ظاہر کفایت والا - کمتر برائی والا - کم ستانے والا اور تنگ کرنے والا - زیادہ جامع اخلاق - کمتر مخالفت اور گناہ والا - کمتر غیبت والا - بدگوئی سے دور تر - زیادہ اعجوبے اور تصرف والا - کمتر لاف زنی اور تکلف والا - خود نمائی (جھگڑے) سے دُور تر - شور و شغب کو زیادہ چھوڑنے والا - جدال سے زیادہ گریز کرنے والا اور لڑائی سے زیادہ باز رہنے والا -

ایک دوسری جگہ پر جاحظ کتاب کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے : -

"کتاب[1] وہ ہم نشیں ہے جو تیری بے انتہا ستایش نہیں کرتا - وہ دوست ہے جو تجھے گمراہ نہیں کرتا - وہ رفیق ہے جو تیرے ملال کا باعث نہیں ہوتا - وہ طالب بخشش ہے - جو تجھے خرید نہیں کرتا - وہ پڑوسی ہے جو تجھے سست نہیں پاتا اور وہ ساتھی ہے جو تیرا مال خوشامد سے نکالنا نہیں چاہتا - تیرے ساتھ دغابازی سے پیش نہیں آتا تجھے نفاق کے ساتھ دھوکہ نہیں دیتا اور تیرے لئے جھوٹ کے ساتھ حیلہ تراشی نہیں کرتا .... کتاب وہ ہے جو رات کو بھی تیری ایسی ہی فرماں بردار ہے جیسی دن کے وقت اور سفر اور حضر میں بھی ایک جیسی فرماں بردار ہے - سونے کا بہانہ نہیں کرتی اور بیداری کی تکان اس پر نہیں چھا جاتی - کتاب وہ معلم ہے جو تجھ سے اجرت نہیں مانگتا - اگر تو اسکا محتاج ہو اور تجھ سے فائدہ منقطع نہیں کرتا اگر تو اس سے مدد منقطع کرلے - اگر تو معزول کرے تو تیری اطاعت نہیں چھوڑتا - اور اگر تیرے دشمنوں کی ہوا چلے تو تیرے خلاف نہیں چلتا -

[1] ۱:۲۶ ،

اس کے اندازِ بیان کی دل آویزی اور شیرینی ظاہر کرنے کے لئے ہم تھوڑی سی اصل عبارت نقل کرتے ہیں :-

[۱] نعم الذخر والعقدة هو ونعم الجليس والعدة ونعم النشرة و النزهة و نعم المشتغل والحرفة و نعم الانيس لساعة الوحدة و نعم المعرفة ببلاد الغربة و نعم القرين والدخيل و نعم الوزير والنزيل....

فمتی[۲] رأيت بستاناً يحمل فی ردنٍ و روضة تقلب فی حجرٍ و ناطقاً ينطق عن الموتی و يترجم عن الاحياء

و[۳] لا اعلم جاراً ابرّ ولا خليطاً انصف ولا رفيقاً اطوع ولا معلماً اخضع ولا صاحباً اظهر كفاية ولا اقل جناية ولا اقل املالاً وابراماً ولا احفل اخلاقاً ولا اقل خلافاً و اجراماً ولا اقل غيبة ولا ابعد من عضيهة ولا اكثر اعجوبة و تصرفاً ولا اقل تصلفاً و تكلفاً ولا ابعد من مراء ولا اترك لشغب ولا ازهد فی جدال ولا اكف عن قتال من كتاب . . . . . .

(ترجمہ) : کتاب بہترین ذخیرہ اور ملک ہے ۔ بہترین ہم نشین اور تیاری ہے ۔ بہترین تعویذ اور پاکیزگی ہے ۔ بہترین شغل اور پیشہ ہے ۔ تنہائی کی گھڑی میں بہترین مونس اور پردیس میں بہترین شناسائی ہے ۔ بہترین ساتھی اور دخیل ہے ۔ اور بہترین وزیر اور مہمان ہے ۔ . . . .

تو نے کبھی ایسا باغ دیکھا جو آستین میں اٹھایا جا سکے ۔ یا ایسا چمن جسے بغل میں پھرایا جا سکے ۔ ایک بولنے والا جو مردوں کی باتیں کہے اور زندوں کی ترجمانی کرے ۔ . . . .

---

[۱] ۱ : ۱۹ ، [۲] ۱ : ۲۰ ، [۳] ۱ : ۲۱

کتاب الحیوان

(گذشتہ سے پیوستہ)

بیان کے اقسام:

بیان کی چار قسمیں ہیں:- (۱) لفظ (۲) خط (۳) اشارہ اور (۴) عقد
لفظ سامع کے لئے ہوتا ہے اور اشارہ ناظر کے لئے - اور عقد میں سامع و ناظر دونوں شریک ہوتے ہیں - اگرچہ موخرالذکر کا حصّہ زیادہ ہوتا ہے - خط انسان کی غائبانہ حاجتوں کے لئے دلیل اور اسکے اور اسکے دوستوں کے درمیان ایک مربوط رشتہ ہوتا ہے - اگر ہندوستانیوں کے خطوط نہ ہوتے تو بہت سا بسیط حساب ضائع ہو جاتا اور ضاعف در مضاعف کی پہچان جاتی رہتی - بعض ان چار اقسام کے ساتھ بیان کی ایک اور قسم بھی شامل کرتے ہیں - اور وہ دلالت ہے جسکے ساتھ جامد اور خاموش اجرام اپنی کیفیت زبان حال سے بیان کرتے ہیں -

کتاب کا ذکر:

ہم پیشتر بھی یہ بتلا چکے ہیں کہ جاحظ کتابوں کا بڑا دلدادہ تھا - جاحظ نے بیان کی دوسری قسم یعنی خط کا ذکر کرتے ہوئے نہایت دلکش پیرائے میں کتاب کی اہمیت کو واضح کیا ہے - انگریزی مصنّف رسکن نے اپنی کتاب ' Sesame & Lilies ' میں کتاب کو مخفی خزانے قرار دیتے ہوئے گرانقدر خیالات کا اظہار کیا ہے - لیکن جاحظ اس سے بہت عرصہ پہلے اپنے اچھوتے انداز میں کتاب کی مختلف حیثیتیں نمایاں کر چکا ہے -

ہے' اس واقعہ کی عبرتناکی اور بھی افزوں ہو جاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ رستم نے اپنے بیٹے کو قتل کیا بعد اسکے کہ بیٹا ایک دفعہ اسکی جاں بخشی کر چکا تھا اور پھر دونو کو ایک دوسرے کا علم اسوقت ہوتا ہے جبکہ وقت ہاتھ سے جا چکتا ہے' اگرچہ رستم کی شخصیت کے بنیادی خط و خال شاہنامے کے مأخذ میں بھی نمایاں کئے جا چکے تھے تب بھی اس میں تو کوئی شک نہیں کہ رستم کی تصویر میں رنگینی سب سے پہلے فردوسی نے پیدا کی'

رستم اور اسفندیار کی باہمی لڑائی اس امر کی مستحق ہے کہ اسپر خاص طور سے بحث کی جائے' شپیگل نے اسبات کو بار بار جتایا ہے کہ اسفندیار علمائے دین زرتشتی کا ہیرو ہے جو تمام خوبیوں میں رستم سے افضل ہے لیکن رستم چونکہ ماں کی طرف سے ضحاک کی نسل سے تھا لہذا انجام کار اسفندیار پر فقط جادو کی طاقت سے غالب آتا ہے[1] - دینوری (ص ۴۸) کے بیان کے مطابق رستم چونکہ خود مذہب زرتشت پر ایمان نہیں رکھتا لہذا وہ اسکی اشاعت کی مخالفت کرتا ہے لیکن ابن الکلبی کی (جو دینوری سے اقدم ہے) روایت یہ ہے کہ گشتاسپ اپنے بیٹے اسفندیار کو پے درپے مہموں پر بھیجتا ہے اور اخیر میں اسکو رستم کے ساتھ لڑنے پر مأمور کرتا ہے[2] - جسکی وجہ یہ ہے کہ وہ بیٹے سے حسد رکھتا ہے - اور رستم کے ہاتھ سے اسے مروانا چاہتا ہے[3] - اور یہ امر شاہنامے میں ہر جگہ جلوہ نما ہے لیکن رستم کو اس میں سرتاپا شریف النفس دکھایا گیا ہے اور مذہبی مخالفت کا کہیں کوئی ذکر نہیں' وہ اتنا ہی دیندار اور خدا پرست ہے جتنا کہ اسفندیار'

منجملہ ان متضاد روایتوں کے ایک اور بھی ہے اور وہ یہ کہ ایک طرف تو یہ بتلایا گیا ہے کہ رستم کے ذمے یہ فرض تھا کہ وہ اسفندیار کے سامنے جبکہ وہ بادشاہ کی طرف ...

---

[1] اس بارے میں مجھکو شپیگل کی رائے سے بالتفصیل اتفاق نہیں ہے' دیکھو اوپر آرٹیکل ...

[2] طبری ۱: ۶۸۶ ' [3] ایضاً ۱: ۶۸۰ س ۱۲'

مازندران کے سفر میں جہاں کہیں وہ کسی اژدہا یا دیو کو مارتا ہے تو اس کے بعد وہ نہایت امن و آرام کے ساتھ سو جاتا ہے چنانچہ اپنے اولین معرکے میں جب اس نے پیلِ سفید کو مارا تو یہی کیا (ایضاً ص ۲۳۲)، وہ خوش طینت بھی ہے، اکابر و شرفا کی امداد کے لئے جو کسی آفت میں مبتلا ہو بیٹھے ہوں وہ بلانے پر یا خود اپنی مرضی سے چلا جاتا ہے۔ مثلاً طوس اور اسکے لشکر کی خطا کیخسرو سے وہی معاف کراتا ہے۔ (ص ۸۷۳ ببعد) اور گرگین کے لئے بھی آمرزش کا طلبگار وہی ہوتا ہے (ص ۱۱۱۳ ببعد) یہاں تک کہ بیژن سے بھی گرگین کا قصور معاف کراتا ہے حالانکہ اس نے اسکے ساتھ نہایت کمینہ پن کے ساتھ دغا کرکے اسکو بہت بڑی مصیبت میں ڈلوایا تھا (ص ۱۱۲۸ ببعد)۔

وہ بڑی جد و جہد کے بعد بادشاہ سے فریبرز کے لئے (جسکو محجوب الارث کر دیا گیا ہے) اس بات کی اجازت حاصل کرتا ہے کہ وہ اپنے بھائی (سیاوش) کی بیوہ کے ساتھ شادی کرلے (۹۱۲ ببعد)[1]۔

رستم لطیف جذبات سے بھی عاری نہیں ہے، مازندران کے سفر میں جب وہ ایک پرفضا مقام پر پہنچ کر نفیس کھانا کھاتا ہے اور شراب پیتا ہے تو عالم سرور میں طنبور لے کر گاتا ہے جس میں وہ شکوہ کرتا ہے کہ میری ساری زندگی زور آزمائی کے ناختاہی

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ یہ شادی تخت کی حقداری کی تجدید کے لئے تھی۔ — فریبرز کے نام میں یای معروف ہے یا یای مجہول اسکا مجھے علم نہیں، فردوسی نے جو لفظی رعایت کی خاطر ایک شعر میں فریبرز کے نام کے ساتھ "فر" اور "برز" کے الفاظ کھپائے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو اس نام کے تلفظ میں پہلی اور تیسری حرکت کا یقینی علم تھا یعنی بفتح فاء و ضم باء ہے

فریبرز با فرّ و برز کیان　　میان بستہ دار دچو شیر ژیان　　(ص ۷۵۴)

کہ مارا بدین جام می جای نیست　　　بمی با تو ابلیس را پای نیست

(ص ۴۲۱)

بڑھاپے میں بھی وہ شراب کو بغیر پانی کی آمیزش کے پسند کرتا ہے ؎

چرا آب در جام مے افگنی　　　کہ تیزی نبیذ کہن بشکنی

(ص ۱۶۷۷)

بہمن کو ایسے زور آزما کے ساتھ شراب پینے کی جرأت نہیں ہوتی ؎

بترسید بہمن ز جام نبیذ　　　زوارہ نخستین دمی در کشید

(ص ۱۶۵۲)[1]

رستم کی شہزوری کے کارناموں پر ہمیں یہاں گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں - اُن کے بیان سے شاہنامہ بھرا پڑا ہے، وہ اپنی طاقت اور پھرتی کی وجہ سے کشتی لڑنے میں بھی ویسا ہی ماہر ہے جیسا کہ لڑائی کے تمام ہتھیاروں کے استعمال کرنے میں - لیکن ایران کے قومی ہتھیار یعنی کمند اور گرز کے استعمال کا وہ بالخصوص استاد ہے،

وہ کام کو آہستگی اور اطمینان کے ساتھ انجام دینے میں ممتاز ہے، جب بادشاہ سہراب کے حملے کی خبر سنکر اسکی طرف قاصد بھیجتا ہے کہ سنتے کے ساتھ ہی فوراً ادھر کا رخ کرو تو وہ پورے اطمینان اور بے فکری کے ساتھ قاصد کو لئے کئی دن تک اپنے گھر میں پڑا رہتا ہے (شاہنامہ فولرس ص ۴۶۴ ببعد)

---

[1] ہرکیولیز (Hercules) اور سربیا کا مشہور ہیرو کالی یونس (　　) بھی اسی پیمانے پر شراب کے پینے والے ہیں، قدیم اہل ہند بھی جو شراب کے ایسے ہی شوقین تھے جیسا کہ اُن کے ایرانی بھائی، اپنے مہادیوتا اندرا کو زبردست شراب نوش دکھلاتے ہیں،

کا کچھ حصّہ سلب ہو جائے ؎

بنالید بر کردگار جہان — بزاری ہمی آرزو کرد آن
کہ لختی ز زورش ستاند ہمی — کہ رفتن بره بر تواند ہمی

(ص ۱۰۵)،

اس کے دیو زاد جُثّے کے مطابق ہی اسکی خوراک بھی ہے، جب وہ دودھ پیتا بچّہ تھا تو دس اناؤں کا دودھ اسے بمشکل بس کرتا تھا ؎

برستم ہمی داد ده دایہ شیر — کہ نیروی مردست و سرمایہ شیر

(ص ۲۲۶)،

بچپن میں وہ پانچ آدمیوں کے برابر کھاتا تھا ؎

چو از شیر آمد سوی خوردنی — شد از نان و از گوشت پروردنی
بدی پنج مرده مر او را خورش — بماندند مردم از آن پرورش

(ص ۲۲۶)،

اور بڑا ہو کر تو وہ ایک وقت میں سالم گورخر کھا جاتا تھا ؎

دگر گور بنہاد پیش تنش — کہ ہر بار گوری بدی خوردنش

(ص ۱۶۵۱)[1]،

لیکن رستم کی یہ بسیار خوری اسکی شہزوری کے معرکوں کے ساتھ عین متناسب تھی (ص ۴۳۹)،

اس کے شکار کے کارناموں کے بیان میں اکثر جگہ نہایت حسن ادا کے ساتھ

---

[1] ہومر کے ہاں بھی مشہور پہلوان ہرکیولیز (Hercules) ایک سالم بیل بلکہ اس سے بھی زیادہ کھا سکتا ہے، چارلس اعظم بھی اسی طرح بسیار خور ہے کہ اسکی سیری ایک سالم بکرے سے ہوتی ہے،

مداخلت سے اور وہ بھی اسکی ماں کا پیٹ چاک کرنے سے ممکن ہوسکی، اسکی طاقت فوق العادۃ ہے، وہ بلا تکلف درخت کو اکھاڑ ڈالتا ہے اور وہ اسکے ہاتھ میں ایک پر کے برابر بھی بھاری نہیں ہوتا[1] ؎

چو آتش پراگندہ شد پیلتن　　درختی بجست از در باب زن

(ایضاً ص ۴۳۴)،

ایک مازندرانی پہلوان کے ہاتھ کو وہ اس زور سے بھینچتا ہے کہ وہ گھوڑے پر سے گر پڑتا ہے ؎

بشد زور از آن مرد زور آزمای　　ز بالای اسپ اندر آمد بپای

(ص ۳۶۲)،

ایک اور مازندرانی پہلوان کلاہور رستم کے ساتھ ہاتھ ملانے میں اس کے ہاتھ کو ذرا سا دبا دیتا ہے لیکن رستم اس کے جواب میں اسکا ہاتھ اس زور سے دباتا ہے کہ اس کے ناخن جھڑ جاتے ہیں اور اسکا ہاتھ شل ہو جاتا ہے ؎

بیفشرد چنگ کلاہور سخت　　فرو ریخت ناخن چو برگ از درخت

(ص ۳۶۳)،

جس پتھر کو سات بڑے بڑے پہلوان مل کر جگہ سے نہیں سرکا سکتے وہ اکیلا اسکو اٹھا کر دور پھینک دیتا ہے (ص ۱۱۲۷)،

زمین پر اسکے محض گام زن ہونے سے پتھر شق ہو جاتے ہیں اس کی شہ زوری اسکے لئے وبال جان ہے اور وہ خدا سے دعا کرتا ہے کہ اس کی طاقت

---

[1] ہومر کی ایلیاڈ میں بھی یہی ہے کہ ہیکٹر (Hector) کے ہاتھ میں وہ پتھر جسکو دو مضبوط آدمی بمشکل اٹھا کر چھکڑے پر لاد سکیں اون کی مانند ہلکا تھا (۱۲، ۴۴۵ بعد)،

تصویریں مشرقی بادشاہوں کی صحیح زندگی کا سچا نمونہ ہیں،

شاہنامے میں صحیح نمونے کے پہلوانوں میں سے ایک گودرز ہے جو تمام قابلِ تحسین خصلتوں کا مجموعہ ہے لیکن رستم کی منزلت بالکل یکتا ہے اور وہ بلاشبہ شاہنامے کے سب پہلوانوں کا سرخیل ہے، فردوسی نے خود بھی یوسف زلیخا کے دیباچے میں (اپنے پہلے عقائد کی تردید کرتے ہوئے) کہا ہے کہ مجھکو رستم کا نام جہان میں پھیلانے کے لئے اپنی آدھی زندگی ضائع کرنی پڑی ے

کہ یک نیمہ از عمرِ خود کم کنم ‌ ‌ ‌ ‌ جہان را پُر از نامِ رستم کنم

طوس جیسا متکبر بھی یہ کہتا ہے کہ پہلوانوں میں میرا نمبر رستم کے بعد دوسرا ہے

ے ‌ ‌ بایران پس از رستم پیلتن ‌ ‌ ‌ ‌ سرافراز لشکر منم ز انجمن

(شاہنامہ فولرس ص ۱۵۷ س ۱۲۳۸)،

اور یہی بات گیو نے بھی کہی ہے ے

گذشتہ ز رستم بایران سوار ‌ ‌ ‌ ‌ ندانم کہ با من کند کارزار

(ایضاً ص ۷۲۶ س ۸۲۰)،

رستم اس قدر طویل القامہ ہے کہ وہ حالتِ نشست میں استادہ آدمیوں سے بقدر اپنے سر کے بلند تر ہے ے

از آن کس کہ بر پای پیشش ربت ‌ ‌ ‌ ‌ نشستہ بیک سر ازو برتر است

(ایضاً ص ۴۷۹)،

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسکی ولادت اس درجہ متعسّر تھی کہ سیمرغ کی جادو اثر

(بقیہ حاشیہ ص۷۳) کے لئے نوشدارو نہیں دینا چاہتا اسلئے کہ اسکو رستم اور سہراب کی عظمت سے حسد ہے اور وہ اس بات کو بھول نہیں سکتا کہ رستم نے اسکی شان میں ایک مرتبہ سخت کلامی کی تھی (دیکھو شاہنامہ طبع فولرس ص ۵۰۹)،

تاریخ رزمیاتِ ایران

(بہ سلسلۂ اشاعت فروری ۱۹۳۱ء)

۳۳۔ شاہنامے کے پہلوان

شاہنامے کے پہلوان خالص ایرانی النسل ہیں اور ان کی بطالت نہایت اعلیٰ معیار کی ہے، وہ خوش مزاج ہیں، زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں، دلیر ہیں، خودستا ہیں، گستاخ اور بے تکلف ہیں، اپنے بادشاہ کے حضور میں (خواہ وہ خود کیسے ہی ذی رتبہ کیوں نہ ہوں) انتہا درجے کے منکسر اور وفاشعار ہیں اور اکثر موقعوں پر خدا پر توکل کا اظہار کرتے ہیں، پاکبازی اور راستی کی مثالیں شاہنامے میں بھی اسی قدر مقبول خاطر ہیں جتنی کہ وہ دوسری ایرانی داستانوں میں ہیں لیکن جتنی زیادہ وہ وہاں مقبول ہیں اتنی ہی ایرانیوں کی عملی زندگی میں ہمیشہ کمیاب رہی ہیں، سچائی کی شاہنامے میں اکثر جگہ مدح کی گئی ہے لیکن خود اس کے ہیرو اس پر صحیح طور سے کاربند نہیں ہیں،

شاہنامے میں جہاں ہم کو قباد، کیخسرو اور کسریٰ (انوشیرواں) جیسے اعلےٰ معیار کے بادشاہوں کا نمونہ ملتا ہے وہاں کاؤس جیسے رذیل اور کینہ ور تو نہیں لیکن احمق، مغرور، متلون اور پست خصلت فرمانروا کی شخصیت بھی نظر آتی ہے[1]، یہ تمام

---

[1] کاؤس کی دناءت طبع کا ثبوت خصوصاً وہاں ملتا ہے جہاں وہ سہراب کے مہلک زخموں کے علاج

۵۸ - **جامع الفوائد** - [اوراق ۱۲۱ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۱۰½ × ۶½ : ۹ × ۴]
ابوالیمین عبدالرزاق یمینی کی انشا جو مختلف مصنفین کی انشاؤں کے اقتباسات پر مشتمل ہے (۱۲۳۱ھ)
تاریخ کتابت ۲۴ر صفر ۱۲۶۹ھ - کاتب بابا دین -

۵۹ - **رقعات قتیل** - [اوراق ۱۰۸ - سطور ۱۷ - شکستہ - تقطیع ۱۰½ × ۶½ : ۷ × ۳½]
تاریخ کتابت - ۲۹ر ذوالحجہ ۱۲۴۶ھ - کاتب - گوکل چند

۶۰ - **انشائے خادمی** [اوراق ۲۷ - سطور ۱۷ - شکستہ - تقطیع ۱۰ × ۵½ : ۷½ × ۴½]
نظام الدین کی انشا -
تاریخ کتابت ۲۸ر ماگھ ۱۸۹۲ سموت -

۶۱ - **بہار نامہ** [اوراق ۱۰۱ - سطور ۱۰ تا ۱۲ - نیم شکستہ - تقطیع ۸ × ۵½ : ۵½ × ۳½]
مولوی نظام الدین کے خطوط (۱۲۳۶ھ)
تاریخ کتابت ۱۲۲۱ھ (؟) یہ تاریخ غلط معلوم ہوتی ہے - کیونکہ یہ انشا ۱۲۳۶ھ میں مرتب ہوئی تھی -

۶۲ - **انشائے منظومہ** [اوراق ۸۵ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۱۰ × ۶ : ۷ × ۴½]
بدرالدین بدر کے خطوط منظوم (۱۲۴۷ھ)

(باقی دارد)

سید محمد عبداللہ
ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی لائبریری
لاہور

منشی لچھمی نرائن شفیق اور چند اور منشیوں کے خطوط مرتبہ منشی محمد فیض بخش ۔

تاریخ و نام کاتب ندارد '

۵۳ ۔ شمع شبستان ۔ انڈیا آفس ۔ عدد ۲۰۳۷ '

[اوراق ۱۲۱ ۔ سطور ۱۹ ۔ نیم شکستہ ۔ تقطیع ۹×$\frac{1}{2}$۵ : ۷×۴]

فتاحی شیرازی کی شبستان نکات کی شرح از درگا پرشاد عاشق (۱۲۱۳ھ)

تاریخ و نام کاتب ندارد '

۵۴ ۔ مفید الانشا ۔ [اوراق ۵۲ ۔ سطور ۱۲ ۔ نستعلیق ۔ تقطیع $\frac{1}{2}$۷×۵ : ۶×۴]

پنڈت لچھمی نرائن دہلوی کے خطوط (۱۲۲۸ھ)

تاریخ کتابت ۔ ۱۲ ر بھادوں سموت ۱۹۱۵ ۔

کاتب ۔ موتی رام '

۵۵ ۔ گلشن انوار [اوراق ۳۷ ۔ سطور ۱۳ ۔ نستعلیق ۔ تقطیع $\frac{1}{2}$۹×$\frac{1}{2}$۶ : ۷×۴]

رسالہ در مدح روضہ تاج محل از خواجہ عبد الکریم امیر بن خواجہ بادشاہ خاں (۱۲۲۶ھ)

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد '

۵۶ ۔ انشاے سیٹھی ۔ [اوراق ۴۰ ۔ سطور ۱۲ ۔ نستعلیق ۔ تقطیع ۸×$\frac{1}{2}$۵ : $\frac{1}{2}$۵×$\frac{1}{2}$۳]

منشی سیتل داس سیٹھی شورکوٹی کی انشاے دلپسند (نزد ۱۲۲۷ھ) ،

تاریخ کتابت ۱۴ ر دسمبر ۱۸۶۳ء ۔ کاتب ۔ اللہ بخش ۔

۵۷ ۔ گلدستہ ۔ [اوراق ۷۲ ۔ سطور ۱۳ ۔ نستعلیق ۔ تقطیع $\frac{1}{2}$۸×۵ : $\frac{1}{2}$۶×$\frac{1}{2}$۳]

تحسین کی انشا جس میں القاب و آداب کے مختلف نمونے دیے گئے ہیں ' (۱۲۳۳ھ)

۱۸ گل پر مشتمل ہے ۔

تاریخ کتابت ۔ ۷ رمضان ۱۲۶۲ھ ۔

کاتب مختار شاہ ۔

تاریخ کتابت - ذو الحجہ سنہ ۱۲۰۱ھ - کاتبان - محمدؐ . . . . . ؟ و لالہ کندن لعل،

۴۸ - **منشآت اعظم** - دیکھو ریو - ج ۳ - ص ۹۸۸،

[اوراق ۲۵۷ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۱۱½ × ۶½ : ۶½ × ۳½]

محمد اعظم کہرتلی کی انشا - حاشیے پر منشی کا نگار نامہ ہے -

ناقص الآخر -

ایک نسخہ اور بھی ہے -

۴۹ - **کنز اللطایف** - دیکھو باڈلین - عدد ۲۰۰۱،

[اوراق ۵۲ - سطور ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۸ × ۵ : ۵½ × ۲½]

انشا کے نمونے از حسین بن محمد بن بے ستون،

۵۰ - **انشائے فیض پیرا** - [اوراق ۵۱ - سطور ۱۴ تا ۱۵ - شکستہ - تقطیع ۸½ × ۵½ : ۶½ × ۳½]

منشی ہر سہائے قانونگو سہسوانی کی انشا (۱۷۵۳-۱۷۷۵ء)

اس کے ساتھ ایک گمنام سا رسالہ انشا اور بھی ہے -

تاریخ و نام کاتب ندارد،

۵۱ - **سبع سیارہ** - [اوراق ۲۶ - سطور ۹ - نستعلیق - تقطیع ۱۱½ × ۷ : ۹ × ۴½]

مسٹر ڈینیل میلکوم کمشنر جالندھر کی مدح میں سات مقالے - از سید تفضل حسین میر منشی میجر جوزف گراہم سپرنٹنڈنٹ انسداد ٹھگی -

تاریخ و نام کاتب ندارد

۵۲ - **رقعات لچھمی نرائن** - دیکھو ریو - ج ۲ - ص ۷۹۳

[اوراق ۱۰۸ - سطور ۱۷ - نستعلیق - تقطیع ۱۰½ × ۶½ : ۷½ × ۴]

(۳) بالک باری - از پنڈت بلرام الوری (سنہ ۱۸۸۰ء)
(۴) رسالہ در انشا - مصنّف کا نام معلوم نہیں -
تاریخ کتابت سنہ ۱۲۶۰ھ - کاتب - رام ناتھ کول -

۴۴ - **مجموعہ** [اوراق ۷۱ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۸×۵ : ۵½×۳]
اس میں تین رسالے ہیں:-
(۱) دستور الصبیان از نونده رائے منشی -
(۲) قواعد السلطنت شاہجہان از نامعلوم
(۳) ملخص قواعد السلطنت اکبری از نامعلوم
تاریخ کتابت سنہ ۱۲۴۹ھ و سنہ ۱۲۵۰ھ کاتب - فخر الدین

۴۵ - **انشا** [اوراق ۴۳ - سطور ۱۷ - نستعلیق - تقطیع ۱۰×۶ : ۷½×۳½]
یہ رسالہ غلطی سے امیر خسرو کی طرف منسوب کیا گیا ہے - مصنّف کا نام "ترک"
ہے جو امیر خسرو سے بہت بعد کا آدمی معلوم ہوتا ہے -
تاریخ کتابت - ۱۳ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۵ھ

۴۶ - **دستور العمل آگاہی** - دیکھو ریو - ج ۱ - ص ۴۰۲
[اوراق ۲۷ - سطور ۱۷ - شکستہ - تقطیع ۱۰×۶ . ۷×۳]
اورنگ زیب عالمگیر کے خطوط مرتبہ آگاہی (سنہ ۱۱۵۶ھ)
ناقص الآخر -

۴۷ - **روشن کلام** - [اوراق ۶۹ - سطور ۱۰ تا ۱۳ - شکستہ - تقطیع ۸×۴½ : ۵½×۳]
انشا کے نمونے برائے افادہ متعلمین منقسم بر چہار فصل -
مصنّف کا نام معلوم نہیں -
نواب رعد انداز خاں کی فرمایش پر مرتب کئے گئے -

خزائنِ مخطوطات

پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور

(گذشتہ سے پیوستہ)

۴۱ - دقائق الانشا - دیکھو انڈیا آفس ۲۱۲۰

[اوراق ۱۰۲ - سطور ۱۷ - نیم شکستہ - تقطیع ۱۰ × ۹½ : ۷½ × ۴]

یہ رسالہ مصنفہ رنجھور داس بن رنجیت رائے (۱۱۴۵ھ) انشا کی جملہ اقسام پر مشتمل ہے - ۸ دقیقے ہیں -

تاریخ کتابت ۱۲۴۴ھ - کاتب لچھمنداس

۴۲ - مجموعۂ مفاوضات [اوراق ۲۶۴ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۸½ × ۶]

ہمایوں اکبر اورنگ زیب - ابوالفضل، خانخاناں، سیف خاں وغیرہ کے خطوط وفرامین و پروانجات -

مؤلف کا نام معلوم نہیں (نزد ۱۱۴۵ھ)

۴۳ - مجموعہ - [اوراق ۱۵۵ - سطور ۸ تا ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۸½ × ۵½ : ۶ × ۳½]

اس میں چار رسالے ہیں :-

(۱) انشائے انند رام مخلص (متوفی ۱۱۶۴ھ)

(۲) جنگ نامہ بھرتپور المعروف نصرت و ظفر از پنڈت شنکر ناتھ نادر (۱۸۲۶ء)

کنور درجن سال کی معزولی کی داستان

بھی شامل ہیں۔ اسکے علاوہ خود انگریزوں میں ایک جماعت مشرقی علوم کی سرپرستی کی مخالف تھی۔ چنانچہ ۱۷۹۲ء میں چارلس گرانٹ نے ڈائرکٹران کے سامنے ایک نوٹ انگریزی تعلیم کی ترویج کے لئے پیش کیا۔ اس زمانے میں اس اپیل کی جانب توجہ نہ ہوئی۔ لیکن مرور زمانہ کے ساتھ انگریزی تعلیم کے حامیوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ اور خود اہل ملک نے اس تعلیم کی طرف خواہش کا ہاتھ بڑھایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پبلک انسٹرکشن کمیٹی میں شدید اختلاف رونما ہوا۔ جس میں مشرقی علوم کی حمایت کرنے والوں میں مسٹر پرنسپ صاحب سکرٹری ایشیاٹک سوسائٹی کو نمایاں حیثیت حاصل ہے ایک مدت تک کمیٹی اس اختلاف رائے کی وجہ سے کام نہ کر سکی۔ آخر جب میکالے کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے وارد ہوئے تو انہوں نے اس مضمون پر ایک پر زور مقالہ لکھا۔ جس میں علوم مشرقیہ کا استخفاف کیا اور انگریزی علوم کی ترویج کی پر زور حمایت کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی تعلیم کی ترویج حکومت کی تعلیمی حکمت عملی میں شامل ہوگئی۔ اور فارسی اور بعض دوسری دیسی زبانوں کی جو سرپرستی کچھ دنوں سے جاری تھی یک قلم بند ہوگئی۔

اس میں شک نہیں کہ فارسی کا ذوق کچھ مدت تک قائم رہا اور فارسی زبان نصاب میں اب تک داخل ہے۔ لیکن ملک کی اہم ترین زبان کی حیثیت سے ۱۸۳۵ء میں اسکا خاتمہ ہوگیا۔

عدالتوں میں ۱۸۴۲ء تک فارسی کا رواج رہا۔ لیکن بہت جلد اس کی جگہ انگریزی اور ورنیکلر نے لے لی۔

سید محمد عبداللہ

(ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور)

ہوا جسکے ارکان میں بعض نہایت ہی قابل افراد کے اسما موجود ہیں۔ اس سوسائٹی کا بانی شہور صاحب علم سر ولیم جونز تھا جو وارن ہیسٹنگز کے انکار پر سوسائٹی کا پہلا صدر قرار پایا۔ ابتدا میں سوسائٹی کے اغراض و مقاصد بہت بلند نہ تھے۔ صرف ہفتہ وار جلسے منعقد کئے جاتے تھے۔ جن میں مشرقی تاریخ۔ اثریات۔ سائنس اور لٹریچر پر مضامین پڑھے جاتے تھے۔ منتخب مضامین "ایشیاٹک ریسرچز" کے نام سے شایع ہوتے تھے۔

۱۸۰۶ء میں سوسائٹی نے ایک نئی زندگی حاصل کی۔ جب مسٹر ایچ۔ ٹی۔ کول بُرک اسکے صدر قرار پائے۔ ۵۰۰ روپے ماہوار کی سرکاری گرانٹ بھی عطا ہوئی۔ ۱۸۱۴ء میں سوسائٹی نے ایک میوزیم بنا لیا۔ جس میں مشرقی اشیا کی نمایش ہوتی تھی۔

۱۸۲۹ء میں کیپٹن ہربرٹ نے ایک ماہواری رسالہ نکالا۔ جسکا نام Gleanings in Science تھا۔ ۱۸۳۲ء میں اس رسالے کا نام تبدیل کر دیا گیا۔ اور جرنل ایشیاٹک سوسائٹی کے نام سے موسوم ہوا۔ جسکے ایڈیٹر مسٹر پرنسپ مقرر ہوئے۔

یہ سوسائٹی آج تک علوم مشرقیہ کی گراں قدر خدمت انجام دے رہی ہے۔ اس کے زیر انتظام بے شمار عربی۔ فارسی۔ سنسکرت کتابیں عمدہ طریق پر طبع ہو کر شایع ہوئیں۔ بعض تاریخی کتابوں کے ترجمے شایع کئے گئے ہیں۔ جن میں اہل ملک کے سامنے ریسرچ اور تحقیق علمی کا نیا اسلوب پیش کیا گیا ہے۔ سوسائٹی کا جرنل نہایت کار آمد اور مفید ہے۔ اور اعلےٰ علمی تحقیقات سے پر ہوتا ہے۔

فارسی کا الغا

فارسی کی اس سرکاری سرپرستی کو ابھی بیس پچیس سال بھی نہ ہوئے تھے کہ ملک میں بعض نئی تحریکوں کی بنیاد پڑ گئی۔ ہندوؤں کی ایک جماعت نے علوم مشرقیہ کے خلاف انگریزی علوم کی تحصیل و تعلیم کے لئے درخواست کی۔ جن میں راجہ رام موہن رائے

۵ - کانپور فری سکول - سنہ ۱۸۲۰ء کے قریب کھولا گیا - فارسی پڑھائی جاتی تھی -

۶ - دہلی کالج - سنہ ۱۸۲۷ء سے پہلے کھلا - اس میں سے بعض نہایت قابل افراد تربیت پاکر نکلے -

۷ - دہلی مدرسہ - "مدرسہ غازی الدین حیدر" کی مرمت کی گئی اور مسٹر ٹیلر کے زیر انتظام یہاں فارسی وغیرہ کی تعلیم کے لئے کلاسیں کھولی گئیں -

۸ - فریزر دہلی سکولز - مسٹر فریزر نے سنہ ۱۸۱۴ء میں اضلاع دہلی کے زمینداروں کے بچوں کے لئے بعض پرائمری سکول کھولے - جن میں فارسی لکھنے پڑھنے کا انتظام تھا - ان مدارس پر صاحب موصوف ۲۰۰ روپے کے قریب اپنے جیب سے خرچ کیا کرتے تھے - کچھ عرصے کے بعد مسٹر فریزر نے مسٹر ڈبلیو - بی - بیلی چیف سکرٹری گورنمنٹ کے نام ایک چٹھی لکھی - جس میں یہ درخواست کی کہ ان مدارس کے لئے حکومت کی جانب سے کچھ گرانٹ ملے - کیونکہ ۲۰۰ روپے ماہانہ کا خرچ اس کے لئے ناقابل برداشت ہے اور اگر انکی سرپرستی سرکاری طور پر نہ کی گئی تو یہ مدارس زیادہ دیر تک نہ چل سکیں گے - افسوس کا مقام ہے کہ پبلک انسٹرکشن کمیٹی نے اس درخواست کو بدیں وجہ مسترد کر دیا کہ حکومت کے پاس رقم بہت کم ہے - اور وہ ان مدارس کی امداد کے لئے کچھ نہیں نکال سکتی -

ان مدارس کے علاوہ بعض اور مدارس بھی تھے جن میں فارسی پڑھائی جاتی تھی مثلاً ہگلی امام باڑہ - میرٹھ فری سکول - ڈھاکہ فری سکول - مرشد آباد کالج اور سکول وغیرہ جن کا مفصل حال فشر صاحب کے تذکرے سے دستیاب ہوگا -

ایشیاٹک سوسائٹی بنگال :

سنہ ۱۷۸۴ء میں علوم مشرقیہ کی ترویج و ترقی کی غرض سے ایک سوسائٹی کا افتتاح

---

۵۷ Carey, Good old days, i, 417.

اور سکولوں کے فوری افتتاح پر بہت زور دیا۔

حکومت ہند نے اس مقصد کے لئے خاص رقوم وقف کرنے کا اعلان کیا اور سکول اور مکاتب کھولے گئے۔ چنانچہ اس زمانے میں بہت سے بڑے شہروں میں فارسی عربی اور سنسکرت کے مدارس کا افتتاح ہوا۔ جہاں ان زبانوں کے ساتھ ساتھ انگریزی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ یہاں ہم ان سکولوں کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں۔ جہاں باقی مضامین کے علاوہ فارسی پڑھائی جاتی تھی :۔

۱۔ کلکتہ مدرسہ (جسکا ذکر اوپر آچکا تھا)

۲۔ آگرہ کالج۔ جو ۱۸۲۲ء میں کھولا گیا جسکے اخراجات کا کثیر حصّہ گنگادھر پنڈت کے وقف سے ادا کیا جاتا تھا۔ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ اس میں فارسی عربی۔ سنسکرت اور ہندی کی تعلیم دی جائے۔ پہلے پہل انگریزی تعلیم نہ تھی۔ لیکن ۱۸۲۷ء میں ایک انگریزی کی جماعت بھی کھول دی گئی۔ یہ کالج تعلیم کا ایک اہم مرکز تھا اور اس سے بعض نہایت قابل لوگ تعلیم حاصل کرکے نکل چکے ہیں۔ مثلاً سیل چند مصنف تفریح العمارات اور مانک چند مصنّف عمارات الاکبر وغیرہ

۳۔ بریلی سکول۔ بریلی میں ۱۲۱ سکول موجود تھے جہاں عربی فارسی کی تعلیم دیجاتی تھی۔ بریلی کے نواح میں ۲۲۰ سکول تھے جہاں فارسی اور حساب کی تعلیم ہوتی تھی۔

۴۔ بنارس سکول۔ ۱۸۱۸ء میں کھولا گیا۔ اس مدرسے کے ابتدائی اخراجات کے لئے جے کشن گوپال نے ۱۸۱۴ء میں ۲۰ ہزار کی رقم عطا کی تھی۔ اس میں انگریزی فارسی۔ ہندوستانی۔ بنگالی اور حساب کی تعلیم ہوتی تھی۔ گورنمنٹ کی طرف سے ۳۰۲۲ کی گرانٹ سالانہ ملتی تھی۔

ط Educational Records, Sharp. i 185

اہم تبدیلیاں اور اصلاحات کی گئیں۔ ۱۸۵۲ء میں ڈاکٹر سپرنگر نے تعلیم کے قدیم طریقے پر شدید اعتراضات کئے اور کہا کہ ان زبانوں کی تعلیم اور مطالعہ سے اصلی غرض یہ ہونی چاہیئے کہ ان کی لغت اور فلالوجی کو جدید طریق پر مرتب کیا جائے۔ بعض اطراف سے فارسی کے خلاف جو مہم جاری کی گئی تھی۔ اسکا جواب دیا گیا۔ اور ڈاکٹر سپرنگر نے اس زبان کے ابقا کو بدلائل ثابت کیا جو مفصل طور پر "مدرسہ عالیہ کی تحقیقاتی رپورٹ از سپرنگر" میں موجود ہیں۔

مدرسے میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ چنانچہ آجتک مدرسہ عالیہ ایک اعلیٰ مرکز کی حیثیت سے موجود رہا ہے۔ جس میں کرنل فلٹ اور سر ڈینسن راس جیسے فضلا موجود رہے ہیں۔

فارسی تعلیم کی سرپرستی:

انیسویں صدی کے ساتھ ساتھ ایک نئی تعلیمی تجویز سامنے آئی۔ اور عوام کی تعلیم کے مسئلے نے حکام کمپنی کی توجہ کو اپنی جانب کھینچا۔ لارڈ منٹو اپنی یادداشت (مؤرخہ ۱۸۱۱ء) میں لکھتے ہیں:۔

"کہ ہندوستانیوں کے علوم تدریجاً زائل اور فنا ہو رہے ہیں۔ ان میں قابل لوگوں کی کمی ہو رہی ہے۔ کسی شعبۂ علم کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام نہیں۔ لارڈ منٹو کے خیال میں اس کس مپرسی کے نتائج نہایت خطرناک ہوں گے۔ اور ہندوستانیوں کے علوم تباہ ہو جائینگے۔ تاوقتیکہ خود گورنمنٹ ان کے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ کرے۔ ایسا ہونا ضروری ہے"۔

اس زبردست اور پر زور اپیل کا یہ اثر ہوا۔ کہ ۱۸۱۳ء کے ایسٹ انڈیا ایکٹ میں پبلک تعلیم کے حق کا سرکاری طور پر اعتراف کیا گیا۔ ۱۸۱۵ء میں لارڈ موئرا نے کالج

لہ ایضاً۔ ص ۱۹،

جزو قرار دیا گیا۔

لیکن حکومت کی عام حکمت عملی جو بھی ہو بعض نیک دل اور ہمدرد افسروں نے ذاتی شوق اور توجہ کی بنا پر اس تاریخ سے بہت پہلے رعایا کے لئے بعض مدارس کا انتظام کیا۔ جنکے اخراجات کو یا تو وہ اپنے جیب خاص سے پورے کرتے تھے یا بعض اوقاف کی آمدنیوں سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

وارن ہیسٹنگز:

وارن ہیسٹنگز جو ۱۷۷۲ء میں فورٹ ولیم کلکتہ گورنر مقرر ہوا۔ علوم مشرقیہ کا زبردست حامی تھا وہ خود فارسی جانتا تھا جسکا ثبوت یہ ہے کہ ۱۷۵۵ء میں شمالی علاقوں میں تجارت کے امکانات معلوم کرنے کے لئے جو تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہوئی تھی۔ اسکی پیشوائی کا بار وارن ہیسٹنگز کو ہی اٹھانا پڑا تھا جو شمال کے کئی درباروں میں گیا جہاں فارسی میں کام کاج ہوتا تھا[۱]۔

مدرسہ عالیہ کلکتہ:

۱۷۸۱ء میں اسی گورنر کی کوششوں سے کلکتے میں ایک اسلامی مدرسے کا افتتاح ہوا جو بہت حد تک ایک وقف کی آمدنی سے چلتا تھا۔ اس مدرسے کا مقصد یہ تھا کہ اس میں مسلمان نوجوانوں کی سرکاری عہدوں اور ملازمتوں کے لئے تربیت کی جائے۔ اس میں زیادہ تر عربی اور فارسی زبانوں کی تعلیم و تلقین ہوتی تھی۔ نیز دینیات کے ضروری اسباق بھی پڑھائے جاتے تھے۔

مدرسہ کی کارگزاری چنداں تسلی بخش ثابت نہ ہوئی۔ چنانچہ ۱۸۲۰ء میں اسکے دستور اساسی اور انتظام پر دوبارہ غور کیا گیا اور اس میں چند ترامیم کی گئیں۔ ۱۸۵۴ء میں ایک اینگلو پرشین شعبہ بھی کھولا گیا اور "عربی شعبہ" کی تعلیم کے انتظام میں بعض

---

[۱] Monckton Jones, Warren Hastings in Bengal P. 5
Educational Records Sharp : p

یہ معلوم ہوتی ہے کہ انگریز ججوں کے لئے فارسی تعلیم ازبس مشکل تھی۔ وہ زبان سے کماحقہ' واقف نہ ہوتے تھے اور انہیں بہت حد تک سررشتہ داروں کا دست نگر ہونا پڑتا تھا۔ غرض انتظام میں بہت خلل واقع ہوتا تھا اور دادرسی کے وسائل اور ذرائع محدود ہوتے جاتے تھے۔ جان شور لکھتے ہیں:۔

"کہ انگریز مجسٹریٹوں کی فارسی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ سارے محکمہ عدلیہ میں بمشکل تیس آدمی ایسے نکلیں گے۔ جو پولیس رپورٹ کا صحیح ترجمہ کرسکتے ہیں اور دس آدمی بھی ایسے نہیں ملینگے۔ جو اس رپورٹ کا ضروری جواب صحیح فارسی میں لکھ سکتے ہوں"

تاہم اس عدالتی پوزیشن کی وجہ سے کافی عرصے تک فارسی کی اہمیت پبلک میں قایم رہی اور لوگ ان ضرورتوں کی بنا پر اسے حاصل کرتے تھے۔

۴۔ فارسی کی عام تعلیم

"انگریزوں کے عہد میں پہلے پہل تو تعلیم کے مسئلے کو نظرانداز کردیا گیا۔ اسکے بعد سختی سے اسکی مخالفت کی گئی۔ پھر ایسا سسٹم جاری کیا گیا جسے اب عام رائے نے غلط قرار دے دیا ہے۔ آخرکار اسے وہ صورت نصیب ہوئی جس میں اُسے آجکل ہم دیکھتے ہیں[۱]"۔

ہاول صاحب کے ان الفاظ میں "عہد انگلشیہ میں تعلیم" کی ایک مجمل سی تاریخ موجود ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے پبلک کی تعلیم کے مسئلے میں ۱۸۱۳ء تک کوئی دلچسپی نہیں لی۔ غالباً پہلے پہل اسی سال تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اسے مسائل ملکی کا اہم

۱؎ Educational Records, Sharp, P. 7.

ترجمے ایچیسن کی کتاب میں موجود ہیں -

۴ - متفرقات

۳ - عدالتی زبان

اوائل کار سے فارسی عدالتوں میں مستعمل رہی - سر جان[1] شور ایک مقالے میں فارسی کو بہ حیثیت عدالتی زبان اختیار کرنے کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فارسی ازمنہ قدیمہ سے رائج چلی آتی تھی اور لوگ اس سے مانوس تھے - اس کے علاوہ فارسی لکھنے پڑھنے میں سب زبانوں کی نسبت زیادہ آسان تھی - اس لئے انگریزوں نے پہلے پہل اس زبان کو عدالتوں میں قایم رکھا - مولانا عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ تفویض دیوانی بنگالہ کے وقت' فارسی کا ابقا بھی ' معاہدے کی اہم شرائط میں سے تھا - بہر حال انگریز مجسٹریٹوں کو فارسی میں مہارت حاصل کرنی پڑتی تھی - جس کے بغیر وہ اپنی اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے - دیوانی محکمہ کے لوگوں اور ترجمانوں کو فارسی کے امتحانات پاس کرنے پڑتے تھے - ضابطہ ہائے قانون کے فارسی میں ترجمے موجود تھے - اور وکیلوں کے لئے اس کی نگہداشت لازمی تھی -

جان[2] شور جو فارسی کے الغا کے زبردست محرکوں میں سے ہیں - فرماتے ہیں - کہ فارسی کے رواج کا ایک برا پہلو یہ تھا - کہ فریقین مقدمہ کارروائی میں صحیح طور پر حصہ نہ لے سکتے تھے - اس لئے کہ آہستہ آہستہ عوام سے فارسی سمجھنے کی استعداد زائل ہو رہی تھی - اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کو وکیل اور مختار کی ضرورت پڑتی تھی - لیکن اصل بات

---

[1] J. Shore, notes on Indian affairs, ii, 33 - 35.

[2] Notes, ii, 29, 30.

۲۔ حکومت ہند کا پرشین ڈیپارٹمنٹ[1]

۱۷۵۷ء کے بعد جب انگریز سراج الدولہ کے مقابلے میں فتحمند نکلے اور ملک میں ان کی سیاست اور حکومت کا وقار قایم ہوگیا۔ تو حکومت نے "شعبۂ فارسی" کو از سرِنو منظم کیا۔ اسے نئی شکل دی اور زیادہ وسیع اصولوں پر اسکی مختلف شاخیں قایم کیں۔

۱۸۰۱ء تک اس شعبے کا مہتمم "پرشین ٹرانسلیٹر" کہلاتا تھا۔ لیکن اس تاریخ کے بعد اسے "پرشین سکرٹری" کہنے لگے۔ اس عہدہ دار کے بہت سے یورپین معاون ہوتے تھے۔ جن کے لئے فارسی سے واقف ہونا ضروری تھا۔

۱۸۳۰ء میں "پرشین سکرٹری" کا عہدہ بھی منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن یہ محکمہ تمامہ پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کے زیر اہتمام آگیا۔ جہاں اسکا نام "دفتر فارسی" یا "پرشین آفس" ہوا۔

اس محکمے کے مختلف کام ہوتے تھے۔ مثلاً مختلف ریاستوں اور سلطنتوں کے ساتھ سیاسی معاہدات، مراسلات و فرامین کی تحریر وغیرہ، ایک خاص زمانے تک پاسپورٹ وغیرہ بھی اسی دفتر سے ملتے تھے اور تعلیم کے مسائل و مباحث بھی اس سے متعلق تھے۔

حکومت ہند کے "فارسی مسودات" (۱۷۵۹ - ۱۸۵۹) چار حصّوں پر مشتمل ہیں۔

۱۔ مراسلات۔ جن میں بھی خطوط آمدنی۔ بھی حضوری۔ بھی سکرٹری شامل ہیں۔
۲۔ پرشین ڈیپارٹمنٹ کے کوائف اور دربار کے حالات
۳۔ فرامین۔ معاہدات و سندات۔ ان میں سے اکثر فارسی میں ہیں اور ان کے

---

[1] Hand book to the Records of Govtt of India (1748-1859) P.96

"اس عظیم الشان شخص (لارڈ ولزلی) کے عہد میں ملازمین کمپنی میں فارسی علوم کی ترویج کی جتنی کوشش ہوئی۔ نیز اعلےٰ کتابوں کی اشاعت سے علوم مشرقیہ کی حوصلہ افزائی اور تعمیم کی جس قدر سعی ہوئی۔ کسی زمانے میں اسکی نظیر نہیں ملتی"۔

کول بُرک۔ گلیڈون۔ ہیرنگٹن۔ گلکرائسٹ۔ ایڈمانسٹن۔ بیلی۔ لوکیٹ۔ لمسڈن ہنٹر۔ بوچنن۔ کیری۔ بارلو۔ اور ان کے علاوہ بعض اور افاضل کے نام اس امر کی کافی ضمانت ہیں[۵۱]۔ کہ اس کالج میں بہت مفید کام ہوا اور اگر کالج زندہ رہتا اور پرانی روایات زندہ رہتیں۔ تو اب تک علم و فن کا بہت بڑا مرکز ہوتا۔ ہم آیندہ چل کر بعض ان تصنیفات فارسی کا ذکر کریں گے۔ جو اس کالج کے اساتذہ کے قلم سے نکلیں۔ یا جنکا ترجمہ کیا گیا۔

افسوس ہے کہ کمپنی کے ڈائرکٹران، کالج کی اس کارگزاری سے خوش نہ ہوئے اور انہوں نے بہت جلد اسے بند کرنے کی ٹھان لی۔ انہیں یہ شکایت تھی کہ: ―

"کالج کے لئے اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اتنا فائدہ حاصل نہیں ہوتا"[۵۲]

۱۸۰۰ء میں اسکی بندش کے احکام صادر ہو ہی چکے تھے کہ لارڈ ولزلی نے اس کے قائم رکھنے پر اصرار کیا[۵۳] اور ڈائرکٹران سے درخواست کی کہ وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ بہر حال کچھ شنوائی ہوگئی۔ لیکن کالج کی وہ شان نہ رہی۔ تاہم ۱۸۲۸ء تک کالج بدستور اپنے کام میں مصروف رہا۔ تاآنکہ انگریزی زبان کے شیوع و نفاذ کی وجہ سے ملازمین کمپنی کی فارسی تعلیم کی چنداں ضرورت نہ رہی۔

---

۵۱ کیری۔ گڈ اولڈ ڈیز۔ ج ۱۔ ص ۲۰۶،

۵۲ *Educational Records, Sharp, i, 39.*

۵۳ *Wellesley, Despatches, ii, 338.*

"کہ ملازمین کمپنی کی ناقابلیت سے کام بگڑ رہے ہیں اور ان تعلیمی نقائص اور
خامیوں کو دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ایک ایسے کالج کی ضرورت محسوس
ہو رہی ہے۔ جس میں ملازمین کی تربیت کا اچھا بندوبست ہو سکے اور کمپنی
کی ضروریات کو پورا کرنے کا احساس پیدا کیا جائے"

اس عام ضرورت کے ماتحت سنہ ۱۸۰۰ء میں ایک کالج کا افتتاح کیا گیا۔ جسکا نام "فورٹ
ولیم کالج" رکھا گیا۔ اس کی غرض و غایت جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یہ تھی کہ ملازمین کی فارسی
اور دیسی زبانوں کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام کیا جا سکے۔ مسٹر پی۔ ای۔ رابرٹس لکھتے ہیں:-

"تعلیم کے متعلق لارڈ ولزلی کا نظریہ یہ تھا کہ اسکی بنیاد انگلستان میں رکھی
جانی چاہیئے۔ لیکن ہندوستان میں ایک خاص نظام کے ماتحت اس کو
وسیع کیا جائے"

اس کالج میں بعض قابل ترین پروفیسر مقرر کئے گئے۔ جنکی قابلیت میں کوئی شبہ نہیں کیا
جا سکتا۔ کالج کے پہلے اساتذہ و منتظمین کی فہرست یہ ہے:-

جان بیلی	عربی
کرنل کرک پیٹرک	فارسی
فرانسس گلیڈون	
نائل بنجامن ایڈمانسٹن	
ڈاکٹر جان گلکرائسٹ	ہندوستانی

ان صاحبان نے اس کالج کے زیر اہتمام بہت سی مفید کتابوں کو طبع کروایا۔ اور
یہی کالج ہے۔ جس میں بعض مفید علوم کی افتاد پڑی۔ اسی کالج کے سایے میں اُردو کے
درخت میں نئی کونپلیں پھوٹیں اور اسی دارالعلم کی سیاسی فضا میں ہندی نے تربیت
پائی۔ مسٹر کے بی لکھتے ہیں:-

ہرسال دو دو اصحاب مزید روانہ کئے جائیں۔ان متعلمین کو وہ تمام مراعات حاصل ہونگی جو ہندوستان میں رہنے والوں کو حاصل ہونگی۔ بلکہ انہیں مستقبل کی بہت سی خوشگوار توقعات اور منافع بھی ہونگے ۔ ڈائرکٹران کے نزدیک یہ عربی اور فارسی زبان اور ادب کی ٹھوس اور باقاعدہ تعلیم کا بہترین ذریعہ تھا" یہ[۵۱] معلوم نہ ہوسکا کہ اس تجویز کو کبھی عملی جامہ بھی پہنایا گیا یا نہیں۔ لیکن اس تجویز سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کا بوجھ پڑنے کے ساتھ ہی انگریزوں کو فارسی کی سیاسی اہمیت کا پتہ چل گیا اور انہوں نے اسے حاصل کرنے کی منظم اور باقاعدہ کوششیں شروع کر دیں ۔

"وارن ہیسٹنگز" سکول :

ہندوستان میں ان کوششوں کا پہلا نتیجہ اس مدرسے کی صورت میں نمودار ہوا جسکی بنیاد وارن ہیسٹنگز نے رکھی۔ یہ سکول کلکتہ میں تھا۔اس میں انگریزوں کو فارسی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی اور ہندوستانی طلبہ بھی داخل ہوسکتے تھے۔لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس سکول کی تعلیم زیادہ تسلی بخش نہ نکلی۔کیونکہ پورا نصاب حاصل کرچکنے کے بعد بھی متعلمین زبان کی روح سے ناواقف ہی رہتے تھے۔ لہذا کمپنی کی اصلی ضرورتوں کو پورا نہ کرسکتے تھے۔[۵۲]

فورٹ ولیم کالج :

لارڈ ولزلی نے اپنے عہدِ حکومت میں کمپنی کے ملازمین کی تعلیم کو بہتر بنانے پر بہت زور دیا ۔چنانچہ ایک یادداشت[۵۳] میں لکھتے ہیں :—

---

۵۱ Carey, Good old days of John Company, ii, 289.

۵۲ ارباب نثر اردو صـ۲ ،

۵۳ Wellesly, Despatches, ii, 352.

ہوگئی - اور بجائے تجارتی کوٹھیوں کے انتظام کے انکے کندھوں نے ممالک کے نظم و نسق کا بار بھی اٹھالیا تو انہیں فارسی زبان کی تحصیل کے بغیر چارہ نظر نہ آیا - کیونکہ وہ معاملات ملکی کی ہر جزئیات سے بذات خود واقف ہونے کو ضروری سمجھتے تھے - اب فارسی کے ساتھ انگریزوں کی دلچسپی بڑھی اور ہندوستانی ملازمتوں میں گوئے سبقت لے جانے کے لئے اسی زبان کو ترقی کا معیار بنایا گیا - کرنل این میکفرسن[۵] اپنے ایک مکتوب میں (مرقومہ ۱۷۸۶ء) جو بنام جیمز میکفرسن ہے - لکھتے ہیں :-

"مجھے یہ سنکر خوشی ہوئی کہ آپ خوش و خرم ہیں اور فارسی تعلیم کی طرف خاص توجہ دیتے ہیں - عزیز من ! یقین جانئے کہ اس زبان میں اچھی استعداد اور دوستوں کی امداد و معاونت سے اس ملک (یعنی ہندوستان) میں آپ کو ترقی کے اچھے مواقع مل سکتے ہیں . . . . میں آپ سے عرض کروں گا کہ آپ فارسی میں مہارت حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں - اس کے بعد عربی زبان کی تحصیل بھی آسان ہوجائے گی ایک نوجوان جو سمجھدار ہو اور جسے ان زبانوں کی اچھی واقفیت ہو - اس ملک میں اعلےٰ ملازمت حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتا "

ملازمین کمپنی کی تعلیم :

پہلے پہل ملازمین کمپنی کی فارسی تعلیم کا کوئی انتظام نہ تھا - ۱۷۵۵ء میں اس خیال سے کہ کلکتہ اور اس کے قرب و جوار میں فارسی کی تحصیل کا کوئی عمدہ انتظام نہیں ہوسکتا ڈائرکٹران نے یہ ہدایت جاری کی - کہ پہلے پہل پانچ افراد تعلیم کی غرض سے بصرہ روانہ کئے جائیں جو وہاں ایک خاص وقت تک قیام کریں اور فارسی زبان کو حاصل کریں - پھر

---

[۵] Soldiering in India (1764-1787) P. 28, 352.

کارواج عام ہوتا چلا گیا - اور دوسری جانب ورنیکلر کی پشتیبانی شروع کردی گئی تاآنکہ فارسی کی دفتری حیثیت کو منسوخ کردیا گیا - پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ فارسی کی پرجوش حمایت کا زمانہ صرف بیس پچیس سال کی قلیل مدت پر مشتمل ہے - اس زمانے میں گذشتہ حکومتوں کی سنت کے مطابق، فارسی کی درباری عزت کو برقرار رکھا گیا - عدالتوں میں اسکو قایم رکھا گیا - اور کمپنی کے ملازمین کی تعلیم کے لئے بعض مختصر سے مدرسے بھی قائم کئے گئے - ۱۸۰۰ء کے بعد بعض اور مدرسے بھی قایم کئے گئے - جن میں ملکی بھائیوں کو داخلے کی اجازت ہوتی تھی - بعض سکول اور کالج ایسے بھی تھے - جن میں انگریزی کے ساتھ ساتھ فارسی بھی پڑھائی جاتی تھی - چنانچہ یہ طریقہ آج تک چلا آتا ہے - آئندہ سطور میں صرف ان ہی نکات کو ذرا پھیلا کر پیش کرنا مقصود ہے - تاکہ انکے ذریعے، فارسی کے زوال کی داستان بھی ہماری نظروں کے سامنے آسکے -

ایسٹ انڈیا کمپنی کا اولیں دور :-

کمپنی کے پہلے ملازمین جو ہندوستان میں وارد ہوئے ان کا محبوب ترین اور اہم ترین مشغلہ بجز تجارت کچھ نہ تھا - وہ حکومت اور سلطنت کی ذمہ داریوں سے بہت کچھ آزاد تھے - اسلئے وہ ملکی زبانوں کی تحصیل و تعلیم کے سلسلے میں کوئی زیادہ دلچسپی نہ لیتے تھے - مسٹر ہاکنٹن جونز[1] کا بیان ہے کہ بہت کم ملازمین فارسی، ہندوستانی اور بنگالی پڑھنے کی تکلیف گوارا کرتے تھے - چنانچہ اکثر صورتوں میں انہیں "ترجمانوں" کا دست نگر ہونا پڑتا تھا - قدیم ریکارڈز میں ان منشیوں اور وکیلوں کا بہت ذکر آتا ہے -

تھوڑے ہی عرصہ میں کمپنی ایک تجارتی جماعت سے ایک حاکم قوم میں منقلب

---

[1] Warren Hastings in Bengal, P. 5.

کے نام فارسی تھے ۔ بقول مورخ جادو ناتھ سرکار[۱] فارسی کے لئے ایک منشی ہوتا تھا ۔ جو بالعموم کایستھ ہوتا تھا ۔ سکھوں کی حکومت کی بنیاد ایک خالص اسلامی صوبے میں قائم ہوئی ۔ جہاں اسلامی علوم کے بے شمار مراکز موجود تھے ۔ اس لئے انہیں بھی فارسی سے مفر نہ تھا ۔ ان کے عہد میں بہت سے علما و فضلا نے کتابیں لکھیں اور کاروبار سلطنت عموماً فارسی میں ہوتا تھا ۔

انگریزوں کے ابتدائی عہد میں پنجاب اور بنگال میں متعدد مکاتب اور مدارس موجود تھے ۔ آرنلڈ صاحب[۲] کا بیان ہے کہ ان سکولوں میں ہندو متعلم زیادہ ہوتے تھے حالانکہ پنجاب میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی ۔ لارڈ مٹکاف[۳] ایک یادداشت (مورخہ ۱۲ مئی ۱۸۳۲ء) میں رقمطراز ہیں کہ "فارسی زبان کا عوام میں بہت رواج ہے اور ملک کے تقریباً تمام طبقات اس سے روشناس ہونے کو ضروری سمجھتے ہیں ۔ یہ زبان شیریں، جامع، سلیس اور آسان ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان میں تمام زبانوں کی نسبت زیادہ سمجھی جاتی ہے" ۔

انگریز اور فارسی

انگریزوں نے فارسی زبان کی کماحقہ سرپرستی نہیں کی ۔ ۱۸۱۳ء تک حکومت نے تعلیمی پروگرام تک بھی مرتب نہیں کیا تھا ۔ ۱۸۱۴ء کے بعد جب عوام کی تعلیم کا انتظام حکومت نے اپنے ذمے لیا تو اسوقت فارسی کی سرپرستی کے کچھ مواقع پیدا ہوئے ۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں اسکے دو حریف میدان میں کود پڑے ۔ یعنی ایک طرف انگریزی زبان

---

[۱] سرکار سیواجی ۔ ص ۴۶۵

[۲] Arnold, Report on the Education of the Punjab [Educational Records, II, P. 290].

[۳] Kaye's papers of Lord Metcalfe.

بدرقه هر که درین راه بود ورد توکلت علی الله بود

من که همه لاف تحمل زنم شاید اگر دم ز توکل زنم

بندهٔ پروردهٔ نعمت منم وانکه کند خواهش زحمت منم

هر که ز نعمت سخنی گفته است گوهر شکری بمثل سفته است

آنک تحدث بنعم می کند شکر خداوند کرم می کند

مرهم از انعام کریم قدیم گر سخنی عرضه کنم بر حکیم

عیب نباشد که براهل نظر تا شود از بخشش من پر خبر

ماه رجب یک شبه روشن چو روز شمع هدایت شده مجلس فروز

هفدهم از رویت قوس الهلال رفته ز هجرت الف و سین و ذال

دیده گریان مرا برده خواب باغ عذارم شده محروم از آب

روی سوی قبله و دل دردناک شسته بخوناب جگر چهره پاک

گشته پر از نور افق تا افق بسته ز انوار فلک را تتق

کون و مکان پر ز نسیم بهشت گشته معطر همه صحرا و کشت

باد عنایت چو وزیدن گرفت دشمنم انگشت گزیدن گرفت

تنگ دلی آمد و گفت ای فقیر غمزده گشتت بدامی اسیر

در گل دیوار گرفتش کسی ناله رسانید بگردون بسی

سر ز گل تیره برون کرده است دیده ازین واقعه خون کرده است

لطف کن از راه کرم نه قدم بر سر نه طاق فلک زن علم

سر بنه و دست شفاعت بدار ناله کن و قطره اشکی ببار

جان سبک رو چو عزیمت نمود جذبهٔ لطفش ز مکان در ربود

چون بسرا پردهٔ عزت رسید دید ز الطاف و کرم آنچ دید

محرم خاصش پدر این گدا — رفت همان هفته ز دار الفنا
بندهٔ بی توشه درین گوشه ماند — کشته دروند همین خوشه ماند
غم زدهٔ بی دل و دشمن هزار — گل شده از باغ و چمن پر ز خار
سیل جفا روی بدین خانه کرد — کلبهٔ درویش چو ویرانه کرد
کوشش و جهد از مدد روح پیر — کرد درین بقعه بسی این فقیر
صحبت هر طایفهٔ یافته — جز ز پی فایده نشتافته
از علما و فضلاء زمان — گشته دل غمزده ام شادمان
چاکر ارباب طریقت شده — و از پی اصحاب حقیقت شده
دست دلم خادم جان هر نفس — مروحه لاحول و شیاطین مگس
خرقه بکاموبه گرفتم ز پیر — آنکه در آن عهد نبودش نظیر
قدوهٔ اقطاب [illegible] دین را امام — حضرت او بود علیه السلام
با من بیچاره برادر رفیق — بود و نبودم بجز او کس شفیق
یاری از و دیده ام و اتحاد — قاعدهٔ خدمت و شرط وداد
ملجاء اخوان صفا مجد دین — کامل و صاحب دل و عزلت گزین
همدم و هم خرقهٔ من پیش پیر — نیز صفت راست رو و گوشه گیر
شمع بود چون بشبستان رسد — ابر بهاری چو به بستان رسد
هر که برادر بودش یار غار — زود بسامان شودش کار و بار
من که بهر موی تن درد ناک — یافته ام طعنه زن زیر خاک
هر طرف شهر که کردم گذر — تربت خصمی بودم در نظر
آنکه دل ریش من آزرده است — بی سبب کن نیکون مرده است
آنکه درین راه قدمی کژ نهاد — دست قضا داد سر او بباد

شد زپی کار کل خانقاه   رفت باتمام در آن چند گاه
صومعه و مسجد و محراب ساخت   مطبخ و سقایه و پایاب ساخت
خادم او خاک رهِ یک بیک   مطبخ او دشمن جان نمک   (ق ۳۷ الف)
جای مسافر نبوا شد درو   حاجت درویش روا شد درو
حجرهٔ او جای مسافر شده   منزل خوش دیده مجاور شده
چون در این بقعهٔ میمون گشود   ششصد و شصت و ششمین سال بود
منزل حجاج شده اهل علم   مسکن شایستهٔ ارباب حلم
سدهٔ او گشت محط رحال؎   منزل ابدال و مقام رجال
خلوتیانش ملکوتی مقام   پردگیانش جبروتی خیام
وقت پدید آمد و ادرار نیز   مجمع پاکان شد و ابرار نیز
سبحه و سجادهٔ طاعت درو   فوت نشد ورد جماعت درو

بود درو مجمع اهل صفا
کس نشنیده ز مقیمش جفا

فصل چهارم

در تاریخ وفات قدس الله سره و شرح احوال خود

هفتصد و تریخ زهجرت چو رفت   واز صفر آن روز همانا که هفت
منزل او روضهٔ فردوس گشت   نامهٔ شادی دلم در نوشت
تکیه بفرزند برادر گذاشت   آنکه چو فرزند گرامیش داشت

؎ اصل: محیط رجال ۱۲

بر سر آن شمع چو مقراض راند — خرقه بپوشاند و بخلوت نشاند
با نفسی گرم و دلی آتشی — کرد در آن بقعه ریاضت کشی
کار ریاضت بنهایت رساند — مرتبهٔ فقر بغایت رساند
یافته از دولت چند اربعین — مرتبهٔ عالی اهل یقین
پردگی خلوت خاص آمده — کاشف اسرار خواص آمده
گشته بتشریف نوازش عزیز — خرقه و سجاده و مقراض نیز
یافته منشور خلافت ز پیر — کرده بدو روی غنی و فقیر
یافته در مرتبه کاملی — پایهٔ تکمیل ز صاحب دلی
عزم وطن در سرش آمد پدید — مرغ دلش سوی نشیمن پرید
شیخ چو شد واقف سر ضمیر — دل نگران گشت بحال فقیر
داد مثالش که روانش شود — با سر یاران یگانش شود

فصل سیوم

در باز آمدن قدس الله سره و بناء خانقاه

رفت اشارت که یکی خانقاه — در وطن از بهر فقیران راه
سعی نمایند و عمارت کنند — یاوری اهل زیارت کنند
داد نشانش که رباطی خراب — از پی تکرار زمان شباب
گشت مقام تو و آنجا بفال — زود نشینی سبقت در خیال
نسبت آن گوشه بها کرده اند — در ازلش برگ و نوا کرده اند
خاطر ازان زاویه آسوده دار — فکر مکن گوشش بفرموده دار
خواجه چو آورد بفرمان گذار — کرد مشرف بقدوم این دیار

فصل دوم در رفتن قدس الله سره بکامویه

کرد عزیمت بدیار عراق — کرده گروهی ز کبار اتفاق

حضرت شیخ از ره کشف و یقین — گفته بر خلوتیان گزین

مژده که یک گوهر پاک نفیس — با دو سه همراه کریم انیس

آرزوی صحبت ما کرده اند — روی بدین زاویه آورده اند

خطهٔ کرمان که بود دلپذیر — گشت حوالت گهِ این گوشه گیر

خواجه در آن ره شبی از درد سر — هیچ نیاسود دمی تا سحر

شیخ بکامویه خبردار شد — فاتحه خوانان ز پیِ کار شد

صبح دمش داد خلاص از صداع — کرده ام این قول ز پیران سماع

خواجه بکامویه چو نزدیک شد — آمده از زاویه جمعی بدشت

شیخ فرستاده به پیش رهش — راه نمایان بحوالت گهش

پرسش و اعزاز چو تقدیم رفت — هرچه[۱] که فرض است ز تعظیم رفت

نسخه نمودند که گاه صداع — کرده شد این نکته ز حضرت سماع

قصهٔ بیرون شدن شهر نیز — گفته بشرح آن دو سه یار عزیز

جمله روان گشته سوی خانقاه — کرده فراموش همه رنج راه

خاک در کعبهٔ اهل صفا — شد لب آن طایفه را بوسه جا

خواجه بتائید خداوند حی — برد بران بقعهٔ فرخنده پی

بر در آن قطب زمان بار یافت — دیده او دولت دیدار یافت

---

[۱] برحاشیه: هرچه کنی فرض ز تعظیم رفت،

خواجه احمد دل محمود نام　　دین نبی عربی را نظام

سال ز هجرت چو رسیدش بهفت　　در صدد زمرهٔ حفاظ رفت

فقه و حدیث و ادب و تفسیر و نحو　　هیچ نه کرد از ورق سینه محو

علم تصوف ز تعرّف گرفت　　گوشهٔ و ترک تکلف گرفت

کلک و دوانش گه و بیگاه پیش　　کرد کتب خانه پر از خط خویش

کشور تقوی اش مسلم شده　　نزد خداوند کرم شده

رفته چهل سال که در راه دین　　پهلوی او کرده وداع زمین

رخ که تکرار برین گوشه کرد　　خردهٔ از خوان پدر توشه کرد

این طرف از جملهٔ ویرانها　　بی در و بی سقف همه خانها

روز گذشتی که کسی زین دیار　　بر سر این کوی نکردی گذار

یاد گرفتی سبقی در زمان　　جهت تکرار ندیده زبان

خواجه درین زاویه گاه سکون　　یافتی آرامش تب درون

در بشل جای دگرگون شدی　　نوبت تکرار وی افزون شدی

ناگهش آمد سحری در ضمیر　　دادن دستی ز ارادت به پیر

خواجهٔ کونین علیه السلام　　کرد نگاهش نظری در منام

رفت اشاره که ازین تنگ نای　　رخ بعراق آر و بگام در آی

حضرت با نصرت قطب الزمان　　قدوهٔ صاحب نظران جهان

قبلهٔ ارباب صفا زین دین　　هادی و سر حلقهٔ اهل یقین

رفت حوالهٔ بوی ارشاد تو

حکم چنین رفت در ایجاد تو

جہانگیر کی توزک میں بعض موقعوں پر جو ہم دقیق ہندی کا پرتو دیکھتے ہیں وہ زیادہ تر برج کے زیر اثر ہے مثلاً اکبر بادشاہ جامہ کا نام سرب گاتی، لنگی کا پت گت، برقع کا چترگپت جوتے کا چرن دہرن اور عورتوں کے موباف کا نام کیس گہن رکھتا ہے۔ اکبر کی یہ اپج چونکہ اردو زبان کے رجحان کے خلاف تھی مقبول عام نہیں ہوئی۔ ابوالفضل کے ہاں بعض اور ایسے الفاظ ملتے ہیں جو برج کے لہجہ میں مرقوم ہیں مثلاً لہورا ۔ بڈہل ۔ پاکر ۔ بجورا ۔ سنگھارہ ۔ گڈہل ۔ چیڈہ ۔ رُہیرا جو اردو میں لہوڑا ۔ بڑھل ۔ پاکڑ ۔ بجوڑا ۔ سنگھاڑا ۔ گڑہل ۔ چیڑ ۔ ریہڑا بولے جاتے ہیں ۔ یہ یاد رہے کہ اردو کی ڑ برج میں رای مہملہ یا دال ہندی سے بدل جاتی ہے ۔

علیٰ ہذا ہاتھیوں کے ناموں میں بھی اسی زبان کا اثر ہے ۔ اردو میں ہاتھی کا لفظ آج بھی عام ہے اور جب بھی تھا ۔ بابر اور اسکے پیشرو ہاتھی لکھتے ہیں ۔ مگر اکبر اور جہانگیر کے دور میں ہاتھی کے جو نام رکھے جاتے ہیں اکثر اوقات گج کی ترکیب کے ساتھ لائے گئے ہیں مثلاً رتن گج فتح گج ۔ گجراج ۔ بنجی گج ۔ صورت گج وغیرہ ۔ ان ناموں میں فارسی کا اثر بھی دیکھا جاتا ہے جو اردو میں قدیم سے موجود ہے یعنے اسم فاعل ترکیبی کی طرز میں مرکب نام رکھنا مثلاً بخت جیت ۔ فوج سنگار ۔ جگت جوت وغیرہ ۔ یہ ترکیب اردو میں آج بھی مستعمل ہے مثلاً ہوہے مار ۔ دل پھینک ۔ مینہ چیٹ ۔ سنسنی خیز وغیرہ ۔ جہانگیر آپ کو یاد ہوگا ایک مقام پر شیر مار لکھ گیا ہے ۔ علاء الدین خلجی متوفی ۷۱۵ھ کے عہد میں بھی یہ ترکیب رائج تھی ۔ اس کے دربار میں ایک امیر کا عرف ہرن مار تھا ۔

محمود شیرانی

توان گفت منٹ جلد دوم '

جب عالمگیر ۱۰۶۹ھ میں شاہ شجاع کے ساتھ جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے روشن ضمیر نے پیشگی اس جنگ کی مبارک باد فتح ذیل کی رباعی میں دی ہے اور جب بادشاہ جنگ کے لئے سوار ہو رہا تھا اسوقت سنائی ہے ؎

اے حرز تو سورۂ تبارک بادا	پیوستہ ترا تاج بتارک بادا
جستم ز پے شگون فتحت تاریخ	دل گفت رشو دفتح مبارکباد ا)

عالمگیر کو یہ رباعی بہت پسند آئی اور پانچہزار روپیہ شاعر کو انعام میں مرحمت کیا۔

ان سطور سے جو میں نے ان دو قسطوں میں سنائی ہیں آپ حضرات اندازہ کر سکتے ہیں کہ اردو زبان مغل دربار میں ابتدا ہی سے موجود ہے اس زبان کے سینکڑوں الفاظ مغلیہ مورخین نے اپنی فارسی تاریخوں میں استعمال کئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبان ان ایام میں اگرچہ تحریر میں نہیں آئی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے روزمرہ کی بول چال میں ملازموں گھر کی عورتوں۔ مسافروں۔ پیشہ وروں۔ ہندوؤں اور غیراقوام کے ساتھ برابر استعمال میں آرہی ہے۔ اردو کے تحریری نمونے جو اس عہد سے تعلق رکھتے ہیں آج دستیاب نہیں ہوتے اور نہ ان ایام میں اس زبان میں شعر و ادب پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے البتہ گاہے ماہے بعض اہل قلم نے تفنناً کچھہ کچھہ لکھا ہے۔ مثلاً بابر کا شعر۔ جمالی اور نوری کے ریختہ۔ سید مبارک اور علامہ سعد اللہ خاں کے فقرے اور سب سے آخر میں محمد افضل کی بکٹ کہانی ہے جو ہمارے سامنے ان ایام کی اردو کے نمونے پیش کرتی ہے۔ اس بکٹ کہانی کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس عہد کی اردو پر برج کا اثر ہے۔ یہ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دسویں صدی ہجری کی ابتدا سے گیارھویں صدی ہجری کے وسط یعنے تقریباً ڈیڑھ سو سال تک دار السلطنت دہلی سے آگرہ میں منتقل ہو جاتا ہے جو شہر گوالیاری یا برج زبان کے علاقہ میں واقع ہے۔ یہاں برج نے اردو پر اپنا رنگ چڑھایا ہے۔ ابو الفضل کی آئین اکبری اور

وہ عورت مسلمان ہو کر مولانا کی اہلیہ بن گئی - مولانا ۱۰۳۵ھ میں انتقال کرتے ہیں -

ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ مولانا نے گوپال اپنا نام اس وقت رکھا ہے جب وہ ہندو بنے ہیں - اس طرح افضل اور گوپال ایک ہی شخص کے دو نام ہو گئے -

والہ اپنے تذکرہ میں افضل کی بکٹ کہانی کا ذکر نہیں کرتا ہے - اس سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ بکٹ کہانی والا افضل اور والہ کا افضل ممکن ہے کہ دو مختلف شخص ہوں مگر ہمیں یاد رہے کہ والہ محمد افضل کا ذکر بحیثیت شاعر فارسی زبان کر رہا ہے اور اسے ان کے اردو کارنامہ سے کوئی تعلق نہیں ہے - والہ انہیں ہندی اور فارسی کا شاعر بیان کرتا ہے بکٹ کہانی کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکا قائل فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتا ہے کیونکہ بکٹ کہانی میں بکثرت فارسی شعر اور مصرع آئے ہیں - ایک عام بات ان میں مبتلائے عشق ہونا ہے جو ایک بیان کی رو سے ایک ہندو لڑکے گوپال پر ہوتا ہے - دوسرے بیان کی رو سے ایک عورت پر - لیکن گوپال کے ساتھ عشق کا قصہ غلط محض ہے - اسکی تردید بکٹ کہانی کے اس شعر سے ہو رہی ہے جس میں گوپال نام درج ہے - کیونکہ گوپال خود افضل کا دوسرا نام ہے - افضل نے اپنا نام گوپال کیوں رکھا - اس کی وجہ والہ کے بیانات کے سوا اور کہیں نہیں ملتی - ان بعض امور پر نظر ڈالتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ افضل پانی پتی اور بکٹ کہانی کا مصنف ایک ہی شخص ہے -

افضل کے کلام کا نمونہ چونکہ میں اورینٹل کالج میگزین اور پنجاب میں اردو میں دے چکا ہوں - اس لئے یہاں اسکے دوہرانے کی ضرورت نہیں -

شاہجہاں کے دور میں ہمیں ایک اور شخص روشن ضمیر نامی ملتا ہے جسکو خافی خاں ثانی امیر خسرو بیان کرتا ہے - منتخب اللباب میں مرقوم ہے :-

" روشن ضمیر کہ از روشنضمیران صاحب کمال و مستعدان آن زمانہ گفتہ می شدو در نظم و نثر فارسی و اشعار ہندی مشق او بجاے رسیدہ بود کہ امیر خسرو ثانیش

یہ بزرگ بظاہر دکن سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہاں محمد افضل کے متعلق بھی چند الفاظ کہنے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ انکے وطن اور شخصیت کے متعلق سخت اختلاف ہے۔ میرے پاس جو بیاض ہے اس میں انہیں جھنجھانوی لکھا ہے۔ قایم اپنے تذکرہ میں انکو پوربی کہتا ہے۔ لکھتا ہے :-

"مردیست از سکان دیار مشرق و مثنوی بکٹ کہانی بر صفحۂ روزگار از وے یادگار است (ص۳۵ مخزن نکات)

میر حسن فرماتے ہیں :-

"از قدیم است کدام ہندو بچۂ گوپال نام بود کہ برو عاشق شدہ حسب حال خود بارہ ماسہ عرف بکٹ کہانی گفتہ کہ اکثر کہتریاں و گاینان مشتاق اوی باشند ص۱۴"

اسپرنگر نے ان کے زمانہ کے متعلق لکھا ہے کہ افضل عبد اللہ قطب شاہ سے جو ۱۰۳۵ء میں تخت نشین ہوتا ہے اقدم ہے (ص۶۲۲ فہرست اودھ لائبریری) قایم اور میر حسن بھی قدیم شعرا میں شمار کرتے ہیں۔ انڈیا آفس کی فہرست کتب ہندوستانی میں ان کی بکٹ کہانی کو گوپال کی تصنیف مانا ہے ص۸۸ ۱۶۹ و ص۹۹ ۹۳/۹، لیکن قطبی کے تیرہ ماسہ سے جو ۱۱۴۳ھ کی تالیف ہے معلوم ہوتا ہے کہ افضل اور گوپال ایک ہی شخص کے نام ہیں اور وہ نارنول کا رہنے والا ہے۔

قطبی کہتا ہے ؎

اوسیں افضل کہ جس کا ناوں گوپال　　کہا ہے نارنولی صاحب حال

بکٹ کہانی کے ایک شعر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص سے تعلق رکھتے ہیں وہ شعر یہ ہے ؎

بیا اے دلربا خوشحال می باش　　گہے افضل گہے گوپال می باش

یہ عقدہ کہ اس شخص کے دو نام کیوں ہیں جن میں ایک مسلمانی اور ایک ہندوانی ہے۔ علی قلی خاں والہ داغستانی کے بیانات کی روشنی میں حل ہو جاتا ہے۔ والہ اپنے تذکرہ

" وبعده اشعاریست که مولف این کتاب بزبان ہندی گفتہ وبعد اشعار فارسی و
ہندی پارۂ نثر است کہ درحالت تفرید وتجرید سیر بلاد روی داده وعجائبات آں
دیار از ہر نوع وجنس درج نموده وآں تاریخ راسیر کوکب نام نہاده "

پورے مجموعہ کا نام مجمع المضامین ہے اور جہانگیر کے نام پر معنون ہے اور ۱۰۳۵ھ میں مرتب ہوا
ہے : -

" وآن را مجمع المضامین نام نہاد - این کتاب بنام جہاندار جہان بخش جہانگیر
پادشاه قضاقدرتے کہ از ہیبت حکم نافذ او باز چنگل تعدی برکبک نتواند کشاد وشیر
باروباه تعرض نتواند نمود ورعایا از میامن احسانش پہلوی رفاہیت بربستر استراحت
نہاده ولشکریان زبان دل بدعای از دیاد عمر ودولتش کشاده ترتیب داده درسنہ
ثلاثین وخمس والف بانصرام رسانید "

میرے پاس مجمع المضامین کا جو نسخہ ہے وہ میرے محترم شیر علی صاحب سرخوش کا عطیہ ہے۔
بدقسمتی سے ناقص الطرفین ہے شروع سے کم از کم ایک ورق غائب ہے پہلے حصہ کا اکثر حصہ
موجود ہے لیکن دوسرا حصہ تمام کا تمام معہ اشعار ہندی وسیر الکوکب جو اس بیاض کا نہایت
دلچسپ حصہ ہے بدقسمتی سے مفقود ہے۔ میرے لئے یہ افسوس کا مقام ہے کہ ہم کوکب کے
ہندی اشعار سے محروم ہیں۔ لیکن امید ہے کہ مستقبل میں کہیں نہ کہیں وہ اشعار ضرور
دریافت ہونگے۔ میں یہاں اسقدر اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ کوکب کے یہ اشعار اردو زبان
میں ہیں کیونکہ اسکا اکثر زمانہ دکن میں صرف ہوا ہے جہاں اردو شاعری ان ایام میں عام طور
پر رائج تھی '

جہانگیر کے عہد میں ایک درویش ہیں خاکی تخلص کرتے ہیں اور دہلی کے رہنے والے ہیں۔
میر حسن نے اپنے تذکرہ میں انکا یہ شعر نقل کیا ہے ؎

ٹھانی ہے اپنے من میں ابتو یہی سجن   تجھ پیم کی گلی میں خاکی کو خاک ہونا
(صـ ۹۲ تذکرہ)

ہمیں کوکب کے ساتھ جو دلچسپی ہے وہ اسکے ہندی اشعار کی بنا پر ہے - کوکب سنہ ۱۰۳ میں ایک بیاض ترتیب دیتا ہے جسکا نام مجمع المضامین اسنے رکھا ہے - دیباچہ کتاب میں وہ توزک جہانگیری کے بیانات کی تائید کرتا ہے - کہتا ہے کہ جذبۂ شوق اور مرشد کامل کی تلاش میں ترک خانمان کرکے میں برہان پور سے رخصت ہوا اور تمام دکن میں گھومتا رہا - ایسے ایسے مقامات میں پہنچا جہاں مسافروں کا گذر نہیں ہوسکتا تھا اسکے الفاظ ہیں :-

" از روی جذبہ وشوق بے جہتی از بلدۂ برہان پور بجانب دکن ترک خان ومان و علائق وعوائق نمودہ در لباس فقر درآمد وفقیری اختیار نمودہ برآمد بدیں امید کہ بداں رہنموں یار باز ملاقات میسر گردد چراکہ بے صحبت پیر حق بیں سرازیں بادیۂ ہایل بدر بردن ممکن نبود ومدتہا بے سر و پا می گشت واکثر آں دیار راکہ بدانجا از مسافراں کم عبور نمودہ اند طے کردہ "

جس جس شہر میں وہ پہنچتا ہے وہاں کے باشندوں کے رسم و رواج لباس و پوشاک اور دیگر اوضاع وحالات کو روزمرہ اپنے روزنامچہ میں درج کرلیا کرتا تھا چنانچہ یہ روزنامچہ اعلیٰ حضرت نورالدین جہانگیر پادشاہ کی نظر کیمیا اثر سے گذر چکا ہے کہتا ہے :-

" بہر شہرے ومقامے کہ میرسید چگونگی احوال محنت آمیز خود را وطرز وسلوک و اوضاع وخوراک و پوشاک مقیمان آں ملک را روزمرہ می نوشت چنانچہ آں احوال بنظر کیمیا اثر فلک مرتبت خورشید ضمیر نورالدین جہانگیر بادشاہ خلد اللہ ملکہ ابدا درآمد "

مجمع المضامین کے پہلے حصہ میں مرتب نے ایک سو مختلف شعرا کی مثنویات و دواوین سے انتخابی اشعار دیے ہیں - مثنویوں میں اکثر صوفی شعرا کا کلام نظر آتا ہے - دوسرے حصہ میں اکبری وجہانگیری عہد کے خوانین وامرا کے اشعار ہیں بعد میں فردیات - رباعی - قصائد وقطعات ہجو و ہزل آتے ہیں - انکے بعد کوکب وہ اشعار دیتا ہے جو اسنے بزبان ہندی لکھے ہیں - آخر میں نثر کا حصہ ہے جس میں کوکب نے اپنے سیاحت دکن کے چشمدید حالات قلمبند کئے ہیں - اس حصہ کا نام سیر کوکب رکھا ہے -

ہو کر فقیری لے لی ۔ جہانگیر جو اپنے ملازم کا کسی دوسرے کی سرکار میں جانے کا روادار نہیں تھا کوکب سے پوچھتا ہے کہ تو اس دوران میں عادل شاہ اور قطب شاہ کی سرکار میں ضرور گیا ہوگا کوکب نے عرض کی کہ جب میں نے دربار جہانگیری سے جو ایک بحر بے پایاں ہے منہ موڑا تو ان چھوٹے چھوٹے چشموں پر کیا نظر ڈالتا اور لعنت ہو اس شخص پر جو ایسی بڑی سرکار چھوڑ کر ادنیٰ ادنیٰ لوگوں کی نوکری تلاش کرتا پھرے ۔ جہانگیر پر اسکی راست بیانی کا اثر ہوا مگر یقین نہیں آتا تھا آخر کوکب نے عرض کی کہ جسدن سے میں نے شاہی ملازمت ترک کی ہے ۔ اس دن سے لے کر آجتک کے روزانہ واقعات اپنے روزنامچہ میں درج کر رکھے ہیں ۔ اعلیٰ حضرت اس روزنامچہ کو منگوا کر دیکھ سکتے ہیں ۔ بادشاہ نے وہ بیاض منگوائی اور پڑھنا شروع کی جہانگیر کہتا ہے کہ جب میں نے یہ روزنامچہ پڑھا تو معلوم ہوا کہ کوکب نے اس سیر و سیاحت کے زمانہ میں بہت تکلیفیں برداشت کی ہیں ۔ سفر کا اکثر حصّہ پیادہ پا طے کیا ہے اور فاقے لگ گئے ہیں ۔ میرا دل بہت کڑھا : ۔

”مسودات اورا طلبیدہ خواندم معلوم شد کہ دریں سرگشتگی و غربت محنت و ریاضت بسیار کشیدہ واکثر پیادہ گردیدہ و بقوت ناگزیر عاجز گردیدہ ازیں جہت خاطرم با و مہرباں شد و روز دیگر بحضور طلبیدہ بنداز دست و پایش فرمودم کہ بردارند و خلعت و اسپ و ہزار روپیہ خرجی عنایت شد و منصب او آنچہ بود وہ پانزدہ اضافہ مرحمت نمودم وچنداں اظہار لطف و عنایت فرمودم کہ ہرگز در مُخیّلہ او نگذشتہ بود ص ۱۸-۲۱۹“

شاہجہانی عہد میں کوکب کا ذکر صرف ایک مرتبہ آتا ہے ۔ جب شاہجہاں اس کو دو سو اشرفیاں انعام میں دیتا ہے ۔ عبدالحمید لاہوری شاہجہاں نامہ میں سال دوازدہم جلوسی مطابق سنہ ۱۰۴۷ھ کے واقعات میں لکھتا ہے : ۔

”بکوکب ولد قمر خاں دویست مہر انعام شد ص ۱۱۵ جلد دوم“

ترمیم کر دینا اسی خاندان کی طباعی اور ذہانت کا کارنامہ ہے۔ جہانگیر اپنے پانچویں سال جلوس میں کوکب کا ذکر پہلی بار کرتا ہے۔ اسوقت کوکب اور عبداللطیف پسر نقیب خاں اور شریف جو آپس میں عمزاد ہیں گرفتار ہو کر جہانگیر کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پر جو الزام ہے میں اسے خود جہانگیر کے الفاظ میں دوہراتا ہوں :-

"دریں روزہا ظاہر شد کہ کوکب پسر قمر خاں بہ سنیاسیے آشنائی پیدا کردہ و رفتہ رفتہ سخنان او کہ تمام کفر و زندقہ است در مذاق آں جاہل جا کردہ عبداللطیف پسر نقیب خاں و شریف عم زادہای خود را دریں ضلالت با خود شریک ساختہ بودہ است چوں ایں مقدمہ شگافتہ شد بمجرد اندک ترسانیدن چند مقدمہ خود ہا مذکور ساختند کہ ذکر آں کراہیت تمام داشت تادیب و تنبیہ آنہا لازم دانستہ کوکب و شریف را بعد از شلاق مقید و محبوس ساختم و عبداللطیف را یک صد درہ حد فرمودم کہ در حضور زوندش[۹۲] تزک جہانگیری"

اس سزا کے بعد کوکب کچھ عرصہ قید رکھا جاتا ہے اور پھر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بارھویں سال جلوس کے واقعات میں جہانگیر پھر کوکب کا ذکر کرتا ہے۔ اسوقت وہ لشکر دکن کے ساتھ برہان پور میں متعین تھا۔ چونکہ عرصہ سے اسکو ترقی نہیں ملی تھی اسلئے بیدل ہو کر لشکر سے چل دیتا ہے اور فقیری اختیار کر لیتا ہے۔ چھ ماہ تک برابر دولت آباد۔ بیدر۔ بیجاپور۔ گولکنڈہ۔ کرناٹک وغیرہ مقامات میں گھومتا رہا وہاں سے بندر دابل چلا گیا اور جہاز میں بیٹھکر بندر گوا جا اترا یہاں سے سورت کا رخ کیا وہاں سے بھڑوچ اور گجرات کے دوسرے شہروں کی سیر کرتا ہوا احمد آباد پہنچ گیا۔ یہاں شاہجہاں کے ایک ملازم نے اسے پہچان لیا اور گرفتار کرا کر شاہی دربار میں لے آیا۔ جہانگیر نے بیڑیاں ڈلوا دیں اور اپنے سامنے بلوایا۔ پوچھا کہ باوجود تین پشتوں سے نمک خوار ہونے کے اس کورنمکی کے کیا معنی ہیں۔ کوکب نے صاف صاف کہدیا کہ مجکو عرصہ سے ترقی کی امید تھی۔ مگر نصیبہ نے یاوری نہ کی اسلئے [illegible]

شیخ برہان - ابتدائی عہد اکبری کے بزرگ ہیں - اکثر حصۂ عمر کالپی میں بسر کیا اور وہیں
آپ کا مزار ہے - شیخ برہان نے میاں الہداد دہاریوال سے جو ایک واسطہ سے سید محمد
جونپوری کے مرید ہیں فیض حاصل کیا - پچاس سال تک ترک حیوانات رکھا اور صرف دودھ
پر اوقات بسری کی - شیخ عبدالقادر بدایونی مورخ مشہور ۹۶۷ھ میں شیخ برہان کی خدمت
میں حاضر ہوتا ہے اور شیخ اپنے ہندی اشعار جو وعظ و نصیحت تصوف و سلوک اور توحید
و تجرید کے مضمون پر تھے مورخ مذکور کو سناتے ہیں - شیخ نے ۹۷۰ھ میں تقریباً سو سال
کی عمر پاکر وفات کی ص ۲۷۹ منتخب'

شیخ گدائی کنبوہ - شیخ جمالی مذکورۂ بالا کے فرزند ہیں - اکبری عہد میں منصب صدارت
ہندوستان پر فائز تھے - فارسی کے علاوہ ہندی موسیقی میں بیحد دلچسپی لیتے تھے - بدایونی لکھتا
ہے :-

"طبع نظم داشتہ و نقش و صوت ہندی خوب می بست و سگفت و بآں وادی .
مشغوف و مالوف ص ۳۰۴ منتخب'

اس موقعہ پر کوکب مصنف مجمع المضامین کے متعلق بھی کچھ کہنا بیجا نہیں ہوگا -
وہ قمر خاں کا فرزند ہے اور میر عبداللطیف قزوینی کا جو اکبر کے استاد ہیں پوتا ہے - میر عبداللطیف
بڑے پکے سنی تھے - جب سلاطین صفویہ نے مذہبی بنا پر ان پر سختیاں کیں میر اپنی لاکھوں
کی جائداد پر لات مار کر ہندوستان ہجرت کر آئے - یہاں مغلوں نے انکی بہت آؤ بھگت
کی - انکے فرزند میر غیاث الدین جو تاریخ میں نقیب خاں کے نام سے مشہور ہیں فن تاریخ
میں وحید عصر تھے اور اکبر بادشاہ کی خلوت و جلوت کے مصاحب - پادشاہ کو ایک منٹ کے
لئے بھی انکی جدائی گوارا نہ تھی - میر عبداللطیف کے چھوٹے بھائی میر علاء الدین قزوینی
ہیں جو تذکرۂ نفائس المآثر کے مصنف ہیں - شاہ اسمٰعیل صفوی کے خروج کی تاریخ مذہب
ناحق سے نکالنا اور پھر شاہی عتاب و خطاب کے وقت اسی مادہ کو مذہبنا حق کی صورت میں

میگفت چکنم مرا بنام آں طور جانورے کثیف مردار میخوانند ص۱۵۳ منتخب التواریخ

اسی قسم کا ایک لطیفہ خافی خاں نے عرفی اور ابوالفضل کا لکھا ہے۔ ایک دن
عرفی ابوالفضل کی ملاقات کو گیا دیکھا کہ ابوالفضل قلم و کاغذ ہاتھ میں لئے کچھ سوچ رہا ہے پوچھا
مہربان کس فکر میں مستغرق ہو۔ ابوالفضل نے کہا کلام مجید کا بے نقط دیباچہ لکھ رہا ہوں
میرے والد کا نام مبارک ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ اسکو بصنعت بے نقط کس طرح نبھاؤں
عرفی نے کہا اس میں کیا مشکل ہے آپ اسکو اپنی ٹھیٹ گھریلو زبان میں ممارک لکھد یجے۔
ابوالفضل اس پر بہت بگڑا ص۲۱۲ جلد اوّل'

انکے بعد شیخ سعدی کا نام لینا ضروری ہوا۔ سودا اور قایم انکو شیخ سعدی شیرازی مانتے
ہیں۔ قایم اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ سعدی گجرات میں تشریف لائے اور جیساکہ بوستان
میں مذکور ہے سومنات میں کچھ دن مجاور رہے اس لئے قدرے اس ملک کی زبان سے
واقف ہوگئے اور ریختہ کی ایک دو غزل لکھیں لیکن میر تقی میر اور میر قدرت اللہ قاسم
اس خیال کی تردید کرتے ہیں میر صاحب فرماتے ہیں :-

''آنچہ بعض ایں را شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ گمان بردہ اند خطا است ص۱۱''

بعد میں انکو دکنی مانا گیا چنانچہ میر حسن اور دیگر اکثر مصنفین نے انہیں دکنی لکھا ہے لیکن اب
دکنی بھی ان سے منکر ہوگئے ہیں اور آخری رای یہ ہے کہ سعدی ہندوستان کے ہیں -
کاکوری انکا وطن ہے اور جلال الدین اکبر کے معاصر ہیں - یہ رائے حکیم شمس اللہ صاحب
قادری کی ہے جو دکنیات کے بہترین ماہر ہیں مگر شفیق اورنگ آبادی اپنے تذکرۂ چمنستان
شعرا میں لکھتا ہے :-

''زبانش بار وزمرۂ دکن آشنا - مرقدش در جوار بہ بان پور مشہور است''

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بیان زیادہ قرین صحت ہے۔ میں سعدی کے اشعار بسبب کثرت
شہرت یہاں درج نہیں کرتا -

فیضی یہ شعر سنکر بھڑک گیا اور قاضی صاحب کی بدیہہ گوئی پر عش عش کرتا رہا -
ریختہ میں نوری کی کئی غزلیں مشہور تھیں اور محمد شاہی عہد تک موجود تھیں لیکن اب نہیں
ملتیں - قایم نے مخزن نکات میں انکا ایک مقطع دیا ہے میں وہی مقطع آپ کی خدمت میں
پیش کرتا ہوں فرماتے ہیں ؎

ہر کس کہ خیانت کند البتہ بترسد　　　بیچارہ نوری نکرے ہے نڈرے ہے

(ص۳ مخزن نکات)

سید مبارک گوالیری کے متعلق طبقات اکبری میں یہ جملہ مذکور ہے :-
"روزے شخصے در حالت غلیان حال ازو پرسید کہ چہ حال دارید بزبان ہندی
گفت کہ پیچھے سے لاگی ہے ص۳۹۴ طبقات

طبقات میں حسن خاں کے ذکر میں جو اکبر کے عہد میں حاکم لاہور تھا لکھا ہے کہ اسے
ٹکرڑیہ کہا کرتے تھے اور ٹکرڑیہ مشہور ہونے کی وجہ یوں دی ہے کہ حسن خاں نے ایک وقت اپنے
زمانۂ حکومت میں ہندوؤں کو یہ حکم کیا تھا کہ وہ اپنے کپڑوں پر کاندھے کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا
سی لیا کریں چونکہ پیوند کو ہندی زبان میں ٹکڑی کہتے ہیں اس لئے یار لوگوں نے ان کا نام ٹکرڑیہ
رکھ دیا - ص۳۸۶

ناموں کے سلسلہ میں بدایونی نے ایک اور لطیفہ لکھا ہے کہ قندھار میں ایک گانو ہے
جس کا نام سبلک ہے اکبر کے زمانہ میں وہاں سے ایک ظریف شاعر سلطان تخلص آیا جو اپنے
وطن کی نسبت سے سبلکی کہلاتا تھا - جب ہندوستانیوں نے اس کے وطن کا نام سنا تو انہوں
نے شاعر کا نام بادنیٰ تغیر سبکلی یعنی چھپکلی رکھدیا - سلطان سنتا تھا اور شرماتا تھا - کہتا تھا کچھ
بس نہیں چلتا - یہ لوگ مجھے ایسے مردار اور کثیف جانور کے نام سے پکارتے ہیں - بدایونی لکھتا
ہے :-

"عوام ہندوستان او را سبکلی میخوانند کہ کیلاس باشد از بس شنقے بسیار تند بود

ہست پیشانی متھہ سینہ چھاتی دست است ہتھ　　موہ رو وچل رواں شو بیٹھ بنشیں دیکھ نگر
جیو جاں چوچی است پستاں پیٹ آب بیٹی است　　موی مژگاں را پلک خوان و کلیجہ داں جگر
گوسپند آمد بھیڑ بز بکری و اونٹھ اشتر است　　بلدگاو و فیل ہاتھی گورہ اسپ و گدہ خر
ہست سیو لحم و روٹی پانی نان و آب ہست　　جلبہ میتھی منگ ماش و سوک خشک گلہ تر
چاول وچینہ برنج و ارزن انڈہ تخم مرغ　　تل بو کنجد جواری زرت اے فرخندہ فر
ریشم است ابریشم و کالہ سیہ اجلہ سپید　　سرہ کاجل مرچ فلفل سد موتھ عود اگر
تھوڑہ اندک می شمر بسیار را میگو بہت　　بد بُرہ میدان و چنگہ نیک ای نقد بشر
توتہ را میگوی طوطی فندکی را فاختہ　　نول داں را سوز دانش آدمی گر بہرہ ور

خاتمہ یہ ہے:۔

یوسفی بہرت دریں ابیات کردہ است آنچہ ذکر　　گر کنی از بر ترا ہر دم رسد نفعے دگر
از ضرر دارد مدامت در پناہ خویشتن　　آنکہ در عالم بتقدیرش بود نفع و ضرر

حکیم یوسفی ہرات کے رہنے والے ہیں اور ہندوستان میں رہتے اگرچہ عرصہ گذر گیا ہے لیکن ہندوستانی اصوات مخصوص کے ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ اسکے علاوہ پنجابی لہجہ زبان پر غالب ہے

ملا نوری اعظم پور کے قاضی زادوں میں سے ہیں۔ ابوالفیض فیضی کے بڑے دوست تھے شعر فارسی بہت اچھا کہتے تھے اور فن بدیع و معما میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جب فیضی مثنوی نل دمن کی تصنیف میں مصروف تھا۔ ملا صاحب اس سے ملنے گئے فیضی اس وقت یہ مصرع

موی شدہ ام ز ناتوانی

کہکر دوسرے مصرع کی تلاش میں تھا ہرچند جستجو کی لیکن کوئی شگفتہ مصرع ہاتھ نہیں آیا۔ ملاجی نے اس غور و انہماک کا سبب دریافت کیا۔ فیضی نے پہلا مصرع سنا دیا اور کہا کہ دوسرے کی تلاش میں ہوں۔ ملاجی نے فوراً کہا دوسرا مصرع یہ لو اور یہ کہکر پڑھ دیا ع

مو بر تن من کند گرانی

قرار یافتہ باشد کہ از صد بالا فاضل مجراست چرا بہ بدعت و دعای بد عاقبتی برای خود

و مارا ضی میشوی صفحہ ۴۳۸ جلد اوّل'

فدائی خاں اسی عہد کا ایک امیر ہے اسکی بیوی ۱۰۴۰ھ میں وفات پاتی ہے کسی نے اسکی تاریخ وفات فارسی اور اردو میں یوں لکھی ہے " فارسی" زن فدا خاں مرد" اردو" فدا خاں کی جورو موی"۔ ہر فقرہ سے ۱۰۴۰ھ برآمد ہوتے ہیں (کلمات الشعرا محمد افضل سرخوش)۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہان پادشاہ نے قید کی حالت میں شاہ شجاع کے نام ایک خط ہندوی زبان میں لکھ کر بھیجا تھا۔ یہ اطلاع ہمیں عالمگیر پادشاہ کے ایک خط سے ملتی ہے۔ جو شاہجہاں کے نام ہے اور منتخب اللباب میں محفوظ ہے۔ میں اس خط کا ایک اقتباس یہاں نقل کرتا ہوں:۔

"لیکن از انجا کہ اخبار بے توجہی حضرت بتواتر رسیدہ چنانچہ از نوشتہ کہ بخط ہندوی بہ شجاع قلمی گردیدہ بود و خان ومان او بہ سر آن خراب گشتہ ہویداست یقین حاصل شد کہ آنحضرت این مرید را نمی خواہند و آنکہ از دست رفتہ ہنوز تلاش دارند کہ دیگر استقلال پذیرد" منتخب اللباب خافی خاں (ص ۱۰۳ ج دوم)

ابتک میں نے ان دو قسطوں میں بابر۔ اکبر۔ جہانگیر اور شاہجہان کے عہد میں الفاظ اور دیگر اشارات کی روسے اردو زبان کے وجود کا پتہ چلایا ہے۔ ذیل میں ان ہندی گو شعرا اور دیگر بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو ان سلاطین کے معاصر ہیں۔ ہمیں یاد رہے کہ شمال میں برخلاف دکن کے اردو کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی۔ اسلئے بہت کم نام اُردو گویوں کے ہمیں ملتے ہیں اسی طرح ان کا کلام بھی نہیں ملتا اور جو کچھ ملتا ہے کبھی کسی کی طرف اور کبھی کسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ بہرحال جو نام اردو تذکروں اور دیگر ذرائع سے ملتے ہیں۔ میں یہاں عرض کئے دیتا ہوں۔

سب سے پیشتر مولانا حیاتی کا نام ملتا ہے جو فارسی کے ایک مشہور شاعر ہیں۔ او

اورنگ زیب کا اس معرکہ سے زندہ بچ نکلنا معجزہ سے کم نہیں ہے۔ بادشاہ بہادر بیٹے کو بہادر کا خطاب اور پانچہزار اشرفیاں صدقے میں دیتے ہیں۔ اورنگ زیب بہادر کی یہ داستان اس عہد کے متعدد فارسی و ہندی شعرا نے اپنی اپنی نظم و نثر میں بیان کی ہے۔ عبد الحمید اس موقعہ پر کہتا ہے :۔

"سخن طرازان فارسی و ہندوستانی بنظم و نثر داستان آن رستم آثار برگزاردند"
ص ۴۹۳

گھاٹی ص ۴۹۸، دوپہر ص ۵۰۳، عنبرکوٹ۔ مہاکوٹ۔ کالاکوٹ قلعہ دولت آباد کے نوکوٹوں میں سے تین کوٹوں کے نام ہیں ص ۵۱۳-۵۱۵، اوربسی ص ۸۶ جلد اوّل حصہ دوم، فیل مہاسندر ص ۱۳۳، نوربخت۔ ہنونت۔ (نام فیلاں) ص ۱۸۸، دل سوبہا (فیل) ص ۲۰۳، امان اللہ فیل عادلشاہی ص ۲۰۲، مہاسندر نام فیل خاصہ ص ۲۰۵، گج موتی (فیل قطب الملک) ص ۲۱۰، لال محل ص ۲۳۴، گج موتی اس ہاتھی کا نام بدل کر شاہجہان نے بادشاہ پسند رکھا ص ۲۴۶، اگر و عود کہ ازاں بہندوستانی زبان باگر گذارش دہند ص ۶۹ جلد دوم، پایک (پیادہ شمشیر دار و سپردار کہ دراں دیار این طائفہ را پایک خوانند ص ۷۱، کھیدہ یعنے صید فیل ص ۷۱، کالا پانی ص ۸۲، دہوپ، اسکے متعلق لکھا ہے شمشیر دراز خاصہ کہ در دکن بہ دہوپ زبان زد است ص ۱۰۰، سترال ص ۱۴۰، فیل دیپ سندر ص ۳۲۱، ٹیکا یعنے جانشین ص ۳۴۶، رتن گج ص ۳۸۰، چپایہ عبارت از غلام است ص ۳۹۳، دہن (½ اشرفی) چرن (¼ اشرفی) ص ۳۹۶، چوکھنڈی۔ کہا ہے :۔ مربع نشیمنے کشادہ اطراف کہ اہل ہندوستان آنرا چوکھنڈی گویند ص ۵۸۷، باول ص ۵۹۱، بتی سندر نام اسپ ص ۶۳۴،

خافی خاں اپنی تاریخ میں علامہ سعد اللہ خاں وزیر شاہجہاں کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ اسنے ایک موقعہ پر کسی مستوفی کو یہ فقرہ جس میں ایک ہندی مثل منقول ہے لکھا تھا :۔

"کہ اے مستوفی مثل ہندی مشہور است لینا لینا دینا دینا ہرگاہ ضابطہ سرکار چنانکہ

بنگلہ ص۲۲۵ ، گج پتی (سفید ہاتھی کا نام ہے) ص۲۹۳ ، کرّہ ص۲۹۳ ، چنداول ص۳۰۴ ، بان ص۳۱۸ ، ظفر گج (فیل) ، پالکی - رتھ ص۳۱۹ ، پیٹھ ہفتہ واری بازار ص۳۴۰ ، لنگر ص۳۶۳ ، سہرہ ص۳۸۹ ، برسات ص۳۹۵ ، پہر - گھڑی ص۳۹۶ ، ہنتال ، اس عہد میں گجنال کا نیا نام رکھا گیا ہے یعنے ہاتھی کی توپ ص۴۰۵ ، گونٹ ص۴۰۹ ، کہیت ص۴۱۴ ، کھانہ دار ص۴۱۷ ، عرس ص۴۲۹ ، آگ محل ص۴۳۳ ، نواڑہ جنگی جہازوں کا بیڑہ ص۴۳۶ ، ڈینگہ یعنے ڈونگہ ص۴۳۸ ، پان ص۴۵۷ ، سدبکر اور صورت سندر یہ دونوں ہاتھی شاہی خاصہ حلقہ سے تعلق رکھتے ہیں ۲۹ ذیقعدہ ۱۰۴۲ھ کو جھروکہ درسن کے سامنے والے میدان میں انکی لڑائی کرائی گئی - ہاتھی لڑتے لڑتے عین جھروکہ درسن کے پاس آگئے - یہاں شہزادہ شجاع اور اورنگ زیب گھوڑوں پر سوار لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے - اتنے میں ہاتھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر پیچھے ہٹے تاکہ از سرِ نو پھر حملہ کریں - سدبکر نہایت غصہ اور طیش کی حالت میں تھا اور سیدھا شہزادہ اورنگ زیب کی طرف جھپٹا - اورنگ زیب کی عمر اسوقت چودہ سال کی تھی وہ غضبناک جانور کو اپنے اوپر آتا دیکھ کر مطلق نہیں جھجکا بلکہ جم کر مقابلہ کے لئے ڈٹ گیا - جونہی ہاتھی زد پر آیا شہزادہ نے نہایت پھرتی سے اپنا نیزہ اسکے ماتھے پر مارا - زخم کھا کر ہاتھی اور بھی بپھرا - اور دانتوں کی اوجھڑ مار کر شہزادہ کے گھوڑے کو زمین پر گرا دیا - اورنگ زیب زمین پر آ رہا - اور تلوار سونت کر ہاتھی پر چلا - شہزادہ شجاع نے بھائی کی مدد کرنی چاہی لیکن آتش بازی اور اسکے دھوئیں کی کثرت سے جو ہاتھی پر اب چاروں طرف سے پھینکی جا رہی تھی قریب نہیں جاسکا وہ موقعہ پر پہنچنے کی کوشش میں تھا کہ ایک چرخی اسکے گھوڑے کی پیشانی پر آ لگی - گھوڑا گھبرا کر الف ہو گیا اور شجاع زمین پر آ رہا - ادھر راجہ جے سنگھ والی جے پور مدد کے لئے بڑھے لیکن انکا گھوڑا ہاتھی سے چمک کر رک گیا - اتنے میں خود شاہجہاں پادشاہ گھبرا کر اتر آتا ہے اور گرز برداروں کو حکم دیتا ہے کہ ہاتھی کو ہٹائیں اس موقعہ پر صورت سندر ہاتھی جو سدبکر کا حریف مقابل تھا پیچھے سے آ کر سدبکر پر حملہ کرتا ہے - سدبکر بے بس ہو کر بھاگ نکلتا ہے

ی سب سے بڑی اور لاڈلی بیٹی جل گئی تھی - اسکی صحتیابی کے جشن کے موقعہ پر جو انعامات
لوگوں کو ملے ہیں - اسکی ذیل میں لعل خاں اور اسکے فرزندوں کو دو ہزار - برنگ خاں کو
ایک ہزار اور باقی کلانوتونکو بارہ ہزار روپیہ ملتا ہے -

خانی خاں کا بیان ہے کہ چھبیسویں سال جلوس میں مطابق ۱۰۶۱ھ شاہجہان ایک
ہندی شاعر کو ایک کبت کے انعام میں ایک فیل مادہ اور دو ہزار روپیہ عطا کرتا ہے ص۷۱۲
منتخب اللباب جلد اوّل'

ان چند امور سے جو میں نے بخوف طوالت اختصار کے ساتھ گذارش کئے ہیں معلوم
ہو جائے گا کہ گوالیری زبان اس عہد کی موسیقی اور شعر کی زبان ہے اور دربار شاہی میں
ساتھ ساتھ چل رہی ہے اور چونکہ ہندو اور مسلمان دونوں قومیں اس میں حصّہ لے رہی ہیں -
اس لئے اسکو بھی ہندوستانی زبان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - جہاں خاص ہندوؤں کی
مخصوص زبان کا ذکر ہوتا ہے وہاں صاف زبان ہنود یا اس معنے کے اور الفاظ مستعمل ہوتے
ہیں - مثلاً عبد الحمید ایک موقعہ پر تحریر کرتا ہے :-

" بزبان ہنود چنیں کسے را پردہان گویند" ص۱۰۵ جلد دوم

یہاں شاہجہان نامہ سے بعض ہندی الفاظ مرقوم ہوتے ہیں :-

کھپوہ - پھول کٹارہ ص۱۶۱ ' فتح گج ہاتھی کا نام ہے ص۱۶۶ ' تھانہ ' اس لفظ کی
تشریح اس طرح دی گئی ہے :-

" تھانہ عبارت است از جمعے از سوار و پیادہ و تفنگچی و کماندار کہ چاردیواری
بر دور خود کشیدہ در مکان مخوف فروکش کنند و بمحافظت راہ و ضبط محال نزدیک
تھانہ و رسانیدن رسد از تھانہ بہ تھانہ دیگر بپردازند ص۱۶۷ '

بجے کنجر (نام فیل) ص۱۷۵ ' شاہ آسن (فیل) ص۱۸۰ ' دل بادل ' شاہجہانی عہد کے ایک
شامیانہ کا نام ہے ص۱۸۷ ' چندولہ (نام فیل) رن راو (فیل) ص۱۹۳ ' چبوترہ ص۲۲۳ '

نویں سال جلوس میں درنگ خاں کلاونت کو روپیہ میں تولا گیا اور چار ہزار پانسو روپے
اسکا وزن ہوا جو اسکو عنایت ہوا - عبدالحمید کا بیان ہے : -

"درنگ خاں کلاونت را کہ بقدم بندگی مباہی است و در نیکو بندگی از ہمسران
امتیاز دارد نیز بزر سنجیدہ مبلغ چار ہزار و پانصد روپیہ ہم سنگش باو عطا فرمودند
ص۱۴۲ جلد اول '

لعل خاں کلاونت اس عہد کا مشہور موسیقی دان ہے جسکو غرۂ رجب سال یازدہم جلوسی
میں گن سمندر کا خطاب عطا ہوتا ہے لعل خاں تان سین کے فرزند بلاس کا داماد ہے - دھرپد
کے گانے میں تان سین کا بہترین مقلد مانا گیا ہے - اسکے چار فرزند ہیں - ان میں خوش حال
اور بسرام خوانندگی میں باکمال ہیں اور تقریباً ہم پلہ ہیں - خوش حال نغمات کی تصنیف میں
لاثانی ہے - اسکے بعد ہمارا مورخ اضافہ کرتا ہے - اما سر دفتر مصنفاں دریں زمان عشرت
آگیں بہجت تزئین جگناتھ مہاکب رائے است ص۵ جلد دوم

تیرھویں سال جلوس مطابق ۱۰۴۹ھ کو ماہ جمادی الثانی میں جگناتھ کب رائے کو
دو ہزار روپیہ اور ذوالقرنین ارمنی کو پانچہزار روپیہ عنایت ہوتا ہے - ذوالقرنین بھی موسیقی
دان ہے - جہانگیر اسکے متعلق اپنی توزک میں رقم طراز ہے کہ :

اسکے باپ کا نام اسکندر ارمنی ہے - اسکندر حضرت عرش آشیانی کی خدمت میں ملازم
تھا - آنحضرت نے عبدالحی ارمنی کی دختر سے جو شاہی محل میں ملازم تھی اسکی شادی کردی -
جس سے دو فرزند ہوئے ایک تو یہی ذوالقرنین جو میرے زمانہ سے سانبھر کے نمک کی خدمت
خالصہ پر مقرر تھا اسنے یہ خدمت نہایت عمدگی سے انجام دی - اب میں نے اسے سانبھر کا
فوجدار مقرر کیا ہے - ذوالقرنین کو جہانگیر کا بیان ہے ہندی موسیقی سے بیحد دلچسپی ہے - اس
کے نغمے میں نے کئی مرتبہ سنے ہیں اور پسند کئے ہیں - توزک ص۳۲۴

اٹھارھویں سال جلوس مطابق ۱۰۵۴ھ میں جب بیگم صاحب یعنے شاہجہاں پادشاہ

" دوم ماہ مذکور لعل کلاونت کہ از خوردی در خدمت پدر من کلاں شدہ بود و ہر
نقش وصوتے کہ بزبان و روش ہندی می نشیند با و یاد می دادند در سن شصت
و پنجسالگی فوت کرد یکے از کنیزان او دریں قضیہ افیون خوردہ خود را ہلاک ساخت
ص۱۰۱ تزک جہانگیری '

شاہجہانی عہد میں سندر برہمن تھا جسکو بادشاہ نے کب رای کا خطاب دیا تھا (ص۳۳۹ جلد
اول شاہجہان نامہ) اس سے زیادہ مشہور جگناتھ کلاونت ہے جو ہندوستان میں بے نظیر مانا گیا
تھا اسکے لئے شاہجہانی مورخ کہتا ہے :-

" در تصنیف نغمات ہندوستانی و تالیف معانی امروز مثل او در ہندوستان
بہشت نشان نیست ص۵۶ شاہجہان نامہ جلد اول

شاہجہان ساتویں سال جلوس میں جگناتھ کو آگرہ میں بعض نغموں کی تیاری کے لئے چھوڑ
کر کشمیر جاتا ہے ۔ جگناتھ فرصت میں بارہ نغمے جو پادشاہ کے نام پر تھے طیار کرکے شاہجہان کی
واپسی پر بہ مقام بھنبر جا ملتا ہے ۔ پادشاہ انکو سنکر نہایت محظوظ ہوتا ہے اور جگناتھ کو
چاندی میں تلوانے کا حکم دیتا ہے ۔ جگناتھ چار ہزار پانسو روپیہ کے برابر تلتا ہے اور یہی
روپیہ شاعر کو انعام میں ملتا ہے ۔ عبدالحمید کہتا ہے :-

" ازانجا کہ تصنیفات ش خاطر اقدس را عشرت آگیں ساخت بامر بادشاہ
دانش نواز بزر سنجیدہ آمد و چار ہزار پانصد روپیہ ہم سنگش باو عنایت گشت
ص۵۶ جلد اول '

آٹھویں سال جلوس میں جگناتھ کی ایک جدید تصنیف یا نغمہ بہت پسند ہوا اور اسکو ایک ہاتھی
مرحمت ہوا ۔

" جگناتھ کلاونت مخاطب بہ کب رای درجائزۂ تصنیفے کہ تازہ بستہ بود و مستحسن
افتادہ بعنایت فیل مفتخر گشت ص۱۰۲ جلد اول '

ساتھ کوئی رغبت نہیں تھی اور نہ بیگم بوجہ افراط محبت اس کے سیکھنے پر مجبور کرتی تھیں ۔ شاہجہاں کا مورخ عبدالحمید لکھتا ہے:-

"چوں نواب جنت مآب خدیجۃ الزمانی رقیہ سلطان بیگم بنت ہندال میرزا بن حضرت فردوس مکانی کہ در عہد صبی بہ پرورش آں نوربہ دودۂ الٰہی می پرداختند چنانچہ نگاشتہ اند ترکی زبان بودند و باخدمۂ مشکوی دولت بہ ترکی حرف میزدند از بسیاری استماع اکثر الفاظ ایں زبان می فہمند لیک از قلت ممارست باں کمتر سخن میکنند چہ در خوردسالی طبع اقدس را بایں زبان رغبت نبود و نواب خدیجۃ الزمانی از کمال رافت و عطوفت کام وناکام بریاد گرفتن آں نمی داشتند (صہ۱۳۲ شاہجہاں نامہ جلد اول)

جہانگیر پادشاہ کو اسکی ترکی نہ جاننے کا افسوس تھا ایک روز کہنے لگا کہ اگر مجھسے کوئی دریافت کرے کہ بابا خرم یعنے شاہجہاں کی ذات میں کونسا وصف ہے جو موجود نہیں ہے تو مجکو کہنا پڑے گا کہ ترکی زبان سے واقفیت نہیں رکھتے ۔ اسپر شاہجہاں نے دست بستہ عرض کی کہ اعلیحضرت کی توجہ سے میں اپنی یہ خامی بھی درست کرلونگا ۔ شاہجہاں نامہ کی عبارت حسب ذیل ہے :-

"روزے حضرت جنت مکانی از روی عنایت و مہربانی بزبان طیبت فرمودند کہ اگر شخصے از من پرسد کہ از صفات پسندیدہ چیست کہ بابا خرم ندارد خواہم گفت کہ زبان ترکی ندارد ۔ خدیو اقبال در پاسخ والد ماجد از روی کمال ادب بعرض رسانیدند کہ انشاءاللہ تعالےٰ بتوجہ حضرت ایں صفت نیز حاصل شود" صہ۱۳۳ جلد اول

فارسی کے ساتھ اسکو بے حد انس تھا اور اسی زبان میں بالعموم گفتگو کرتا تھا البتہ جو لوگ فارسی سے ناواقف تھے انکے ساتھ ہندوستانی یعنے اردو میں بات چیت کرتا تھا

ترجمہ زبان ریختہ کرتے ہیں - یہ ظاہر ہے کہ لغت و لغات کا اطلاق زیادہ تر زبان پر ہوتا
ہے - بہرحال اگر پہلے معنے مقصود ہیں تو یہ مطلب ہے کہ فارسی ترجمہ درکار ہے لیکن اس
قسم کے متعدد ترجمے پہلے ہی سے موجود ہیں دوسرے کیا خود جہانگیر کے دربار میں ایرانی
علماء فضلا کی کمی تھی جو فارسی ترجمہ کی فرمایش احمد آباد کے ایک بزرگ سے کی جاتی - اردو
ترجمہ کی صورت میں یہ فرمایش بالکل بجا تھی کیونکہ گجرات میں ان ایام میں تصنیف و تالیف
کا اردو زبان میں سلسلہ جاری تھا اور گوجری یا گجری اردو میں کتابیں لکھی جاتی تھیں
سید جلال سید محمد کے فرزند اس واقعہ کے بعد دو مرتبہ جہانگیر کے دربار میں جاتے ہیں
لیکن دونوں مرتبہ ترجمہ کا ذکر نہیں آتا - ایک حوالہ میں یہاں نقل کئے دیتا ہوں :-

سید جلال خلف سید محمد نبیرۂ شاہ عالم بخاری را کہ مجملے از احوال او در ضمن وقایع
سیر و سفر گجرات مرقوم گشتہ رخصت انعطاف ارزانی داشتم او را فیلے بجہت
سواری او با خرچ راہ عنایت شد" ص۲۴۶

دوسرے حوالہ کی بھی تقریباً یہی عبارت ہے :

شہاب الدین شاہجہان

سنہ ۱۰۳۷ھ و سنہ ۱۰۶۸ھ

شاہجہان جب پیدا ہوتا ہے اسکی پرورش رقیہ سلطان بنت ہندال میرزا کے
سپرد ہوتی ہے جو اکبر بادشاہ کی سب سے بڑی بیوی تھیں انکے کوئی اولاد نہیں تھی - اکبر
نے شاہجہان کو انکی گود دے دیا - بیگم صرف ترکی زبان جانتی تھیں اور اپنے ملازموں سے
بھی اسی زبان میں گفتگو کرتی تھیں اس لئے ان کی صحبت میں رہ کر شاہجہان کسی قدر ترکی
سمجھ تو لیتا تھا لیکن بولنے کی عادت کبھی نہیں ڈالی - شروع ہی سے اسکو اس زبان کے

یہ زبان جس کے ذخیرہ سے جہانگیر بادشاہ یہ الفاظ دے رہا ہے اردو ہے اور اردو ان ایام میں دربار اور اردوے شاہی میں بولی جا رہی ہے ۔

تیرھویں سال جلوس میں جہانگیر محمود آباد گجرات میں مقیم ہے اور سید محمد نبیرۂ حضرت شاہ عالم گجراتی سے کہتا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ مانگیں وہ انکار کرتے ہیں لیکن بادشاہ اصرار کرتا ہے آخر میں کلام مجید کی قسم دیتا ہے ۔ سید عرض کرتے ہیں کہ جب بادشاہ سلامت نے کلام پاک کی قسم دلائی ہے تو پھر مجھ کو ایک کلام مجید ہی مرحمت ہو جائے ۔ اسپر جہانگیر ایک قرآن جو یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کا نوشتہ تھا اور کتاب خانہ شاہی کے نوادرات میں شمار ہوتا تھا منگوا کر سید کے حوالہ کرتا ہے اور اپنے قلم سے اسکی پشت پر ہدیہ کی تاریخ و نام مقام وغیرہ لکھ دیتا ہے ۔ بعد میں سید صاحب سے فرمائش کرتا ہے کہ آپ کلام مجید کا ترجمہ بلغات ریختہ لفظ بلفظ فارسی ترجمہ کر کے مجھے اپنے فرزند سید جلال کے ہاتھ بھجوا دیں ۔ اس موقعہ پر جہانگیر کے الفاظ ہیں:۔

"بمشار الیہ فرمودیم کہ مصحف بعبارت سلیس خالی از تکلف و تصنع ترجمہ
نماید و اصلا بشرح و بسط و شان نزول آن مقید نشدہ بلغات ریختہ قرآن را
لفظ بلفظ فارسی ترجمہ کند و یک حرف بر معنی تحت اللفظ نیفزاید و بعد از
تمام آن مصحف مصحوب فرزند خویش جلال الدین سید روانہ درگاہ سازد"[۲۴۳]

اس عبارت میں "بلغات ریختہ قرآن را لفظ بلفظ فارسی ترجمہ کند" سے گنجلک پیدا ہو گئی ہے ۔ لفظ بلفظ فارسی ترجمہ کند سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ فارسی میں درکار ہے لیکن بلغات ریختہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زبان ریختہ یعنے اُردو میں مطلوب ہے ۔ اس عبارت کے ترجمہ میں توزک کے مترجمین نے اختلاف کیا ہے ۔ انگریزی ترجمہ میں بلغات ریختہ کا مفہوم (Simple words) یعنے الفاظ سادہ سے ادا کیا گیا ہے لیکن سیاق متن سے اسکی تائید نہیں ہوتی ۔ مولانا احمد علی سیماب جنہوں نے توزک کا اردو میں ترجمہ کیا ہے اس کا

(پھندا) ص۲۴۷ ، جوار ص۲۵۱ ، چوکھنڈی ص۲۵۶ ، ہودہ۔ تخت سواری فیل کہ اہل زبان
ہودہ گویند ص۲۶۵ ، کڑہ ص۲۷۷ ، سیر۔ دام ص۲۸۱ ، کھل کنول اس کے متعلق کہا ہے۔

"بہ ہندی کھل بمعنی زمین است چوں گل کنول مخصوص آب است ایں را
کھل کنول نامیدہ اند یعنے کنول صحرائی۔ بفارسی لالۂ بیگانہ میگویند ص۲۸۸"

گرج ص۲۸۹ ، نین سکھ یعنے راحت چشم ص۲۹۱ ، لنگور ص۲۹۲ ، بتھہ (دیہات) کہا ہے۔
"مدار خورش اہل کشمیر بر برنج است اما زبوں می شود وخشکہ ترمی پزند ومی گذارند کہ سرد شود وبعد
ازاں میخورند وآنرا بتھہ میگویند طعام گرم خوردن رسم نیست ص۳۰۰" ، پٹو۔ پرم نرم ص۳۰۱ ،
گھاٹ ص۳۰۵ ، پپیہا ص۳۰۹ ، سارس۔ کروانک۔ زرد تلک۔ لیلورہ۔ کونکلہ۔ کویل۔
ہریل۔ ڈہیک۔ کوین۔ مہوکہ۔ ہنس۔ کلچڑی۔ ٹیٹہری ص۳۱۱ ، مچھی بھون ص۳۱۳ ، مرغابی
سونہ۔ نیم سوائی ص۳۳۸ ، سرب باسی (نارک ہمہ چیز) ص۳۴۲ ، بنجارہ ص۳۴۵ ، چنڈاول
ص۳۵۶ جوہر (راجپوتوں کی رسم) ص۳۶۵ ، بارہ۔ سادات بارہ کے ذکر میں کہتا ہے :۔

"بارہ بزبان ہندی دوازدہ را گویند چون درمیان دوآب دوازدہ دیہہ نزدیک
ہم واقع است کہ وطن ایں سادات است بنابریں بسادات بارہ اشتہار یافتہ اند" ص۳۶۶

پہونچی گراں بہا ص۳۶۹ ، چیتل اسکے لئے لکھا ہے :۔

"ایں قسم مار را در ہندوستان چیتل می گویند" ص۳۷۰

برچہ کہا ہے :۔

"نیزۂ کوتاہ دستہ را کہ اہل ہند برچہ می گویند" ص۳۷۲ ،

گھاگر (بودنہ کلاں) ص۳۷۵ ، گنواران (گنوار) ص۳۷۵ ، جتاجوت ایک ہاتھی کا نام ہے۔
ص۳۹۰ ، ہرن منارہ ص۳۹۳ ،

اوپر کی فہرست میں کل ڈیڑھ سو الفاظ ہیں۔ ان میں سے اکثر الفاظ آج بھی اردو
زبان میں مستعمل ہیں۔ اس لئے ہم اس قیاس کے ترتیب دینے میں حق بجانب ہیں کہ

گج نال - شتر نال ص۶۹ ، کھپوہ ص۷۷ ، کہار ص۷۸ ، روج (نیلہ کی مادہ) ص۸۰ ، کٹوری ص۹۴ ،
باتل - سارس - ڈھیک ص۹۲ ، رتی ص۹۶ ، گلال باڑ ص۹۹ ، گوٹ ص۱۰۱ - جھابر (جھیل)
دلدل ص۱۰۱ ، ٹیکہ - گوٹ - کھانڈہ - کنارہ ص۱۰۶ ، گھاٹی ص۱۰۸ ، پرم نرم خاصہ ص۱۱۱ ،
پھول کٹارہ ص۱۱۲ ، راکھی - ٹانگن ص۱۲۰ دیوہرہ ص۱۲۴ ، بہل ص۱۳۶ ، سمرن ص۱۳۸ ، چیرہ ص۱۴۲ ،
چوکی - چوکیدار ص۱۴۳ ، باران برساتی - انند ص۱۶۲ ، رتھہ طرز فرنگ انگریزی (یعنی بگھی)
ص۱۶۲ ، کرواہک ص۱۷۰ ، کولہ ص۱۷۳ ، دودہاریہ (آہو چہار شاخ) چبوترہ ص۱۷۴ ، گولی
(بندوق کی گولی) ص۱۷۹ ، اودبلاؤ - مہاکہ - چکارہ - چیتل - لگڑ و جگڑ - مگرمچھ ص۱۸۲ ،
نیل کنٹھ - برسات - مملہ ص۱۸۹ ، کیلہ ص۱۹۱ ، سون کیلہ - ڈاکچوکی ص۱۹۶ ، نیلم - ساگ
جمکورہ - جمکورہ دکن میں ایک ساگ یا سبزی کا نام ہے اسکے متعلق جہانگیر نے یہ قصہ لکھا
ہے کہ جب مرتضیٰ نظام الملک نے برار فتح کیا - ایک دن وہ اپنے اہل محل کے ساتھ
باغ کی سیر کو گیا - وہاں ایک مالن ساگ جمکورہ توڑ رہی تھی ساگ توڑتے میں اسے ایک ہیرا
نظر آگیا - اسنے لاکر نظام الملک کے نذر کر دیا - اس ہیرہ کی قیمت چالیس ہزار روپیہ تھی
تب سے ہیرے کا نام جمکورہ پڑ گیا :-

" وجہ تسمیہ جمکورہ آنکہ در دکن سبزیٔ است کہ آنرا ساگ جمکورہ میگویند
ودر وقتیکہ مرتضیٰ نظام الملک برار را فتح کرد روزے با اہل حرم خود بسیر باغ
رفتہ بود یکے از عورات درمیان ساگ جمکورہ ایں الماس را یافتہ پیش نظام الملک
برد ازاں روز بالماس جمکورہ شہرت گرفت " ص۱۹۸

ٹانک (ایک وزن کا نام ہے) ص۱۹۸ ، بوکرہ ص۱۹۹ ، کہرنی ص۲۰۰ ، پاو (چہار گروہ یا وکم)
باولی ص۲۰۲ ، کمودنی (نیلوفر) کنول - بہوترا ص۲۰۴ ، روہو (مچھلی کی قسم) ص۲۰۹ ، جہانگیر
کہتا ہے کہ روہو سے بہتر کوئی مچھلی نہیں ہوتی ، استھنب اور کہتھب ص۲۰۶ کھچڑی باجرہ -
جہانگیر لکھتا ہے کہ باجرے کی کھچڑی اہل گجرات کے ساتھ مخصوص ہے - میں نے پہلے کبھی

گر پسر داشتے جہاں افروز — شب نگشتے ہمیشہ بودے روز
زانکہ چوں او نہفتہ افسرزر — بہ نمودے کلاہ گوشہ پسر
شکر کز بعد آنچنان پدرے — جانشیں گشت اینچنیں پسرے
کہ ز شنقار گشتن آن شاہ — کس بماتم نکرد جامہ سیاہ ص۶۰

اسی طرح جہانگیر اپنے بھائی دانیال کے لئے کہتا ہے کہ اسکو ہندی موسیقی کا شوق تھا اور کبھی ہندی زبان میں شعر بھی کہا کرتا تھا جو پسند کئے جاتے تھے :-

"بہ نغمۂ ہندی مائل بودگاہے بزبان اہل ہند و باصطلاح ایشاں شعرے می گفت بد نبودے" ص۶۵

اس عبارت میں زبان اہل ہند سے اور اصطلاح ایشاں سے مراد غالباً برج بھاشہ ہے جو ان ایام میں شعر و موسیقی کی زبان تھی -

عبدالرحیم خاں خانخاناں کے لئے توزک میں مرقوم ہے :-

"زبان عربی و ترکی و فارسی و ہندی میدانست و از اقسام دانش عقلی و نقلی حتٰے علوم ہندی بہرۂ وافی داشت . . . . و بزبان فارسی و ہندی شعر نیکو گفتے"

یہاں ہندی سے مطلب سنسکرت یا برج ہے -

یہاں وہ الفاظ ہندی درج کئے جاتے ہیں جو توزک جہانگیری میں ملتے ہیں :-

اناس - چنپہ - کیوڑہ - رائے بیل - مولسری - سیوتی - چنبیلی ص۳، تالاب - شراب و ڈرہرہ ص۷، گھوڑ بہل ص۱۸، کلانوتاں ص۱۹ - گھڑی ص۲۴، راجپوتانی (راجپوتنی) ص۲۶، سنگھاسن ص۳۰، بلی ص۳۱، چودہراہی (یعنے چودہرائی یا چودہرایت) ص۳۲، پہر - گھڑی ص۳۴، دسہرہ ص۳۹، تھانہ ص۴۲، کنیر - بوٹہ - پکا - گل بلاس ص۴۷ کالاپانی - بھنورجال ص۴۸، بانس ص۴۹، گلہری ص۵۰، درب (داغنی) چہن (چوٹی) ص۵۷، چکارہ (ہرن کی ایک قسم) ص۶۱، چوکنڈی ص۶۵، بن مانس - نواڑہ (جہازوں کا بیڑہ) ص۶۸،

"بہ کالا پانی فرود آمدم کہ بزبان ہندی مراد آب سیاہ است" ص۴۹   دیگر
"تا حال سفرہ دام کہ از دامہای مقرر است و بزبان ہندی بھنور جال میگویند
نہ انداختہ بودم" ص۴۸

اس ہندی سے اکثر موقعوں پر ہم سمجھتے ہیں کہ اسکی مراد اردو ہے لیکن متعدد موقعے ایسے ہیں جہاں ہندی یا اور اسی قسم کی اصطلاح سے اس کا مقصد سنسکرت یا برج یا راجپوتانہ کی زبان ہے مثلاً راجہ سورج سنگھ دربار شاہی میں اپنے ساتھ ایک شاعر لاتا ہے جسے چارن کہتے ہیں - چارن نے جہانگیر کی تعریف میں یہ مضمون اپنے اشعار میں باندھا تھا کہ اگر آفتاب کے کوئی فرزند ہوتا تو ہمیشہ دن رہتا اور رات ہرگز نہ ہوتی اسلئے کہ غروب آفتاب کے بعد وہ فرزند اسکی جانشینی کرتا اور دنیا کو تاریکی کی دستبرد سے بچاتا - جانے شکر ہے کہ تمہارے والد کو خدا نے ایسا فرزند عطا کیا کہ اسکی وفات پر لوگوں نے ماتم جو ظلمت شب کی مانند تاریک ہے نہیں کیا آفتاب کو اس پر رشک آتا ہے کہ کاش میرے بھی ایسی اولاد ہوتی جو میری جانشینی کرکے دنیا کو رات کی تاریکی سے بچاتی - جہانگیر اسکے متعلق لکھتا ہے :-

"راجہ سورج سنگھ از شعرای ہندی زبان شاعرے ہمراہ آوردہ بود در مدح من
بایں مضمون شعرے گذرانید"

اور آگے جاکر لکھتا ہے :-

"بایں تازگی مضمونے از شعرای ہند کم گوش رسیدہ بجلادوی ایں مدح فیلے بدو
مرحمت کردم راجپوتاں شاعر را چارن میگویند"

اس بیان میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی سے مراد مارواڑی زبان ہے - چارن کے اصل اشعار تو ہمیں معلوم نہیں لیکن ان کا فارسی ترجمہ جو کسی شاعر نے نظم کیا ہے ذیل میں عرض ہے - جہانگیر لکھتا ہے :-

"یکے از شعرای وقت ایں مضمون چنیں بنظم در آوردہ" ص۵

ہندوستانی زبانوں کی تمیز پائی جاتی ہے مثلاً قارلغوں کے واسطے جو پگلی میں آباد ہیں لکھتا ہے کہ امیر تیمور نے ہندوستان سے واپسی کے وقت ان لوگوں کو یہ علاقہ دیا تھا تب سے یہیں آباد ہیں اور اب تو بالکل پنجابی بن گئے ہیں چنانچہ یہی زبان بولتے ہیں :-

"الحال خود لاہوری محض اند و بزبان چنان متکلم" ص ۲۹۰

کشمیر کے راستہ میں پیم درنگ ایک پڑاؤ کا نام ہے - اس نام کی تشریح میں جہانگیر لکھتا ہے :-

"پیم بزبان کشمیری پنبہ درنگ ہمان فارسی است" ص ۲۹ . پھر کہتا ہے چونکہ یہاں حکام کشمیر کی طرف سے روئی پر محصول لیا جاتا تھا اور تاجروں کو ٹھہرنا پڑتا تھا اس لئے اسکا نام پیم درنگ ہوگیا -

مرغ زریں کے بیان میں لکھتا ہے :-

"ساکنان لاہور شن گویند و کشمیریان پوط نامند" ص ۳۲۹

ایک اور موقعہ پر لکھا ہے :-

"نقشہا بزبان کشمیری در مقامات ہندی میخوانند" ص ۲۰۱

وہ دکنی زبان کا بھی ذکر کرتا ہے - مثال :-

"مرتضیٰ خان دکنی کہ در علم پولتہ بازی کہ باصطلاح دکنیاں یک انگی گویند و مغلان شمشیر بازی میگویند بے نظیر بود" ص ۳۰۲

جب ہندوؤں کی زبان کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے اسکو بھی ظاہر کر دیتا ہے مثلاً

"یک تسبیح خورد از مروارید و زمرد کہ لعلے درمیان بود و باصطلاح ہندواں کھیتہ چار میگویند در روز ملازمت بفرزند اقبال مند بابا خرم گذرانید" ص ۱۴۱

لیکن سب سے زیادہ عام لفظ زبان ہندی یا اسکے ہم معنے الفاظ ہیں مثال :-

"گل نیلوفر بزبان ہندی کمودنی گویند" ص ۲۰۴

کہ نام دیوہاست این ہردو فیل را نام کردم" ص۲۲۵

(۲۰) گن سندر خاصہ ہاتھیوں میں تھا :-

"فیل گن سندر خاص را کہ از فیلان کلان قوی ہیکل است باسہ مادہ از سرپل
گذرانیدند" ص۲۴۶

(۲۱) گج رتن خانجہان خان لودھی کو عنایت ہوا تھا :-

"فیل خاصہ گج رتن نام بجہت فرزند خانجہاں فرستادم" ص۳۳۲

اسی طرح خاصہ گھوڑوں کے نام تھے :-

(۲۲) سمیر خانخاناں کو عنایت کیا ہے :-

"اسپ سمند خاصہ سمیر نام کہ از اسپان اول بود بخانخانان عنایت نمودم"
اور سمیر کے معنے یوں بتاتے ہیں :-

"سمیر باصطلاح اہل ہند کوہ طلا را گویند وبجہت مناسبت رنگ و کلانی جثہ
باین اسم موسوم گشتہ" ص۲۵۵

(۲۳) روپ رتن -

(۲۴) ہنسراج - یہ ایک کالے ہرن کا نام تھا - جب یہ ہرن مرگیا جہانگیر نے جہانگیر پورہ
میں جو شاہی شکارگاہ تھی - اسکی قبر بنوادی اور قبر پر ایک منارہ تعمیر کروادیا ہنسراج
کی قبر پر کتبہ ذیل جو ملا [illegible] کشمیری نے لکھا تھا درج کیا گیا :-

"درین فضای دلکش آہوئے بدام جہاندار خدا آگاہ نور الدین جہانگیر بادشاہ
آمدہ در عرض یک ماہ از وحشت صحرائیت بر آمدہ سرامد آہوان خاصہ گشت بنابر
ندرت آہو مذکور حکم کردم کہ ہیچکس قصد آہوان این صحرا نکند و گوشت آنہا
برہندو و مسلمان حکم گوشت گاو و گوشت خوک داشتہ باشد" ص۴۴

جہانگیر نے اپنی تزوک میں جو الفاظ بیان کئے ہیں انکی تشریح میں ایک حد تک مختلف

"درہمین وقت فیل عالم گمان کہ لیاقت خاصہ شدن داشت از نظر اشرف گذشت" ص۱۲۷

(۷) روپ سندر :- شاہزادہ پرویز کے لئے دیا گیا :-

"وفیل خاصہ روپ سندر نام بجہت فرزند پرویز فرستادہ شد"

(۸) رن راوت :- راجہ سورج سنگھ نے نذر کیا :-

"راجہ سورج سنگھ درہمیں روز فیلے کلانے رن راوت نام کہ از فیلان نامی او بود گذرانید" ص۱۴۱

(۹) پنچی گج :- جو شاہجہان کو عطا ہوا :-

"وفیل خاصہ پنچی گج نام معہ یراق کہ دوازدہ ہزار روپیہ قیمت داشت بدو مرحمت نمودم" ص۱۴۱

(۱۰) فوج سنگار - یہ بھی راجہ سورج سنگھ نے نذر کیا تھا :-

"راجہ سورج سنگھ فیل دیگر فوج سنگار نام بطریق پیشکش گذرانید" ص۱۴۱

(۱۱) گجراج :- اودیپور کے رانا امر سنگھ کے لئے بھیجا گیا :-

"فیل مستے از فیلان پیشکش عادل خاں گجراج نام بجہت رانا امر سنگھ فرستادہ شد" ص۱۸۹

(۱۲) جگت جوت - اعتماد الدولہ کو عطا ہوا :-

"دراثنای راہ فیلے از فیلان خاصہ کہ جگت جوت نام داشت باو مرحمت نمودم" ص۱۹۰

(۱۳) رن بادل :- جہانگیر قلیخاں نے بھیجا تھا :-

"درروز جمعہ فیلے رن بادل نام کہ جہانگیر قلیخان بطریق پیشکش فرستادہ بود از نظر گذشت" ص۱۹۰

شاہی خاصہ ہاتھیوں کی ٹولی میں ہر ہر ہاتھی کا جدا جدا نام رکھا جاتا تھا۔ ان ہاتھیوں کے ناموں کی پوری فہرست اگر آج موجود ہوتی بہت طویل ہوتی میں صرف انہی ناموں پر کفایت کرتا ہوں۔ جن کا تو زک میں جہانگیر نے اتفاقیہ ذکر کر دیا ہے :-

(۱) رتن گج :- راجہ رتن پسر راجہ بھوج ہاڈا نے تین ہاتھی جہانگیر کے نذر کئے تھے۔ ان میں سے ایک بادشاہ کو بہت پسند آیا اسے شاہی خاصہ ہاتھیوں کے حلقہ میں داخل کیا اور اسکا نام رتن گج رکھا۔ توزک میں لکھا ہے :-

"یکے از انہا بغایت پسند افتاد در سرکار بہ پانزدہ ہزار روپیہ قیمت نمودند و داخل فیلان خاصہ شد و نام او را رتن گج نہادم" ص۶۶ توزک

(۲) بخت جیت - جو کشور خاں کو انعام میں دیا جاتا ہے :-

"بعنایت اسپ عراقی از طویلۂ خاصہ و خلعت و فیل خاصہ بخت جیت نام نوازش یافتہ" ص۸۲

(۳) بنسی بدن - اسلام خاں نے بنگالہ سے بھیجا تھا :-

"فیلے بنسی بدن نام کہ اسلام خان از بنگالہ فرستادہ بود بنظر در آمدہ داخل فیلان خاصہ شد ص۱۰۶"

(۴) کچھی :- ایک دیوانہ کتے نے اسے کاٹا تھا ایک ماہ بعد مر گیا :-

"شبے سگ دیوانہ بجای بستن یکے از فیلان خاصہ کچھی نام در آمدہ" ص۱۱۸

(۵) فتح گج :- شاہزادہ خرم یعنے شاہجہان کو اودیپور کی مہم پر بھیجتے وقت مرحمت ہوتا ہے :-

"و فیل فتح گج نام خاصہ معہ تلایہ و اسپ خاصہ بشمشیر مرصع و کھپوہ مرصع معہ پھول کٹارہ بدو مرحمت نمودم" ص۱۲۵

(۶) عالم گمان :- رانا اودیپور کا بہترین ہاتھی تھا :-

اشکن ایک کشمیری میوہ کا نام ہے جہانگیر نے اسکا نام 'خوشکن' رکھا :-

"حکم فرمودم کہ بعد ازین اشکن را خوشکن می گفتہ باشند" ص۳۰۶

ٹٹیری کا نام بدآواز رکھا گیا :-

"ٹٹیری کہ من او را بدآواز نام کردہ ام" ص۳۱۱

جہانگیر جمعرات کے دن کو مبارک سمجھتا تھا اور بدھ کے دن کو منحوس اس لئے پہلے دن یعنے جمعرات کا نام مبارک شنبہ رکھا گیا اور بدھ کا نام گم شنبہ - اپنی توزک میں لکھتا ہے :-

"چون درین پنجشنبہ یعنے از خصوصیات دست بہم دادہ بود اول آنکہ روز جلوس من بود دیگر آنکہ شب برات بود و دیگر روز راکھی بود . . . کہ نزد ہنود از روز ہای معتبر است بنابرین سہ سعادت این روز را مبارک شنبہ نام نہادم . . . روز چہارشنبہ بہمان رنگ کہ مبارک شنبہ بمن نیک افتادہ است این روز برعکس بمن افتادہ است بنابران نام این روز شوم گم شنبہ نہادم کہ دایم این روز از جہان گم باد" ص۱۹۱

جب شاہجہاں بغاوت کرتا ہے اس کا نام بیدولت رکھا جاتا ہے :-

"حکم فرمودم کہ بعد ازین او را بیدولت گفتہ باشند" ص۳۵۳

جہانگیر کو نام رکھنے کا شوق اس حد تک تھا کہ اسنے درختوں تک کے نام رکھے ہیں - ایسی مثال تاریخ میں بہت کم ملیگی - کشمیر میں اسنے ایک باغ روح افزا نامی لگایا تھا - اس باغ میں شاہ آلو کے چار درخت تھے - ان درختوں کے یہ نام تھے :-

شیریں بار - خوشگوار - پربار - کمتربار - شہزادہ خرم یعنے شاہجہاں کے باغ میں اسی شاہ آلو کا ایک درخت تھا اسکا نام شاہ وار رکھا گیا - باغچہ عشرت افزا میں ایک اور درخت تھا جس کا نام 'نوبار' تھا -

یہ زبان جس میں جہانگیر گسائیں جدروپ ساکن اوجین اور اودیپور کے راج کنور کرن سنگھ سے گفتگو کرتا ہے ۔ ہم کہتے ہیں اردو کے سوا کوئی اور زبان نہیں ہو سکتی ۔

جہانگیر اکثر امور میں اکبری روایات کو زندہ رکھتا ہے ۔ جس طرح اکبر چیزوں کے نئے نئے نام رکھنے کا شائق تھا یہ وصف ایک حد تک جہانگیر کی ذات میں بھی موجود تھا ۔ بلکہ اکبر کے رکھے ہوئے نام اسکے زمانہ میں بھی رائج ہیں چنانچہ پرم نرم توزک جہانگیری میں بار بار ملتا ہے ۔

شاہ آلو کی وجہ تسمیہ میں جہانگیر لکھتا ہے :۔

"مراد از شاہ آلو کیلاس است چون کیلاس بہ کیلاس کہ از نامہای چلپاسہ است مشتبہ می شد حضرت والد بزرگوارم آنرا شاہ آلو نام کرد" ص۵۵

جہانگیر نے فارسی محاورہ خوں کشیدن یعنے فصد کھلوانے کے لئے نیا نام 'سبک شدن' تجویز کیا ہے ۔ لکھتا ہے :۔

"خوں کشیدن را اگر سبک شدن می گفتہ باشند بہتر خواہد بود" ص۱۱ چنانکہ اس کی تصنیف میں بعد میں سبک شدن ہی آتا ہے ۔

ایک تیوہار جو قدیم سے آب پاشی کہلاتا تھا ۔ گلاب پاشی کہلایا :۔

"مجلس گلاب پاشی کہ از زمان قدیم بآب پاشی مشہور است و از رسوم مقررۂ پیشینیان است منعقد گشت" ص۱۳۰

کردی ایک قسم کا بے آستین دگلہ ہوتا ہے جو قبا کے اوپر پہنا جاتا ہے اور ران تک آتا ہے اسکا نیا نام نادری مقرر ہوا :۔

"دگلہ نادری کہ بر بالاے قبا پوشند درازی قد آن از کمر پایان سرین و آستین ندارد و پیش آن بہ تکمہ بستہ می شود مردم ولایت آنرا کردی میگویند من نادری نام نہادم" ص۱۹۰

جس قدر مسافت طے ہوا کرتی ہے اس کے سلسلہ میں پاو کثرت سے لایا گیا ہے۔ مثلاً:-

"دوازدہم بعد از قطع چہار کروہ و یک پاو ظاہر موضع بچھیاری منزل گشت صـ۱۶۲"

"چہاردہم کوچ دست داد چہار کروہ و یک نیم پاو قطع نمودہ موضع بلبلی محل اقامت گردید" صـ۱۶۳

"ہژدہم بعد از قطع دو کروہ و سہ نیم پاو موضع امریا منزل گشت صـ۱۶۳"

جد روپ ایک گسائیں تھا جو اجین کے جنگل میں رہتا تھا۔ جہانگیر کو اس سے ملنے کا عرصہ سے اشتیاق تھا۔ ایک مرتبہ اسے آگرہ بلانا بھی چاہا۔ لیکن اسکی تکلیف کے خیال سے یہ ارادہ ترک کردیا۔ جلوس کے گیارھویں سال جب خود جہانگیر کا گذر اجین میں ہوا۔ تنہا جاکر گسائیں جی سے ملا اور پھر متھرا میں دوبارہ ملا لیکن ہمیشہ تنہا ملا۔ اب ظاہر ہے کہ گسائیں جی سے گفتگو ہندی زبان میں ہوتی تھی۔

جب اودے پور کے رانا امر سنگھ نے جہانگیر کی اطاعت قبول کرلی ہے اور اپنے ولیعہد راج کنوار کرن سنگھ کو دربار میں بھیجا ہے۔ پادشاہ اسکے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا اور جب تک کرن دربار میں رہا جہانگیر روزانہ اسکو تحفے اور سوغات دیتا رہا۔

ایک دن شکار میں اسے اپنے ساتھ لے گیا اور جب ایک شیرنی نظر آئی جہانگیر نے جسے اپنی نشانہ بازی پر پورا پورا ناز تھا کرن سے پوچھا کہ کہو اس جانور کے کونسے مقام پر گولی ماروں۔ کنور نے کہا کہ آنکھ میں ماریے۔ جہانگیر نے آنکھ میں گولی ماری اور شیرنی دم توڑ کر ٹھنڈی ہوگئی۔

"کرن را ہمراہ بردہ از و پرسیدم کہ ہر جائے او را کہ گوئی بر حکم بزنم ۔۔ بعد از قرار داد تفنگ را بجانب چشم او سر راست کردہ آتش دادم اللہ تعالےٰ بکرم خود مرا از اں راجہ زادہ شرمندہ نساخت و چنانچہ قرار داد بود درمیان چشم او زدہ او را انداختم" صـ۱۴۰

DELHI
NATIONAL MUSLIM UNIVERSITY

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	نورالدین جہانگیر ۱۰۱۴ھ – ۱۰۳۷ھ	حافظ محمود شیرانی صاحب	۱
۲	مثنوی صفا نامہ	ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی	۴۲
۳	ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت فارسی زبان کی حالت	سید محمد عبداللہ ایم۔اے ریسرچ سٹوڈنٹ یونیورسٹی لائبریری	۵۲
۴	خزائن مخطوطات پنجاب یونیورسٹی لائبریری	ایضاً	۶۸
۵	تاریخ رزمیات ایران	ڈاکٹر محمد اقبال ایم۔اے۔ پی۔ایچ۔ڈی	۷۳
۶	کتاب الحیوان	محمد ابراہیم ایم۔اے میکلوڈ ریسرچ سٹوڈنٹ	۸۵
۷	تبصرہ و تنقید	ادارہ	۹۶
۸	اردو مغلوں کے دربار میں	قاضی فضل حق ایم۔اے	۹۸
۹	لطائف نامہ فخری	سید محمد عبداللہ ایم۔اے	۱۰۱

(ایڈیشن)

تیسرا

۱۳۵۱

شئ طلقها نفذ وقع الطلاق في هذا الامر واما ان قال انت طالق ان كلمت زيدًا فعلى الترتب كما بينا ۱۲ ۱۲

ان للمستقبل كما بدالك من الفصل الذى مرّ انفًا وانت تعلم ان في هذا المقام تعليلية — وظنى ان المصنف متفرد في هذا الاصطلاح والله اعلم وعلمه اتم واحكم ۱۲ ۱۲

اخر كتاب الحروف والحمد لله رب العالمين وصلواته على محمد واله اجمعين وفرغت من نقله من خط ياقوت بن عبد الله الحموى حامدًا لله على سواء نعمه ۱۲

قوله الفرق بين إنْ ولو لو لما مضى وان لما يستانف و
كلاهما يجب بها الثاني لوجوب الاول تقول لو اتيتني لاكرمتك
يدل على ان اكرامك يجب بالاتيان وتقول ان اتيتني اكرمتك
يدل على ان الاكرام يجب بالاتيان في المستانف كما دلت في لو
على انه كان يجب به في الماضي ۱۲

اَنّ إن للاستقبال سواء دخلت على المضارع او الماضي نحو
ان تكرمني اكرمك وان اكرمتني اكرمتك فمعنى المثال الثاني بعينه
معنى المثال الاول يعني ان وقع منك اكرامي في الاستقبال وقع
مني ايضا اكرامك فيه وكذلك لو للماضي على ايهما دخلت نحو
لو ضربت ضربت ولو تضرب اضرب بمعنى واحد اي لو وقع منك ضربي
في الماضي فقد وقع مني ضربك ايضا فيه ۱۲ فوائد ضيائيه

قوله الفرق بين إنَ وأنَ فهو كالفرق بين لو وان في ان
احدهما للماضي والاخر للمستانف تقول انت طالق ان دخلت الدار
فيقع الطلاق عند هذا الكلام وتقول انت طالق ان دخلت الدار
فلا يقع الطلاق عند انقضاء هذا الكلام ولكن يترقب الدخول
فان وقع منها طلقت وان لم يقع لم تطلق اصلا وذلك من قبل
ان ان المكسورة شرط تطلب المستانف فيترقب وقوع الشرط
ليجب به العقد واما أن المفتوحة فليست كذلك وانما معنى
الكلام انت طالق لان دخلت الدار فدخول الدار قد وقع وليست
ان بشرط انما هي علة لوقوع الامر فاذا كانت العلة قد وقعت فقد
وقع معلولها وكانه قال انت طالق لانك كلمت زيدا فبين لا في

المعادلة لانه بمنزلة افلا تبصرون ام انتم بصراء وتقول ما
ابالى اذهبت ام جئت ولا يجوز باو ولان سواءً لابد فيها من
شيئين لانك تقول سواء على هذان ولا تقول سواءٌ على هذا
واما ما ابالى فيجوز فيه الوجهان ان شئت قلت ما ابالى هذان
وان شئت قلت ما ابالى هذ او نقول ما ادرى اأذن او اقام اذا
لم تعتد باذانه ولا اقامته لقرب ما بينهما او لغير ذالك من
الاسباب فان قلت ما ادرى أاذن ام اقام حققت احدهما لا
محالة ابهمت ايهما كان فمعنى الكلام مختلف ١٢

ام تاتى على اربعة اوجه احدها ان تكون متصلة وهى اما
ان يتقدم عليها همزة التسوية نحو سواءٌ عليهم استغفرت لهم
ام لم تستغفرلهم واما ان يتقدم همزة يطلب بها وبام التعيين
نحو ازيد فى الدار ام عمرو وانما سميت فى النوعين متصلة لان
ما قبلها وما بعدها لا يستغنى باحدهما عن الاخر وتسمى ايضاً معادلة
لمعادلتها الهمزة فى افادة التسوية واذا كانت الهمزة للتسوية لم
يجز العطف باو قياسا وانما يعطف بام واذا كان بعد سواء فعلان
لغير استفهام عطف احدهما على الاخر باو كقولك سواءٌ على قمت
او قعدت الوجه الثانى من اوجه ام ان تكون منقطعة فتكون
مسبوقة بالخبر المحض نحو تنزيل الكتاب لا ريب فيه من رب
العالمين ام يقولون افتراه والوجه الثالث ان تقع زائدة نحو
قوله تعلى افلا تبصرون ام انا خير والوجه الرابع ان تكون
"" حريف (مغنى وغنية الطالب)

ان زيدًا المنطلق ومنه قوله جل وعزّ والله يعلم انك لرسوله والله
يشهد ان المنافقين لكاذبون لولا اللام فى الخبر لفتحت ان بعمل
الفعل فيها كما تقول اشهد ان محمدًا رسول الله فاما قوله جلّ
وعزّ وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم لياكلون الطعام فلم
يكسر لاجل اللام من قبل ان اللام لو لم تكن ههنا لكانت مكسورة
مثلها اذا كانت اللام كما تقول ما قدم علينا امير الا انه مكرم لى
فانك قلت الا هو مكرم فهذا موضع ابتداء ولا حاجة باللام فيه ۱۲

فكسرت ان ابتداءً اى فى ابتداء الكلام لكونه موضع الجملة
نحو ان زيدًا قائم وكسرت ايضًا بعد القول وما يشتق منه لان
مقول القول لا يكون الا جملة نحو قال زيد ان عمرًا قائمٌ
وكسرت ايضًا بعد الاسم الموصول لان صلة الموصول لا تكون
الا جملة نحو جاء الذى ان اباه قائم ۱۲ (فوائد ضيائيه)

قوله واما المفتوحة فهى ما بعدها بمنزلة المصدر ولا
بد من ان يعمل فيها ما يعمل فى الاسماء نحو يسرّنى انك ناجح
كانك قلت سرّنى خروجك فموضع ان ههنا رفع لانها بمعنى المصدر
يرتفع كما يرتفع المصدر وتقول اكره انك مقيم فيكون موضعها
نصبًا كانك قلت اكره اقامتك وتقول من لى بانك راحل
اى من لى برحيلك فيكون موضعها خفضًا فالمصدر وقعت
موقعه فالمفتوحة ابدًا بمعنى المصدر والمكسورة بمعنى الاستيناف
وما جرى مجراه لان الحكاية بعد القول يجرى مجرى الاستيناف
تقول قلت زيد منطلق كذلك اذا دخل فى خبرها لام الابتداء

احوالها ومن ذالك امّا السفينة فكانت لمساكين واما الغلام و
امّا الجدار الآيتين واما التوكيد فقل من ذكره ولم من احكم شرحه غير
الزمخشري فانه قال فائدة اما في الكلام ان تعطيه فضل توكيد تقول
زيد ذاهب فاذا قصدت توكيد ذالك قلت اما زيد فذاهب و
لذالك قال سيبويه في تفسيره مهما يكن من شئ فزيد ذاهب الخ
(ملخص مغني اللبيب)

قوله وليس كذالك إمّا لان معناها معنى او في الشك والتخيير
والاباحة واحد الشيئين على الابهام والا فرق بينهما الّا من جهة انك
تبتدي بامّا شاكا نحو ضربت اما زيدًا او امّا عمرًوا فان اتيت باو
دللت على الشك عند ذكر الثاني نحو قولك ضربت زيدًا او عمرًوا"
ولامّا خمسة معان احدها الشك نحو جاء في اما زيد واما عمروٌ
والثاني الابهام نحو اخرون مرجون لامر الله امّا يعذبهم واما يتوب
عليهم والثالث التخيير نحو امّا ان تعذب وإمّا ان تتخذ فيهم
حسنا والرابع الاباحة تعلم امّا فقها وامّا نحوًا والخامس التفصيل
نحو امّا شاكرًا وامّا كفورًا الخ " (مغني اللبيب)

قوله الفرق بين انّ وانّ ان مواضع ان مخالفة لمواضع
ان ولان المكسورة ثلث مواضع الابتداء والحكاية بعد القول
ودخول اللام في الخبر فالابتداء نحو قولك انّ زيدًا منطلق ولا
يجوز الفتح في الابتداء اصلًا واما الحكاية بعد القول نحو قلت انّ
زيدًا منطلق وكذالك قياس ما تصرف من القول نحو اقول
ويقول وما اشبه ذالك واما دخول اللام في الخبر نحو قد علمت

واستخرج وتزاد فی اسم المکان والزمان نحو المضرب لمکان الضرب
والمنتج لمکان النتاج یقال اتت الناقة علی منتجها ای علی وقت
نتاجها وقد قالوا ایضاً اتت علی مضربها ای وقت ضرابها فجعلوا
الزمان کالمکان ۱۲

قوله والتاء تزاد فی تغلب وتذهب وما اشبه ذالک وتزاد
فی مثل عنکبوت وتخربوت وشبهه ۱۲

قوله والنون فی تذهب و نغلب ونحوه وفی رعشن من
الرعشة وضیفن من الضیف ۱۲

قوله والسین تزاد فی استفعل نحو استقام واستخرج ۱۲

قوله والالف تزاد فی نحو ضارب ومضارب، وفی حبلی
وغضبی وارطی ومفتری وما اشبه ذالک ۱۲

قوله والهاء تزاد فی الندبة نحو یا زیداه وفی الوقف نحو
ارمه واقتده وقه ۱۲

قوله الفرق بین امّا واِمّا ان امّا للاستیناف تفصیل جملة
قد جری ذکرها نحو قول القائل اخبرنی من احوال القوم فتقول
مجیباً له امّا زید فخارج وامّا عمرو فمقیم وامّا خالد فمرو وکذالک
اذا قلت حرف کذا علی اربعة اوجه امّا الوجه الاوّل فکذا وامّا
الوجه الثانی فکذا حتی تاتی علی تفصیل جملة العدد الذی بدئت
به ۱۲

امّا بالفتح والتشدید وهی حرف شرط وتفصیل وتوکید
امّا انها شرط فبدلیل لزوم الفاء بعدها واما التفصیل فهو غالب

جانباً "

المصدر اسم الحدث الجاري على الفعل ويعمل عمل فعله ماضيا وغيره اذا لم يكن مفعولا مطلقا الخ (كافيه ابن حاجب)

قوله حروف الزيادة عشرة يجمعها في اللفظ اليوم تنساه فالهمزة تزاد في نحو احمر واعصر واثكم وفي افعل نحو اذهب واخرج واكرم ونحو ذالك " "

وحروف الزيادة حروف اليوم تنساه اعني انه اذا وجد في الكلمة زائد لا يكون الا من تلك الحروف لا من غيرها ١٢ (كشاف مصطلحات الفنون)

فالهمزة تلحق اولاً فيكون الحرف على افعل ويكون للاسم و الصفة فالاسم نحو افكل وابدع واجدل والصفة نحو ابيض واسود واحمر ويكون على افعل نحو اثمد واصبع وابرم وابين واشقى و انفحة ولا نعلمه جاء صفة ويكون على افعل نحو اصبع وابرم وابين واشقى وانفحة ولا نعلمه جاء صفة ويكون على افعل وهو قليل نحو اصبع ولا نعلمه جاء صفة ويكون افعلا وهو قليل نحو ابلم واصبع ١٢ (كتاب سيبويه)

قوله واللام تزاد في نحو الغلام للتعريف وتزاد في عبكل وهو قليل ١٢ ١٢

قوله والياء تزاد في يكرم ويضرب ويذهب ونحوه ١٢

قوله والواو تزاد في كوثر وجدول ونحوه ١٢

قوله والميم تزاد في اسم الفاعل والمفعول نحو مكرم ومكرم

لانه امر واحدٌ ان قد نقضته الى ذالك الا ترى انه اذا قال ان
اتيتنى اكرمتك فاكرمه من غير اتيان لم يصح ان يكون قد صدق
فى الاكرام وكذب فى الاتيان لان الجملة كلها خبر واحد ۱۲ ۱۲

العوامل التى تجزم فعلين احد عشر ومنها اِنْ ۱۲ غنية الطالب)
والمراد من الفعلين فعل الشرط والجزاء ۱۲

قوله وتدخل على الاسم لتعقده بفعل نحو مررت بزيد دخلت
الباء على زيد ليتصل بالمرور ولو لم تدخل لم يتصل به لانه لا يجوز
مررت زيدًا ۱۲

والباء للالصاق اى لافادة لصوق امر الى مجرور الباء هذه
كما ترى فى مررت بزيد فان الباء فيه تفيد لصوق مرورك بزيد ۱۲
(فوائد ضيائيه)

قوله الخبر على اربعة اوجه والخبر يكون للابتداء ولكان وكان
وللظن ۱۲

قوله اسم نحو زيد قائم وزيد اخوك فالقائم هو زيد كما
ان اخوك هو زيد ۱۲ ۱۲

وفعل نحو زيدٌ قام وعمروٌ ذهب وزيد ضرب عمروًا ۱۲
وظرف نحو زيد عندك وعمرو خلفك والقتال يوم الجمعة
والرحيل غدًا ۱۲

وجملة نحو زيد ابوه منطلق وعمرو ينطلق صاحبه فقولك
زيد مبتدأ اوّل وابوه مبتدء ثان ومنطلق خبر الاب والجملة
خبر زيد فاما عمرو فرتفع بالابتداء وصاحبه رفع بفعله والجملة

تدخل على الاسم وحده نحو الالف واللام فی قولك الرجل والغلام ۱۲

قیل علامات الاسم کثیرة منها الالف واللام ۱۲ (اسرار العربیة)

قوله وعلی الفعل وحده نحو السین وسوف کقولك سوف یفعل وسیفعل ۱۲ ۱۲

قیل علامات الفعل کثیرة منها قد والسین وسوف ۱۲ (اسرار العربیة)

قوله وعلی الجملة وحدها نحو الف الاستفهام فی قولك اقام زید وحروف الجحد فی قولك ما ذهب عمرو ۱۲ ۱۲

حرفا الاستفهام الهمزة وهل لهما صدر الکلام لا یتقدمهما شیء مما فی حیزهما لانهما علی احد انواع الکلام کما مر وقد خلا عن الاسمیة والفعلیة ۱۲ فوائد ضیائیه

قوله وتدخل علی الاسم لتعقده علی اسم آخر نحو قولك قام عمرو وزید ۱۲

والواو والفاء وثم وحتی هذه الاربعة للجمع (وهو المفهوم من کلام المصنف) فوائد ضیائیه

قوله وتدخل علی الفعل لتعقده بفعل آخر نحو مررت برجل یقوم ویقعد هذا ایضاً اثر العوا طف فافهم ۱۲

قوله وتدخل علی الجملة لتعقدها بجملة اخری نحو قولك ان قدم زید خرج عمرو وکان الاصل قدم زید فخرج عمرو وعلی هذا یصح ان یصدق احدهما ویکذب الاخر فعقدتهما ان عقد الخبر الواحد فصار الصدق فی جملته والکذب ولا یصح ان یفصل

وقیل مالا یصح له التملک فاللام معه لام الاختصاص وما صح
له التملک ولکن اضیف الیه ما لیس بمملوک له فاللام معه لام
الاستحقاق وما عدا ذالک فاللام فیه للملک ۱۲ (کلیات ابو البقاء)

قوله متصرف روید علی اربعة اوجه اسم الفعل نحو قول
الشاعر ؎ روید علیا جد ما ثدی امهم - الینا ولکن بغضهم متیامن
کانه قال ارود علیا ای امهل علیا و علی ههنا قبلیة ۱۲

ویکون روید لوجوه اربعة اسم فعل نحو روید عمرًا وصفة
نحو سار سیرًا رویدًا وحالا نحو سار القوم رویدًا اتصل بالمعرفة
فصار حالا لها ومصدرًا نحو روید عمرو بالاضافة (کلیات ابو البقاء)

قوله وصفة نحو ساروا سیرًا رویدًا نصب رویدًا لانه صفة
لسیر کانک قلت ساروا سیرًا مترفقا ۱۲ قد مر بیانه

قوله وحال نحو رحل القوم رویدًا نصبت رویدًا علی الحال
من القوم کانک قلت رحلوا متمهلین ۱۲ قد مر بیانه

قوله وبمعنی المصدر نحو روید نفسه تکون مضافة و
تنصب بفعل محذوف کقوله جل اسمه فضرب الرقاب ولو
فصلتها من الاضافة لقلت علی هذا رویدًا نفسه فاعربت و
نونت کما تقول ضربا زیدًا ای اضرب ضربًا زیدًا فکانک قلت
ارود رویدًا زیدًا فاما التی هی اسم فعل فمبنیة علی الفتح لا
یدخلها التنوین لاجل البناء ولا تضاف کما قال روید علیا ۱۲
قد مر بیانه فی کلام ابی البقاء ۱۲

قوله تصرف الحروف فیما تدخل علیه علی سبعة اوجه

قوله ومخففة من الثقيلة نحو قوله تعالى وان كل لما جميع لدينا محضرون تلزمها اللام فى الخبر لئلا تلتبس بان التى للجحد وتقول ان زيد لقائم فيكون ايجابا فان قلت ان زيد قائم كان نفيا ١٢ ١٢

والثالث ان تكون مخففة من الثقيلة فتدخل على الجملتين فان دخلت على الاسمية جاز اعمالها خلافا للكوفيين لنا قرءة حرميين وابى بكر وان كلا لما ليوفينهم وان دخلت على الفعل اهملت وجوبا والاكثر كون الفعل ماضيا ناسخا نحو وان كانت كبيرة ١٢ (ملخص مغنى اللبيب)

قوله وزائدة نحو قول الشاعر ــ وما ان طبنا جبن ولكن ــ منايانا ودولة اخرينا وتقول ما ان فى الدار احد نفى ما فى الدار احد فهذه زائدة للتوكيد ١٢ ١٢

والرابع ان تكون زائدة كقوله ؎ ما ان اتيت بشئ انت تكرهه ــ واكثر ما زيد بعد ما النافية اذا دخلت على جملة فعلية كما فى البيت او اسمية كقوله ؎ فما ان طبنا جبن ولكن منايانا ودولة اخرينا وفى هذه الحالة تكف عمل ما الحجازية كما فى البيت ــ (مغنى اللبيب)

قوله حتى تنصرف على اربعة اوجه جارة نحو قولك قمت حتى الليل و منه قوله جل وعز سلام هى حتى مطلع الفجر ١٢ ١٢

قال ابن هشام حتى تستعمل على ثلثة اوجه احدها ان تكون حرفا جارا بمنزلة الى فى المعنى والعمل ولكنها تخالفها فى ثلثة امور احدها ان لمخفوضها شرطين احدهما عام وهو ان يكون ظاهرا لا مضمرا خلافا للكوفيين والمبرد الثانى خاص بالمسبوق بذى اجزاء وهو ان يكون المجرور اخرا نحو اكلت السمكة حتى راسها او ملاقيا لاخر جزء نحو سلام هى حتى مطلع الفجر والثالث ان كلا منهما قد ينفرد بمحل لا يصلح للأخر ١٢ (مغنى اللبيب)

قال ابن هشام وان تكون موصولاً نحو لننزعن من كل شيعة
ايهم اشد - التقدير لننزعن الذى هو اشد قاله سيبويه وخالفه
الكوفيون وجماعة من البصريين لانهم يرون ان ايا الموصولة
معربة دائماً كالشرطية والاستفهامية وقال الزجاج ما تبين لى
ان سيبويه غلط الا فى موضعين هذا احدهما فانه يسلم انها
تعرب اذا افردت فكيف يقول ببنائها اذا اضيفت وقد
مرّ فى باب البناء ما قاله الجرمى وزعم ثعلب ان ايا لا تكون موصولة
اصلاً وقال لم يسمع ايهم فاضل جاءنى بمعنى الذى هو فاضل جاءنى
ورد بان عدم سماع ذلك ينتج عدم كون الموصولة مبتدأ ولا ينتج
نفى الموصولة من اصلها ١٢ ١٢ (غنية الطالب ومغنى)

قوله وصفة نحو مررت برجل اىّ رجل وبكريم اىّ كريم ١٢
قال ابن هشام وان تكون دالة على معنى الكمال فتقع صفة
للنكرة نحو زيد رجل اىّ رجل اى كامل فى صفات الرجال ١٢ (مغنى
اللبيب وغنية الطالب وكليات ابو البقاء)

قوله وحال نحو مررت برجل اىّ رجل تنصب اىّ رجل على
الحال لان الذى قبلها معرفة فلا يجوز ان يحرك عليه صفة ١٢
وتكون حالاً للمعرفة كمررت بزيد اى رجل وتقول فى المعرفة
هذا زيد ايما رجل فتنصب اى على الحال ١٢ (غنية الطالب ومغنى
اللبيب)

قوله ومتصرفة فى الافراد والاضافة والتذكير والتانيث
نحو اى القوم اتاك وان شئت قلت اى اتاك وتقول اى امرأة

ایا بضرب لان زیداً فاعل فانما ھذا لما بعدہ وکذالک ما اضیف الی اسم من ھذہ الاسماء المستفہم بہا ۱۲ (کامل مبرد جلد اول)

قولہ وجزاء نحو قولک ایہم تریا تاتک تنصبہا بترو بجزم ترہا والجواب یاتک ومن ذالک قولہ جل وعز قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعو فلہ الاسماء الحسنیٰ تنصب ایا بتدعوا وتجزم تدعو بای والجواب الفاء فلہ الاسماء الحسنیٰ ۱۲ ۱۲

ومن خمسۃ اوجہ ای الشرط نحو ایا ما تدعو فلہ الاسماء الحسنیٰ فایا شرطیۃ معمولۃ لتدعو وعاملتہ فیہ الجزم وعلامۃ جزم حذف النون والفاء رابطۃ للجواب ۱۲ (غنیۃ الطالب ومغنی)

قولہ وبمعنی الذی نحو لاضربن ایہم فی الدار بمعنی لاضربن الذی فی الدار وھذہ یعمل فیہا ما قبلہا لانہا بمعنی الذی ومن ذالک قولہ جل وعز فی قرءۃ بعض القراء ثم لننزعن من کل شیعۃ ایہم اشد علی الرحمن عتیا۔ کانہ قال لننزعن الذی ھو اشد عتیا فاما من رفع ای نفیہ للنحویین ثلثۃ اقوال قول الخلیل رفعہ علی الحکایۃ کانہ قیل ثم لننزعن قائلین ایہم اشد علی الرحمن عتیا وھذا وجہ حسن لان فی نزعن لیلاً علی معنی القول لانہم لا تنزعون بالقول والوجہ الثانی قول سیبویہ انہا بمعنی الذی الا ان صلتہا لما حذف منہا العائد بنیت علی الضم فیجوز علی ھذا لاضربن ایہم قائل لک شیئاً ای الذی ھو قائل لک شیئاً ولا یجوز علی قول الخلیل الوجہ الثالث قول یونس ان قولہ لننزعن معلقۃ کما یعلق العلم فی قولک قد علمت ایہم فی الدار ۱۲ ۱۲

ولم یذکر ابن هشام هذا ایضًا ۱۲

قوله وجوه ای سبعة ۱۲

قوله استفهام نحو ای القوم عندك وایهم ضربت وایهم مررت
واذا کانت استفهامًا عمل فیها ما بعدها ولم یعمل فیها ما قبلها فمن
ذالك قوله تعالیٰ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون تنصب
ایا بینقلبون ولا یجوز نصبها بسیعلم لان الاستفهام لا یعمل فیه
ما قبلها لانه له صدر الکلام ویعمل فیه ما بعده لانه لا یخرجه من
الصدر فی اللفظ ۱۲ ۱۲

قال ابن هشام والوجه الثانی الاستفهام نحو ایکم زادته هذه
ایمانًا وقد یراد بالاستفهام احیانًا النفی کقولك لمن ادعی انه اکرمك
ای یوم اکرمتنی ومنه قول المتنبی ؎ ای یوم سررتنی بوصال
لم ترعنی ثلثة بصدود ۱۲ (مغنی وغنیة الطالب)

قال الامام المبرد وسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظلموا ای منقلب ینقلبون
نصب ای بقوله ینقلبون ولا یکون نصبها بسیعلم لان حروف
الاستفهام اذ کانت اسمًا امتنعت مما قبلها کما یمتنع ما بعد الالف
من ان یعمل فیه ما قبله وذالك نحو قولك علمت زیدًا منطلقًا
فان ادخلت الالف قلت علمت ازیدٌ منطلق ام لا فای بمنزلة
زید الواقع بعد الالف الا تری ان معناها اذا ام ذا وقال
الله عزوجل لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدًا لان معناها
اهذا ام هذا وقال تعالیٰ فلینظر ایها ازکی طعامًا علی ما فسرت
لك وتقول اعلم ایهم ضرب زیدًا واعلم ایهم ضرب زید تنصب

قوله ومؤولة على التاويل فى التثنية والجمع والتانيث نحو قول الفرزدق ـ تعش فان عاهدتنى لا تخوننى ـ نكن مثل من ياذئب يصطحبان ـ فثنى ضمير من على التاويل ومن ذالك قوله جل وعز ومنهم من يستمعون اليك مجمع على التاويل فاما و منهم من يستمع اليك فى موضع اخر فعلى اللفظ واما الحمل على التاويل فى التانيث فنحو من يقنت منكن لله ورسوله و من قرءه بالتاء حمله على اللفظ ۱۲

لم يبيّن هذا صاحب المغنى وغنية الطالب ۱۲

قوله وموسومة بعلامة النكرة فى مثل قول القائل رائيت رجلاً فتقول منا فان قال هذا رجل قلت منٌ وان قال مررت برجل قلت منٍ تسميها بعلامة تدل على امر مستفهم عن نكرة فان قال رائيت رجالاً قلت منين وان قال هؤلاء رجال قلت منون كما قال الشاعر ـ

اتوا نارى فقلت منون انتم　　　فقالوا الجن قلت عموا ظلاماً ۱۲

لم يذكر هذا ايضاً ابن هشام وصاحب غنية الطالب ۱۲

قوله ومنقولة من اجل ام نحو قوله جل وعزّ امن هو قانت اناء الليل ساجداً او قائماً نقلتها عن الاستفهام من اجل ام لانه لا يدخل استفهام على استفهام كما نقلتها اين ادخلت عليها ام فى قول الشاعر ـ ام هل كبير بكى لم يقض عبرته ـ اثر الاحبة يوم البين مشكوم ـ كانه قال ام قد كبير نقلتها عن معنى الاستفهام الى معنى قد ۱۲

من مرقدنا واذا قيل من يفعل هذا الا زيد فهى من الاستفهامية اشربت معنى النفى ومنه ومن يغفر الذنوب الا الله ۱۲ (غنية الطالب ومغنى ابن هشام)

قوله وجزاء نحو من يأتنى فاكرمه وقال الشاعر من جاء بالحسنات الله يشكرها — والشر بالشر عند الله مثلان ۱۲

قال ابن هشام منها ان تكون شرطية جازمة نحو من يعمل سوءًا يجزبه ۱۲ (مغنى وغنية الطالب)

قوله وموصولة نحو من ياتيك اكرمه بمعنى الذى يا تيك اكرمه وان من فى الدار مكرم لك ومنه قوله جل وعز ومنهم من يقول ربنا اتنا فى الدنيا اى منهم الذى يقول ۱۲

وان تكون اسما موصولا نحو ولله يسجد من فى السموات ۱۲ (غنية الطالب)

قوله موصوفة نحو مررت بمن خير منك ومن نكرة وقال الشاعر ؎ رب من انضجت غيظا صدره

قد تمنى لى موتا لم يطع

فدخول رب عليها قد دل على انها نكرة وكذالك قول الاخر ؎

رب من يبغض اذ وادنا رحن على بغضاء واعتدين ۱۲۱۲

وان تكون نكرة موصوفة ولهذا دخلت عليها رب فى نحو قوله ؎

رب من انضجت غيظا قلبه قد تمنى لى موتا لم يطع

وقد وصفت بالنكرة فى قولهم مررت بمن معجب لك ۱۲ (غنية الطالب ومغنى)

تسلط لم يجزمه الحرف ۱۲

قوله ومغيرة لمعنى الحرف نحو لوما تاتينا بالملائكة اى هلا تاتينا غيرت معنى لو - لانه كان معناها فى قولك لو كان كذا لكان كذا وجوب الشى بوجوب غيره فخرجت عن هذا المعنى فى قولك لوما الى معنى هلا فصارت ما مغيرة لمعنى لو ۱۲

قوله وقد تكون الصلة عوضاً وغير عوض فالعوض نحو قولك اما انت منطلقاً انطلقت معك اى كنت منطلقا انطلقت معك فجعل ما عوضا من كنت ومنه قول الشاعر ـ ابا خراشة اما انت ذا نفر ـ فان قومى لم تاكلهم الضبع ـ اى ان كنت ذا نفر فان قومى لم يهلكوا باكل الضبع فما مفصولة فى الحقيقة وان كان بعض الكتاب يكتبها موصولة للادغام والاولى ان يفصل ليبين انهما حرفان ولا يلتبس بقولك اما التى هى حرف واحد فى قولك اما زيد فمنطلق ۱۲

فانظر الى ما ذكرت من كلام ابن هشام آنفاً ۱۲

قوله وجوه من سبعة

قوله استفهام نحو قولك من عندك فيقول مجيبا زيد او عمرو وهى نظيرة ما الا انها لما يعقل خاصة وما للاجناس كائنة ما كانت ومن ذالك قوله جل وعز يا ويلنا من بعثنا من مرقدنا المراد به مخرج الاستفهام ومعناه التنبيه على حال لم يكونوا متنبهين عليها ۱۲

من على خمسة اوجه منها ان تكون استفهامية نحو من بعثنا

اقسام احدها الكافة عن عمل الرفع وتتصل بثلثة افعال وهى قلّ
وكثر وطال والثانية الكافة عن عمل النصب والرفع وهى المتصلة
بان واخواتها نحو انما الله اله واحد وهى منها للحصر الثالثة الكافة
عن عمل الجر وتتصل بالاحرف والظروف ۱۲ (ملخص من مغنى اللبيب
وغنية الطالب)

قوله وصلة نحو قوله جل وعز فبما نقضهم ميثاقهم اى بنقضهم
فكذالك فبما رحمة من الله لنت لهم اى فبرحمة من الله وكذالك
قول الاعشى ــه فاذهبى ما اليك ادركنى الحلم ـ عدانى عن
هيجكم اشغالى، وكذالك قول عنتره ــه لاشاة ما قنص لمن حلت
له ـــ حرمت على وليتها لم تحرم اى لاشاة قنص ۱۲

قوله وكافة كقول الله جل وعز انما الله اله واحد وكذالك
انما اعظكم بواحدة وربما يود الذين كفروا ونحو قول الشاعر ــه
ربما تجزع النفوس من الامر   له فرجة كحل العقال

قوله ومسلطة نحو حيث ما تكن اكن لولا ما لم يجز الجزاء بحيث
وكذالك اذما كقول الشاعر ــه اذما ترين ليوم ازجى ظعينتى ـ
اصعد سيرًا فى البلاد وافرع ـ فانى من قوم سواكم وانما ـ رجالى
قوم بالحجاز واشجع ـ اذا ما اتيت على الرسول فقل له ـ حقا
عليك اذا اطمئن المجلس موضع اتيت جزم باذما والجواب
بالفاء. فى نقل هذه المسلطة سلطت الحروف على الجزم ولولم

قوله والتاء الاصلية نحو بيت وابيات تقول رئيت ابياتك لانها اصلية كما تقول رئيت اخوالك هذه التاء بمنزلة اللام من الاخوال والدال من الاوتاد وكذالك التاء فى صلت واصليت و كذالك التاء فى وقت واوقات تقول علمت اوقاتك لان التاء اصلية انتهى ١٢

قوله والتاء الزائدة فى الآخر نحو عنكبوت ورحموت ورهبوت لانك تقول عنكباء ورحم ورهب فتشتق منه ما تذهب فيه الزيادة وهذه التاء هى حرف الاعراب يجرى مجرى الحرف الاصلى فى تعاقب حركات الاعراب عليها ١٢ ١٢ ١٢

قوله وتاء العوض نحو التاء فى بنت واخت جعلت عوضًا من المحذوف وبنيت بناء جذع وقفل فاذا جمعت حذفت وجئت بتاء الجمع تقول رئيت بناتك واخواتك لانك حذفت الزائدة للعوض وجئت بتاء الجمع فجرى مجرى تاء مسلمات ونحوه فكل تاء زيدت فى الواحد فقياسها ان تكون مجرى الدال من زيد فى التصريف بوجوه الاعراب وان يكون الاسم لا ينصرف فيكون حكمها حكم عثمان فى ما لا ينصرف فاما الجمع فكلما زيدت فيه مع الالف على طريق جمع السلامة واعرابها فى النصب والجرّ على صورة واحدة كما يكون المذكر فى جمع السلامة نحو رئيت المسلمين ومررت بمسلمين فاما جمع التكسير فيختلف فيها نحو بستان وبساتين تكون النون حرف الاعراب لانه جمع تكسير هذا فى الاصل والزوائد سواء اذ كان على جمع التكسير نحو رئيت قضاتك واكرمت حماتك وغزاتك وما اشبه

اوبدل کاحمر وضارب ومضروب فالاول یسمی اسما والثانی صفة
(فوائد ضیائیه وکتاب سیبویه)

قوله ونون الاصلیة نحو نون حسن وقطن وعدن وما اشبه ذالك یجری علیها الاعراب علی دال زید والنون زائدة فی حشو الکلمة نحو عشن من الرعشة وضیفن وهو الذی یجئ مع الضیف فهذه وان کانت زائدة فیجری علیها الاعراب کما یجری علی الاصلیة لانها ملحقة بجعفر ١٢ ١٢

قوله والتاءات سبع تاء الجمع نحو مسلمات وصالحات فی جمع المؤنث وحکمها فی النصب والجر ان تکون مکسورة نحو رئیت مسلمات ومررت بمسلمات واما فی الرفع فمضمومة علی الاصل نحو هؤلاء مسلمات وکل ما فیه هاء التانیث فقیاسه اذ حسبته بالالف والتاء هذا القیاس نحو طلحة وطلحات وعلامة وعلامات وتمرة وتمرات وما اشبه ذالك ١٢

وجمع المؤنث السالم وهو ما یکون بالالف والتاء واحترز به عن المکسر فانه قد علم اعرابه (واعراب جمع المؤنث السالم) بالضمه رفعاً والکسرة نصبًا وجرًّا (فوائد ضیائیه)

قوله وتاء التانیث فی الواحد تکون تاء فی الوصل وهاء فی الوقف نحو وان تعد وا نعمة الله لا تحصوها ١٢

التاء تکون حرف خطاب نحو انت انت وضمیرا فی اواخر الافعال نحو قمتَ قمتِ وقمتُ وعلامة للتانیث نحو قامت وتکون حرف جر معناه القسم (غنیة الطالب)

التمکن

والثانی تنوین التنکیر وهو اللاحق لبعض الاسماء المبنیة فرقًا
بین معرفتها ونکرتها والثالث تنوین المقابلة والرابع تنوین العوض
والخامس تنوین کل وبعض والسادس اللاحق لاذ نحو یومئذٍ والسابع
تنوین الترنم ۱۲ (مغنی اللبیب)

قوله ونون المضارعة لالف التانیث تکون فی الشیئین فی فعلان
وفعلی نحو غضبان وغضبی وسکران وسکری وعطشان وعطشی وفی
التعریف نحو عثمان وحسان وما اشبه ذالک وانما ضارعت لالف
التانیث نحو حمراء وصفراء لانه یمتنع علیهما هاء التانیث کما یمتنع
علی حمراء وصفراء نحو غضبانة اوعثمانة اما امتناع غضبانة فلان
مونثه غضبی واما عثمانة فلانه علم خاص فاما ندمان فلیست الالف
والنون فیه بمضارعة ولایجوز ندمانة فکذالک عریان وعریانة
فان سمیت بندمان لم ینصرف لان الالف والنون حینئذٍ یضارع
فاما قبل فینصرف وان کان صفة لان النون لایضارع ۱۲ ۱۲

الالف والنون المعدودتان من اسباب منع الصرف تسمیان
زایدتین لانهما من الحروف الزوائد وتسمیان مضارعتین ایضًا
لمضارعتهما لالف التانیث علیهما وللنحاة خلاف فی ان سببیتهما
لمنع الصرف اما لکونهما زائدتین وفرعیتهما للمزید علیه وامّا
لمشابهتهما لالف التانیث والراجح هو القول الثانی ثم انهما ان کانتا
فی اسم یعنی به ما یقابل الصفة فان الاسم المقابل للفعل والحرف
اما لایدل علی ذات ما لوحظ معها صفة من الصفات کرجل وفرس

مقامه من نون التثنية والجمع لاجلها اى لاجل الاضافة لان
التنوين او النون دليل على تمام ما هى فيه (فوائد ضيائيه)

قوله ونون الجمع نحو المسلمون والصالحون والزيدون و
هى مفتوحة ابدًا لان ما قبلها واو وياء مكسورٌ ما قبلها ففتحوها
للكسر فيها وهى تسقط فى الاضافة كما تسقط نون التثنية نحو
مسلموك وصالحوك ۱۲

وقدر بيانه فى نون التثنية ۱۲

قوله ونون التاكيد نحو اضربن زيدًا واضربنّ زيدا مشددة
وان لقى المخففة الساكن حذفت لالتقاء الساكنين ولم تحرك كما
تحرك التنوين كما قال الشاعر ؎ لا تهين الفقير علّك ان تركع يومًا و
الدهر قد رفعه ـ وتقول على هذا اضرب الرجل تريد اضربن فتحذف
النون لالتقاء الساكنين والمشددة تثبت على كل حال لانها متحركة ۱۲

النون المفردة تاتى على اربعة اوجه احدها نون التاكيد وهى خفيفة
وثقيلة قال الخليل والتوكيد بالثقيلة ابلغ وتختصان بالفعل
(مغنى اللبيب)

قوله ونون الصرف نحو قولك رئيت زيدًا ياهذا تسمى
تنوينًا وهى نون خفيفة فى الحقيقة وتحرك اذا لقيها ساكن نحو
جاء فى زيد اليوم فحركتها بالكسرة لالتقاء الساكنين وتحسب بها فى
وزن الشعر حرفًا كسائر حروف المعجم ۱۲ ۱۲

قال ابن هشام الثانى التنوين هو نون ساكنة تلحق الاخر لغير
توكيد وله اقسام الاوّل تنوين الصرف كزيد ورجل ورجال وهو تنوين

قوله وهاء الندبة نحو يا زيداه واعمراه وما اشبه ذالك
اذا وصلت سقطت واذا وقفت ثبتت لانها لمد الصوت
فاذا ناب عنها سرت غيرها فى الاتصال سقطت ۱۲

ولم يعلم هذا مستقلاً الا ان المذكور فى الفوائد الضيائية
فى بحث المندوب وجاز لك الهاء فى حال الوقف لبيانها ۱۲

قوله والهاء الاصلية نحو لا تموه الهاء فيه اصليه وكذالك
الهكم اله واحد ۱۲

قوله وهاء البدل نحو هرقت وارقت الهاء بدل من الهمزة
وكذالك هرق ماءك كما قال الشاعر سه هرق لنا من قرقرى
ذنوبا ـ ان الذنوب ينفع المغلوبا ۱۲

قال ابن هشام الرابع المبدلة من همزة الاستفهام كقوله
واتى مواجها فقلن هذا الذى ـ منح المودة غيرنا وجفانا ـ وزعم بعضهم
ان الاصل هذا فحذفت الالف (مغنى اللبيب و غنية الطالب)

قوله والياءات عشر ياء الاضافة تكون فى الاسم والفعل نحو
ضاربى فى الاسم وضربنى فى الفعل لابد قبلها من النون لئلا يقع
الكسر فى الفعل فالاسم فلا يحتاج الى النون معها فيه لانه يدخله الجر ۱۲
والذى فى الاسم هو الضمير المجرور المتصل كغلامى وضاربى والذى
فى الفعل هو الضمير المنصوب المتصل نحو ضربنى واكرمنى
والمراد من الاضافة المعنى اللغوى ۱۲

قوله والياء الاصلية نحو المهدى فى الاسم والداعى واما الفعل
فنحو يقضى ويهدى هذه الياء من نفس الكلمة لانها تقع فى بنية

(وسماه كثير من النحاة الانكار الابطالي ; قال ابن هشام هذه
تقتضي ان ما بعدها غير واقع وان مدعيه كاذب نحو افاصفاكم
ربكم بالبنين واتخذ من الملئكة اناثا فاستفهم الربك البنات
ولهم البنون ايحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا. ومن جهة
افادة هذه الهمزة نفي ما بعدها لزم ثبوته ان كان منفيا لان نفي
النفي اثبات. ومنه اليس الله بكاف عبده اى الله كاف عبده ١٢
(مغني اللبيب) (وغنية الطالب)

قوله والف الاداة نحو ان واو وام وما اشبه ذالك ١٢
قوله والف الجمع نحو انفس واكلب وكلما كان على زنة افعل ١٢
قوله والف لم يسم فاعله نحو اكرم زيد استضعف القوم ١٢
قوله والف التخيير نحو قول الله عز وجل فاما منا بعد واما
فداء ١٢

قوله والف التخيير فاما ثمود فهديناهم فاستحبوا العمى على
الهدى [illegible] فقد كان كذا ١٢

وظني ان المصنف تفرد في هذه الاربعة المذكورة والله اعلم
قوله الهاء [illegible] تسمى هاء الاضمار كقولك زيد ضربته وعمرو
مررت به هذه الهاء كناية عن زيد وتسمى هاء الكناية وهاء
الاضمار

قال ابن هشام الهاء المفردة على خمسة اوجه احدها ان تكون
ضميرا للغائب وتستعمل في موضعي الجر والنصب نحو قال له صاحبه
وهو يحاوره (مغني اللبيب)

فلذالك سميت همزة القطع (اسرار العربية) وهمزة القطع باب الافعال وهمزة الجمع ونفس المتكلم من كل باب، وهمزة الاستفهام (كليات

قوله و الف الاستفهام نحو ازيد عندك ام عمرو فى الدار ١٢ و الهمزة تكون للاستفهام وحقيقة طلب الفهم نحو ازيد قائم اذ استفهمت عن تعيين المبدء وان شئت ازيد ام عمرو قائم واذ استفهمت عن تعيين الخبر قلت اقائم زيد ام قاعد وان شئت اقائم ام قاعد زيد ١٢ (غنية الطالب)

قوله و الف التقرير نحو قول الحاكم الله عليك كذا وكذا يعنى ما يدعيه خصمك يقرره على ذالك ١٢

وهمزة الاستفهام قد تخرج عن الاستفهام الحقيقى فترد لمعان احدها التسوية نحو ما ابالى اقمت ام قعدت والثانى الانكار الابطالى نحو افاصفاكم ربكم بالبنين واتخذ من الملئكة اناثا والثالث الانكار التوبيخى نحو اتعبدون ما تنحتون والرابع التقرير ومعناه حملك المخاطب على الاقرار والاعتراف بامر قد استقر ثبوته عنده او نفيه ويجب ان يليها الشئ الذى تقرر به تقول فى التقرير بالفعل اضربت زيدا او بالفاعل انت ضربت زيدا او بالمفعول ازيدا ضربت كما يجب ذالك فى المستفهم عنه (غنية الطالب) مغنى

قوله والف الايجاب نحو قول الشاعر الستم خير من ركب المطايا - واندى العالمين بطون راح - وكقول الله عز وجل اليس ذالك بقادر على ان يحى الموتى - اليس الله بكاف عبده ١٢

قوله والف الوصل نحو اذهب فى الامر واضرب واقتل ونحو اقتدروا ستخرج وانطلق واحمار فكل ما كان على هذه الامثلة من الفعل فالفه الف وصل والابنية الثلاثة من الثلاثى فى الامر وباقى الابنية فى الماضى الخ ١٢

همزة الوصل هى التى يتصل ما قبلها بما بعدها فى الوصل ولذالك سميت همزة الوصل وهى تدخل فى جميع اقسام الكلم من الاسم والفعل والحرف اما الاسم فتدخل منه على اسم ليس بمصدر وعلى اسم هو المصدر فاما ليس بمصدر فابن وابنة واثنان واثنتان و اسم واست وامرء وامرءة وايمن فالهمزة وقعت فى اوائل هذه الكلم عوضا من اللام المحذوفة منها ما عدا امرء وامرءة وايمن فاما امرء وامرءة فانما دخلت عليهما لانهما لما كان اخرهما همزة و الهمزة معدن التغير واما الفعل فتدخل همزة الوصل منه على افعال هذه المصادر نحو انطلق واقتطع واحمر واحمار واستخرج واما الحرف فلا تدخل همزة الوصل منه الا على حرف واحد و هى لام التعريف نحو الرجل والغلام ١٢ (اسرار العربية)

قوله والف القطع نحو اكرم يكرم واحسن يحسن واقام يقيم فالفه اذا امرت الف قطع تبتدئها الفتح نحو احسن اكرم اقم وانما سميت قطعا لانها تقطع فى الامر فى الاستيناف والوصل ولبس شئ من الالفات تقطع غيرها لانك تثبتها فى درج الكلام اذا امرت ١٢

وهمزة القطع هى التى تقطع ما قبلها عن الاتصال بما بعدها

الملك اوالاختصاص ويؤيده كلام المصنف واصلها لام الاضافة ١٢

قوله ولام كي نحو قوله عز وجل ليرضوه وليقترفوا ما هم
مقترفون اي كي يرضوه وكذلك ليغفر لك الله اي كي يغفر ١٢

ولام كي لا تقع الا بعد ما يستقل هو كلاماً نحو سأتوب
ليغفر الله لي (كليات ابو البقاء)

قوله ولام الجحود كقوله جل وعز ما كان الله ليذر المؤمنين
على ما انتم عليه لولا الجحد لم تجز اللام ههنا ١٢

ولام الجحود ولا يقع قبلها فعل مستقبل فلا تقول لن يكون
زيد ليفعل بخلاف لام كي نحو سأتوب ليغفر الله لي لام الجحود
تقع بعد ما لا يستقل ان يكون كلاما دونها (كليات)

قوله ومن لام الاضافة لام العاقبة فالتقطه آل فرعون
ليكون لهم عدوا وحزنا وكذلك قوله الا من رحم ربك ولذلك
خلقهم ومن كلامهم لدوا للموت وابنوا للخراب فكلكم يصير الى
ذهاب ١١

قال ابن هشام لام الصيرورة وتسمى لام العاقبة ولام المآل
نحو فالتقطه آل فرعون ليكون لهم عدوا وحزنا ١٢ (مغني اللبيب)

قوله ولام الامر كقوله تعالى لينفق ذو سعة من سعته ١٢

ولام الامر يجوز تسكينه بعد واو وفاء نحو وليوفوا نذورهم
فليستجيبوا لي - ولا يجوز ذالك في لام كي (كليات ابي البقاء)

قوله الالفات احد عشر الف الاصل نحو اتى امر الله ومن
[illegible] ١٢

فوائد ضيائيه

قوله ولام التعريف الرجل والغلام ۱۲

تدخل ال على الاسم المنكر تتفيده تعريفا نحو جاء الرجل اى
الرجل المعروف المعهود وتسمى هنا عهدية وقس عليه اشتريت
عبدا ثم بعت العبد وقد تكون لتعريف الجنس نحو الرجل خير
من المرأة وتسمى هنا جنسية وقد يراد بها حصة غير معينة في
الخارج بل في الذهن نحو اذهب الى السوق واشتر اللحم ۰ قد
تدخل على الصفة نحو الحسن والحسين وفي جميع هذه الاحوال
تمنع الاسم من التنوين ۱۲ (غنية الطالب)

قوله والاصلية لها ينهو

قوله واللام الزائدة التى دخولها كخروجها نحو قول الشاعر

۵ لما اغفلت شكرك فاصطنعني   وكيف ومن عطائك جل رزقي

اراد ما غفلت شكرك فزاد اللام ۱۲

واللام الزائدة نحو ردف لكم ۱۲ (فوائد ضيائيه)

قوله ولام الاستغاثة نحو قولك يال اشرو الى كليب   يال بكر
اين اين الفرار ومثل يا للرجال ليوم الاربعاء   ما ينفك يحدث لي
بعد النهى طربا ـ استغاث بالرجال لليوم كما تقول يالزيد لعمرو ۱۲

لام الاستغاثة هي لام التخصيص ادخلت على مستغاث به دلالة
على انه مخصوص من بين امثاله بالدعاء مثل يالزيد ۱۲ (فوائد ضيائيه)

قوله ولام الكناية نحو لهمره حكمها الفتح واصلها لام الانافيه
ظنى ان هذا اصطلاح جديد والا فالظاهر من مثاله انه من لام

قوله والعلة الوضعية يجب لها الحكم بجعل جاعل نحو وجوب
الحركة للحرف الذی یمکن ان یکون ساکنًا ١٢

قوله والعلة الصحیحة هی تقتضی الحکم الجاری فی النظائر
مما تدحوالیه الحکمة ١٢

قوله والعلة الفاسدة وهی التی بخلاف هذه الصفة ١٢

قوله والمعلول هو المتغیر بالعلة
المعلول ما اوجبته العلة عقیبها بالاتصال اذا لم یمنع مانع
(کشاف)

قوله القیاس الصحیح الجمع بین الشیئین بما یوجب اجتماعهما
فی الحکم کالجمع بین الاعراب والفعل فی الرفع بعامل الرفع ١٢
قد مر تحقیقه فی اول الکتاب ١٢

الاعراب امّا بحرف او بحركة امّا بحرف ففى الاسم كاعراب
الاسماء الستة والمثنّٰى والمجموع وغيرها واما فى الفعل فكنون يفعلان
ونحوه (كشاف تهانوى)

قوله والمفعول الذى يصل اليه الفعل هو الذى يتغير الفعل
نحو كسرت القلم وقطعت الحبل والمفعول الذى لا يصل اليه الفعل
هو المختص به من غير وصول اليه نحو عززت زيدًا وحمدت عمرًا ١٢

وفى الفوائد الضيائية المراد بوقوع فعل الفاعل عليه تعلقه
به بلا واسطة حرف فانهم يقولون فى ضربت زيدًا ان الضرب
واقع على زيد ولا يقولون فى مررت بزيد ان المرور واقع عليه
بل متلبس به (كشاف تهانوى)

قوله والعلة القياسية هى التى تطرد الحكم بها فى النظائر
نحو علة الرفع فى الاسم الى جهة معتمد الكلام وعلة النصب
فيه ذكره على جهة الفضلة فى الكلام وعلة الخبر ذكره على جهة الاضافة ١٢

قوله والعلة الحكمية هى التى تدعوا اليها الحكمة نحو جعل الرفع
للفاعل لانه اوّل الاول وذالك تشاكلٌ حسن فلانه احق بالحركة
القوية لانها ترى بضم الشفتين من غير صوت ويمكن ان يعتمد
لها فتسمع والمضاف اليه احق بالحركة الثقيلة من المفعول لانه
واحد والمفعولات كثيرة ١٢

قوله والعلة الضرورية هى التى يجب بها الحكم من غير
جعل جاعل نحو الحركة يجب لها الحكم بمتحرك من غير جعل
جاعل ١٢

دل ما ابقى على ما الغى ١٢

قوله والصفة التى تجرى على الاول وهى للثانى فى المعنى هى
الصفة القوية فى العمل نحو مررت برجل حسن ابوه فاما الضعيفه
فلا يجوز فيها ذالك نحو مررت برجل خير منه ابوه ١٢

النعت الحقيقى يرجع فى الحقيقه الى الاسم الذى قبله ويقابله
النعت السببى وهو ان يرجع الى ما بعده كقولك مررت برجل
كريم ابوه (غنية الطالب)

قوله والصفة التى تجرى على الاول وهى للثانى فى اللفظ وللاول
فى المعنى هى الصفة الضعيفة نحو ما رأيت رجلا احسن فى عينه الكحل
منه فى عين زيد وما من ايام احب الله فيها الصوم منه فى عشر
ذى الحجة ١٢

بينها ابن الحاجب بالفاظ اخر حيث قال والذى بمن مفرد مذكر
لا غير ولا يعمل فى مظهر الا اذا كان صفة لشئ وهو فى المعنى
لسبب مفضل باعتبار الاول على نفسه باعتبار غيره منفيا مثل ما
رأيت رجلا احسن فى عينه الكحل منه فى عين زيد (كافيه)

قوله والصفة القوية هى المشبهة باسم الفاعل المتصرف فى
التثنية والجمع والتانيث والتذكير ١٢

الصفة المشبهة باسم الفاعل من حيث انها تثنى وتجمع و
تذكر وتؤنث (فوائد ضيائيه)

قوله والاضافة اللفظية هى التى يكون اللفظ على الاضافة
والمعنى على الانفصال نحو مررت برجل ضارب زيد بمعنى ضارب زيد

مصطلحات الفنون

قوله والجواب المطابق للسوال ذكرما اقتضاه السوال من غير زيادة ولانقصان ١٢

(اجابه واجاب عن سواله) پاسخ دادا ورا واجاب الله دعاءه قبول كرد دعاء اورا (منتهى الارب)

قوله وسوال الحجر طلب لقسم من عدة محصورة وهو على وجهين احدهما طلب جزء من السوال كقولك ازيد فى الدار ام عمرو والاخر طلب نعم اولا ١٢ (لم اجده)

قوله ودلاله الخلف عن المحذوف دلالة شئ يقتضى معنى مالم يذكر ومما تقديره ان يذكر وذالك نحو تكبير الناس عند طلب الهلال يقتضى معنى رؤا الهلال كانه ناطق به وتوقع الناس الهلال هذا قال قائل فى تلك الحال الهلال والله يقتضى هذا الهلال والفعل المشاهد من نحو الضرب والاعطاء اذ قال قائل زيدًا يقتضى اضرب زيدًا او اعط زيدًا فهذه دلالة الحال التى تصحب الكلام فاما دلالة الكلام على المحذوف فدلالة تضمين تقتضى معنى مالم يذكر مما تقديره ان يذكر وهى ثلثة اقسام متقدم او متاخرا ودلالة نفس الكلام الذى حذف منه نحو وقالو كونوا هودًا او نصارى يدل على معنى اتبعوا اليهودية او النصرانية وقوله جل شانه ابشرا منا واحدًا نتبعه يدل على معنى انتبع بشرا وقولك ازيدًا مررت به يدل على معنى اخبرت زيدًا او لقيت زيدًا واما اخذته بدرهم فصاعدًا فانه يدل على معنى فذهب الدرهم صاعدًا بهذا الكثرة المذ

لا زيداً امررت به فيدل عليه ما بعده كالفر اخبرت زيداً مررت به ١٢

(الحذف والتبدل ليس بجائز في الامثال كما قال التهانوي) ثم انه لا تغير الفاظ الامثال تذكيرا وتانيثاً وافرادًا وتثنية وجمعاً بل انما ينظر الى مواد المثل (كشاف)

قوله والعامل الذي يعمل في لفظ المعطوف ولا يعمل في لفظ المعطوف عليه هو الذي يختص بالاول بالمانع نحو هو زيد نعم الرجل ولا قريباً من ذالك ولا يعمل في لفظ الجملة لان المعنى الذي تدل عليه الجملة غير مذكور ولا يعمل عامل الا في مذكور نحو قولك مررت بزيد وعمرو لان المرور عامله ولا يعمل عاملان في معمول واحد وكقولك ضربت هؤلاء وزيدٌ الان هؤلاء مبنيٌ ١٢

قوله والمعرفة الذي تبنى على الفعل فاعلا او مفعولا ولا يوصف ولا يوصف به هو الذي على طريقة الجنس ناقص التمكن بالبناء والاشتراك نحو من وما وليس كذالك الذي لانه ليس اشتراك ولا بناء لانه معرب ١٢

قوله والمعنى الذي لا يوصف به المعرفة الا ان تخرج الى طريقة المفرد هو معنى الجملة اذا صار صلة للذي صلح ان يوصف به المعرفة هو الذي ابوه خارج ١٢

قوله والسوال لطلب الجواب بادا تر في الكلام ١٢

السوال بمعنى خواستن وفي كنز اللغات سوال درخواستن وپرسیدن ومسئله درخواستن وفي مجموعة اللغات مسئله پرسیدن وفي شرح الطوالع السوال الدعاء وهو الطلب مع الخضوع. كشاف

قوله والتانيث الحقيقي هو الذى له فرج الانثى

المؤنث الحقيقي هو مابازائه ذكر من الحيوان (فوائد ضيائيه)

قوله والتانيث اللفظي ماعدا الحقيقي ۱۲

والتانيث اللفظي ما لا يكون بازائه ذكر من الحيوان ۱۲

قوله والاضافة الحقيقية ما كان اللفظ على الاضافة والمعنى على الانفصال ۱۲

الاضافة الحقيقية هي اضافة الصفة الى غير معمولها (وهي تسمى بالمعنوية) (تهذيب النحو)

قوله والاضافة اللفظية ما كان اللفظ على الاضافة والمعنى ۱۲

الاضافة اللفظية هي اضافة الصفة الى معمولها ۱۲ (تهذيب النحو)

قوله والذى يدل عليه الفعل فى عينه المصدر والذى يدل عليه فى الجملة هو متعلقه ماعدا المصدر والحقيقي هو الذى يدل عليه مصدر حادث والفعل اللفظي هو الذى لا يدل مصدره على حادث نحو كان واخواتها والمصدر يدل على ما يدل عليه الفعل من الحدث (غنية الطالب)

والمصنف مجدد فى هذا ايضًا والله اعلم بمراده بذالك

قوله والمحذوف فيما جرى كالمثل هو الذى لا يجوز ان يظهر لان الامثال لا تتغير نحو هذا ولا زعماتك ومن انت زيدًا والمحذوف يبنيه ما قبله تدل عليه دلالة التضمين كقول الله عز وجل قَالُوا كُونُوا هودًا او نصارى تهتدوا قل بل ملة ابراهيم حنيفًا لان كونوا هودًا او نصارى يدل على اتبعوا اليهودية او النصرانية فقال

حتى يتعلق بها الحروف الا ستثناء فى الايجاب وحروف الجر ۱۲

والحروف موقوفة على حد التعدية التعدية فى علم النحو والتصريف

هى ان لا يقتصر الفعل على التعلق بالفاعل بل يتعلق بالمفعول ايضًا

(كشاف) وانت تعلم ان التعدية على قسمين احدهما بنفسه والاخر

بالواسطه والواسطة هى الحروف التى تعرف بحروف التعدية

قوله والاسم الناقص هو الذى يحتاج الى صلة كالذى

الاسم الموصول ما يفتقر الى صلة وعائد (غنية الطالب)

قوله الاسم المتمكن هو الذى تخلص فيه الاسمية بانه لا يشبه

الحرف ۱۲ ۱۲

الاسم المتمكن ما لم يشابه الحرف ولم يتضمن معناه (اسرار العربية)

وقيل الاسم المتمكن هو الاسم الذى لم يشابهه الحرف والفعل

تعريفات (جرجانى)

قوله والحروف التى صدر الجملة هى التى تدخل على الجملة

قاطعة لها عما قبلها كلام الابتداء او حروف الاستفهام وما فى النفى ۱۲

هذا الاصطلاح موافق لكلام القوم الا انه لم اجده مستقلا

فى موضع واحد بل يفهم من مواضع متفرقة فى الكشاف وغيره

من الكتب ۱۲

قوله والصفة التى تعمل فى السبب والاجنبى هى الجارية على

الفعل ۱۲

قوله والصفة التى لا تعمل الا فى السبب خاصة هى المشبهة

بالجارية من جهة انها تثنى وتجمع وتؤنث وتذكر كالجارية

الذی فیه الفائدة نحو علمت واخواتها ۱۲

فان قیل فلم تعدت الی مفعولین قیل لانها لما کانت تدخل علی المبتدء والخبر بعد استغنائها بالفاعل وکل واحد من المبتدء والخبر لابد له من الآخر وجب ان یتعدی الیهما (اسرار العربیه)

قوله والبدل الذی المعنی مشتمل علیه هو الذی یصل الکلام الاول علی ان متعلق العامل غیر المذکور کقولك سرق زید ثوبه فسرق زید یصل علی مسرق ملك زید فوقع البدل علی هذا ۱۲

فان صح الاستغناء بالاول عن الثانی فهو بدل الاشتمال نحو نظرت الی القمر فلکه ۱۲ (کلیات ابو البقاء)

قوله والحروف التی لا تدخل الا علی الاسم هی التی معناها فی الاسم کحروف الاضافة والالف واللام التی للمعرفة ۱۲

وعلامات الاسم کثیرة فمنها الالف واللام ومنها التنوین ومنها حروف الجر الخ ۱۲ (اسرار العربیة)

قوله والحروف التی لا تدخل الا علی الفعل هی التی معناها فی الفعل کحروف الاستقبال وحروف الامر والنهی وحروف الجزاء ۱۲

وعلامات الفعل کثیرة فمنها قد والسین وسوف وان ولم وما اشبه ذالك (اسرار العربیه)

قوله والحروف المشترکة بین الاسم والفعل هی التی تدخل علی الجملة تطلب ما فیه الفائدة کحروف النفی وحروف الاستفهام ۱۲

وهو المفهوم من کتب النحو ۱۲

قوله وحروف التعدیة هی التی تسلط العامل علی ما بعدها

ولذا جاز ما جاء الا هند وامتنع ما جاء هند بدون تانيث الفعل ١٢ كشاف

مصطلحات الفنون)

قوله والمحذوف الذی لا یجوز اظهاره هو الذی یکثر حتی یصیر بمنزلة المذکور فی فهم المعنی نحو ایاك فی التحذیر والذی یجوز ان یحذف ما علیه دلیل من غیر اخلال والذی علیه دلیل هو علی وجهین منه ما یصحبه الدلیل ومنه ما یکثر فیکون هو الدلیل ١٢

(عدم جواز اظهار المحذوف فی التحذیر بسبب التکریر واما اذا لم یکرر جاز اظهاره) کما فی اسرار العربیة وبهذا اذا کرروا لم یجز اظهار الفعل واذا احذفوا احد الاسمین جاز اظهار الفعل (اسرار العربیة)

ومن الادلة علی اصل الحذف العادة بان یکون العقل غیر مانع عن اجراء اللفظ علی ظاهره الخ (کشاف)

قوله واحد الذی یصلح ان یعمل فیه فعل وای هو المبهم الذی یصلح الفعل فیه لکل واحد من الشیئین ولا یجوز فیما لا یصلح الا للواحد بعینه کقولك ایکما عور عینیه احدکما ولا یجوز ایکما عض انفه احدکما ولکن عض انفه الآخر لانه احد مبهم فاذا خرج من الابهام لم یجز ١٢

ای وهو اسم لا ظاهر ولا مضمر بل هو مبهم لم یستعمل الا بصلة ویسئل ای عما یمیز احد المشارکین فی امر یعمهما نحو ای الفریقین خیر مقاما (کلیات ابی البقاء)

قوله التی لا تقتصر فیها علی احد المفعولین هی التی یکون الثانی فیها خبرا عن الاول لان متعلق الفعل ما دلت علیه الجملة وهو

ان يذكر ويجوز حذفه فهو المبتدأ هكذا يفهم من كتب النحو ١٢

قوله والذي يصلح ان يضاف اليه هو الاسم الذي ينبئ عن القرب ويقع موقع الجزء منه ولا يصلح مثل ذلك في الحرف ولا الفعل ١٢

يختص بالاسم كونه مضافا اليه وهذا ليس من خواص الحرف و الفعل ١٢ (فوائد ضيائيه)

قوله والاسم الذي لا يجوز ان يوصف هو الناقص المتمكن بالابهام وتضمين معنى الحرف نحو كيف، واين ومتى ومن وما واذ واذا وحيث

قوله والعطف على التاويل هو المحمول على معنى الموضع كقولك لا ام لي ان كان ذاك ولا اب لان فيه معنى ما ام لي ولا اب

قوله والفعل الذي يتعاظم ويتبين بالتميز هو الذي بمعنى افعل من كذا كقولك هو احسن منك وجها وهو خلاف معنى هو احسن وجهه ١٢

افعل التفضيل يستعمل بمن التي لابتداء الغاية جارة للمفضل عليه كقولك زيد اكرم من عمرو واحسن من بكر وقد يستغنى بتقدير من مع مجرورها عن ذكرها لدليل ويكثر ذلك اذا كان افعل التفضيل خبرا كذا في بعض حواشي تهذيب النحو

قوله والاستثناء الذي يصلح فيه تفريغ العامل هو الاستثناء من منفي كقولك ما في الدار الا زيد وما سار الا عمرو ١٢

ومثل ما جاء الا زيد في تقدير ما جاء احد الا زيد فان مذهب الجمهور ان المفرغ استثناء متصل ليس بفاعل ولا مفعول حقيقة

فان قصد منه الزيادة على من اضيف اليه وجب كونه منهم
قوله والجواب الذى يشبه العطف هو الجواب بالفاء كقولك
لا تدن من الاسد فيا كلك اى لا يكون دنو فا كل ولا يجوز لا تدن من
الاسد يا كلك لانه لا تدن من الاسد فانك ان لا تدن منه يا كلك ١٢
فان وقع جواب الشرط جملة اسمية وجب اقترانه بالفاء وكذلك
اذا كان جملة فعليه للطلب (غنية الطالب)
قوله والاسم الذى فى موضع الفائدة يحتمل التعريف والتنكير
هو الذى فى موضع معتمد الفائدة نحو خبر المبتداء فى قولك زيد
قائم وزيد القائم والذى لا يحتمل التعريف هو الذى فى موضع
الزيادة فى الفائدة نحو هذا زيد قائم لا يجوز هذا زيد القائم على الحال ١٢
يفهم من هذا ان خبر المبتداء يحتمل التعريف والتنكير اذا لم يدخل
اسم الاشارة على المبتداء نحو زيد قائم وزيد القائم واما اذا دخل عليه
الاشارة فلم يكن الخبر الا منكرا نحو هذا زيد قائم وعليك بالتامل فى
ان هذا من الاصطلاحات المختصة للمصنف وان لم يخالف كلام القوم ١٢
قوله ومعتمد البيان الذى لا يجوز حذفه هو الفاعل لانه مضمن
بذكره بقوة تعلقه به ومعتمد البيان الذى يجوز حذفه المبتداء لانه
يجوز ان يخلو الاسم من خبر اذا كان مضافا او مفعولا وهو واحد يقتصر
فى هذه المواضع وليس كذلك الفعل لانه لا يقع موقعا الا وهو يتعلق
بالفاعل ١٢
ان المصنف قد تفرد فى هذا الاصطلاح ومفهومه ان الاسم
الذى شانه ان يذكر ولا يجوز حذفه فهو الفاعل والاسم الذى شانه

قوله والحادث الموجود بعد ان لم یکن ۱۲

الحادث ما یکون مسبوقا بالعدم و یسمی حدوثا زمانیا وقد یعبر عن الحدوث بالحاجة الی الغیر ویسمی حدوثا ذاتیا (تعریفات جرجانی)

باب حدود الموصولات

قوله العلم الذی یتعدی الی مفعولین هو الذی یدخل علی المبتدا والخبر بعد ذکر الفاعل ۱۲

(العلم من افعال القلوب) وهی تدخل علی المبتدا والخبر فتنصبهما معًا علی انهما مفعولان لها نحو ظننت زیدًا عالمًا وحسبت عمرًا کریمًا وخلت السحاب ماطرًا وقس علیها رای وعلم (کذا فی غنیة الطالب)

قوله العلم الذی لا یتعدی الی مفعولین ما عدا العلم وهو علی وجهین احدهما لا یتعدی کقولك درنیت والاخر یتعدی الی واحد کقولك عرفت زیدًا وذالك لانه بحسبه اضمن من معنی المعلوم ۱۲

والمصنف متفرد فی هذا لان درنیت عند الجمهور یتعدی الی مفعولین (کما فی غنیة الطالب) والله اعلم

قوله وافعل الذی لا یضاف الا الی جمع هو واحد منه هو الذی فیه معنی یزید کذا علی کذا کقولك الیاقوت افضل الحجارة ولا یجوز الیاقوت افضل الرجال لانه لیس بعض الرجال ویجوز یوسف افضل الاخوة ولا یجوز یوسف افضل اخوته لان اخوته غیره ویجوز مررت باحمرکم لانه لیس فیه معنی یزید کذا علی کذا ویجوز فی احمر ان یضاف الی غیره وکذالك کل ما کان من الالوان نحو هذا العبد اسودکم ۱۲

يتميز به الشئ مطلقاً سواء كان فى الخارج ويسمى صورة خارجية او فى
الذهن ويسمى صورة ذهنية (كشاف تهانوى) والصورة ما تنتقش به
الاعيان وتميزها عن غيرها وقد تطلق الصورة على ترتيب الاشكال ووضع
بعضها من بعض واختلاف تركيبها وهى الصورة المخصوصة الخ (ابو البقاء)
قوله والمادة ترادف المعانى على الشئ بكثرة ۱۲

المادة هى على راى متاخرى المنطقيين عبارة عن كيفية كانت
نسبة المحمول الى الموضوع ايجاباً كان او سلباً وعلى راى متقدميهم عبارة
عن كيفية النسبة الايجابية فى نفس الامر بالوجوب والامكان والامتناع
ولها اسماء باعتبارات فمن جهة توارد الصور المختلفة عليها مادة وطينة
ومن جهة استعدادها للصورة قابل وهيولى ومن جهة ان التركيب يبتدئ
منها عنصراً اومن جهة ان التحليل ينتهى اليها اسطقس (كتاب الكليات
لابى البقاء)

قوله والرتبة منزلة للشئ هى احق به ۱۲
عبارة المصنف قريب من اصطلاح القوم للفظ الترتيب
قوله والمناسبة شركة قريبة كلولادة

المناسبة عند المتكلمين والحكماء هى الاتحاد فى النسبة وتسمى
تناسباً ايضاً كزيد وعمرو اذا تشاركا فى نبوة بكر واما عند الاصوليين
ففى اصول الحنفية ان المناسبة هى الملائمة وهى الموافقة لوصف اى
العلة للحكم والشافعية يجعلون المناسبة اعم من الملائمة ويقسمون
المناسب الى ملائم وغير ملائم (كشاف)
قوله والخاصة معنى صفة الشئ دون غيره

قوله والكلام ما كان من الحروف دالاً بتاليفه على معنى ١٢
والتحقيق فى هذا الباب ان الكلام عبارة عن فعل مخصوص بفعل
الحى القادر لاجل ان يعرف غيره ما فى ضميره من الاعتقادات والارادات
(كتاب الكليات)

قوله والغرض المعتمد الذى يظهر به وجه الحاجة اليه والمنفعة به
وله اسباب تطلب من اجله ١٢
والغرض هو الفائدة المقصودة العائد الى الفاعل التى لا يمكن
تحصيلها الا بذالك الفعل (كتاب الكليات)

قوله والداعى الى الشئ المقوى له بانه ينبغى ان يفعل ١٢
قوله الصارف عنه المضعف له بانه لا ينبغى ان يفعل ١٢
قوله والاستعارة اجراء الكلمة على ما هى له فى الاصل للمبالغة ١٢
الاستعارة ادعاء معنى الحقيقة فى الشئ للمبالغة فى التشبيه
(جرجانى) وقال الرازى الاستعارة هى جعلك الشئ للشئ للمبالغة
فى التشبيه (ابوالبقاء)

قوله والحقيقة اجراء الكلمة على ما هى له فى اصل اللغة ١٢
الحقيقة كل لفظ يبقى على موضوعه وقيل ما اصطلح العقلاء على
التخاطب به (جرجانى) والحقيقة عبارة عن الاستعمال فى المعنى الحقيقى
والحقيقى عبارة عن الوضع (ابوالبقاء)

قوله والصورة خاصة تاليف ينفصل من سائره بنظم شانه
الصورة فى عرف الحكماء وغيرهم تطلق على معان منها كيفية
تحصل فى العقل هى آلة ومرآة لمشاهدة ذى الصورة الخ ومنها ما

قال العلامة التھانوی الحسن یطلق علی ثلاثة معان الاول کون الشی ملائما للطبع والثانی کون الشی صفة کمال والثالث کون الشی متعلق المدح (کشاف مصطلحات الفنون)

قوله الجائز ھو المار علی جھة الصواب

الجائز ھو المار علی جھة الصواب (کتاب الکلیات)

قوله والضرورة ھی المداخلة فیما لا یمکن الامتناع منه وان ضر ۱۲

فالضرورة بلوغه حدا ان لم یتناول الممنوع ھلک او قارب الھلاک (کشاف) قال السید الجرجانی الضرورة مشتقة من الضرر وھو النازل مما لا مدفع له (کتاب التعریفات)

قوله والمعنی مقصد یقع البیان عنه باللفظ ۱۲

المعنی فی اصطلاح النحاة ما یقصد بشیٔ ویقرب من ھذا ما وقع فی شروح الشمسیة من ان المعنی ھو الصورة الذھنیة من حیث انه تقصد من اللفظ (کشاف مصطلحات الفنون)

قوله واللفظ کلام یخرج من الفم ۱۲

اللفظ ھو فی اصل اللغة مصدر بمعنی الرمی وھو بمعنی المفعول فیتناول ما لم یکن صوتا او حرفا وما ھو حرف واحد او اکثر مھملاً او مستعملا صادرا من الفم اولا ولکن خص فی عرف اللغة بما صدر من الفم من الصوت المعتمد علی المخرج حرفا واحدا او اکثر مھملا او مستعملا وفی اصطلاح النحاة ما من شانه ان یصدر من الفم من الحرف واحدا او اکثر او یجری علیه احکامه کالعطف والابدال الخ (کتاب الکلیات)

قوله النادر الخارج من النظائر الى قلة فی بابه
ماقل وجوده وان لم يخالف القياس (كتاب التعريفات)
قوله والخبر كلام يجوز فيه صدق او كذب ۱۲
قال القاضی والمعتزلة الخبر هو الكلام الذی يدخل فيه الصدق
والكذب (كشاف مصطلحات الفنون)
قوله والاستفهام طلب الفهم
وهو كلام يدل علی طلب فهم ما تصل به اداة الطلب (كشاف)
قوله والاستخبار طلب الخبر
قال صاحب الكشاف الاستخبار هو طلب الخبر
قوله والجزاء المستحق بالعمل من الخير والشر وهو جواب الشرط ۱۲
الجزاء المكافات علی الشی (ابو البقاء) و فی اصطلاح النحاة هی جملة
علقت علی جملة اخری مسماة بالشرط (كشاف مصطلحات الفنون)
قوله والمستقيم هو المستمر فی جهة الصواب ۱۲
الاستقامة المداومة وقيل الاستقامة ان لا تختار علی الله شيئا
كتاب التعريفات
قوله والعارض هو المار علی الطريق المطرد
العارض للشیٔ ما يكون محمولا عليه خارجا عنه (كتاب التعريفات)
قوله واللازم هو المار علی الطريق النادر ۱۲
(اللازم الذی هو مقابل للعارض) ما لم يوجد له حالة الاعراب
(كشاف) واللازم عند المناطقة ما يمتنع انفكاكه عن الشیٔ (جرجانی)
قوله والحسن هو المتقبل فی نفس الحكيم

نحو موجود معدوم والاٰخر موجود لیس بموجود ۱۲

قال العلماء النقیضان الامران المتمانعان بالذات ای الامران
الذان یتمانعان ویتدافعان بحیث یقتضی لذاته تحقق احدهما فی
نفس الامر انتفاء الاٰخر وبالعکس (کشاف)

قولہ والتقدیر المختص بان المعنی فیه علی خلاف ماهو به کما
ان الکذب الخبر عن الشئ بخلاف ماهو به الخ

وظنی ان المصنف فی هذا الکلام منفرد لان التقدیر عند النحاة
هو عبارة عن حذف الشئ من اللفظ وابقائه فی النیة وعند المتکلمین
هو تحدید کل مخلوق بحده (کشاف)

قولہ والمحقق هو المختص بان المعنی فیه علی ما هو به کالصدق
الذی هو خبر مخبره علی ما هو به

وحال المحقق کالمقدر لان التحقیق فی عرف اهل العلم اثبات
المسئلة بالدلیل وتعریف المصنف بعید منه جدًا

قولہ والاصل اوّل یبنی علیه ثان ۱۲

الاصل ما یبتنی علیه غیره (کشاف وکتاب الکلیات وکتاب
التعریفات)

قولہ والفرع ثان یبنی علی اوّل
وهو اسم لشئ یبنی علی غیره (کتاب التعریفات)

قولہ والمطرد الجاری علی النظائر ۱۲

الاطراد هو انه کلما وجد الحد وجد المحدود ویلزمه کونه مانعًا
من دخول الغیر المحدود فیه (کتاب الکلیات)

قوله الممدود هو المختص بمد الصوت فی آخره

قال السید السند الممدود ما کان بعد الالف همزة (کتاب التعریفات)

کل حرف علی فعلاء فهو ممدود الا احرفا جاءت نوادر (کتاب الکلیات)

قوله والمقصور هو المختص بالف مفردة فی آخره

وکل اسم وقعت فی آخره الف مفردة فهو المقصور (کتاب الکلیات)

قوله المذکر الخالی من علامة التانیث فی اللفظ والتقدیر ۱۲

المذکر ما خلا من علامات التانیث (غنیة الطالب) (وکتاب التعریفات)

قوله والمونث الکائن بعلامة التانیث فی اللفظ والتقدیر

والمونث الحقیقی هو المختص بفرج الانثی والمذکر الحقیقی هو المختص بفرج الذکر ۱۲

قال العلامة التهانوی المونث هو عند النحاة اسم فیه علامة التانیث لفظا او تقدیرا فالحقیقی اسم ما بازائه ذکر (کشاف)

قوله والنظیر هو الشبیه بما له مثل معناه وان کان من غیر جنسه کالفعل المتعدی هو نظیر الفعل الذی لا یتعدی فی لزوم الفاعل وفی الاشتقاق من المصدر وغیر ذلک من الوجوه نحو استتار الضمیر فیه وفی الظرف والمصدر والحال

والاشبه بکلام المصنف ما ذکر فی الکشاف ای ونظیر الشئ ما یکون مشارکا له ای لذالک الشئ فی الامر المقصود منه ویکونان ای النظیر وذالک الشئ جزئین مندرجین تحت شئ آخر

قوله والنقیض هو المنافی لما نافاه بانهما لا یجتمعان فی الصحه وهو علی وجهین احدهما علی طریق الایجاب والاخر علی طریق السلب

قال السید المجاز ما جاوز وتعدی عن محله الموضوع الی غیره (کتاب
التعریفات

قوله والجنس صنف یعمه معنا متفق وینقسم الی انواع مختلفة
والاقرب منه ما ذکره ابو البقاء ای الجنس عند النحویین الفقهاء
هو اللفظ العام فکل لفظ عم شیئین فصاعداً فهو جنس لما تحته سواء
اختلف نوعه اولم یختلف وعند آخرین لا یکون جنسا حتی یختلف
بالنوع (کتاب الکلیات)

قوله والنوع احد اقسام الجنس المختلفة کالحیوان والانسان
والجنس یحمل علی نوعه کقولک کل انسان حیوان
هکذا یفهم من بعض عبارات ابی البقاء (فی کتاب الکلیات)

قوله القوة خاصة یمکن بها ما لا یمکن ما هو علی نقیض صفتها
قال السید السند القوة هی تمکن الحیوان من الاعمال الشاقة
(التعریفات وکشاف)

قوله الضعف نقصان القوة من الحد الذی هی علیه والنادر
اضعف من المطرد فی البیان
الضعف بالضم والفتح خلاف القوة (کشاف) وقال ابو البقاء
الضعف بالضم هو ضد القوة فی العقل وبالفتح فی الجسم (کتاب الکلیات

قوله والتخفیف تسهیل ما یثقل علی اللسان او فی الطباع
التخفیف هو ضد التشدید (کشاف مصطلحات الفنون)

قوله الترخیم حذف آخر الاسم فی النداء
الترخیم حذف آخر الاسم فی النداء (اسرار العربیه)

(کتاب التعریفات)

قوله الاشتقاق اقتطاع فرع من اصل یدور فی تصاریفه الاصل

قال السید السند الاشتقاق نزع لفظ من اخر بشرط مناسبتهما
معنی وترکیباً ومغایرتهما فی الصیغة (کتاب التعریفات)

قوله والمظهر هو المدلول علیه باسمه علی غیر جهة الراجع الی ذکره
لم اجد هذا التعریف لفظاً ولا معناً لان صاحب الکشاف عرفه بانه
عند النحاة هو الظاهر (کشاف مصطلحات الفنون)

قوله والفائدة الدلالة علی القطع باحد الجائزین فیهما یحتاج
الیه

لا تطبیق لکلام المصنف بکلام صاحب الکشاف لان الفائدة
عنده ما یترتب علی الفعل

قوله عامل الاعراب هو الموجب لتغییر فی الکلمة علی طریق
المعاقبة لاختلاف المعنی

وهو عند النحاة ما اوجب کون اخر الکلمة علی وجه مخصوص
من الاعراب (کشاف مصطلحات الفنون وکتاب التعریفات)

قوله والحذف اسقاط کلمة بخلف منها یقوم مقامها
والانسب انه اسقاط حرکة او کلمة اکثر او اقل وقد یصیر به
الکلام المساوی موجزاً (کشاف)

وقوله والذکر وجود کلمة علی جهة التذکیر بالمعنی
لم اجد لعینه لفظاً ولا معناً قریباً الا انه یعلم من کلام النحاة الزکر
هو خلاف الحذف وانت تعلم ما فیه من البعد

آوازوں کے اوصاف کا بیان ہے یعنی آواز کی لمبائی - آواز کا سُر اور آواز کی شدت یا جسقدر زور کیسا تھ آواز پیدا ہوتی ہے - چونکہ اسوقت ہندوستان میں فن تجوید کا مطالعہ نہایت محدود ہے اس لئے یہ کتاب ایک خاص کمی کو پورا کرتی ہے - ہندوستانی زبان سے ہر تعلیم یافتہ شخص واقف ہے اور اس میں ہندوستانی کا ہی تلفظ بیان کیا گیا ہے - لہذا اس کتاب کے ذریعہ ہر شخص نہ صرف ہندوستانی تلفظ کا مطالعہ بلکہ فن تجوید کے ابتدائی اصولوں کا مطالعہ بھی کر سکتا ہے - ان الفاظ کے ساتھ اس کتاب کو علم دوست اصحاب کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ بھی اس سے لطف اٹھائیں +

۳- دستکاری - یہ ماہانہ رسالہ کئی سال سے ڈاکٹر شفیع احمد پی - ایچ - ڈی کی ادارت میں دہلی سے نکلتا ہے اسکا کام اسکے نام سے ظاہر ہے ' یعنی دستکاری کے متعلق مضامین اور مختلف دستکاریوں کی ترکیبیں شائع کرنا وغیرہ - ٹائٹل پیج پر درج ہے کہ قلمرو دکن کے لئے محکمہ تعلیمات کا منظور شدہ بھی ہے - دستکاری کے متعلق جہاں تک ہمیں معلوم ہے کوئی اور اردو رسالہ موجود نہیں - اس صورت میں اس پرچے کی ضرورت واہمیت بڑھ جاتی ہے جو لوگ فرصت کے اوقات میں یا بیکاری سے بچنے کے لئے اسکا مطالعہ کرنا چاہیں انکو کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچنے کے امکانات موجود ہیں " سالانہ قیمت پانچ روپے مگر آجکل چند روز کے واسطے تین روپے ہے " ملنے کا پتہ: مینیجر رسالہ " دستکاری " محلہ بلیماراں - **دھلی**

۴ - اتالیق " کمسن طالب علموں کی علمی ترقی اور اخلاقی نشوونما میں مدد دینا " اس ماہانہ رسالے کا مقصد ہے - مولوی فاضل محمد عبدالرب کوکب کی ادارت میں حیدرآباد سے شایع ہوتا ہے - بچوں کے متعلق اکثر سائنٹفک اور تاریخی مضامین ومعلومات بھی شائع کرتا ہے ' مگر انعامی مقابلوں اور لطیفوں کا عنصر غالب ہے - قیمت رسالہ میں درج نہیں - دفتر رسالہ " اتالیق " حیدرآباد دکن سے خط وکتابت کرنا چاہیئے +

کتاب الحدود فی النحو وکتاب الحروف فی النحو

لابی الحسن علی بن عیسی بن علی الرمانی

(سلسلے کے لئے دیکھو اسی رسالہ کا نمبر بابت فروری ۱۹۳۱ء)

ہیں - ہندی الفاظ کی فارسی زبان میں تشریح کی گئی ہے اور جگہ جگہ اساتذۂ فارس کے اشعار نقل ہوئے ہیں - شروع میں ذیل کا مختصر دیباچہ درج ہے -

"چند لغت از رسالۂ کمال عترت کہ او از کتب لغت عربی و فارسی مثل مہذب الاسماء و منتخب رشیدی و صراح و صحاح و موید الفضلا و فرہنگ جہانگیری و رشیدی و کشف اللغات و تحفۃ السعادت و برہان قاطع و سروری و غرائب اللغۃ و غیرہا جمع نمودہ است نوشتہ شد"

یہ کمال عترت کون ہیں ہم نہیں جانتے - باب الالف میں ابتدائی دس لغت حسب ذیل ہیں :- اگوا - اڑواڑ - اوڑھنی - انگیا - آٹی - آنکھ مچولہ - اندراین کا پھل - ادرک - اکڑا - آری -

(۲) ہندوستانی فونیٹکس یعنے ہندوستانی فن تجوید (مصنفہ ڈاکٹر

محی الدین قادری ایم - اے - پی - ایچ - ڈی + پریس ۱۹۳۰ء - ۱۲۶ صفحات - یہ کتاب دکنی اردو کے صحیح تلفظ کے بیان پر شامل ہے - جس کا جنوبی ہند میں رواج ہے - موجودہ دور میں تجوید کا مطالعہ ایک نیا فن ہے جس کی بنیاد یورپ میں گذشتہ پچاس ساٹھ سال سے پڑی ہے - سرزمین ہندوستان میں یہ علم بہت قدیم ہے - اسکے متعلق دو ہزار سال سے زیادہ کی پرانی تصنیفات موجود ہیں - قدماء ہند کو اس علم کا موجد کہنا کچھ بیجا نہ ہوگا - اہل یورپ نے اس فن کے مطالعہ میں دیگر علوم اور مشینری سے بھی کام لیا ہے اور وہاں اس کا مطالعہ ترقی پر ہے - پچھلے چند سال میں ہندوستان کی بعض زبانوں کے تجوید پر کچھ کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً بنگالی پر پروفیسر سینتی کمار چیٹرجی کی کتاب - پنجابی پر ڈاکٹر گراہم بیلی کی (اور ڈاکٹر بنارسی داس کی جدید تالیف جو عنقریب طبع ہونے والی ہے) - بنگال کی نواکھالی بولی پر پروفیسر ہلدر کی کتاب اور دکنی ہندوستانی پر ڈاکٹر قادری کی زیر تبصرہ کتاب - ڈاکٹر قادری کی کتاب میں یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی تصنیف میں عملی ذرائع سے بھی کام لیا ہے اور اپنے نتائج شائع کر دیے ہیں مثلاً پلیٹوگرام یعنی وہ تصاویر جو یہ ظاہر کرتی ہیں - کہ ایک خاص صوت کے تلفظ میں زبان کا کونسا اور کتنا حصہ تالو سے مس ہوتا ہے - ان کے تیار

کردن گفتن شنیدن جان — کرنا کہنا سننا مان
خوردن خفتن نوشیدن مان — کھانا سونا پینا بکھان

اور خاتمہ میں یہ شعر آتا ہے ؎

عبدالواسع سے یہ کتاب — تین زبانوں کی ہے نصاب

صمد باری فارسی دور میں بہت مقبول رہی ہے اور متعدد بار چھپ چکی ہے ۔ لیکن مصنف کا نام مذکور نہیں ۔

انگریزی اردو لغات کے سلسلہ میں سید صاحب نے زیادہ تر مولانا عبدالحق صاحب کے مضمون سے کام لیا ہے ۔ لیکن اس بارہ میں سب سے اہم اور اصلی ماخذ سر جارج گریرسن کی پیمائش لسانی کی جلد نہم ہے ۔ جس میں ایک نہایت طویل فہرست مغربی اہل قلم کی تالیفات کی درج ہے ۔ اس فہرست میں اردو لغات کو بھی شاندار جگہ ملی ہے ۔

خزینۃ الامثال نول کشور مطبوعہ ۱۸۷۲ء ہمارے پاس ہے اس کے کل ۲۵۶ صفحات ہیں اصل کتاب ص۲۲۱ پر ختم ہو جاتی ہے اور مصنف کا خاتمہ بھی اسی صفحہ پر درج ہے ۔ بعد میں مختلف ضمیمے ہیں ۔ خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سید حسین شاہ حقیقت نے ۱۲۱۵ھ میں اسے تالیف کیا ہے اور شعر ذیل میں تاریخ دی ہے ؎

کر خزینہ سے خرچ ساٹھ عدد — بولا ہاتف خزینۃ الامثال

خزینۃ الامثال = ۱۲۷۵ - ۶۰ = ۱۲۱۵ھ

علیگڈھ جوبلی میں ایک دکنی اردو کا لغت نمایش میں رکھا گیا تھا جسکو نہایت قدیم بتایا گیا تھا ۔

مگر تحفۃ الہند اردو لغات کی فہرست میں داخل ہو سکتی ہے تو پھر آئین اکبری کسی صورت میں بھی اس فہرست سے خارج نہیں رکھی جا سکتی ۔

آخر میں ایک قلمی رسالہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو اردو لغت پر ہے ۔ اس رسالہ کا منصوبہ بھی وہی ہے جو غرائب اللغات عبدالواسع ہانسوی کا ہے ۔ ۴۶ صفحات اور ہر صفحہ پر ۱۴ یا ۱۶ سطریں

محمد تیغ بہادر کے اہتمام سے ۱۲۹۸ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ مطبوعہ مثنوی کے ۱۶ صفحات ہیں۔ سبب تالیف میں تجلی کہتا ہے کہ ہندی و فارسی الفاظ کی تعلیم کی غرض سے میں نے یہ کتاب بپاس خاطر گھور (کذا) پسر شیر شاہ قانون گوی لکھی ہے :-

گرچہ بود از رہ طبیعت دور	لیک گفتم بخاطر گھور
کہ درامراست قابل خوش خوی	پسر شیر شاہ قانون گوی

مطبوعہ نسخہ میں ۱۰۶۶ھ سال تصنیف بتایا گیا ہے اور کتاب کا نام اللہ خدائی دیا ہے :-

شصت و شش با ہزار ہجری بود	در ضمیرم چو ایں ہوس افزود
کردم اللہ خدائی ایں را نام	چوں بفضل خدای گشت تمام
خاص از بہر کودکاں گفتم	نہ من از بہر این و آں گفتم

غرائب اللغات کے مصنف میر عبدالواسع ہانسوی نے بچوں کے لئے ایک منظوم رسالہ بھی لکھا ہے جو نصاب سہ زبان یا صمد باری کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں التزام یہ ہے کہ ہر مصرع میں ایک ایک لفظ عربی و فارسی و ہندی زبانوں کا بالترتیب دیا ہے۔ اس کے ابتدائی اشعار ہیں :-

نبی پیمبر بسیٹھ پچھان	صمد پاک نرنجن جان
صحیفہ نامہ پاتی بکھان	ملک فرشتہ دیوتا مان

اسکے علاوہ مختلف متناسب الفاظ کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے مثلاً لغات اعضای انسان۔ اجناس غلہ۔ گلہا و میوہ۔ ترکاریاں۔ ادویات۔ لغات قرابت و رشتہ۔ صفات۔ معدنیات۔ پرند۔ حیوانات۔ غیر پرند۔ لغات متفرقہ۔ لغات عوارضات۔ ذائقہ۔ عیوب جسم انسان۔ اقسام اغذیہ۔ اسمای اہل حرفہ۔ ملبوسات و اسلحہ۔ لغات متعلقہ باورچی خانہ وغیرہ۔ آخر میں فارسی کے مصادر مشہورہ و غیر مشہورہ دیے ہیں۔ اس فصل میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے مصرع میں تین تین مصدر ہیں۔ دوسرے مصرع میں بالترتیب انکا اردو ترجمہ ہے مثال

جو سید صاحب کی فہرست میں داخل ہونے کی منتظر ہیں - ان میں بعض تو بحر الفضائل سے بھی قدیم ہیں مثلاً "فرہنگ نامہ مولانا فخر الدین مبارک غزنوی قواس جو علاء الدین محمد شاہ ۶۹۵ھ و ۷۱۵ھ کے عہد کے بزرگ ہیں - ضیاء برنی اور فرشتہ دونوں انکا ذکر کرتے ہیں - اسی طرح دستور الافاضل ہے جو مولانا رفیع حاجب خیرات نے ۷۴۳ھ میں تالیف کی ہے - فرہنگ زفان گویا از لطف شید برادر جد جامع شرف نامۂ احمد منیری اور ادات الفضلا ۸۲۲ھ از قاضی بدر الدین محمد دہلوی بھی قدیم کتابیں ہیں ان کے علاوہ اور متعدد فرہنگیں ہیں جنکے لئے ہم پنجاب میں اردو صفحہ ۲۰۸ کا حوالہ دینا پسند کرتے ہیں -

محمد بن قوام بن رستم کرخی نہیں ہیں بلکہ کڑی یعنی کڑئی (سلاطین گجرات کے عہد میں کڑی قصبہ ہونیکے علاوہ پرگنہ بھی تھا - احمد آباد سے براہ آگرہ چالیس میل پر واقع ہے) علاقہ گجرات کے باشندے ہیں - بحر الفضائل ۷۹۵ھ میں تالیف نہیں ہوئی بلکہ ۸۲۷ھ میں ۹۵ھ محمد بن قوام کی ایک اور تالیف شرح مخزن اسرار کی تاریخ ہے - انکی ایک اور تالیف کا نام جواہر المعادن ہے جو فنون بدیع و بیان و عروض پر شامل ہے - بحر الفضائل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ مخزن سالگرہ نمبر مارچ ۱۹۲۹ء و اپریل نمبر ۱۹۲۹ء

حکیم یوسفی کا قصیدہ در لغت ہندی کوئی طویل چیز نہیں ہے - اس میں صرف چوالیس پینتالیس ابیات ہیں اور خاتمہ یہ ہے -

یوسفی بہرت دریں ابیات کرد است آنچہ ذکر   گر کنی از بر ترا ہر دم رسد نفعے دگر

از ضرر دار و مدلمت در پناہ خویشتن   آنکہ در عالم بتقدیرش بود نفع و ضرر

حکیم یوسفی تقریباً ۹۰۶ھ سے ۹۴۲ھ تک تصنیف و تالیف میں مشغول رہے ہیں اور ایک درجن سے زیادہ رسالے اور کتابیں انکی یادگار ہیں - طب اور انشا ان کے مقبول مضامین ہیں -

اللہ خدائی اس قدر نادر نہیں جتنا سید صاحب خیال کرتے ہیں - وہ مطبع انوار احمدی میں

رسالۂ منظومۂ امیر خسرو سے مراد خالق باری ہے اور چھرا بمعنی استرا شعر ذیل میں لایا گیا ہے ؎

جاروب سوہنی کرسیداست ٹوکرا	مقراض کترنی کہ بود استرا چھورا

خان آرزو کی روایت ہمیں صرف بارھویں صدی کے منتصف تک پہنچاتی ہے البتہ سید صاحب نے اللہ خدائی کے بعض اشعار کی بنا پر جو عہد شاہجہان کی تصنیف ہے۔ یہ قیاس لگایا ہے کہ اسکے مصنف تجلی نے بھی خالق باری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میں اس موقعہ پر سید صاحب ہی کے الفاظ نقل کئے دیتا ہوں۔

"اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ آج سے کوئی تین سو برس پہلے بھی یہ کتاب خالق باری ہی کے نام سے مشہور تھی۔ اللہ خدائی جس کا ذکر آئیگا ۱۰۶۱ھ کی تصنیف ہے اسکے مصنف تجلی نے کتاب کی مختصر منظوم تمہید میں یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

شاید از لطف و رحمت باری	روح خسرو نمایدم یاری

اس شعر میں امیر خسرو کی روح سے مدد مانگی ہے اور اسکے پہلے مصرع کے آخری لفظ سے خالق باری کی طرف اشارہ کیا ہے" (ہندوستانی صـ۴۴)

ہمیں خالق باری کے متعلق اور امور میں بھی سید صاحب سے اختلاف ہے لیکن چونکہ یہ امور بالتفصیل 'پنجاب میں اردو' میں درج ہو چکے ہیں۔ اسلئے ہم اس تالیف کے صفحات ۱۲۸ - ۱۴۳ کی طرف اپنے ناظرین کی توجہ منعطف کرتے ہیں۔

اردو لغات میں دوسرا نمبر بحر الفضائل کو دیا گیا ہے۔ اگرچہ وہ براہ راست اردو لغت نہیں ہے بلکہ فارسی و عربی الفاظ کی فرہنگ ہے جس میں مصنف نے ضرورتاً بعض الفاظ کی تشریح میں اردو الفاظ جنہیں وہ ہندوی کے نام سے یاد کرتا ہے استعمال کئے ہیں۔ یہ الفاظ متفرق طور پر تمام کتاب میں بکھرے ہوئے ہیں جن کی تعداد تین ساڑھے تین سو الفاظ کے قریب ہوگی۔ اگر بحر الفضائل کو اس بنا پر اردو لغات کے ذیل میں لایا جا سکتا ہے تو ایسی اور درجن بھر کتابیں ہیں

ہے، پانچ عربی و فارسی الفاظ ملتے ہیں ۔ ہندی لفظ صرف ایک ہے ۔ میں ایک اور مثال دیتا ہوں :۔

لسان و زبان فارسی جیبھ آکھو	درخت و شجر دار را رو کھ بھاکھو
بہندی زبان خانہ ہم بیت گھر ہے	چو خوف و خطر بیم ہم ترس ڈر ہے
گرہ عقد باشد بتازی ولیکن	بہندی بود گانٹھ بشنو تو از من
کثیر و فراوان و بسیار و افزوں	بسے بہت کہئیے سبھی جانیو توں

ان اشعار میں عربی و فارسی الفاظ ہندی الفاظ کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف کا مقصد عربی و فارسی الفاظ کی تعلیم ہے ۔ اگر ایرانی و تورانی مہاجرین کے لئے یہ کتاب لکھی جاتی تو معاملہ بالکل برعکس ہوتا یعنے کتاب کی زبان فارسی ہوتی مگر ہندی لغات و مرادفات زیادہ تعداد میں ملتے فارسی عنصر بقدر ضرورت ہوتا اور عربی الفاظ نہ لائے جاتے نہ مصنف کو یہ کہنے کی ضرورت محسوس ہوتی کہ فلاں لفظ فارسی ہے اور فلاں تازی وغیرہ ۔ ان ملاحظات کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ خالق باری بیرونیوں کی تعلیم کے لئے نہیں لکھی گئی ہے بلکہ ہندوستانی بچوں کو عربی و فارسی نصاب سکھانے کے لئے ۔

روایتاً خالق باری امیر خسرو کی طرف منسوب ہے مگر یہ روایت ہمیں زیادہ قدیم زمانوں میں نہیں لے جاتی اس سلسلہ میں ایک روایت وہ ہے جو خان آرزو کی مرتبہ غرائب اللغات میں درج ہے ۔ میر عبدالواسع ہانسوی نے اپنی تالیف غرائب اللغات میں 'چھرے' کے معنے 'کارد بزرگ' لکھے تھے ۔ خان نے ان معنوں پر اعتراض کیا ۔ فرمایا ہے :۔

"چھرا در رسالہ کارد بزرگ و در رسالہ منظومہ امیر خسرو چھرہ بمعنی استرہ است و مشہور در قصبات ہندوستان نیز ہمین است"

---

[1] یعنے غرائب اللغات میر عبدالواسع'

نے بھی اسی قسم کی رائے زنی کی ہے مگر اس رائے کے معتبر ہونے میں ہم کو بہت کچھ شبہ ہے۔
کیونکہ اول تو چنگیزیوں کا طوفان امیر خسرو کے عہد سے پیشتر ہی برس برسا کر کھل چکا تھا۔
اور امیر کے زمانہ میں مطلع بڑی حد تک صاف ہو چکا تھا۔ دوسرے خالق باری کی زبان
کسی ایسے قیاس کی مؤید نہیں ہے کیونکہ اگر یہ کتاب ان نو واردوں کے لئے لکھی جاتی تو
ضرور تھا کہ اسکی تعلیمی یا تشریحی زبان التزاماً فارسی ہوتی جس زبان سے یہ لوگ بالعموم واقف
تھے مگر دیکھا جاتا ہے کہ خالق باری میں ایسا التزام مفقود ہے۔ اس میں دونوں زبانیں ملتی
ہیں یعنے کہیں ہندی ہے اور کہیں فارسی ہے۔ مثلاً شعر ذیل کی زبان ہندی ہے ؎

راہ طریق سبیل پہچان   ارتھ تھوکا مارگ جان

اب اگر یہ رسالہ ایرانی پناہ گزینوں کے لئے لکھا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ نو وارد 'ارتھ
تھوکا' اور 'جان' اور 'پہچان' کے الفاظ مطلق نہیں سمجھ سکتے تھے۔ مگر شعر ذیل میں فارسی
زبان اختیار کر لی گئی ہے:-

بادہ شراب و راوق و صہبا مے است و مد   گر جرعہ زاں خوری تو گئی کار نیک و بد

اس شعر کے مخاطب اگر پناہ گزیں ہیں جو ہندی سیکھنی چاہتے ہیں تو سوچنے کا مقام ہے کہ تمام
شعر سیکھنے کے بعد ایک ہندی لفظ یعنے 'مد' انکے پلے پڑا۔

قرین عقل ہے کہ اگر یہ کتاب ایرانی و تورانی نو واردین کے لئے لکھی جاتی تو ہندی اور
فارسی زبانوں کی یہ گنگا جمنی اس میں لہریں نہ مارتی بلکہ ہندی الفاظ پر زیادہ توجہ دی جاتی اور
ہر ہندی لفظ کا فارسی مرادف دیا جاتا اور عربی الفاظ سے سروکار نہ رکھا جاتا لیکن خالق باری
میں جو انتظام ہے اس سے ہم سمجھتے ہیں کہ مصنف کی توجہ ہندی کے برعکس فارسی و عربی
الفاظ کے سکھانے پر بہت زیادہ مبذول ہے مثلاً اوپر کے دونوں شعروں کو لیجے
پہلے شعر میں یہ فارسی و عربی الفاظ ملتے ہیں۔ 'راہ۔ طریق۔ سبیل' جنکے مقابل فقط ایک
ہندی لفظ 'مارگ' لایا گیا ہے۔ دوسرے شعر میں 'بادہ۔ شراب۔ راوق۔ صہبا اور

ملک کی مختلف یونیورسٹیوں میں ممتاز عہدے رکھتے ہیں جس سے رسالہ کے مضامین کی بلند پایگی یقینی ہے۔ پہلا مضمون "اردو املا" پر پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صدر شعبۂ عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ اور نہایت خوب لکھا گیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اس مضمون کو برابر جاری رکھیں گے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے شعبۂ تاریخ کے پروفیسر محمد حبیب "قرون وسطےٰ میں ہند و مسلم تعلقات" پر رقمطراز ہیں۔ پروفیسر صاحب بڑے زبردست نظریہ باز ہیں اور بعض اوقات تو اپنے نظریوں کی خاطر صریح واقعات تاریخ سے بھی چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ تیسرا مضمون مولوی سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب صدر شعبۂ فارسی و اردو لکھنؤ یونیورسٹی کا "اردو لغات" پر ہے۔ مولوی سید مقبول احمد صاحب صمدنی نے "تذکرۂ خسرو" پر ایک ٹکڑا دیا ہے۔ خواجہ غلام الثقلین صدر شعبۂ تعلیم مسلم یونیورسٹی علیگڈھ نے "قومی سیرت کی تشکیل" پر ایک فاضلانہ مقالہ سپرد قلم کیا ہے۔ رسالہ کے تمام مضامین عالمانہ ہیں اور ان سے بہت کچھ استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ہم اکیڈمی کے ارباب حل و عقد کو ہدیۂ بارکباد پیش کرتے ہیں کہ انکی مساعی سے ایک ایسے علمی رسالہ کا اجرا ہوا ہے جس سے اردو زبان و ادب کے سرمایہ میں قابل قدر اضافے کی بجا امید کی جا سکتی ہے۔

یہاں ہم سید مسعود حسن صاحب کے مضمون اردو لغات پر کچھ الفاظ کہنے چاہتے ہیں اس قسم کا ایک مضمون سید صاحب نے کچھ سال ہوے رسالۂ خیابان لکھنؤ میں شایع کیا تھا۔ موجودہ مضمون میں کسی قدر ترمیم اور اضافہ نظر آتا ہے۔

ہمیں خالق باری کے معاملہ میں سید صاحب سے بالکل اختلاف ہے موصوف کا خیال ہے کہ خالق باری ہندی زبان سے ناآشنا ایرانیوں اور تورانیوں کے لئے جو چنگیزیوں سے بھاگ بھاگ کر ہندوستان میں پناہ گزیں ہو رہے تھے لکھی گئی تھی۔ خالق باری کی یہ وجہ تالیف ہمارے لئے استعجاب انگیز ضرور ہے۔ جواہر خسروی میں مولوی محمد امین صاحب چڑیاکوٹی

شده و فرد فرد نقود معانیش سرمایهٔ فری [فزای؟] متکلمین، الحق از شهرت و تازه گوییها بمنزلی رسیده که بالاتر ازاں ممکن نیست، بصولجان بلاغت گوی توفیق از میدان بادشاهان عرصه معانی و فارسان افراس فارسی ربوده اکثر تازه گویان تتبع روش وی می نمایند و مرکب فکرت اکثر در سنگلاخ متابعت او بسر در آمده چه جادهٔ مستقیم راست براست گوئی را از دست داده از هنجار رهروی او در بیشهٔ گمراهی متحیر بمانده اند چونغ[۱] کلاغ شیوهٔ کبک دری نیافته طرز رفتن خود را فراموش کرده اند چه خیالات رقیقه، دقیقه، تازه بلند آوازهٔ تمکین خوش مزهٔ او نه بسر حدیست که پای فکرت هر کوته اندیش بساحت آن تواند رسید و وی در هند بفیض صحبت شیخ فیضی و فتوح خدمت حکیم ابوالفتح و شرف خدمت شاه جلال الدین اکبر و مداحی ملازمت شاه نورالدین جهانگیر بن اکبر که در بدایت ملقب بشاهزاده سلیم بود در رتبهٔ کمال و عظمت جلالش (کذا) ترقی موفور نمود و شهرت بیش از قیاس در ربع مسکون رسید و اشعار غررش نزد دانا و کانا[۲] مطبوع شد خاص و عام از کودن و شعر فهم همه از کلام او چه باجتهاد و ذوق و چه بتقلید محظوظ اند[۳] اقسام سخن وی از قصیده و غزل و رباعی و قطعه و مثنوی همه در غایت کمالست اگر بعضی از ابیات او بنظر قاصران کوته اندیش چون ادراک ایشان معوج باشد یا شاید لفظی ملیح بلباس استعاره ناصح (کذا) واقع شود و یا نامستحسن نماید جای اعتراض نیست و اگر ردّ آن کنند از عدم انصاف و نقص تمیز خواهد بود

حکایة

راقم این مقال در عنفوان حال چون در جادهٔ شانزده سالگی قدم وجود در نهادم از صفاهان که مولد و موطن اصلیست متوجه شیراز شدم که منزل آبا و اجداد بود و در انجا بخدمت و صحبت مولانا عرفی رسیدم و پنجسال قبل از آنکه وی متوجه سفر هند شود اکثر اوقات در ملازمت

---

[۱] اصل: چونغ، [۲] یعنی احمق، [۳] اصل: محفوظند،

نہیں کھینچی - یہ غالباً ان کے عجزِ سخن پر شاہد ہے - ورنہ ضرور بڑھا گھٹا کر جوش طبع دکھاتے خیر - جو کچھ ہے غنیمت ہے اور اسکا ثبوت ہے کہ ؎

داغہائے عشق کُملاتے نہیں
پھول ہیں کس بے خزاں گلزار کے

موہن سنگھ دیوانہ

ترجمہ عرفی از عُرفات العاشقین تقی اوحدی

عرفات ایک کمیاب تذکرہ ہے جس کا ایک نسخہ دو جلدوں میں بانکی پور کے کتابخانہ میں موجود ہے اوحدی نے اس تذکرہ کی تالیف سنہ ۱۰۲۲ھ میں آگرہ میں شروع کی اور سنہ ۱۰۲۴ھ میں وہیں اسکو ختم کیا چونکہ اوحدی عرفی کا معاصر ہے اور اسکی صحبت میں رہا ہے اسلئے عرفی کا ترجمہ جو اسنے لکھا ہے اسکو خاص اہمیت حاصل ہے - ۱۹ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء کو یہ ترجمہ بانکی پور والے نسخہ سے میں نے نقل کیا اور اب بغرض فائدہ عام ذیل میں شایع کرتا ہوں - تہی اب اشعار کو اختصار کے خیال سے حذف کیا گیا ہے - بانکی پور والے نسخہ کا مفصل حال فہرست بانکی پور جلد ۸ ص ۷۵ پر ملاحظہ کریں + (ایڈیٹر)

مولانا جمال الدین عرفی شیرازی وہو جمال الدین سیدی بن بن [زین] الدین علی بلوی بن جمال الدین سیدی شیرازی مشہور بخواجہ چادرباف شاعریست عالی مقام (و) ساحری معجز کلام (و) گوہری خجستہ نظام کہ مخترع طرزیست تازہ با ملاحت وفصاحت بی اندازہ ووی در ولایت سخن حاکمیست صاحب تصرف و در اقالیم بیان خسروی خالی از تکلف، صیت بیانش عالمگیر است پرتو ضمیرش خورشید تاثیر است، سطر سطر مصارعش سر مشق طبیعت متاخرین

خطِ تو با شمیم راحت انگیز　　　خطت ہمچون نسیم عطر آمیز

خطِ تو زو شرر در خرمنِ جاں　　　ہمے آمد ز طعنہ دل بافغاں

مرزا نے اب ایک نئی راہ نکالی اور گدائی اختیار کی۔ اس لباس میں چناب کے اُس پار سکونت کر لی۔ اس بھیس کا اشارہ دراصل سوہنی کی جانب سے ہوا تھا۔ گداگر مرزا سے سوہنی ملی اور کہا کہ ؎

نشیں آنجا با طمینانِ خاطر　　　صبوری کن کزاں اجریست آخر

بتو وقتے رسانم خویشتن را　　　گذارم بہر تو جاؤ وطن را

لبِ آب بالکل رانجھا کا سا حال ہوا۔ یعنی زود یقین اور سبک اعتقاد دنیا اس فقیر عشق مشرب کی ریاضت اور زہد اور توکّل سے اثر پذیر ہو کر قائل کرامت ہوئی۔ ایک ناخدا صاحب تو اس جوان فقیر پر لٹو ہو گئے اور ہر وقت کمر خدمت باندھے رہتے۔ اسکی اور اسکے ہم پیشگاں کی مدد سے مرزا ہر شب سوہنی سے ملتا اور اس کے آگے مچھلی کا کباب رکھتا۔ مگر ؎

کبابے بردن او را بود حیلہ　　　ولے شد روے دیدن را وسیلہ

خورندے ہر دو چون بنشستہ باہم　　　نماندے ہیچ در دل کلفت و غم

اسی طور سے ایک مدت گذر گئی۔ ایک شب کو مچھلی نہ میسر ہوئی۔ مہینوال اپنی ران سے پارۂ گوشت لے کر چلا۔ سوہنی اس سے مطلع ہو گئی۔ اس نے نہ کھایا۔ مرزا نے آخر سب حال ظاہر کیا ؎

چو سوہنی دید حالِ عاشقِ زار　　　شد از حیرت ہماندم نقشِ دیوار

کہا تو یہی کہا کہ ؎

بتو صد آفریں جاں آفریں است　　　رہِ عشق و محبت ایں چنیں است

خوش ہو کر سوہنی نے ایک دوسری جائے ملاقات مقرر کی اور کہا کہ ہر شب میں ایک

صفائے سنگ دیوارش بہ پرواز — بہ پیش او بود آئینہ روساز
در ہر خانہ اش باب گلستاں — جواب بوستاں صحن شبستاں
بود ہر کوچۂ او جلوہ گاہے — شب و روز از برائے مہر و ماہے
ببازارش بباید سر کشیدن — متاع جاں تواں درو ئے خریدن
رواج گرمی او دیدہ باید — دوکان شوق در وے چیدہ باید

. . . .

رسد خلقے ز ہفت اقلیم آنجا — زند ہر کس دم تسلیم آنجا

لاہور سے مرزا گجرات وارد ہوا - شہر پسند آیا - چندے قیام کیا - آخر نادر اشیا کی تلاش ہوئی تاکہ وطن کو لے جائے - کسی نے کہا ایک کلال استاد ہے کہ صناعی میں مانی نژاد ہے - اس سے جام چینی خرید کیجئے - وہاں گیا - اسکی دختر مستانہ کو دیکھا - دل سینہ میں سیماب آسا ہوا - غلام کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور سوہنی کے حصول کی ترکیب سوچنے لگا - یہی ٹھہری کہ تُلّا کلال کی غلامی اختیار کروں اور گاؤمیش چرانے کا کام سنبھالوں اسکے لئے مرزا نے افلاس کا بہانہ کیا ؎

بہ عالم بُرد دُزداں دست تاراج — سپہرم حسرتا بنمود محتاج

رانجھا کی طرح مرزا بھی چرواں یا چرواہا بنا - اس طریقہ سے سوہنی سے ملاقات نصیب ہوئی - مگر یہ راز بہت دیر تک چھپ نہ سکا - تُلّا نے مغل بچہ کو الگ کیا اور دختر کی تزویج کی فکر کی - سوہنی کے بیاہ کی خبر سے عزت بیگ پر بجلی گری - باصد سوز و ملال مہینوال نے سوہنی کو ایک نامہ لکھا - ادھر سے جواب نامہ آیا - سوہنی لکھتی ہے ؎

خط تو آمدہ چون صبح امید — خط تو مژدہ بخش عمر جاوید
خطِ تو از دمِ عیسٰے است بہتر — خط تو ز آب حیواں بود خوشتر
خطِ تو بود ہمچوں مشک اذفر — دماغم سر بسر زو شد معطر

کل ۴۸ صفحے ہیں۔ شیخ صاحب مسکین تخلص کرتے ہیں۔

حمد و مناجات۔ نعت اور مدح شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے بعد سببِ تالیف این داستان دردآمیز و تصنیف این مثنوی شورانگیز بیان ہوتا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں۔ وہی دوستوں کا تقاضا جس نے وارث شاہ کو مجبور کیا تھا۔ کہانی اس طرح پر مذکور ہے:—

پنجاب میں ایک شہر گجرات ہے وہاں تلّا نامی ایک کوزہ گر مسکن گزیں تھا۔ فنِ کوزہ سازی میں کامل اور فضلِ خدا ہر وقت اسکے حال کے شامل۔ سُہنی (سوہنی) اس کی دختر تھی کہ ؎

نزادہ مادرِ دُنیا مثالش　　　فسانہ اوفتادہ از جمالش

یہاں پر حسب قاعدہ شعرا سوہنی کا سراپا لکھا ہے۔ ادھر بخارا میں ایک سوداگر عالی خاں نامی کے ہاں ایک پسر باصد خوبی و دلارائی تولّد ہوا۔ جسکا نام عزّت بیگ رکھا گیا جب کچھ بڑا ہوا تو ایک اخوند مقرر کیا گیا جس کی محنت سے ؎

باندک مدت آن طفلِ نکوزاد　　　سبق در علم و فن بردہ ز استاد

فصاحت ہم از و خوش فصاحت آموخت　　　ملاحت ہم از و نمکینی اندوخت

مرزا عزت بیگ تجارت کے سلسلہ میں دہلی پہنچا اور صاحبقران ثانی شاہجہاں غازی کی خدمت میں تحایف پیش کئے۔ ملازمت ملی اور سربلندی کا باعث ہوئی۔ آخر دہلی کی سیر سے دل سیر ہوا اور مرزا لاہور آیا۔ مسکین صاحب یہاں پر لاہور کی تعریف میں شرف الدین مشتاق کے چند ابیات نقل فرماتے ہیں۔ جن کا اندراج تفریح طبع کا سامان سمجھئے ؎

ہوایش مژدہ گوے جانفزائے　　　فضایش فرش گوے دلکشائے

بہشت آن خانہا رنگیں قصورش　　　بخوبی مرد و زن غلمان و حورش

بود رشکِ ارم ہر خانۂ او　　　پری و حور ہم دیوانۂ او

قندِ لذّت

فارسی قصۂ سوہنی مہینوال

ہمارے عشق کی کیوں مثنوی شاعر نہیں کہتے
کہاں پائیں گے گرما گرم ایسی داستاں کوئی

شعراء ایسی گرما گرم داستاں کو کیوں چھوڑنے لگے ۔ ہماری کیا اور غیر کی کیا ۔کسی کی داستانِ عشق ہو اس میں دلفریبی اور دلچسپی کا سامان نظر آیا تو فی الفور اُسے تختۂ مشق خامہ بنایا ۔ ہیر رانجھا کے قصہ پر مشتمل بہت سی فارسی مثنویاں ہیں ۔ سسی پنوں کو کئی شعراء نے فارسی نظم میں لکھا ۔ آج ہم سوہنی مہینوال فارسی کا تذکرہ کرتے ہیں ۔ یہ جوڑی بھی عشق و عاشقی کی طے منازل میں کسی سے کم نہ رہی گو ؎

پا یا کسی نے سرِ محبت نہ آج تک افسانہ عشق کا خبرِ نارسیدہ ہے

یہ قصہ مطبوعہ ہمیں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے کتب خانہ واقعہ لاہور سے ملا تھا ۔ شیخ نجم الدین صاحب ساکن کورووال ضلع سیالکوٹ کی تصنیف ہے ۔کتاب کے پبلشر منشی نذیر احمد خاں و فیض رسول (کاتب) ، شیخ صاحب کو علامہ عصر فہامہ دوراں برگزیدہ اصفیائے کرام کے الفاظ سے خطاب کرتے ہیں اور آپ کی تصنیف سے دو اور کتابیں مثنوی بائی بزبان فارسی اور گل بکاؤلی بزبان پنجابی گناتے ہیں ۔ مثنوی سوہنی مطبع محمودیہ لاہور میں چھپی ۔ سن طباعت درج نہیں ۔ سن تصنیف اس بیت سے حاصل ہوتا ہے ؎

زتحریرش چو شد حاصل فراغت بگوشم گفت ہاتف قندِ لذّت

۳۷- انشائے عجیب - [اوراق ۲۱ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۸×۵½ : ۶×۴]

محمد جعفر ولد محمد فاضل کے خطوط -

کاتب - درگا پرشاد - تاریخ کتابت ۱۹ ربیع الثانی (۱۳ ص ھ)

۳۸- منشآت مادھو رام - باڈلین لائبریری - عدد ۱۴۱۲

[اوراق ۱۲۷ - سطور ۱۴ - نستعلیق - تقطیع ۸×۵½ : ۶½×۳½]

مادھو رام کی انشا (سنہ ۱۱۲۰ھ)

کاتب - شبھو ناتھ - تاریخ کتابت ۱۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۵۰ھ

منشآت کا ایک اور نسخہ بھی ہے -

۳۹- رقعات نعمت خان عالی - ریو - ج ۱ - ص ۲۶۸

[اوراق ۳۳ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۸×۵ : ۵½×۳½]

(۱) رقعات (۲) جنگ نامہ اعظم شاہ و بہادر شاہ مصنفہ نعمت خان عالی (متوفی سنہ ۱۱۲۱ھ)

کاتب - سید فدا حسین - تاریخ کتابت محرم سنہ ۱۲۵۶ھ

۴۰- رقائم کرائم - ریو - ج ۱ - ص ۴۰۰

[اوراق ۶۹ - سطور ۱۴ - نستعلیق - تقطیع ۸×۵ : ۶½×۳½]

اورنگ زیب کے خطوط مرتبہ سید اشرف خان (ابن میر عبدالکریم سندھی متوفی سنہ ۱۱۳۱ھ

تاریخ کتابت ۱۹ رجب سنہ ۱۲۱۶ھ)

(باقی دارد)

سید محمد عبداللہ

ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی لائبریری

لاہور

۳۳ - رقعات فطرت - [اوراق ۷ - سطور ۱۹ - شکستہ - تقطیع ۱۱½ × ۷½ : ۹½ × ۵]
موسوی خاں معز فطرت کے مکاتیب - بانکی پور - ج ۳ - ص ۱۶۴ - عدد ۳۵۵

ناقص الآخر

۳۴ - مرآت الجمال [اوراق ۱۳ - سطور ۱۱ - نیم شکستہ - تقطیع ۱۱½ × ۷ : ۸½ × ۵]
حسن انسانی کے مختلف پہلوؤں پر نثر مرصع مصنفہ (؟ . . .) ابن ثابت علی خان

میر منشی - (۱۱۰۰ھ)

کاتباں - بیجناتھ و کدارناتھ - تاریخ کتابت ۱۲ جمادی الاول ۱۲۶۳ھ

۳۵ - ہفت انجمن - دیکھو اورنگ زیب مصنفہ جادوناتھ سرکار - ج ۲ - دیباچہ

[اوراق ۲۴۲ - سطور ۱۶ - شکستہ - تقطیع ۹ × ۵½ : ۷ × ۴]

منشی اودے راج (جن کا اسلامی نام منشی طالع یار تھا) کی انشا جس میں مرزا راجہ جے سنگھ

اور رستم خاں کے خطوط ہیں - مرتبہ در ۱۱۱۰ھ

کاتب - شودیال - تاریخ کتابت - رمضان ۱۲۱۱ھ

۳۶ - خلاصۃ المکاتیب - انڈیا آفس عدد ۲۱۰۹

[اوراق ۲۲۰ - سطور ۱۹ - نستعلیق - تقطیع ۱۰½ × ۸ : ۷½ × ۳½]

منشی سجان رائے بٹالوی مصنف خلاصۃ التواریخ کا مجموعہ نثر (۱۱۱۰ھ)

تاریخ کتابت ۱۲۳۸ھ

اس جلد میں دو کتابیں اور بھی ہیں :-

(۱) مفاوضات میر محمد اسمعیل ترمذی (در ۳۰ سنہ جلوس شاہجہانی)

(۲) انشاے عیش افزا مصنفہ ایضاً

تاریخ کتابت ۱۲۳۹ھ -

کاتب کرم الٰہی قادری

۲۸ - مجموعہ - [اوراق ۳۲ - سطور ۱۷ - شکستہ - تقطیع ۱۰ × ۵½ : ۷ × ۳]

۱ - کارنامہ - از شاہ محمد گھڑتلی

۲ - مرصّع کار از قاسم علی

تاریخ کتابت - ۱۸۹۴ سموت

۲۹ - انشاے طاہر وحید - ریو - ج ۲ - ص ۱۱

[اوراق ۶۴ - سطور ۱۴ - نستعلیق - تقطیع ۸ × ۴½ : ۶ × ۳½]

طاہر وحید، شاہ عباس صفوی کے منشی تھے (۱۰۵۲ھ تا ۱۰۷۷ھ)

ناقص الآخر -

دو نسخے اور بھی ہیں -

۳۰ - نگار نامۂ منشی - دیکھو ریو - ج ۳ - ص ۹۸۵

[اوراق ۱۴۰ - سطور ۱۹ - شکستہ آمیز - تقطیع ۱۱ × ۶½ : ۸ × ۴½]

ملک زادہ منشی کے خطوط 'فرامین' پروانجات و سندات اور دوسرے سرکاری کاغذات

کا مجموعہ - مرتبہ ۱۰۹۵ھ

کاتب و تاریخ کتابت ندارد،

لائبریری میں نگار نامہ کے متعدد نسخے موجود ہیں -

۳۱ - دستور شگرف - ریو - ج ۳ - ص ۱۰۴۳،

[اوراق ۸۰ - سطور ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۹½ × ۵½ : ۶½ × ۳½]

رسالہ در فن انشا مصنفہ بھوپت رائے - کاتب و تاریخ کتابت ندارد،

۳۲ - انشائے رفیع - [اوراق ۵۲ - سطور ۱۹ - نستعلیق - تقطیع ۱۳ × ۸ : ۸½ × ۴½]

مرزا محمد رفیع واعظ قزوینی مصنف ابواب الجنان (متوفی ۱۱۰۵ھ) کا مجموعہ نثر

کاتب - سید حیدر علی رضوی - تاریخ کتابت - ۲۹ شعبان ۱۲۲۶ھ

۲۴ - منشآت برہمن - ریو - ج ۱ - ص ۳۹۷

[اوراق ۱۰۸ - سطور ۱۰ - نستعلیق - تقطیع ½۷ × ½۴ : ۶ × ۳]

منشی چندر بہان برہمن (متوفی سنہ ۱۰۷۳ھ) کے خطوط

کاتب - پنڈت پرمانند سوپوری - تاریخ کتابت سنہ ۱۲۱۱ھ

۲۵ - مجموعہ [اوراق ۲۰۹ - سطور ۱۰ تا ۱۷ - نستعلیق شکستہ و نیم شکستہ - تقطیع ½۸ × ۵ : ۷ × ½۴]

اس جلد میں مندرجہ ذیل کتب ہیں :-

۱ - جامع القوانین

۲ - منشآت برہمن - تاریخ کتابت - ۲۵ ربیع الاول ۱۱۳۷ھ

۳ - انشاء امان اللہ حسینی - تاریخ کتابت - ۲۸ سنہ جلوس محمد شاہ (غالباً)

۴ - ارشاد الطالبین یا انشاء ہرکرن - تاریخ کتابت - ۸ رجب سنہ ۱۳۰۱ھ

کاتب - غلام حسین

۲۶ - کشکول - ریو - ج ۲ - ص ۷۷۵

[اوراق ۹۵ - سطور ۱۸ - شکستہ - تقطیع ۸ × ½۴ : ۶ × ۳]

بہاؤ الدین عاملی کے رسالہ کشکول کا فارسی ترجمہ - اصل رسالہ سلطان عبد اللہ قطب شاہ (متوفی سنہ ۱۰۸۵ھ) کے نام معنون کیا گیا تھا -

کاتب و تاریخ کتابت ندارد ،

۲۷ - جامع القوانین - ریو - ج ۱ - ص ۴۱۴

[اوراق ۷۵ - سطور ۱۱ - شکستہ آمیز - تقطیع ۸ × ½۴ : ۵ × ½۲]

خلیفہ شاہ محمد قنوجی کی انشا المعروف بہ انشاء خلیفہ (سنہ ۱۰۷۶ھ)

کاتب - شمس الدین شاہ پوری - تاریخ کتابت - ۵ رجب سنہ ۱۱۴۷ھ

اس انشا کے متعدد نسخے لائبریری میں ہیں -

خزائنِ مخطوطات

پنجاب یونیورسٹی لائبریری

(گزشتہ سے پیوستہ)

۲۱ - انشاءِ مُنیر - دیکھو انڈیا آفس - عدد ۲۰۷۸

[اوراق ۱۱۹ - سطور ۱۵ - نیم شکستہ - تقطیع ۹½ × ۵½ : ۷ × ۳½]

ملا ابوالبرکات منیر لاہوری کے خطوط و منشآت (سنہ [illegible]ھ)

کاتب - محمد اکمل - تاریخ کتابت ۱۱ جمادی الاول عہد احمد شاہ

اوراق ۱۱۸ - ۱۴۱ کسی نامعلوم شخص کے خطوط ہیں - پہلا خط یوں شروع ہوتا ہے: -

"کمترین بندہ ہائے فدویت مرسوم محمد معصوم جبین اعتقاد و ارادت بر زمین الخ"

۲۲ - رسائلِ طُغرا - دیکھو ریو - ج ۲ - ص ۷۴۲، ۸۷۵،

[اوراق ۱۰۴ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۷ × ۴ : ۵½ × ۳]

ملا طغرا کے رسائل (متوفی سنہ [illegible]ھ)

کاتب - کنہیا لال - تاریخ کتابت ۱۵ جمادی الاول سنہ ۱۲۵۲ھ

ایک اور نسخہ بھی ہے جو ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۱۱ء کو لکھا گیا تھا - کاتب گوبند رام،

۲۳ - گلشنِ عنایت - کپور تھلہ لائبریری فہرست مترا - عدد ۲۰۷،

[اوراق ۱۱۶ - سطور ۱۷ - نستعلیق - تقطیع ۱۰½ × ۵½ : ۸ : ۴]

شیخ عنایت اللہ کنبوہ کے خطوط (متوفی ۱۰۸۲ھ) - مرتبہ محمد صالح (سنہ ۱۰۷۲ھ)

کاتب قاضی پیر بخش - تاریخ کتابت - کاتک سنہ ۱۸۸۷ سموت

باوجود اس کے کتاب الحیوان میں بہت کم یونانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ شاعروں سے اقتباسات بھی اتنی ہی جگہ گھیرے ہوئے ہیں جتنی کہ خود مصنف کے بیانات" ۔ جاحظ کا خیال تھا کہ جو معلومات حیوانی زندگی سے متعلق ہم تک فلاسفہ و اطباء سے پہنچتی ہیں وہ قریب قریب سب کی سب ہمیں عربی شاعری میں مل جاتی ہیں ۔ اس موضوع پر اس کی اپنی رائے ملاحظہ ہو:۔

"بہت کم ہم نے کوئی بات حیوانات کی معرفت کے بارے میں فلسفیوں سے سنی اور طبیبوں اور متکلمین کی کتابوں میں پڑھی مگر یہ کہ ہم نے اس کے قریب قریب عربوں اور اعراب کے اشعار اور ہمارے اہل لغت و ملت کی معرفت میں پائی ۔ اگر کتاب کی لمبائی کا ڈر نہ ہوتا تو میں تیرے لئے سب کو بیان کرتا لیکن میں نے طول کے خوف سے بچنے کے لئے بہت سے اشعار کی تفسیر بہت سے ایسے شواہد کے ساتھ چھوڑ دی ہے ۔ جنکو محض راوی جانتے ہیں"[1] ۔

جاحظ کا یہ محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ اسنے اکثر مواقع پر مختلف آراء کی حمایت و مخالفت میں کثرت کے ساتھ اشعار نقل کئے ہیں ۔

آیندہ دوسرے مضمون میں ہم کتاب الحیوان کے بعض اہم مضامین پیش کرینگے ۔

(باقی دارد)

محمد ابراہیم

میکلوڈ عربک ریسرچ سٹوڈنٹ

---

[1] کتاب الحیوان ۳ : ۸۳ ۔

بین المعرفۃ سبباً و بین الصداق نسباً و حبّب الیک
التثبت و زیّن فی عینیک الانصاف و اذاقک حلاوۃ
التقوی و اشعر قلبک عزّ الحق و اودع صدرک برد
الیقین و طرد عنک ذل الیاس . . . . الخ

کتاب کی خوبیوں پر جاحظ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اسکی انشا پردازی کا بہترین نمونہ ہیں - بیان کے اقسام میں آگے چلکر آن کا ذکر آئے گا -

جاحظ کے اسلوب کی ایک اور خصوصیت جس کا مسعودی نے خاص طور پر ذکر کیا ہے یہ ہے کہ جب کبھی جاحظ کو پڑھنے والے کی تکان کا احساس ہوتا ہے تو وہ فی الفور اپنے انداز میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور متانت کو چھوڑ کر ہزل پر اتر آتا ہے - اسی روش کی تقلید کرتے ہوئے وہ کتاب میں متعدد مقامات پر نادر اشعار اور دلچسپ حکایات بیچ میں لاتا ہے "تاکہ اس کتاب کا پڑھنے والا ایک باب سے دوسرے باب اور ایک شکل سے دوسری شکل کی طرف نکلے - کیونکہ میں نے کانوں کو طرب انگیز آوازوں - حسین نغموں اور فصیح تاروں سے بیزار ہوتے دیکھا ہے - جب وہ انکو زیادہ دیر تک سنیں[1]" - جلد سوم کے پہلے ۴۲ صفحے اور ۱۴۴ - ۱۵۶ صفحے اور پانچویں جلد کے ۵۲ - ۶۵ اور ۱۷۰ - ۱۷۵ صفحے اشعار و نادر حکایات کی نذر کئے گئے ہیں - جلد ششم میں حکم بن عمرو البھرانی اور بشر بن المعتمر کے قصیدوں کی مفصل تشریح کی گئی ہے - انتخاب میں بعض شاعری کے بہترین نمونے ہیں اور جاحظ کے ذوق سلیم پر روشن دلیل ہیں -

اس بات کے علاوہ جاحظ نے عربی شاعری سے ایک اور فائدہ بھی اٹھایا - انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد اول حصہ دوم (ص ۱۰۰۱) میں مقالہ نگار لکھتا ہے " ارسطو سے حوالوں کے

---

[1] کتاب الحیوان جلد سوم ص ۲ و ۳ '

حوالہ دیتا ہے - بادیہ کی صحبت میں وہ کئی بار رہ چکا تھا اور اسے کذب اور مبالغے سے پاک سمجھتا[1] تھا - اسکی بیان کی ہوئی کہانیاں جاحظ نے اپنی کتاب اللصوص میں نقل کی ہیں - مثنیٰ بن زہیر کبوتروں کے بارے میں بصرہ بھر میں لوگوں کا امام[2] تھا - ہذیل المازنی کہتا[3] تھا کہ مثنیٰ کبوتروں کا اتنا بڑا نساب تھا کہ سعید بن المسیب اور قتادہ بن دعامہ اس قدر آدمیوں کے نساب نہ تھے -

کتاب الحیوان کی پانچویں جلد کے ابتدائی صفحات میں آگ کی اصلیت پر جاحظ کا مفصل بیان زیادہ تر اپنے استاد نظام کے افکار سے ماخوذ ہے اور وہ اسکا بصراحت معترف ہے - نظام کا اثر کتاب کے صفحات میں جابجا نظر آتا ہے اور جاحظ اس کا بار بار ذکر کرتا ہے - نظام کے علاوہ وہ اصمعی - ابو عبیدہ اور ابو الحسن المدائنی وغیرہ سے بھی روایت کرتا ہے -

اسلوب انشاء : جاحظ عربی زبان میں ایک نئے اسلوب کا امام تھا - عباسیوں کے دوسرے دور کے اکثر انشا پرداز اسی کے نقش قدم پر چلتے[4] تھے - اس کے اسلوب کی ممتاز ترین خصوصیت یہ تھی کہ وہ جملے کو نظم کی طرح چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹتا تھا لیکن بغیر وزن اور قافیہ کے - یا اسکی نثر کو ایک ایسے سجع سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس میں قافیے کی رعایت نہ رکھی گئی ہو - اسکے ممتاز ہمعصر ابن قتیبہ - المبرد اور ابن ثوابہ اسی اسلوب[5] کے پیرو تھے - کتاب الحیوان میں بھی یہی اسلوب نظر آتا ہے - کتاب کا آغاز ان سطور سے ہوتا ہے :-

جنبک اللہ الشبھۃ وعصمک من الحیرۃ وجعل بینک و بین

---

[1] کتاب الحیوان ۲ : ۵۷ [2] ایضاً ۳ : ۵۰ [3] ایضاً ۳ : ۶۵ ، [4] المختصر فی تاریخ

بیان پر تنقید کرتا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ "شاید[1] مترجم نے اس میں غلطی کی ہو" وہ اس خیال پر بڑی سختی سے قائم تھا کہ مترجم کے لئے دونوں میں یعنی جس زبان سے ترجمہ کیا جائے اور جس میں ترجمہ کیا جائے ماہر ہونا ازبس ضروری ہے تاکہ ایک زبان کے مطالب و معانی دوسری زبان میں زیادہ سے زیادہ صحت کے ساتھ منتقل کئے جائیں وہ مشہور مترجمین مثلاً ابن البطریق ۔ ابن ناعمہ ۔ ابن المقفع ۔ ثابت بن قرۃ اور ابوالفھد پر برستا ہے اور دریافت کرتا ہے کہ کیا یہ مترجم ارسطو کے برابر ہو سکتے ہیں ؟ وہ کہتا ہے کہ جب کتب فلسفہ کے ترجموں کا یہ حال ہے تو پھر مذہبی کتب کے تراجم کا کیا حال ہوگا ؟

'صاحب الکلب' (کتے والا) اور 'صاحب الدیک' (مرغ والا) کے مابین کتے اور مرغ کے محاسن و معائب پر مناظرہ پہلی دو جلدوں کے اکثر حصے پر حاوی ہے ۔ جاحظ کسی ایک مقام پر بھی ان کے نام نہیں لیتا اور جابجا ان کو ان کے عرف عام سے یاد کرتا ہے ۔ کسی پختہ شہادت کی غیر موجودگی میں ان کی شخصیتوں کا تعین ایک دشوار امر ہے ۔ لیکن جاحظ کے اس جواب سے جو وہ فریقین پر لاطائل بحث میں مشغول ہونے کا طعنہ دینے والے شخص کو دیتا ہے ۔ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ وہ دونوں معتزلی فاضل تھے ۔ یہ احتمال بھی غیر ممکن نہیں کہ فریقین جاحظ کے اپنے فکر کی پیداوار ہوں اور وہ حقیقت میں خود ہی دونوں فریقوں کی نمائندگی کا حق سرانجام دے رہا ہو ۔ ایک[2] موقع پر 'صاحب الدیک' اصمعی سے روایت کرتا ہوا ملتا ہے ۔ لیکن یہ چیز بھی کوئی زیادہ سود مند نہیں ۔

کبوتروں کے ذکر کے دوران میں وہ تین بار اقلیموں کا حوالہ دیتا ہے اور اسے 'صاحب الفراسۃ' کہکر پکارتا ہے کیونکہ اس کی کتاب کا عربی میں 'کتاب[3] الفراست' کے نام سے ترجمہ ہو چکا تھا ۔ جاحظ کبوتروں کے انواع و خصائص پر بابویہ صاحب الحمام اور مثنی بن زہیر کا بھی

---

[1] کتاب الحیوان ۲ : ۱۸ [2] کتاب الحیوان ۲ : ۱۱۲ [3] کتاب الفہرست ص ۳۱۴

مآخذ : اس موضوع پر قدیم کتابوں کے موجود نہ ہونے کی صورت میں ان تمام مآخذ کا پتہ لگانا بہت دشوار ہے جن سے جاحظ نے اپنی کتاب الحیوان کے لئے مدد لی ہے - تاہم ان مآخذ اور اشخاص کا مختصر تذکرہ ممکن ہے جنکا نام وہ صراحۃً کتاب میں جابجا لیتا ہے اپنے ہمعصر علماء کے برعکس وہ ہراس روایت کی صحت کا قائل نہ تھا جو اس تک پہنچتی تھی - وہ اسکو عقل کے معیار پر پرکھتا تھا خواہ اسکا بیان کرنے والا ارسطو ہی کیوں نہ ہو - جاحظ ایک ایسے زمانے میں رہتا تھا جس میں یونانی اور دیگر زبانوں سے بے شمار کتابیں عربی میں منتقل کی گئیں - خلفائے عباسیہ اور بالخصوص مامون کی فیاضانہ سرپرستیوں نے عربی ادب کو مالامال کر دیا تھا - ارسطو کی جن کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا ان میں ایک علم الحیوان پر بھی تھی - پہلے پہل ابن البطریق نے اسکا عربی میں ترجمہ کیا - بعد میں ابو علی بن زرعہ (متوفی ۳۹۸ھ) نے اس کتاب کے ترجمہ و تصحیح کی ابتدا کی - ابن ندیم کا بیان ہے کہ اس کتاب کا سریانی ترجمہ بھی تھا اور وہ عربی ترجمے سے بہتر تھا - جاحظ نے عربی ترجمے سے پورا فائدہ حاصل کیا تھا وہ ارسطو کا بار با حوالہ دیتا ہے اور اسکی کتاب الحیوان کا کوئی نو بار ذکر آتا ہے لیکن یہاں بھی اسکی نقاد طبیعت دم نہیں لیتی اور وہ ارسطو کے بعض بیانات پر نکتہ چینی کرتا ہے مثال کے طور پر اسکی یہ رائے ملاحظہ ہو جب وہ کتوں کے متعلق ارسطو کے بعض خیالات نقل کرتا ہے :-

"اس (ارسطو) جیسے کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے خلاف کتابوں میں ایسی شہادتیں قائم رکھے جنکو امتحان (آزمائش) سچا نہ بتلائے اور جن کی صحت کے قائل اس جیسے علما نہ ہوں"

جاحظ ان مشکلات سے کما حقہ واقف تھا جو [illegible] نی زبانوں سے ترجمہ کرنے میں پیش آتی ہیں اور وہ اس کوتاہی کا پورا لحاظ رکھتا ہے جب کہ وہ ایک مقام پر یونانی فلسفی کے

---

[1] کتاب الفہرست ص ۲۵۱ [2] ایضاً [3] کتاب الحیوان ۱ : ۸۵ ،

بارِ گرانی اور وقار کے زیور پر اٹھائیں تو اسکو برداشت نہیں کرے گا مگر جو علم کے لئے وقف ہو اسکا مطلب سمجھے۔ اسکا پھل چکھے اور اپنے دل کو اسکی عزت کے شعار سے آراستہ کرے۔"

اس عبارت سے چند سطریں اوپر وہ اپنی کتاب کے متعلق لکھتا ہے:-

"یہ[۵] (کتاب الحیوان) وعظ و پند۔ آگاہ کرنے۔ دانش اور تنبیہ کی کتاب ہے۔ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو نے اسکو برا بتلایا ہے۔ پیشتر اسکے کہ تو اسکے حدود سے واقف ہو۔ اسکی فصلوں پر غور کرے اور اسکے آخر کو اسکے اول کے ساتھ اور اسکے مصادر کو اسکے موارد کے ساتھ سوچے۔ تجھے اسکے بارے میں اس مزاح سے غلطی لگی جسکا مطلب تو نے نہیں پہچانا اور اس بطالت (بیہودگی) سے جسکی گہرائی تک تو نہیں پہنچا اور تو نے نہیں جانا کہ وہ کیوں لائی گئی ہے اور کس سبب سے کھینچی گئی ہے اور اسکے ساتھ میں کونسی چیز کی طرف مائل ہوں اور کس سنجیدگی کے لئے میں اس ہزل کو برداشت کرتا ہوں اور کس ریاضت کے لئے میں نے اس بطالت کی تکلیف اٹھائی اور تو نے نہیں جانا کہ مزاح سنجیدگی ہے جب وہ اس غرض سے لایا جائے کہ وہ سنجیدگی کا سبب بنے اور بطالت رزانت (پختگی) اور وقار ہے۔ جب وہ اس نتیجے کے لئے گوارا کی جائے"۔

ایک دوسرے موقع پر وہ اپنی مشکلات بیان کرنے اور قارئین سے کتاب کے ظاہری اسقام سے درگزر کرنے کی درخواست کے بعد کتاب کی حقیقی غرض و غایت کے متعلق لکھتا ہے:-

"تحقیق[۶] میری خواہش اس کتاب سے تجھے خدا تعالیٰ کے لئے براہین کے مواقع۔ اس کے تصرفات تدبیر اور اسکی گوناگوں حکمتیں سمجھانا ہے۔ جو اس نے مخلوقات میں ودیعت کی ہیں"۔

۵؎ کتاب الحیوان ج ۱: ۶۹

ہوئے - اوّل سخت بیماری تھی - دوم مددگاروں کی کمی - سوم کتاب کی لمبائی اور چہارم اگر میں نے اتنی لمبی اور اتنے الفاظ و معانی والی کتاب شروع کی ہوتی اور پھر وہ ان کتابوں میں سے ہوتی جن میں عرض - جوہر - صفرہ - تولید - مداخلت - عزائز اور تانیے کا ذکر ہوتا ہے - تو یہ زیادہ آسان ہوتی - اس پر تھوڑے دن لگتے اور بہت جلد اس سے فراغت ہوتی کیونکہ اس صورت میں مجھے اشعار و امثال کی تلاش اور آیات قرآنی اور روائتی دلائل کا استخراج نہ کرنا پڑتا - باوجود اس کے کہ یہ امور کتابوں میں پراگندہ ہیں اور شکلوں میں تباعد ہے - اگر تو اس میں لفظ کی پراگندگی اور ربط و نظام کی بے ربطی اور کسی چیز کی غیر موزونی پائے - تو برا نہ مان - اس کے بعد کہ میں نے تیرے سامنے وہ حالت پیش کر دی ہے جس میں میں نے اپنی کتاب شروع کی تھی"۔

تصنیف کے اغراض و مقاصد : کتاب الحیوان کے لکھنے میں جاحظ کی حقیقی غرض و غایت کیا تھی ؟ کیا وہ بھی اپنے پیشروؤں یا معاصر علما کی طرح ہر قسم کا رطب و یابس بغیر کسی انتخاب اور کانٹ چھانٹ کے کتابی صورت میں پیش کرنا چاہتا تھا ؟ کتاب کا سرسری مطالعہ ایسے خیال کی تغلیط کے لئے کافی ہے - بار بار جاحظ اصلی مقصد کی اہمیت جتلاتا ہے اور قارئین سے درخواست کرتا ہے کہ وہ فروگزاشتوں سے چشم پوشی کریں اور اصل غرض کو مدنظر رکھیں - جاحظ کا حقیقی منشا فکر انسانی کے ممکنات مضمر کو بروے کار لانا ہے - وہ ہر جگہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور عقل و دانش کو بیدار کرنا چاہتا ہے - وہ اپنے قارئین کو عوام کی راہ سے ہٹا کر خواص کے طریق پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے - اصل مقصد کو عوام کے ذہن نشین کرانے اور ان میں دلچسپی قائم رکھنے کی خاطر وہ بعض اوقات دور از کار باتوں میں چلا جاتا ہے اس ڈر سے کہ پڑھنے والے کی طبیعت سنجیدہ بحث سے گھبرا نہ جائے جلد اول کے ابتدائی صفحات میں وہ اپنے طرز تحریر کے متعلق یوں لکھتا ہے :-

"یہ چیز ہماری اس کتاب (کتاب الحیوان) کی مانند ہے کیونکہ اگر ہم ان تمام کو جو اس کتاب کے پڑھنے کی تکلیف گوارا کریں سچائی کی تلخی - سنجیدگی کی دشواری۔

سرپرستی کی اور دنیاوی ضروریات کے لئے اسکی کفایت کی ۔ دوسری اندرونی شہادت جاحظ کا متوکل کو 'امیرالمؤمنین' لکھنا ہے ۔ متوکل ۲۳۲ ہجری میں سریرِ خلافت پر متمکن ہوا اور تخت نشینی کے ایک سال بعد اسنے محمد بن عبد الملک الزیات کو مروادیا ۔ متوکل کی تخت نشینی کے وقت جاحظ کی عمر ۸۲ سال تھی اس شہادت سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ اگرچہ جاحظ نے اس کتاب کی تصنیف متوکل کے عہد سے چند سال پیشتر شروع کی تھی ۔ لیکن یہ کتاب اسی کے عہد میں پایۂ اختتام کو پہنچی ۔

تکمیل کتاب کی راہ میں رکاوٹیں : ہم نے پہلے بھی ان تکالیف ومصائب کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے جاحظ کو دوران تصنیف میں دوچار ہونا پڑا ہے ۔ جاحظ انہیں اس طرح بیان کرتا ہے : ۔

" پہلی چیز جس کے ساتھ انصاف پسند کو اپنا کام شروع کرنا چاہیئے یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو اس کے حق سے زیادہ نہ دے ۔ اور اسے اسکی جگہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر نہ رکھے (لگائے) اور دو چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے ۔ تحقیق اسکی نجات کامل نہیں ہوتی مگر ان دو چیزوں سے اپنے آپ کو بچانے کے ساتھ ایک الفت کی تہمت ہے اور دوسری دلی میلان کی تہمت ہے ۔

. . . . اور میں خدا تعالےٰ کی پناہ لیتا ہوں کہ میں اپنے دشمن کی غیر موجودگی اور علماء کے میرے کلام پر غور وفکر نہ کرنے کی حالت میں اپنے نفس سے دھوکا کھاؤں ۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ زبان اور قلم کا فتنہ عورت اور حرص مال کے فتنے سے زیادہ سخت ہے ۔ اس کتاب (کتاب الحیوان) نے مجھ سے ایسے حالات پائے جو اسکی تصنیف میں تکمیل ارادہ سے مانع

---

[۱] کتاب الحیوان ۷ : ۸۰ [۲] کتاب الحیوان ۴ : ۶۹ ،

جو درب (بغداد کی ایک سڑک) میں رہتے تھے بتلایا کہ ایک کتا ہر اس سوار کو بھونکتا تھا جو درب میں داخل ہوتا ۔ لیکن جب وہ محمد بن عبد الملک کو درب کے دروازے میں داخل ہوتے یا باہر نکلتے دیکھتا تو یہ نہ اسکو بھونکتا اور نہ اسکی سواری کے جانور پر ۔ یہ تیزی سے دہلیز کی طرف بھاگ جاتا اور اسوقت تک باہر نہ آتا جب تک کہ محمد بن عبد الملک گزر نہ جاتا ۔ تیسری اور آخری مرتبہ ابن الزیات کا ذکر ایک راوی کی حیثیت سے آتا ہے وہ بتلاتا ہے کہ خلیفہ معتصم نے شیر کے مقابل میں دو بھینسیں چھوڑیں اور وہ بھینسیں اس شیر پر غالب آگئیں ۔

جاحظ نے غالباً یہ کتاب محمد بن عبد الملک کی موت سے چند سال پیشتر لکھنی شروع کی تھی اور قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ دوران تصنیف میں ہی محمد بن عبد الملک اس دنیا سے چل بسا ۔ اس سلسلے میں ایک اندرونی شہادت ہمیں مدد دیتی ہے ۔ جاحظ ان مشکلات و تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے جن سے اسے دوچار ہونا پڑا 'سخت بیماری'[1] کو بڑی اہمیت دیتا ہے ۔ اس 'سخت بیماری' سے صراحتاً اسکا اشارہ فالج کے عارضے کی طرف ہے ۔ جو آخرکار اسکی موت کا سبب بنا ۔ جب اسے فالج کا عارضہ لاحق ہوا تو اس کی عمر اسی کے لگ بھگ تھی جیسا کہ الامالی[2] کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے جو ابو معاذ عبدان الخولی المتطبب کی زبانی درج کی گئی ہے ۔ محمد بن عبد الملک کی موت ۲۳۳ھ میں ہوئی ۔ اس وقت جاحظ کی عمر ۸۳ کے قریب بنتی ہے ۔ اگر اس کی تاریخ پیدائش ۱۵۰ ہجری مان لی جائے اس کے علاوہ وہ 'قلت[3] اعوان' کا بھی شاکی ہے ۔ یہ بیکسی یقیناً اسے اس وقت محسوس ہوئی ہوگی ۔ جب کہ اسکا عمر بھر کا سرپرست محمد بن عبد الملک الزیات اس سے جدا ہوا ہوگا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اپنے طویل عرصۂ وزارت میں ابن الزیات نے جاحظ کی پورے طور پر

---

[1] کتاب الحیوان ۷: ۴۳، [2] کتاب الحیوان ۴: ۶۹ [3] الامالی ۱: ۵ [4] کتاب الحیوان ۴: ۶۹،

نے ارسطاطالیس کی 'کتاب الحیوان' کے معانی کو لے لیا ہے - اور انکے ساتھ عربوں کے ان اشعار وحکم کو شامل کر لیا ہے - جنکا ذکر مدائنی نے حیوانات کے فوائد کے بارے میں کیا ہے - پھر اس نے کتاب کو کتے اور مرغ کے مناظرے سے پر کر دیا - اور اس قسم کے مناظرے میں مشغول ہونا وقت کو ضائع کرنا ہے"

صلاح الدین صفدی جسکا شمار اجلہٴ مصنفین میں ہے - جاحظ اور اسکی 'کتاب الحیوان' کے متعلق یوں رائے ظاہر کرتا ہے :-

"جو شخص اسکی اس کتاب (کتاب الحیوان) اور اسکی اکثر تصانیف سے واقف ہے اور جسنے ان میں ان خارج از بحث باتوں کو جنکو وہ لاتا ہے - ان گریزوں کو جنکی طرف وہ جا نکلتا ہے اور ان جہالت آمیز باتوں کو دیکھا ہے - جنکو وہ (ادنیٰ تعلق کے ساتھ) اثنائے کلام میں لاتا ہے - وہ جان لیگا جو کچھ ادیب کے لئے لازم ہے اور جو کچھ علوم کی مشارکت سے اس پر متعین ہے"

حاجی خلیفہ صفدی کی اس تنقید سے متفق ہے اور جاحظ کی اس بنا پر حمایت کرتا ہے - کہ وہ فصاحت و بلاغت کا سردار تھا - لیکن اس فن (یعنی حیوانیات) کا ماہر نہ تھا -

تہدیہ اور سن تصنیف :- معجم[۲] الادباء کی روایت کے مطابق جاحظ نے 'کتاب الحیوان' مشہور وزیر محمد بن عبدالملک الزیات (متوفی ۲۳۳ ہجری) کو پیش کی - جسنے اُسے پانچہزار دینار انعام کے طور پر دیے - کتاب الحیوان میں ابن الزیات کا ذکر تین بار آتا ہے پہلی[۳] جلد میں وزیر کی مدح میں ابو تمام کے چند اشعار دئے گئے ہیں - دوسری[۴] بار ابن الزیات کا ذکر ایک کتے[۵] کے ذکر کے ساتھ آتا ہے - جاحظ کو اسکے ملازموں اور چند دیگر اشخاص نے

---

[۱] کشف الظنون جلد سوم صفحہ ۱۲۱ - ۱۲۲ ، [۲] ۶ : ۷۵ [۳] کتاب الحیوان ۱ : ۳۴

[۴] کتاب الحیوان ۲ : ۴۶ ،

صفحہ	نام کتاب	نام مصنف	صفحہ	نام کتاب	نام مصنف
۵۵	کتاب الوحوش	اصمعی	۵۸	کتاب الوحوش	ابو حاتم السجستانی
"	کتاب النحلة	"	"	کتاب الحشرات	"
۵۶	کتاب الخیل	احمد بن حاتم	"	کتاب الابل	ابو حاتم السجستانی
"	کتاب الطیر	"	۶۸	کتاب الخیل	ابو عمرو الشیبانی
۵۸	کتاب الخیل	ابو محمد الثوری	۶۹	"	ابن الاعرابی
"	کتاب الخیل	ریاشی	۹۶	"	ہشام الکلبی
"	کتاب الابل	"	۱۰۰	کتاب الخیل والرہان	المدائنی

اگرچہ بہت سے مصنفوں نے گھوڑے۔ اونٹ۔ دیگر حیوانات وحشرات پر اپنی اپنی تصنیفات چھوڑی ہیں۔ لیکن جاحظ ہی سب سے پہلا مصنّف ہے جس نے حیوانات پر ایک مستقل محققانہ کتاب تصنیف کی۔ جاحظ سے پہلے محض ابو عبیدہ ایک ایسا مصنّف ہے جسکی فہرست کتب میں 'کتاب الحیوان' کا نام ملتا ہے۔ دمیری اپنی مشہور کتاب 'حیوٰة الحیوان' کے لئے بہت حد تک جاحظ کا ممنون ہے اور اکثر مقامات پر اس کا حوالہ دیتا ہے

جاحظ کی 'کتاب الحیوان' پر مختلف لوگوں نے اپنے اپنے نکتۂ نگاہ سے تنقید کی ہے۔ مصنفین کی اکثریت اسکے گوناگوں محاسن کی معترف ہے لیکن عبدالقاہر بغدادی اور صفدی نے کتاب الحیوان پر کافی لے دے کی ہے۔ بغدادی اس طنز آمیز طریق پر کتاب الحیوان کی تنقیص کرتا ہے:۔

"اسکی تصنیفات میں سے 'کتاب طبائع الحیوان' ہے۔ اس کتاب میں اس (جاحظ)

[1] الفرق بین الفرق صفحہ ۱۶۲،

سکتا۔

مغلوں کے ساتھ اختلاط اور ارتباط نے علیحدگی اور تفرد کے ان توہمات کا بہت ازالہ کر دیا تھا۔ اور اسلامی تمدن نے ہندو سوسائٹی پر گہرے اور خوشگوار اثرات ڈالے۔ سینکڑوں سالوں تک فارسی زبان ہندو اور مسلمانوں میں اتحاد کا ایک محکم ذریعہ بنی رہی یہ وہ واسطہ تھا جو حاکم و محکوم، راعی اور رعایا کے درمیان ایک لازائل ربط پیدا کرنے والی کڑی کا کام کرتا رہا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ رسالہ حال و مستقبل کو ماضی کا رنگ دینے میں ہندو مسلم اتحاد کے علم برداروں کے لئے ممد و معاون ثابت ہو۔ مرزا محمد منوہر توسنی نے آج سے تقریباً تین سو سال پہلے، ایک شعر میں اس حقیقت کا اعلان کیا تھا ؎

یگانہ بودن و یکتا شدن ز چشم آموز
کہ ہر دو چشم جدا و جدائے ننگرند

سیّد محمد عبداللہ

ریسرچ سٹوڈنٹ یونیورسٹی لائبریری لاہور

الفاظ اس کثرت کے ساتھ کتابوں میں آتے ہیں کہ اگر مصنف کا نام نہ معلوم ہو تو بشکل پتہ چل سکتا ہے۔ کہ مصنف کوئی ہندو ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں "تاریخ نے" ہندوؤں میں کبھی علم کی حیثیت نہیں اختیار کی۔ اگرچہ کلکتہ ریویو کے ایک مضمون نگار نے پران کو تاریخی تصانیف قرار دیا ہے۔ لیکن ان کا یہ قول ضروری دلیل و برہان سے معرا ہے۔ اس لئے یہ امر بلا خوف تردید پیش کیا جا سکتا ہے کہ "تاریخ" ہندوؤں میں مسلمانوں کے طفیل پیدا ہوئی۔

ہندو کلچر پر فارسی کا جو اثر پڑا۔ اس پر تفصیل سے لکھنے کا یہ موقعہ نہیں۔ اتنا ضرور کہنا پڑتا ہے کہ بعض مصنفین پر اس کا اچھا خاصہ اثر معلوم ہوتا ہے۔ مرزا۔ خواجہ۔ میاں وغیرہ القاب بہت سے ہندوؤں کے ناموں کے ساتھ ملتے ہیں۔ خود ہندوؤں کے ناموں میں عربی فارسی جزو مثلاً مشتاق رائے۔ رائے حکیم چند۔ دولت رائے وغیرہ بکثرت ملتے ہیں۔ مغلوں کی طرز معاشرت کا ہندوؤں کی زندگی پر گہرا اثر ہوا۔ جس میں فارسی زبان سے پیدا شدہ ذہنی انقلاب کا بھی بہت سا حصّہ ہے

ختم کرنے سے پہلے چند امور کا اعادہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ گذشتہ مباحثات کی غرض و غایت یہ تھی کہ ہندوؤں کی ازمنہ متوسطہ میں علمی سرگرمیوں کا حال معلوم ہو سکے درانحالیکہ ہندو ایک محکوم قوم کی حیثیت سے رہتے تھے۔ انہوں نے مسلمان اساتذہ سے علوم سیکھے اور ان میں کمال حاصل کیا۔ بعض شعبوں میں اپنے اساتذہ سے بھی بڑھ گئے ادب اور زبان سے متعلق علوم میں ایسی دسترس حاصل کی۔ جسکی تردید نہیں کی جا سکتی حالانکہ یہ صرف "اہل زبان" کا حصّہ ہے۔

فارسی زبان کی تعلیم ایک ایسا تجربہ تھا۔ جسکے فوائد کا سلسلہ مغلوں کی حکومت تک ہی محدود نہ رہا۔ بلکہ اس نے ہندو میں ایسی استعداد، ایسی فراست اور تطابق ماحول کی وہ صلاحیت پیدا کر دی کہ مغلوں کے زوال کے بعد، انگریزی تعلیم کے شیوع و رواج کے وقت بھی انہوں نے تحصیل علم میں سبقت کی۔ جسکے منافع و مفاد کی وسعت اور ہمہ گیری سے انکار نہیں ہو

اس کے علاوہ متوسط درجے کے مصنفین اور عام اہل قلم میں یہ نقص بھی ہے کہ وہ اصل ایرانی محاورات سے واقف نہیں ہو سکتے تھے - حالانکہ ایرانی محاورہ ہر ساٹھ سال کے بعد تبدیل ہو جاتا ہے - انکی تحریروں میں وہ روانی، وہ فراوانی الفاظ وہ شکوہ، وہ بلندی نہیں - جو اعلےٰ مصنفین کا طرہ امتیاز ہے ان میں تتبع کا مرض بدرجہ اتم موجود ہے جو ان کی عبارات کو اور بھی بے معنی بنا رہا ہے - عام منشیوں کے پاس رسمی کاروبار چلانے کے لئے کچھ پرانے گھڑے ہوئے فقرات اور محاورات موجود ہوتے تھے جنہیں وہ اکثر استعمال کرتے تھے - بلوخمن صاحب کا یہ قول کہ " اٹھارھویں صدی کے آخر تک ہندو لوگ فارسی میں مسلمانوں کے اُستاد بن گئے تھے "۱؎ زیادہ صحیح نہیں معلوم ہوتا - البتہ اسقدر درست ہے کہ آخری زمانے میں ہندوؤں نے دفتری کاروبار پر مسلمانوں سے زیادہ اقتدار حاصل کر لیا تھا اور ان میں مسلمانوں کی نسبت فارسی تعلیم بھی زیادہ ہو چلی تھی - چنانچہ ارنلڈ صاحب کے بیان کے مطابق پنجاب میں جو " فارسی اور قرآن " کے مدرسے رائج تھے - ان میں ہندو زیادہ داخل ہوتے تھے -

[" ہندو مصنفین پر فارسی تعلیم کے اسلامی اثرات " پر ہم رسالہ خیالستان میں ایک مضمون لکھ چکے ہیں - اس لئے ہم یہاں اس حصے کو حذف کرتے ہیں] البتہ سلسلۂ کلام کو مربوط رکھنے کی غرض سے ہم مختصراً بعض امور کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں -

ہندوؤں پر فارسی تعلیم کے اسلامی اثرات: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہندوؤں نے سٹائل کے علاوہ بعض ان مذہبی اثرات و رسمیات کو بھی اپنی کتابوں میں قائم رکھا جو مسلمانوں کے نزدیک بہت محبوب تھیں لیکن ہندوؤں کا انہیں اختیار کر لینا بہت کچھ قابل تعجب ہے - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ - صلی اللہ علیہ وسلم - رمضان المبارک کے علاوہ اپنے آپ کو " برلب گور " لکھنا، ہندوؤں کے لئے " داخل جہنم " وغیرہ

۱؎ آئین (ترجمہ انگریزی) ص ۳۵۲،

بہت بڑا نقص ہے جس میں متوسط درجے کے مُصنّفین اور عام محرر بری طرح سے مبتلا تھے -
سکھوں کے عہد میں پنجابی زبان کے الفاظ اور محاورات کتابوں میں ملتے ہیں اور بعض اوقات
پنجابی تلفظ بھی فارسی میں محفوظ رکھا گیا ہے اب ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں : -

"چشم بطرق دہیان پوشیدہ نشستہ بودند"
"دھوتی ہا بالائے ریسمان در تاب آفتاب گذاشتہ"
"آئین پوجائے مہنت است"
"رسانندہ بعالم مکت و رستگاری"

انند رام مخلص لکھتا ہے ؎

"دارد ز ہنڈولہ قفس تخت روان"
" درجرگۂ مرغان چمن لال پری ست"

ایک خط میں لکھتا ہے ؎

"خوشۂ مروارید ناسفتہ یعنی سٹہ ہائے گل جارچمن امید کرد"

رائے امانت رام امانت بھگت مالا میں لکھتا ہے : -

این ہمہ گوسالہا گوالہا　　پیش آن بازی گر تمنالہا
آرتی مے کرد در ہر صبح و شام　　برزبانش وصف حسن پاک شیام
راجۂ آن ملک جا در بزم داشت　　خط شوق یاد بھگوان مے نگاشت
مردم از جام بھجن بودند مست　　رفتہ از آوازشان دلہا ز دست

ظفرنامہ رنجیت سنگھ مصنفہ امرناتھ اکبری میں اکثر مقامات پر بٹالہ کی بجائے وٹالہ لکھا ہے
لفظ جی کا استعمال بکثرت ہے [ہم یہاں بغرض اختصار باقی مثالوں کو حذف کرتے ہیں]
عام ہندو مُصنّفین میں یہ کمزوری بہت محسوس کی جاتی ہے - یہی وجہ ہے کہ ان کی
زباندانی پر ہمیشہ اعتراضات کئے گئے ہیں -

زبان پر وطن اور مکان کے اثرات کا ہونا کسی طرح بھی خلاف قدرت نہیں - یہی وجہ ہے - کہ خان آرزو نے 'مثمر' [۵۱] میں لکھا ہے :-

"کہ آوردن الفاظ عربیہ و ترکیہ بلکہ زبان ارامنہ در فارسی مسلّم است : باقی ماند
الفاظ ہندی و آن نیز بمذہب مؤلف درین زمان ممنوع نیست"

بہت سے ایرانی شعرا جب ہندوستان میں وارد ہوئے - تو انہوں نے ہندی الفاظ کو استعمال کیا - اور بعضوں نے نہایت بے قاعدہ اور فضول [۵۲] طریق سے مثلاً کاتبیؔ کا یہ مصرع کہ :

"سر راجپوتان جگت سنگ بود"

وغیرہ - تعجب ہے کہ ایرانی شعرا کے اس غلط استعمال کے باوجود بھی ان کے خلاف کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا - لیکن ہندی نژاد اور ہندو شعرا کی زباندانی صرف اس لئے محل نظر ہے کہ وہ "استعمال ہند" میں مبتلا ہیں - ہندوؤں کی فارسی دانی پر یہ ایک زبردست اعتراض ہے لیکن جہاں تک اعلےٰ مصنفین کا تعلق ہے - ہم اس کے جواب میں خان آرزو کا یہ فقرہ نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں :-

"و بشنو بودن کلمۂ ہندی مخل فصاحت نیست چنانکہ سنائی می گوید ؎
ندر آں دیدہ قطرۂ پانی الخ قیاس نیز ہمین گوید چہ بودن الفاظ عربی و ترکی
در عبارات فارسی مخل فصاحت نیست ، پس لفظ ہندی چرا باشد"

ہندی الفاظ کا بکثرت استعمال : ہم نے جو کچھ سطور بالا میں لکھا ہے وہ ہندی الفاظ کے معتدل استعمال کے متعلق تھا - بعض مترجمین نے جنہوں نے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے - سنسکرت اور ہندی الفاظ اپنی کتابوں میں اس کثرت سے رکھے ہیں - کہ یقیناً ان کی موجودگی زبان کی صفائی اور پاکیزگی کے منافی ہے اور یہ ہمارے نزدیک ایک

---

[۵۱] مثمر قلمی پنجاب یونیورسٹی ، ص ۲۰ [۵۲] مثمر ص ۸۸ تا ۹۳ ؛ مخزن الفوائد ص ۲۶ ؛ سخندان پارس ص ۲۳۸ :

"ملا شیدا در خاتمۂ مثنوی کہ در تعریف کشمیر نوشتہ - نوشتہ کہ ایرانیاں مرا بہندی نژاد بودن بمقدارے نہ نہند ...... حرف آنست کہ ایرانی و ہندی بودن فخر اسنند نگردد، پایۂ مرد بہ نسبت پایۂ ذاتی ست و اگر ایرانیان زبان طعن کشایند کہ فارسی زبانِ ماست، زبان را بکام خود نیابند، من بر ایشان معنی رنگین عرضہ دارم - آنچہ از بے تکلفی نوشتہ شد از راہ راستی ست و از راستی رنجیدن کار اہل دانش نیست"

شیخ علی حزین ہندوستان میں وارد ہوئے لوگ بہت عزّت سے پیش آئے - لیکن انہوں نے بھی ہندوستانیوں کی تحقیر و تنقیص میں کسر اٹھا نہ رکھی - جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانیوں نے بھی ان پر اعتراضات کئے - تذکرہ حسینی[1] میں لکھا ہے :-

"چون شیخ در جنب شاعری خود شعرائے ہند را وقعتے نے نہاد، ازین معنی عداوت بہم رسیدہ و درپئے آہو گیر یہا کمر بستند"

اس نزاع کی تفصیل بیان کرنے سے ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ غالب اور ان کے ہمخیال، اس بارے میں کسی مذہبی اختلاف کی بنا پر نہیں - بلکہ ملکی اور وطنی عصبیت کی بنا پر، ہندوؤں کو وہ درجہ دینے سے انکار کرتے تھے - جس کے وہ بہمہ وجوہ مستحق تھے -

ہندوستان کے فارسی لٹریچر کی ایک خصوصیت : بلوخمن صاحب[2] فرماتے ہیں کہ "استعمال ہند" ابو الفضل جیسے انشا پردازوں سے لے کر معمولی ضیافت نامہ لکھنے والوں تک سب کی تحریروں میں نمایاں معلوم ہوتا ہے" پروفیسر محمود شیرانی صاحب[3] نے ضیاء الدین برنی شمس سراج عفیف، امیر خسرو اور بے شمار دوسرے مصنفین کی کتابوں میں سے' لاتعداد ہندوستانی محاورات کو نکال کر جمع کیا ہے - "استعمال ہند" کو بعض اوبا نے خلاف قاعدہ قرار دیا ہے - لیکن

---

[1] تذکرہ حسینی (قلمی)، ق ۹۰، [2] کنٹری بیوشنز ص ۲۲ [3] اورینٹل کالج میگزین نومبر ۱۹۲۹ء،

اعلیٰ ہند و مصنفین کو بطور سند قبول کرنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتی چنانچہ ؎

اوستادے ماہر فن گر حکم کرد قبح چیست ... الخ

سے ظاہر ہوتا ہے۔

ہندی ایرانی نزاع : غالب کے خیالات سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ غالب کی جماعت ہندوؤں کی ہندو ہونے کی وجہ سے تحقیر کرتی تھی بلکہ اس رویے کی پشت پر "ہندی اور ایرانی" نزاع، مخاصمت اور رقابت کارفرما تھی - اور اس معاملے میں ایرانی نژاد حضرات، ہندوؤں اور ہندوستانی مسلمانوں کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

امیر خسرو کے زمانے سے ہمیں اس رقابت کا پتہ چلتا ہے لیکن مغلوں کے زمانے میں، جب ایران کے شعرا اور فضلا بکثرت ہندوستان میں وارد ہوتے ہیں تو یہ جذبات تلخ تر شکل اختیار کر لیتے ہیں - عرفی اور فیضی کی مخاصمت - سعدی اور فیضی کے متعلق "آسمانی داد"[1] کا لطیفہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات، اس نزاع کے مختلف ثبوت ہیں۔

جہانگیر کے عہد میں ملا شیدا ہندی ایک بزرگ گزرے ہیں - انہیں تذکرہ نگاروں نے نہایت ہی مکروہ اور نازیبا القاب کے ساتھ یاد کیا ہے - والہ داغستانی[2] فرماتے ہیں :

"کہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوا تھا - اور پست فطرت تھا"

لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اس زمانے میں ایرانیوں کے تعلی کے خلاف صدائے احتجاج کرتے ہیں اور ان ایران نژاد متکبروں کا مضحکہ اڑاتے ہیں جس سے متاثر ہو کر یہ لوگ انہیں بدنام کرتے ہیں ہم ذیل میں سفینۂ خوشگو[3] سے شیدا کی ایک کتاب کا دیباچہ نقل کرتے ہیں - جس سے معلوم ہوگا - کہ ایرانی اور ہندی کی رقابت ان دنوں میں کتنی تیز تھی :-

---

[1] "سخن نیمے عالم بالا معلوم شد" والا لطیفہ'　[2] ریاض الشعرا (قلمی پنجاب یونیورسٹی، ق ۱۲۱

[3] سفینہ (قلمی، ج ۲ ق ۱۰۷'

خوشوقت رائے وائگی شاداب - راجہ نند رام پنڈت - کنور پریم ناتھ کشور - راجہ امید سنگھ - رائے منوہر توسنی - راجہ ٹوڈرمل - شنکر ناتھ پنڈت کشمیری - شنکر توساری، لالہ درگا پرشاد مضطرب - مختلف لائبریریوں میں جو قلمی کتابیں محفوظ ہیں - ان میں سے اکثر ہندو کاتبوں کی ہاتھ سے لکھی ہوئی ہیں -

ہندو لٹریچر کی مجموعی قدر و قیمت : گذشتہ صفحات کے مندرجات سے بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا - کہ ہندو مصنفین نے کس کثرت کے ساتھ مختلف علوم و فنون پر کتابیں لکھی ہیں - اب ہم مجموعی حیثیت سے اس لٹریچر کی مجموعی قدر و قیمت پر مختلف علما و فضلا کی آرا لکھتے ہیں -

ہمارے نزدیک عام ہندو مصنفین ہندوستان کے عام مسلمان مصنفین سے کسی طرح کم نہیں - ہندو فارسی دانوں کی جن خامیوں کا اکثر تذکرہ کیا جاتا ہے - ان میں، ہندوستان کے مسلمان مصنفین بھی اسی طرح مبتلا ہیں - تاہم جہاں تک انداز بیان کا تعلق ہے - ہم محسوس کرتے ہیں کہ عام ہندو مصنفین کا سٹائل تصنع، تکلف اور بعض اوقات زبان کی اصلی روح سے ناواقفیت سے خالی نہیں ہوتا لیکن اعلیٰ انشا پردازوں میں یہ نقص بہت کم ہے" کا ستھ دوں کی فارسی دانی" غلطیوں کے لئے ضرب المثل کا درجہ رکھتی ہے - لیکن اس زمرے میں صرف دفاتر کے کلرک شمار کئے جا سکتے ہیں - جو معتاد اور رسمی کاروبار کے علاوہ زبان کی اندرونی گہرائیوں تک بہت کم پہنچتے تھے - جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں میں برہمن، مخلص، شفیق، سالم، اودے راج بہار - وارستہ - غیوری - منوہر اور تعنتہ وغیرہم جیسے ادیب - مورخ اور انشا پرداز بھی موجود ہیں - تو ہمیں ہندوؤں کی فارسی واقفیت کی ہمہ گیر تنقیص اور تحقیر خلاف انصاف معلوم ہوتی ہے - ہم نے گذشتہ سطور میں جن اعلیٰ انشاؤں، پر از معلومات تذکروں، محققانہ تاریخوں، صحیح لغتوں اور شیریں زبان شاعروں اور نغز گوؤں کا تذکرہ کیا ہے - وہ فارسی کے عام لٹریچر میں نمایاں مقام رکھتے ہیں - اور فارسی ادب کی تاریخ لکھنے والا، انہیں کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا -

ہر تخلص رکھنے والا بھی شعرا میں شمار ہونے لگا۔ اس لئے اعلےٰ درجے کے شاعر اب پیدا نہیں ہوتے تھے۔ مرزا عبدالقادر بیدل فارسی کے آخری شاعر تھے۔ ہندو شعرا عموماً زمانۂ انحطاط میں پیدا ہوئے۔ اس لئے ان میں بلند پایہ سخن گو بہت کم ہوئے۔ صرف برہمن، مخلص، شفیق اور چند اور اسماء اعلےٰ درجے کے شاعروں میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔ متوسط درجے کے شعرا کے نام ہیں۔ بیغم، امانت، شفیق، خوشگو، سدانند بے تکلف، شیورام حیا، حکیم چند ندرت، رام نرائن موزون، سرب سکھ دیوانہ۔ ذوقی رام حسرت، لقتہ، زخمی، امر سنگھ خوشدل، صاحب رام خاموش، رامجس محیط۔ راجہ گردھر پرشاد باقی۔ ہندوؤں نے بہت سی مذہبی مثنویاں بھی لکھی ہیں اور ان کے کلام میں پیچیدگی اور تکلف بہت ہے۔

لغت نویس: لغت کی کتابیں اگرچہ کم ہیں۔ لیکن ان میں بہت اعلےٰ درجے کی کتابیں موجود ہیں اور یہ پہلو ہندوؤں کے فارسی لٹریچر کا روشن ترین پہلو ہے۔ بہار عجم۔ مصطلحات وارستہ۔ مرآۃ الاصطلاح کی قدر و قیمت، غیر معمولی طور پر زیادہ ہے

مترجمات: اکبر کے زمانے سے لے کر آخری زمانے تک ہندو اپنی مذہبی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرتے رہے۔ انگریزوں کے آنے کے بعد ہندوؤں نے اپنی مذہبی کتابوں کو نئے سرے سے مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اور مشنریوں کے الزامات کے جواب میں کئی کتابیں لکھیں۔

خوشخطی: کتابت کے مختلف طریقوں میں سے ہندوؤں نے شکستہ خط میں خاص کمال حاصل کیا۔ تذکرہ خوشنویساں میں جن ۱۴ ہندو خوشنویسوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ۱۲ کو شکستہ میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خط سرکاری کاغذات میں بہت کام آتا تھا اس لئے ہندوؤں نے اس کی جانب خاص توجہ مبذول کی۔ تاہم خوشنویسی کے دوسرے شعبوں میں بھی اچھے اچھے خوشنویس موجود تھے۔ تذکرۂ خوشنویساں میں مندرجہ ذیل اسماء موجود ہیں: ۔

برہمن۔ رائے پریم ناتھ آرام۔ لچھمن سنگھ غیوری، لچھمی رام پنڈت۔ رائے سدہ رائے

سیاق: علوم فارسیہ کی یہ شاخ بھی ہندوؤں میں بہت مقبول ہوئی - یہ حقیقت میں امور مالی اور دیگر انتظامات حکومت سے متعلق تھی - برہمن نے چار چمن میں ' سیاقدان منشی کی ضرورت پر بہت کچھ لکھا ہے - یہ کتابیں طرز حکومت کی تشریح و توضیح کے لئے بہت مفید اور کارآمد ہیں - قانونگو ' امین ' کارکن اور دیوان سب ' سیاق کے ماہر ہوتے تھے - سیاق کی بعض اہم تصنیفات یہ ہیں : -

سیاق نامہ ——— نند رام

دیوان پسند ——— چھتر مل

نشآت منشی ——— گنیش داس

سراج السیاق ——— میڈو لال زار

خزانۃ العلم ——— کانجی

ریاضی: ہندوؤں نے ریاضی پر کتابیں اٹھارھویں ' انیسویں صدی میں لکھنا شروع کیں - جب انگریز ہیئت دانوں اور ریاضی دانوں سے زیادہ میل جول بڑھا - تو انہوں نے اس سلسلے میں بہت سرگرمی کا اظہار کیا - یہ کتابیں اہم ہیں : -

مرآۃ الخیال ——— جے موہن لال کایستھ

بدائع الفنون ——— سیدنی مل

زبدۃ القوانین ——— ہر سکھ رائے

"خزانۃ العلم" کانجی ریاضیات پر بہترین تصنیف ہے - جس میں جدید علوم کے اثرات خاص طور پر نمایاں ہیں -

باقی علوم طبعیہ میں اشکی مصنف زیج ' فلسفی ' رتن سنگھ زخمی ' مرزا راجہ جے سنگھ - رائے بھوپل تمکین خاص دستگاہ رکھتے تھے -

شعرا: مغلوں کے زمانے میں فارسی شعر و شاعری کا بہت چرچا رہا - لیکن آخری دور میں

بھی موجود ہیں :-

"چندر بہان برہمن ، پنڈی داس [داراشکوہ] اودے راج یا طالع یار رستم خانی، گوبند چند، سیل سنگھ [عالمگیر] ہم ان میں ملک زادہ منشی کو بھی شامل کرتے ہیں - ان کے علاوہ منشی ہرکرن، رگھناتھ سعد اللہ خانی ، وامق کھتری، مادہو رام، لچھمی رائے دہلوی ، لچھمی نرائن دہلوی، جوالا پرشاد وقار - رتن سنگھ زخمی، لچھمی نرائن دبیر، منشی سیتل داس ، کالی رائے تمیز، منشی خیالی رام خیالی، انند رام مخلص، غیوری ، امر سنگھ خوشدل بھی مشہور منشیوں میں سے ہیں - ہمارے نزدیک برہمن، ہرکرن ، مادہو رام رگھناتھ، خاص طرز انشا کے مالک تھے -

ہندوؤں کے فارسی لٹریچر میں انشا کی کثرت ہے - لیکن غیر معمولی طور پر اعلے کتابیں تھوڑی ہی ہیں - طرز ابوالفضل کی پیروی، عام منشیوں کا مابہ الامتیاز ہے لیکن "منشات برہمن" سادہ طرز میں لکھی گئی ہے - اس کے علاوہ ذیل کی کتابیں ہندوستان میں بہت مشہور ہوئیں -

ہفت انجمن ــــ اودے راج یا طالع یار

انشائے ہرکرن ــــ ہرکرن

نگار نامہ منشی ــــ اس کا دیباچہ بہت کار آمد ہے

گلگشت بہار ارم ــــ حیا

انشاے مادہو رام ــــ درسی کتابوں میں شامل رہی ہے - لیکن اسکی طرز بہت مشکل ہے -

دقایق الانشا ــــ رنچھور داس

دستور الصبیان ــــ بچوں کے لئے بہت مفید سمجھی جاتی تھی -

منشأت منشی خیالی رام

آخری زمانے کی انشائیں محض لفاظی، تکلف اور تصنع سے پر ہیں - اور ان میں بہت کم کار آمد اور نادرہ تحقیق ہیں -

اپنی کتاب "مغلوں کے نظام حکومت" میں لکھتے ہیں کہ مغلوں کا راج 'کاغذی راج تھا
انہوں نے ایک منظم اور باقاعدہ دفتر انشا میں معاملات سلطنت کو مرکوز کر دیا تھا۔ اس
زمانے میں یہ قاعدہ تھا کہ بڑے بڑے امرا کے منشی اپنے ان خطوط و کاغذات کو محفوظ رکھتے تھے
جو وہ اپنے اعلیٰ افسروں کے نام سے مختلف لوگوں کو لکھتے تھے۔ پھر ان کی زندگی میں یا مرنے
کے بعد انہیں جمع کر لیا جاتا تھا۔ اور ترتیب کے ساتھ شایع کر دیا جاتا تھا۔ یہ مجموعے
طالب علموں کے لئے بہت مفید سمجھے جاتے تھے۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں۔ جو
بطور کتب درسیہ پڑھائے جاتے تھے۔ لیکن زبان کے نکتہ نگاہ کے علاوہ یہ مجموعے اس
لئے بھی بے حد اہم ہیں کہ ان میں تاریخی مسالہ بھی ہے۔ یہ فرامین' دستاویزیں' اسناد'
اور دیگر کاغذات' ایک مکمل تاریخ لکھنے والے کے لئے بہت مفید ہیں۔ بعض اوقات
ایسا بھی ہوتا تھا۔ کہ تجربہ کار منشی' اپنے بیٹوں کی تعلیم اور افادہ کی خاطر فرضی نمونے تیار کر دیتا
تھا تاکہ لڑکے ان کی پیروی کریں۔ یہ لٹریچر جتنا مفید ہے افسوس ہے کہ اسی قدر اس
سے بے التفاتی برتی جاتی ہے۔ پروفیسر سرکار نے اپنی کتاب "مغلوں کا نظام حکومت"
میں' انشاؤں سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ بعض انشائیں ایسی بھی ہیں۔ جن میں شاہان
مغلیہ کے اصلی فرامین موجود ہیں۔

ہندوؤں کو کسی محکمے کے ساتھ اتنی مناسبت نہ تھی۔ جتنی دار الانشا کے ساتھ تھی
ہندو منشی بہت پسند کئے جاتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے کام میں ہشیار تھے
اور ان کی خدمات ایرانی منشیوں کی نسبت' ارزاں مل سکتی تھیں۔ ایران نژاد منشیوں
کی درآمد سترھویں صدی کے انجام پر' بوجہ سیاسی پیچیدگیوں کے بند ہو گئی تھی۔ لہذا
ہندوؤں کی مانگ اور بھی زیادہ ہو گئی۔

بعض ہندو منشی' مغلوں کے زمانے میں بہت مشہور ہوئے۔ ملک زادہ منشی نے
اپنی کتاب "نگار نامہ" میں جن انشا پردازوں کے نام گنائے ہیں ان میں یہ ہندو منشی

بہت وسیع ہے اور انہوں نے بعض اہم کتابیں لکھی ہیں - ہم ذیل میں اہم تاریخی کتابوں کے نام درج کرتے ہیں :-

خلاصۃ التواریخ — مصنفہ — منشی سجان راے
لُبّ التواریخ — " — بندرابن داس
دلکشا — " — بھیم سین

تصانیف — لچھمی نرائن شفیق

تاریخ شاہ عالم — مصنفہ — منالال
سلطان التواریخ — " — زخمی
تفریح العمارات — " — سیل چند
یادگار بہادری — " — بہادر سنگھ
عمدۃ التواریخ — " — سوہن لال
گلزار کشمیر — " — کرپا رام

تصانیف — کلیان سنگھ

تذکروں میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں :-

انیس الاحبا — مصنفہ — موہن لال انیس
سفینہ — " — بندرابن داس خوشگو
گل رعنا — " — شفیق
ہمیشہ بہار — " — اخلاص
انیس العاشقین — " — زخمی

ان میں سے سفینہ اور گل رعنا بہت اہم ہیں -

انشا: ہندوستان میں انشا، علوم کی ایک بیحد شاخ سمجھی جاتی تھی - پروفیسر سرکار

اپنی عبارتوں میں لاتے تھے حالانکہ ان میں سے بعض بالکل مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً
ہندوؤں کے لئے "لب گور" کا لفظ لکھنا کس قدر بے محل معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ لکھنے والے کو معلوم
ہے کہ ہندو دفن ہونے کی بجائے جلائے جاتے ہیں۔

ہندو جس فلسفیانہ میلان کے لئے مشہور ہیں۔ اس کے پیش نظر ان سے توقع یہ تھی
کہ وہ تاریخ میں اپنی اس استعداد ذہنی کو استعمال کریں گے۔ اور سنین وشہور کے غیر مختتم
سلسلوں کے علاوہ روزمرہ زندگی کے بے شمار نتیجہ خیز واقعات اور عام پبلک کی طرز بود و ماند
پر بھی قلم فرسائی کریں گے۔ لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ انکی تاریخیں بھی ان
خامیوں سے پر ہیں۔ جن میں مسلم مؤرخین گرفتار تھے۔

پروفیسر سرکار[1] کے خیال کے مطابق ہندو ویدانتی نے اس دنیائے بے ثبات کے
واقعات کو کبھی سنین وشہور کے میزان میں رکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ہندوؤں نے تاریخ
کی جو کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے اکثر اسی رجحانِ دماغ کے اثرات کی حامل ہیں۔ اور ان میں
سن اور مہینوں کی تاریخیں بہت کم ملتی ہیں۔

اورنگ زیب کے زمانے میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے اکثر بہت عمدہ ہیں۔
یہ یاد رہے کہ مغلوں کے عہد آخر میں ہندو کاروبار سلطنت میں بہت زیادہ دخیل ہو گئے تھے
اسی لئے اس زمانے میں جو کتابیں ان کے قلم سے نکلیں وہ تاریخی لحاظ سے بہت اہم سمجھی
جانی چاہئیں۔ ان کی معلومات بلاواسطہ ہوتی تھی۔ اور اکثر واقعات میں وہ خود شریک ہوتے
تھے

منشی سجان رائے بٹالوی کی کتاب خلاصۃ التواریخ بہت اہم ہے اور موجودہ زمانے
کے اکثر فضلاء نے اس کی طرف خاص توجہ کی ہے۔ شفیق اورنگ آبادی کی شہرت بلحاظ مورخ

---

[1] سرکار، مغل ایڈمنسٹریشن ج ۱، ص ۲۳۹،

اور سیاق میں ہندوؤں نے بہت کتابیں لکھیں -

تاریخ : اب ہم مختلف علوم و فنون کو فرداً فرداً لیتے ہیں - اور اس فن کی کتابوں کی اہمیت پر مختصراً رائے زنی کرتے ہیں - اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے تاریخی لٹریچر کو لیتے ہیں -

یہ امر مسلم ہے کہ قدیم ہندوؤں نے تاریخ سے کبھی اعتنا نہیں کیا - یہی وجہ ہے کہ پرانے زمانے میں انہوں نے علم تاریخ و اساطیر پر کوئی کتاب مرتب نہیں کی - کلکتہ ریویو کے ایک مضمون نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ ہر قوم کا طریقہ تصنیف جدا ہوتا ہے - اس لئے ہندوؤں کا طریقہ، تاریخ لکھنے میں باقی دنیا سے جدا تھا چنانچہ "پرانوں" کو تاریخی کتب قرار دیا ہے - اس میں شک نہیں کہ ہر قوم اپنی افتادِ طبع کے مطابق، مختلف علوم پر نظر ڈالتی ہے - ہر قوم کی انشا اور طریق نوشت، خاص ہوتی ہے - لیکن اس کے باوجود ہر لٹریچر میں وہ عناصر ہونے چاہئیں - جو ایک علم کو دوسرے علم سے ممتاز کرتے ہیں - عربوں اور یونانیوں کی تاریخ لکھنے کے انداز جدا جدا تھے - لیکن ان میں تاریخ کو شاعری اور شاعری کو تاریخ میں مدغم نہیں کیا گیا - پران فلسفہ و شعر کی کتابیں ہیں نہ کہ تاریخ کی - پروفیسر جادو ناتھ سرکار نے صحیح لکھا ہے کہ ہندو علوم انسانی کی اس شاخ کی جانب، مسلمانوں کی آمد کے بعد متوجہ ہوئے ہندوؤں نے تاریخ میں مسلمانوں کی شاگردی اختیار کی - یہی وجہ ہے کہ ان میں مسلمان مورخین کی خوبیاں اور برائیاں ہر دو موجود ہیں - ہندو اس بارے میں اپنے اساتذہ کے نقش قدم پر اس سختی کے ساتھ گامزن ہوئے کہ نہ صرف انداز تصنیف بلکہ مسلمانوں کے مخصوص محاورے، ان کے اسلامی رسوم اور الفاظ بھی، بلا تامل انہوں نے استعمال کئے مثلاً حمد و نعت، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، صلی اللہ علیہ وسلم، ہندوؤں کے لئے کفار کا لفظ، مسلمان اولیا کے لئے، رحمۃ اللہ - رمضان کے لئے رمضان المبارک، ہندوؤں کے مرنے کو "بلب گور رسیدن" سے ظاہر کرنا اور اس قسم کی ہزارہا ترکیبیں اور طریق اظہار کو 'بلا چون و چرا'

[اصل مضمون میں جو انگریزی میں ہے - یہاں "مغلوں کے عہد میں ہندوؤں کی فارسی تعلیم کے انتظام" پر بحث کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ حصّہ رسالہ مخزن بابت مارچ ۱۹۳۰ء میں شایع ہو گیا ہے - اس لئے یہاں اُسے ترک کر دیا جاتا ہے]

لٹریچر کے مختلف ادوار: ہندوؤں کے فارسی لٹریچر کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے - پہلا دور عہد اکبری سے شروع ہوتا ہے جس میں تصانیف کی ابتدا ہوئی - اس زمانے میں تصنیفی قابلیت کی کمی کی وجہ سے بہت کم کتابیں لکھی گئی ہیں - دوسرا دور جہانگیر کے سن جلوس سے لے کر شاہجہانی عہد کے اوائل بلکہ وسط تک ممتد ہوتا ہے - اس زمانے میں ہندو اپنی مذہبی کتابوں کو فارسی میں منتقل کرتے ہیں - تیسرا دور عالمگیر کے زمانے سے لے کر مغلوں کے انحطاط پر ختم ہوتا ہے - یہ زمانہ بہترین زمانہ ہے - اس میں تاریخ، انشا، شاعری، اور دیگر علوم و فنون پر بے شمار اعلےٰ کتابیں ہندو اہل قلم نے لکھیں - اعلےٰ لغت نویس، فارسی کے ماہر اور قابل سیاقدان پیدا ہوئے - چوتھا دور مغلوں کے انحطاط سے لے کر آج تک ہے - اس دور میں بہت کتابیں لکھی گئیں - لیکن بے کار اور تصنع تکلف اور ناقص پیروی کی خرابیوں سے مملو -

لٹریچر کی وسعت: ہندو مصنفین نے تقریباً ہر اس مضمون پر طبع آزمائی کی ہے - جس میں مسلمان اہل قلم کام کرتے ہیں سوائے خاص مذہبی کتابوں کے انہوں نے تاریخ، شاعری، انشا، ریاضیات، لغت، موسیقی، عروض و اخلاق، تراجم وغیرہ پر بہت سا لٹریچر بہم پہنچایا ہے - حقیقت یہ ہے کہ تاریخ، انشا اور ریاضی، سرکاری دفاتر میں کاروبار کرنے والے ہندوؤں کے مخصوص علم تھے - وقائع نویسی، مراسلت، سیاق و دستور العمل، انہیں عہدہ دار ہونے کے لحاظ سے تیار کرنے پڑتے تھے - اس کے علاوہ بعض کام موروثی پیشے کی صورت اختیار کر چکے تھے - عموماً لوگ خود جو کاروبار کرتے تھے اپنے بعد اسی منصب کا امیدوار بنانے کے لئے اپنے بچّوں کو بھی وہی ضروری علوم سکھاتے تھے - یہی وجہ ہے کہ تاریخ، انشا

عنصر معلوم ہوتا ہے - دیوان بخت مل [جو حقیقت میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے قصر حکومت کا ایک زبردست معمار تھا] کے آبا و اجداد اسی زمانے میں ہندوستان میں وارد ہوئے اور مغلوں کی ملازمت قبول کی - سکھوں کے عہد میں اور انگریزوں کے ابتدائی زمانے میں کشمیری برہمن کافی اقتدار پر تھے - وہ حسن ظاہری کے علاوہ ذہن رسا کے لئے بھی بہت مشہور ہیں - آج کل بھی ملک کی بعض ممتاز شخصیتیں ان ہی میں سے ہیں[1] -

یہی دو طبقات ہیں جنہوں نے فارسی کا بہت سا لٹریچر پیدا کیا اور ان ہی میں فارسی تعلیم نے بہت رواج پایا - تاہم ان کے علاوہ کھتری اور بعض دوسری ذاتوں کے آدمی بھی بہت سی تعداد میں موجود ہیں - کیونکہ مغلوں کے آخری ایام میں تقریباً تمام ہندو قوم فارسی کی طرف متوجہ ہوگئی تھی -

فارسی کی مقبولیت کے اسباب :

گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ہندوؤں نے فارسی تعلیم حاصل کرنے کی ابتدا سلطان سکندر لودھی کے عہد میں کی - اکبر کے زمانے میں اس کی ترویج کی منظم اور

---

[1] تعجب ہے کہ بعض مصنفین نے کشمیریوں کی بہت مذمت کی ہے مثلاً شیخ حزین کشمیریوں کی ہجو کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو روز روشن بذیل زیرک) :

شرح قومے بشنو از من کہ ندارند نسب	ادب و شرم و حیا غیرت از ایشان مطلب
کس ندیدہ بوطن مردن کشمیری را	درجہان چون صف مورند روان دانہ طلب
یک ازین قوم ندیدست دو تو بت کشمیر	برنہ گردد چو ز سوراخ بر آید عقرب
جز و نظمے کہ کند خامۂ ایشان تحریر	ہزج و سالم آن را ہمہ بینی اخرب

وغیرہ وغیرہ اس کا جواب "زیرک" ایک کشمیری برہمن نے دیا - جسے ہم نظر انداز کرتے ہیں - ابوالفضل اور عہد مغلیہ کے دوسرے مصنفین اگرچہ کشمیریوں کے خلاف رائے رکھتے ہیں - لیکن ان کی ذہانت ' پھولوں سے محبت

اس علمی ترقی اور دنیاوی ترفع سے بہت ناراض تھے ۔ کایستھوں کی اس ترقی اور اقبال کا اصلی راز، مطابقت ماحول میں مضمر ہے ۔ راجپوت، سپاہیانہ مشاغل کے لوگ تھے انہیں قلم دوات سے کوئی محبت نہ تھی ۔ برہمن تفرد اور علیحدگی میں ہی، علوشان خیال کرتے تھے ۔ صرف کایستھ ہی تھے ۔ جنہوں نے اس میدان میں قدم رکھا ۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی جماعت ان کا مقابلہ نہ کر سکی ۔ ماٰثر الامرا کا بیان ہے کہ کایستھوں میں ہمدردی اور قبیلہ پروری بہت ہے ۔ چنانچہ اس کتاب میں اس کے کئی شواہد ملتے ہیں ۔ جب انگریزوں نے حکمرانی کی باگ اپنے ہاتھ میں لی تو اکثر اکابر، اسی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور آج بھی یہ قوم اپنی ذہانت اور ذکاوت کے لئے بہت مشہور ہے[۱] ۔

کایستھوں کے بعد کشمیری پنڈتوں کو فارسی زبان سے خاص شغف رہا ہے ۔ کشمیر میں فارسی کا رواج سلطان زین العابدین کے زمانے سے ہو چکا تھا ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ کشمیری برہمنوں میں سے "سپرو" قوم نے سب سے پہلے فارسی زبان کو حاصل کیا[۲] ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ "سلطان" پنڈتوں نے سب سے پہلے مسلمان حکمرانوں کی ملازمت[۳] قبول کی ۔ لہذا انہوں نے ہی فارسی کی تحصیل میں ابتدا کی ہوگی ۔ بہرحال ہندوستان میں رواج ہونے سے پہلے کشمیر میں کافی ترقی ہو چکی تھی ۔ اکبر کے عہد میں کشمیر عظیم الشان مغلیہ سلطنت کا ایک جزو بن گیا تھا اور اسی تاریخ سے کشمیری پنڈتوں نے ہندوستان میں آمد و رفت شروع کی ۔ شاہجہان کے عہد میں فارسی دان کشمیری پنڈتوں کا دربار مغلیہ میں ایک خاصہ

۱؎ مجمع النفائس ج ۲ - ص ۲۲۷ : ج ۳ - ص ۳۴۴، ۲؎ کایستھوں کے لئے دیکھو : سپرنگر ج ۱ - ۳۰۵ - ۳۱۳ : شرے - پیپل آف انڈیا ص ۱۳۶ ، ۱۳۷ ، ۱۱۴ : انسائیکلو پیڈیا انڈکا - ص ۴۸۳ ، ۵۱۳ : کایستھ دپن (ہندی) ج ۱ - ص ۶۶۴ : انڈین اینٹکویری - ج ۵ ص ۵۷ جرنل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۸۷۵ ، پارت ۱ - ص ۵ - ہنٹر انڈین امپائر - ج ۔ ص ۳۲۱ ، ۳۲۷ - ۳؎ واجی سرکار - ص ۴۸۴ ۳؎ مہا تمنی کشمیرہ منڈل (ہم پہلے باب میں اس پر لکھ آئے ہیں)،

اور ایسا ہونا بالکل قرینِ قیاس ہے - ازمنہ قدیمہ سے ان لوگوں کا کام نوشت و خواند تھا - رجاؤں کی منشی گری، ان ہی کے سپرد تھی - اگرچہ خود ان کا دعوےٰ ہے کہ وہ چھتری ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جب ہندوستان میں وارد ہوئے تو انہوں نے پہلے پہل اسی جماعت سے فائدہ اٹھایا - انہیں مالیات میں، ان سے کافی مدد ملی - پٹواری [جو مسلمانوں سے پہلے کا لفظ معلوم ہوتا ہے] ان ہی لوگوں میں سے ہوتے تھے - دفتر ہندی میں تھا - اس لئے انہیں کاروبار میں کوئی خاص دقت نہیں محسوس ہوئی ہوگی - مشہور ہے کہ سلطان سکندر لودھی کے زمانے میں، یہی لوگ تھے جنہوں نے سب سے پہلے فارسی تعلیم کو حاصل کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا - شیرشاہ کے زمانے میں ان لوگوں نے بیش از پیش ترقی کی - چنانچہ اکبر کے زمانے میں جب راجہ ٹوڈرمل نے فارسی کو سرکاری زبان قرار دیا تو معاملات سلطنت میں، اس سریع اقدام سے ابتری نہ پھیلنے کی وجہ بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ایک جماعت فارسی دان ہندوؤں کی پہلے سے موجود تھی - جس نے فی الفور، نئے نظام پر عمل درآمد شروع کر دیا - یہ جماعت گمان غالب ہے کہ کایستھوں میں سے ہی تھی - اس زمانے سے لے کر آج تک کایستھوں نے جس قابلیت، ماحول کے مطابق متغیر ہو جانے کی صلاحیت اور حسن فہم کا ثبوت دیا ہے - اس کے لئے وہ بے شمار تصانیف کافی ہیں جو ہم گن آئے ہیں - اٹھارھویں صدی کے وسط تک، ہندوؤں میں صرف راجپوت اور کایستھ ہی تھے - جن کا اثر و اقتدار مسلّم تھا - درگا پرشاد نادر، "تذکرۃ النسا (ص ۳) میں راوی ہے کہ مردوں کے علاوہ کایستھ عورتیں بھی، فارسی زبان جانتی تھیں - مجمع النفائس[1] کا بیان ہے کہ عہد محمد شاہی میں، کایستھ لوگ سرکاری دفتروں پر چھائے ہوئے تھے - مرہٹوں کی حکومت میں بھی منشیانہ کاروبار، یہی لوگ انجام دیتے تھے - برہمن جو کایستھوں کو شودر کہتے ہیں - ان کی

---

[1] مجمع النفائس (قلمی یونیورسٹی لائبریری) ص ۴۲۸،

کھولنے اور باندھنے میں مدد دینا ہے - جب یہ لفظ ہماری زبان میں موجود ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہم اسکو انگریزی کی طرف منسوب کرنے میں حق بجانب نہیں ہیں *

محمود شیرانی

ہندوؤں کے فارسی لٹریچر پر ایک نظر بازگشت

" مشرق میں تمام حقیقی فنون درباروں میں پیدا ہوتے ہیں"۔ پروفیسر براؤن[1] آنجہانی کا یہ مقولہ بعینہ ہندوستان کے فارسی لٹریچر پر صادق آتا ہے - جس ملک میں، رائے عامہ، سوسائٹی کے حالات و اوضاع پر خاص طور پر اثر انداز نہ ہوتی ہو - وہاں 'بادشاہ کی ذات ہی' تمام سرگرمیوں کا مرکز بنتی ہے۔ خاندان تیموری کے تقریباً تمام حکمران' بلند ذوق اور علمی رجحان طبع رکھتے تھے - اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے زیر اثر بے شمار مصنفین موجود رہتے تھے۔ جنہوں نے وسیع اور کارآمد لٹریچر پیدا کیا -

جب سلطنت مغلیہ میں انحطاط آگیا - تو وہی علمی سرگرمیاں بعض نئے مراکز کیطرف منتقل ہوگئیں - جن میں اودھ ' حیدرآباد ' بنگال کا نام خاص طور پر لیا جا سکتا ہے سکھوں نے پنجاب میں اور مرہٹوں نے اپنی سلطنت میں ' مغلوں کی طرز حکومت کی پیروی کرتے ہوئے فارسی

[1] لٹریری ہسٹری آف پرشیا - براؤن - ج ۳ - ص ۳۹۶ '

بلنے اوضاع زندگی کو خیرباد کہدیا ہے اور نئے طور وطریق اختیار کر لئے ہیں - قدیم طرز زندگی
کے ساتھ پرانی اصطلاحات کا مفقود ہو جانا بھی ضروری ہے - مثلاً شکار ہی کو لیجیے - ان ایام
میں اس کا دار و مدار تیر و کمان پر تھا اس لئے اس زمانہ کے شکار کے داؤ گھات بالکل مختلف تھے
لیکن بندوق کے رواج نے اس سلسلہ میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے - شکار کی پرانی
اصطلاحات مثلاً گھنٹا ہیرہ - بوکارہ - تہانگی اور ٹھگی سے آج کون واقف ہے -

ہاتھی کی سواری بھی ہم ایک عرصہ سے ترک کر چکے ہیں - آجکل بائیسکلوں اور موٹروں کا
دور دورا ہے - دنیا ٹیوب ٹائر - بریک - مڈگارڈ وغیرہ جدید اصطلاحات سیکھ رہی ہے - اس
زمانہ میں دہرتہ - لوہ لنگر - گج جھنپ میگھ ڈنبر وغیرہ جو ہاتھی کے سامان کی پرانی اصطلاحیں
ہیں کون یاد رکھتا ہے - لیکن جن امور میں ہم ابتک اسلاف کے نقش قدم پر چل رہے ہیں -
ان کی اصطلاحات جوں کی توں ابھی تک زندہ ہیں مثلاً دیہی معاملات میں پٹواری - خسرہ -
بہی - بٹائی - کنکوت وغیرہ کی مصطلحات آج بھی رائج ہیں -

آخر میں میں صرف دو لفظوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں ان میں پہلا کرانی ہے
آئین اکبری میں یہ لفظ بمعنی منشی جہاز آیا ہے فی زمانا کرانی بکسر کاف بولا جاتا ہے اور منشی
دفتر کے علاوہ طنزیہ طور پر ہندوستانی عیسائیوں کے لئے بھی مستعمل ہے بلکہ یہی معنی اب
زیادہ مشہور ہیں - عیسائیوں کے سلسلہ میں اس لفظ کا رواج گذشتہ صدی سے تعلق رکھتا
ہے - جب ہندوستانی عیسائی بربنای رعایت مذہب سرکاری دفاتر میں ترجیحاً ملازم رکھے
جاتے تھے -

دوسرا لفظ میٹ یا میٹھ ہے جو مزدوروں سے کام لیتا ہے اور عام طور پر انکی نگرانی
کرتا ہے - اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انگریزی سے ہماری زبان میں آیا ہے - آپ انگریزی
لفظ Mate سے واقف ہیں - ادہر آئین اکبری میں ہمیں میٹھ (بکسر مجہول میم و سکون یای
تحتانی و فتح تای فوقانی ہندی و ہای خفی) ملتا ہے جسکا کام ہاتھی کو گھاس ڈالنا اس کے

(۳) مُہاری - اس میں ہوا کا رُخ بچا کر چیتے کو گھات میں بٹھا دیتے ہیں اور چیتے کی گاڑی سمت مخالف میں لے جاتے ہیں - ہرن اس سے چمک کر وہی سمت اختیار کر لیتا ہے جدہر چیتا ہے - آخر مارا جاتا ہے -

گھنٹا ہیرہ - رات کا شکار ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ میں ایک چوڑا ٹوکرا یا ڈہال لے لیتا ہے جسکی اوٹ میں چراغ روشن ہے - دوسرے ہاتھ سے گھنٹی بجاتا ہے - گھنٹی کی آواز پر اور روشنی کو دیکھ کر جانور پاس آ جاتے ہیں - گھات والا آدمی جو پاس ہی ہوتا ہے جانور کو تیر سے مار لیتا ہے -

تھانگی - ایک اور شکار ہے اس میں آدمی دیوانوں کی طرح حرکتیں کرنے لگتا ہے وحشی جانور اسے دیکھنے آتا ہے - اتنے میں گھات والا شکاری جانور کو مار لیتا ہے -

ہوکارہ - اس میں شکاری دو طرفہ فاصلہ فاصلہ پہ چھپ جاتے ہیں پھر ہرن گھیر کر ان پر لائے جاتے ہیں - آج کل یہ شکار مول کا شکار کہلاتا ہے - ڈڈاون بھی اسی سے ملتا جلتا ہے - اس میں صرف دو شکاری حصہ لیتے ہیں -

اَجارہ - اس میں شکاری اپنے جسم کو سبز شاخوں سے ڈھک لیتا ہے اور شکار کے راستہ پر بے حس و حرکت کھڑا ہو جاتا ہے - وحشی جانور قریب آ جاتا ہے اور مارا جاتا ہے -

ٹھگی میں یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار اپنے آپ کو زخمی ظاہر کرتا ہے - اور پان کی پیک جسم پر اس طرح گرا لیتا ہے کہ خون معلوم ہوتا ہے زخمی کو دیکھ کر جنگلی جانور اس کے گرد منڈلانے لگتے ہیں - گھات والے شکاری انہیں مار لیتے ہیں -

ہاتھی کا سامان :-

دَسترنہ : ہاتھی کی بھاری زنجیر جس میں ساٹھ کڑیاں ہوتی ہیں اور ہر کڑی وزن میں تین تین سیر کی ہوتی ہے اس سے ہاتھی کا پانو باندہا جاتا ہے - آنڈو یہ دونوں اگلے پانووں کی زنجیر ہے - بیڑی - دونوں پچھلے پانووں کی زنجیر - گدہ بیری آنڈو کی طرح ہے - بلند - یہ ہاتھی

اربر - میتھی - چینہ - کنگنی - ساوان - اجوائن - کیوو - لہدرہ - ساونگ - منڈوہ ،

ترکاری کے نام :-

سووہ - پالک - چوکا - بتھوہ - چولائی - کنکچھو - دفورچنو - اپہاک - پوئی -
ٹینڈس - کچرہ -

کھانوں کے نام :-

خشکہ - کھچڑی - نقولی - چکی - پہت (از مونگ و ماش و نخود و عدس مقشر و جز آن سرانجام یابد) - ساگ (مختلف سبزیوں کا) حلوہ - قبولی - زیربریاں - قیمہ پولاؤ -
شلہ (نیم سیر برنج یک سیر نخود دہ سیر گوشت - سیر پیاز - دو سیر روغن زرد) بغرا (گوشت ۱ - میدہ - روغن ۱ - نخود ۱ - سرکہ ۱ - قند ۱) قیمہ شلہ - حلیم - سنبوسہ - بریان یخنی - کباب -
مثمن - دوپیازہ - قلیہ - دم پخت - ملغوبہ (گوشت ۱ - جغرات ۱ - روغن ۱ - پیاز ۱)

زنانہ لباس اور زیور :- انگیا - پیشواز - لہنگا - ڈنڈیا : سیس پھول -
مانگ (مانگ پر لگاتے ہیں) - کوٹ بلادر (پیشانی کا) - سہرا - بندلی (پیشانی) کھنٹلا (کان)
کرن پھول - دُربچہ (حلقہ گوش) - پیپل پتے (از ۷ تا ۹ آویزند) - بالی (حلقہ با مروارید)
چنپا کلی (دربنا گوش) - مور بھنور - بیسر - پھولی (بینی) - تنتھ - گلو بند (گلو) - ہانس (طوق گلو) - کنگن - گجرہ - جوئی (ہاتھ کا) - باہو - چوڑ - چوڑیں (۷ تار) - بازو بند - ٹاڈ (بازو)
انگوٹھی - کٹ میکھلا (زیر کمر) - جنہر - پائل - گھونگرو - بچھوہ -

ہم اس بیان کا ایک اور بیان سے جو زیور کے متعلق ہے محمد امین گجراتی کی یوسف و زلیخا سے مقابلہ کرتے ہیں - اتنا یاد رہے کہ امین ۱۰۲۰ھ میں لکھی جا رہی ہے - اور یوسف زلیخا ۱۱۰۹ھ میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر ختم ہوئی ہے - محمد امین نے حسب ذیل زیور دیئے ہیں :-

سیس پھول - ٹیکا - بیسر - کن پھول (یعنے ابوالفضل کا کرن پھول) پھول بالیاں -

۱) کیسو (۲۰) سندوریہ (۲۱) سیوتی (۲۲) کرنی ابوالفضل کا کرنہ (۲۳) کنیر -
۲) کھن والو (۲۵) مروہ (۲۶) سنگار ہار (۲۷) گل نیموز (ابوالفضل کا دوپہریا -
۲۰) مالجی (مالتی ؟)

مولانا نظام الدین کی فہرست کے نصف سے زیادہ نام ابوالفضل کی فہرست میں موجود
ہیں - مختلف فیہ الفاظ پر ہم اس وقت نظر نہیں ڈالتے بالفعل اسی قدر کہنا کافی ہے کہ جو الفاظ
ان دونوں فہرستوں میں مشترک ہیں وہ درحقیقت ایک ہی ذخیرۂ زبان سے تعلق رکھتے ہیں -
باوجودیکہ ان مولفین کے درمیان ایک سو چونسٹھ سال کا دراز زمانہ حائل ہے - پہلا گجرات
سے تعلق رکھتا ہے دوسرا ہندوستان سے تاہم صاف واضح ہوتا ہے کہ دونوں اسی ایک
زبان سے خوشہ چینی کر رہے ہیں -

عمارتی اور دوسرے کاموں کی لکڑی کے نام آئین میں یوں دیے ہیں :-

انبلی - کھیر - کھرنی - پرسدہ - سین - مجیٹھ - کھرہر - مہوا - چندنی - پہلائی -
رکت چندن - چھری - سیسون پتنگ - ساندن - دھو - آنولہ - سال - نینب (نیم) -
تین - ببول - ساگون - بجیسار - پیلو - توت - بان براس - سِرس - سیسون
(شیشم) - چھوکر - ڈوڈہی - ہلدی - کیم - جامن - بڑ - فراس - کھندو - چنپا -
بیر - آنب - پاپڑی - دیار - کُنبہیر - چیڑہ (چیڑا) - پیپل - کٹھل - گردین - پلاس -
سینبل - بکائین - لہسوڑا - اند - پدماکہ - رُہیرا -

عمارتی اشیاء و پیشور: چونہ - قلعی - گلپنج - کوکہ - کھپریل - بانس - پتل - سرکی پولہ - چھپر -
بُہس - ڈابہ - مونج - سن - نک - گیرو - بانس تراشں - پائی بند - لکھیرا -

مختلف غلوں کے نام :-

مونگ - مسور - منوٹھ - جواری - مٹر - اڑد - السی - سرسوں - تل - کرر -

---

سلہ از نے قلم سازند سقفہا از و پوشند صاف کردہ،

ڈیہل - اوسیرا - اتگہل - بنگہ - گنبھی - کرہری - بروتہ - کانکو - گھیپ - گول گتہہ - سیالی - گولہ - جب تہتر میں سے ساٹھ الفاظ اردو زبان کے ذخیرہ سے مل رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ ابو الفضل جس زبان کو زبان ہندی و زبان روزگار وغیرہ کہہ رہا ہے اس سے اس کی مراد یہی اردو زبان ہے -

ابو الفضل نے پھولوں کی دو قسمیں کی ہیں - پہلی تقسیم میں خوشبودار پھولوں کا ذکر کیا ہے دوسری میں خوشرنگ پھولوں کا - میں اسی ترتیب سے یہاں درج کرتا ہوں -

خوشبودار:- (۱) سیوتی (۲) چنبلی (۳) رای بیل (۴) مونگرا (موگرا) (۵) چنپہ (۶) کیتکی (۷) کیوڑہ (۸) چلتہ (چلتا) (۹) گلال (۱۰) تسبیح گلال (۱۱) بہولسری - (۱۲) سنگار ہار یعنے ہارسنگہار (۱۳) کوزہ (۱۴) پاڈل (۱۵) جوہی (۱۶) نواری - (۱۷) کرنہ (۱۸) کپور بیل

خوشرنگ :- (۱۹) کنول (۲۰) گڈہل (گڑہل) (۲۱) رتن منجنی (۲۲) کیسو (ڈھاک) (۲۳) کنیر (۲۴) گدم (۲۵) ناگ کیسر (۲۶) سُرپن (۲۷) سرکہنڈی (۲۸) کروندہ - (۲۹) دوپہریا (۳۰) بہون چنپا (بھچپا) (۳۱) سُدرسن (سکدرسن) (۳۲) سینبل (۳۳) رتن مالا (۳۴) سُون زرد (۳۵) مالتی (۳۶) کرن پہول (۳۷) کریل (۳۸) جیت (۳۹) چنبیلہ (۴۰) لاہی (۴۱) دھنتر (۴۲) کنگلائی (۴۳) سرس (۴۴) سن ،

مولانا نظام الدین محمد بن قوام بن رستم المعروف بہ کرڑی البلخی نے جو گجرات کے باشندہ ہیں ۸۳۰ھ میں اپنی فرہنگ بحر الفضائل لکھی ہے اس میں پھولوں کے نام حسب ذیل دیے ہیں :-

(۱) انار (۲) بالا (۳) بانسہ (۴) بیری : ابو الفضل کے ہاں پاڑی (۵) پدّل ابو الفضل کے ہاں پاڈل (۶) بیل (۷) بُولسری ابو الفضل کے ہاں بہولسری (۸) تلسی (۹) کیوڑہ (۱۰) جای (۱۱) چنپہ (۱۲) جوہی (۱۳) دونہ (۱۴) ڈلیہ (ابو الفضل کے ہاں ندنہو یں) (۱۵) رای چنپہ (۱۶) رار بیل (۱۷) بسنت (۱۸) سرکھنڈ ابو الفضل کا سرکہنڈی -

(۱۳) ڈیچل (۱۴) اُوسیرا (۱۵) تیندو (۱۶) انگوہل[عہ] (آنکوہل) (۱۷) ڈیلا[۱] (۱۸) گولہ

(۱۹) بھولسری (۲۰) ترکل[۲] (۲۱) پنیالہ (۲۲) لہسورا (۲۳) گنبھی[۳] (۲۴) گرہری -

(۲۵) تَرری (۲۶) بَنگہ (۲۷) گولر (۲۸) پیلو[۴] (۲۹) بَرَوتہ (۳۰) پیار

کھٹ مٹھے :- (۳۱) انبلی یعنے املی (۳۲) بڈہَل (۳۳) کمرک (۳۴) نارنگی (ابوالفضل اسکو ہندی لفظ تسلیم کرتا ہے) (۳۵) جامن (۳۶) پھالسہ یعنے فالسہ (۳۷) کروندا -

(۳۸) کیت (۳۹) کانکو (۴۰) پاکر یعنے پاکھل یا پاکڑ (۴۱) کرنا (کھٹا) (۴۲) لبہیرا[۵] -

(۴۳) جنبہیری (۴۴) گرتہ،

کھٹے :- (۴۵) لیمو (۴۶) اَمل بیت[۶] (بید) (۴۷) گلگل (۴۸) گھیپ[۷] (۴۹) بجورا

(۵۰) آنولہ،

خشک میوے :- (۵۱) ناریل (۵۲) پنڈکھجور (۵۳) اخروت (اخروٹ) (۵۴) چرونجی

(۵۵) کھاناں (۵۶) سوپیاری یعنے چھالیا (۵۷) گول گتھہ

میوے جو پکا کر کھائے جاتے ہیں :- (۵۸) پلَ دَل[۸] (۵۹) ترئی (۶۰) کیندوری[۹] -

(۶۱) سیتب (سیم) (۶۲) پیٹھہ (۶۳) کریلہ (بکسرا) (۶۴) گگوڑہ (۶۵) کچالو (۶۶) چچینڈا

(۶۷) سُورن (۶۸) گاجر (۶۹) سنگہارہ (۷۰) سالک (۷۱) پنڈالو (۷۲) سِیالی -

(۷۳) کَسیرو

اس فہرست میں کل ۷۳ الفاظ ہیں - میں نے امتحاناً ان الفاظ کو پلیٹ کی ہندوستانی ڈکشنری اور فرہنگ آصفیہ میں تلاش کیا - اکثر الفاظ مل گئے - لیکن یہ لفاظ جو تعداد میں بارہ ہیں نہیں ملے -

---

عہ ایک قسم کا جنگلی گھیا،

[۱] پہاڑی درخت کا نام جسکا پھول زرد اور سرخ اور بڑا ہوتا ہے [۲] تاڑ کا میوہ [۳] لہسوڑہ کی قسم [۴] ایک بیل [۵] ایک قسم کا ترش پھل جس کا اکثر چوہن بناتے ہیں -

[۶] درخت [۷] ایک قسم کی ترکاری جو ترئی سے چھوٹی ہوتی ہے - پرول اور پوکہرا بھی کہتے ہیں،

زبان دہلی میں ابوالفضل غالباً اردو یا ہندی کو شامل کر رہا ہے وہ اس زبان کو مختلف ناموں
سے پکارتا ہے۔ کبھی زبان ہندی کہتا ہے مثلاً کہتا ہے:- پاچک دشتی بزبان ہندی اوپلہ (ص۱۵۵ ج اول)
کبھی زبان روزگار:- این را بزبان روزگار درسن خوانند ص۱۱۸ ج اول۔ کبھی ہندوی:- نسخۂ
منبط را کہ بہندوی خسرہ گویند ص۲۳۱ - ایک جگہ زبان وقت لکھا ہے:- خزانہ دار- بزبان وقت
فوطہ دار گویند ص۱۳۱ - ایک موقعہ پر عرف ہندوستان کہا ہے:- بیاضیۂ حساب کہ بعرف ہندوستان
بہی گویند ص۲۳ - ایک مقام پر ہندوستانی لکھا ہے:- مسنگ ہندوستانی مٹر گویند ص۲۴۰
ایک مقام پر زبان زد روزگار لکھ دیا ہے:- کلاانت زبان زد روزگار بجای ہمزہ واو بیشتر یعنے
صحیح کلاءنت ہے لیکن عوام کی زبان پر کلاونت ہے۔ کہیں بدیں زبان کہہ دیا ہے۔ شلاً عصا برداروں
کے بیان میں لکھتا ہے:- طائفۂ چوبدستی دارند و بدین زبان لکڑایت گویند ص۱۴۷، ایک موقعہ پر
پنجابی زبان سے مقابلہ میں دیار دہلی کے نام سے یاد کیا ہے۔ جدا کردن نقرہ از طلا کے آئین
میں مثلاً لکھا ہے " آن بستہ طلا باشد بزبان پنجاب کیل نامند و در دیار دہلی پنجر برخوانند
(ص۱۹ ج اول)

آئین اکبری میں ہندی الفاظ و اصطلاحات کثرت سے آئی ہیں لیکن ان کا استعمال ضرورتاً
ہوا ہے یعنے اس لئے کہ ان کا مرادف اصل فارسی زبان میں موجود نہیں ہے۔ ابوالفضل ایسے
ہندی الفاظ جنکے لئے فارسی میں لفظ موجود ہیں کبھی نہیں لکھتا۔

سب سے پیشتر میووں کے نام دیے جاتے ہیں۔ اس فہرست سے میں نے غیر ہندوستانی
میوے مثلاً خربزہ۔ بادام۔ کشمش۔ انگور۔ سیب وغیرہ کے نام جو فارسی الاصل ہیں اگرچہ آج
بھی اردو میں مستعمل ہیں خارج کر دیے ہیں۔

شیریں:- (۱) انب یعنی آم (۲) اناناس (۳) کنولا[لہ] (۴) اُوکھہ (گنا) (۵) کٹھل
(۶) کیلا (۷) بیر (۸) انبرت پھل (شریفہ) (۹) سدا پھل (۱۰) کھجور (۱۱) کھرنی (۱۲) مہوا۔

لہ رنگترہ،

زبان دہلی میں ابوالفضل غالباً اردو یا ہندی کو شامل کر رہا ہے وہ اس زبان کو مختلف ناموں سے پکارتا ہے ۔ کبھی زبان ہندی کہتا ہے مثلاً کہتا ہے ۔۔ پاچک دشتی بزبان ہندی اوپلہ (ص۱۵ ج اول) کبھی زبان روزگار :۔ این را بزبان روزگار درسن خوانند ص۱۱۸ ج اول ۔ کبھی ہندوی :۔ نسخۂ منیط را کہ بہندوی خسرہ گویند ص۲۳۱ ۔ ایک جگہ زبان وقت لکھا ہے :۔ خزانہ دار ۔ بزبان وقت فوطہ دار گویند ص۱۳۱ ۔ ایک موقعہ پر عرف ہندوستان کہا ہے :۔ بیاضچۂ حساب کہ بعرف ہندوستان بہی گویند ص۲۲ ۔ ایک مقام پر ہندوستانی لکھا ہے :۔ مسنگ ہندوستانی مٹر گویند ص۲۴ ایک مقام پر زبان زد روزگار لکھدیا ہے :۔ کلانت زبان زد روزگار بجای ہمزہ واو بیشتر یعنے صحیح کلانت ہے لیکن عوام کی زبان پر کلاونت ہے ۔ کہیں بدیں زبان کہدیا ہے ۔ شلاً عصابردار کے بیان میں لکھتا ہے :۔ طائفہ چوبدستی دارند و بدین زبان لکڑایت گویند ص۱۴۷ ۔ ایک موقعہ پر پنجابی زبان سے مقابلہ میں دیار دہلی کے نام سے یاد کیا ہے ۔ جدا کردن نقرہ از طلا کے آئین میں مثلاً لکھا ہے " آن بستہ طلا باشد بزبان پنجاب کیل نامند و در دیار دہلی پنجر بر خوانند (ص۱۹ ج اول)

آئین اکبری میں بہت سی الفاظ و اصلاحات کثرت سے آئی ہیں لیکن ان کا استعمال ضرورتاً ہوا ہے یعنے اس لئے کہ ان کا مرادف اصل فارسی زبان میں موجود نہیں ہے ۔ ابوالفضل ایسے ہندی الفاظ جنکے لئے فارسی میں لفظ موجود ہیں کبھی نہیں لکھتا ۔

سب سے پیشتر میووں کے نام دیے جاتے ہیں ۔ اس فہرست سے میں نے غیر ہندوستانی میوے مثلاً خربزہ ۔ بادام ۔ کشمش ۔ انگور ۔ سیب وغیرہ کے نام جو فارسی الاصل ہیں اگرچہ آج بھی اردو میں مستعمل ہیں خارج کر دیے ہیں ۔

شیریں :۔ (۱) انب یعنی آم (۲) اناناس (۳) کنولا[1] (۴) اُوکھہ گنّا (۵) کٹھل (۶) کیلا (۷) بیر (۸) انبرت پھل (شریفہ) (۹) سداپھل (۱۰) کھجور (۱۱) کھرنی (۱۲) مہوا ۔

---

[1] رنگترہ ،

کا نام پرم گرم رکھا - جوتے کا نیا نام چرن دھرن نکلا اور کپور دھور کا جو تبت میں بُنا جاتا تھا نیا نام کپور نور مقرر ہوا - اکبر کی اس اختراع کے لئے جو زیادہ تر برہمنی اثرات میں تھی ابوالفضل لکھتا ہے :-

"گیتی خداوند پوشش‌ہا را نامے دیگر نہادہ گوش را بتازہ فروغ نور آگین ساختہ" (صـ۳ جلد اوّل)

اکبر کے دربار میں ہندوستان کے ہر صوبہ کے آدمی موجود تھے - پنجاب - سندھ - گجرات - بعض حصۂ دکن - بنگالہ بہار اور ہندوستان اسکے قبضہ میں تھے - مغل - ایرانی - تورانی - عرب افغان اور ہندی اسکی ملازمت میں تھے - ہر مذہب کے پیرو اسکے دربار میں موجود تھے - دفتر کی زبان فارسی تھی لیکن دربار میں خالی فارسی سے کام نہیں چل سکتا تھا - اس موقعہ پر ہمیں بغیر ایک عالمگیر ہندی زبان کے وجود کے ماننے کے چارہ نہیں ہے جس میں راجپوتانہ کے راجہ کابل کے پٹھان - گجراتی - سندھی - بنگالی - دکنی اور ہندوستانی و پنجابی گفتگو کر سکیں - ابوالفضل کے بعض اشاروں سے پایا جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسی زبان ضرور موجود ہے جسے وہ زبان روزگار زبان ہندی وغیرہ ناموں سے یاد کرتا ہے - اب ہم اس زبان کے متعلق زیادہ قطعی معلومات حاصل کرنے کے لئے آئین اکبری کی طرف رجوع کرتے ہیں - یہ تصنیف اکبری عہد کے دربار اور ضوابط اور ہندوستان کے حالات و اوضاع کے واسطے ایک بیش بہا ذخیرۂ معلومات ہے اور سنہ [illegible]ھ میں تالیف ہوئی ہے -

آئین اکبری کی دوسری جلد میں ابوالفضل بیان کرتا ہے کہ ہندوستان میں ایسی بولیاں جن کو ہندوستانی بر بنائے ادنیٰ تفاوت آپس میں سمجھ سکتے ہیں بے شمار ہیں لیکن ایسی زبانیں جن میں مغائرت تام ہے حسب ذیل ہیں :-

(۱) زبان دہلی (۲) بنگالہ (۳) ملتان (۴) مارواڑ (۵) گجرات (۶) تلنگانہ (۷) مرہٹہ (۸) کرناٹک (۹) سندھ (۱۰) افغانان شال جو سندھ و کابل و قندھار کے مابین بولی جاتی ہے اس سے مراد پشتو ہے (۱۱) بلوچستان (۱۲) کشمیر

بیکار تھیں - اسکے علاوہ ہندی موسیقی سے اسکی دلچسپی ہندی مغنیوں اور شاعروں کی سرپرستی برہمنوں کی جماعت کا اسکے دربار میں رسوخ - ہندو علوم و فلسفہ میں اسکا ذوق اور سنسکرت کی کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کروانا وغیرہ امور ثابت کرتے ہیں کہ وہ اس عہد کی مروجہ زبان یا زبانوں سے بخوبی واقف تھا - یہی نہیں بلکہ اسے نئی نئی اختراع اور نئے نئے نام رکھنے کا بھی بہت شوق تھا -

سلطان شمس الدین التمش نے لفظ 'آم' کے ذم کے پہلو کا لحاظ کرکے اس کا نام نغزک رکھا تھا - محمد بن تغلق نے لفظ خرگاہ کے لفظی معنوں کا خیال کرکے نیا نام خرمگاہ رکھا تھا - اکبر بادشاہ نے اسی طرح فارسی میوہ کیلاس کا جسکے معنی ترکی زبان میں بقول جہانگیر چھپکلی کے ہیں نام بدل کر شاہ آلو رکھا تھا - جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے :-

"مراد از شاہ آلو کیلاس است چون کیلاس بہ کیلاس کہ از نامہای چلپاسہ است مشتبہ می شد حضرت والد بزرگوارم آنرا شاہ آلو نام کردند" (صہ۵ توزک)

اور ابوالفضل کہتا ہے :-

"کیلاس کہ خدیو عالم بہ شاہ آلو نامور ساختند" (آئین اکبری جلد اول صہ۵)

اکبر نے ہاتھی کی اندھیاری کا نام اجیالی رکھا ابوالفضل کہتا ہے :-

"گیتی خداوند اجیالی نام نہاد" (صہ۹۹ جلد اول آئین اکبری)

اسی طرح حلال خور کا نام خاکروب رکھا ابوالفضل کہتا ہے :-

"خاکروب - در ہند کناس را حلال خور نامند گیتی خداوند بدین نام روشناس گردانید (صہ۱ آئین اکبری) خاکروب آج بھی بولا جاتا ہے -

پانچویں فارسی مہینہ کا نام مُرداد ہے اکبر نے اس میں ایک الف کا اضافہ کرکے اسکا نام امرداد رکھا اس میں جو خوبی پیدا ہوگئی ہے وہ ہندی لفظ امر کے لحاظ سے ہے جس کے معنے غیر فانی ہیں - امرداد اکبر کے عہد کے تمام ماہواری سکوں اور تحریروں میں ملتا ہے - بلکہ

بجورہ کا لفظ لکھتے ہیں مؤید الفضلا نوشتہ ۹۲۹ھ میں گوشت ترنج کا ترجمہ بجوڑی کا گودہ دیا ہے (۳۴) سنگترہ کو بابر سنگتارہ لکھ رہا ہے جیسا کہ اصل ترکی اور اسکے فارسی و انگریزی ترجموں میں درج ہے۔ سنگترہ کا مروجہ نام رنگترہ محمد شاہ ۱۱۳۱ھ و ۱۱۶۱ھ کے عہد کی یادگار ہے اس پادشاہ نے اسکی رنگت پر نظر کرکے کہا کہ اسے رنگترہ کہنا مناسب ہے۔

(۳۵) گل گل (۳۶) جنبھری (۳۷) سدا پھل جسے سدا فل فے کے ساتھ لکھا ہے۔

(۳۸) امرد فل یعنے امرت پھل (۳۹) کرنا (۴۰) ال بید (۴۱) کنیر (۴۲) کیوڑا۔

(۴۳) کیتکی جو صرف فارسی ترجمہ میں درج ہے (۴۴) چمپہ (۴۵) چنبیلی

ہفتہ اور مہینوں کے نام اصل ترکی نسخہ میں اسطرح درج ہیں:۔

سانیچر۔ ایتوار۔ سوموار۔ مانگلوار۔ بودوار۔ برلیپاتوار۔ سکروار۔

چیت۔ بیساک۔ جشٹ۔ اسارہ۔ ساون۔ بھادون۔ کوار۔ کاتک۔ پوس۔ ماگھ۔ پھاگن۔

انکے علاوہ ذیل کے اور ہندی اسما بابرنامہ میں ملتے ہیں:۔

(۱) چودہری۔ کلانتران و چودریان (۲) درخت سینبل (۳) جٹ و گوجر (۴) نانک (۵) سوالک پربت (۶) گری یعنی گہڑی (۷) پہر (۸) گریاں یعنی گھڑیال (۹) گریالی یعنے گھڑیالی (۱۰) رتی (۱۱) ماشہ (۱۲) ٹانک = (۳۲ رتی) (۱۳) تولہ (۱۴) سیر (۱۵) من (۱۶) مانی جو بارہ من کی ہوتی ہے (۱۷) میناسہ جو سو مانی کا ہے۔ (۱۸) ٹانک (۱۹) لک یعنے لاکھ (۲۰) کرور (۲۱) ارب (۲۲) کرب یعنے کھرب۔ (۲۳) نیل (۲۴) پدم (۲۵) سانک یعنی سنکھ (۲۶) دیوٹیاں یعنے مشعلچی۔ (۲۷) اندہی یعنے آندہی (۲۸) دای باصطلاح ہندوستان چہ کلانے زینہ دار را 'دای' گویند (۲۹) چاشنی گیر اسکے لئے کہتا ہے مردم ہندوستان بکاول را چاشنی گیر میگویند۔ (۳۰) تیندو (۳۱) ہتنیہ پول کے معنے یوں دیے ہیں۔ پیل را ہاتھی گویند دروازہ را پول

(۱۳) گھڑیال کو گریال کی شکل میں لکھا ہے (۱۴) فارسی ترجمہ میں کلکلہ بھی آتا ہے (۱۵) کویل (۱۶) درختوں میں بابر سب سے پہلے آم کا نام لیتا ہے جسے اسکی پنجابی شکل میں لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہندوستانی بے کو بغیر کسی حرکت کے بولتے ہیں چونکہ یہ تلفظ برا معلوم ہوتا ہے اس لئے بعضوں نے اسکا نام نغزک لکھا ہے۔

"چون بد تلفظ می شود بعضے نغزک گفتہ اند چنانچہ خواجہ خسرو گفتہ ؎

نغزک ما نغزکن بوستان نغز ترین میوۂ ہندوستان

آم کا نام نغزک سلطان شمس الدین التمش نے رکھا ہے جیسا کہ ہمیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جو شیخ نظام الدین اولیا کے نام پر فوائد الفواد میں درج ہے[۱]۔

(۱۷) کیلہ بابر کہتا ہے کہ عرب موز کہتے ہیں (۱۸) املی بابر نے انبلی لکھا ہے۔ حکیم یوسفی املی لکھتے ہیں (۱۹) مہوہ جسکے لئے کہا ہے کہ اسکی لکڑی عمارت کے کام میں آتی ہے اور پھولوں سے شراب بنتی ہے (۲۰) کھرنی جسے کرنی لکھا گیا ہے (۲۱) جامن (۲۲) کمرک۔ (۲۳) گدہل (گڑھل) (۲۴) بدہل (بڑھل) (۲۵) بیر (۲۶) کروندہ (۲۷) پنیالہ (۲۸) گولر جسے بتخفیف واو گلر لکھا ہے (۲۹) آنولہ جسے آملہ لکھا ہے۔ ریاض الادویہ میں آنولہ مرقوم ہے (۳۰) چرونجی (۳۱) ناریل جسے اصل ترکی ہن نالیر تحریر کیا گیا ہے (۳۲) تاڑ لکھا ہے کہ اسکے عرق کو تاڑی کہتے ہیں (۳۳) بجوڑہ کو بجوری لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پھل سرحدی علاقہ ہندوستان یعنے باجوڑ سے آیا ہے۔ باجوڑ کا تلفظ ان ایام میں بجور بغیر الف کے ہوتا تھا اس لئے اس علاقہ کے نام پر پھل کا نام بھی بجوڑہ ہوگیا۔ حکیم یوسفی اترج کے ترجمہ میں

---

[۱] "ازآن سلطان شمس الدین فرمود کہ او وقتے در بداوون آمد نغزکے چند پیش او آوردند و آنجا نغزک نیک شیرین باشد چون بخورد گفت این را چہ گویند گفتند این را آم گویند مگر بزبان ترکی آم چیزے قبیحے را گویند سلطان فرمود این را نغزک باید گفت۔ چون این نام بر لفظ مبارک او رفت ہمین نام شد (فوائد الفواد صفحہ ۲۲۵ فخر المطابع دہلی)"

دوسرے موقعہ پر آم کے ذکر میں بیان کرتا ہے :۔

"یکے انبہ است اکثر مردم ہندوستان بے رائے حرکت تلفظ می کنند"۔ یہ تلفظ

پنجاب میں آج بھی رائج ہے ۔

ایک جگہ لکھتا ہے کہ ہندوستانی شین کو سین بولتے ہیں :۔

"چون اہل ہندوستان شین را سین تلفظ میکنند"

اسی طرح کالے ہرن کے ذکر میں بابر کہتا ہے :۔

" ہندوستانیان کلہرن می گویند در اصل کالاہرن بودہ یعنی آہوے سیاہ تخفیف کردہ کلہرن گفتہ اند"

ان بعض امثال سے ظاہر ہے کہ بابر نے یہاں کی زبان سے واقفیت حاصل کرنے کی ضرور کوشش کی ہے ۔

بابر نامہ میں ذیل کے حیوانات کے ہندی نام درج ہوئے ہیں :۔

(۱) ہاتھی ۔ کہتا ہے "یکے فیل است ہندوستانیان ہاتھی میگویند (۲) کلہرن ۔ فارسی اور انگریزی ترجمۂ بابر نامہ میں کلہرا مرقوم ہے ۔ لیکن اصل ترکی بابر نامہ میں کلہرن ۔ راجپوتانہ کے مغربی حصہ میں کالے ہرن کو آج بھی کالیہڑا کہا جاتا ہے (۳) بندر جسے ترکی بابر نامہ میں باندر لکھا ہے (۴) لنگور صرف فارسی ترجمہ میں ملتا ہے لیکن اصل ترکی اور اس کے انگریزی ترجمہ میں یہ نام نہیں ملتا (۵) نیولے کو بابر نے نول کی شکل میں لکھا ہے ۔ خالق باری میں نیول آیا ہے ع کژدم بچھو راسو نیول ۔ مگر حکیم یوسفی کی تصنیف "ریاض الادویہ میں (نول) ہی تحریر ہے ۔ حکیم یوسفی بابر اور ہمایوں کے معاصر ہیں (۶) مور یعنی طاؤس (۷) گلہری (۸) سارس (۹) ڈھینگ (ڈھیک) (۱۰) پھول پیکر ۔ (۱۱) چمگادڑ کو بابر نے چمگدر لکھا ہے ریاض الادویہ میں چمگودڑی تحریر ہے (۱۲) بابر نامہ کے فارسی ترجمہ میں مینا اور ممولے کے نام بھی ملتے ہیں مگر ترکی بابر نامہ میں مذکور نہیں ۔

درخت سینبل بسیار وکلان می شود" (ص۱۴۷ بابرنامہ[1])

نہ صرف خود دیکھ کر خوش ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی دکھاتا ہے اور مسرور ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ جب گوالیر میں پڑاؤ تھا بابر ایک آبشار کی سیر کے لئے جو گوالیر سے چھ کوس پر جنوب مشرق میں واقع تھا روانہ ہوتا ہے جنگل میں آبنوس کے درخت نظر آتے ہیں وہ خوش ہو ہوکر اپنے ہمراہی مغلوں کو جنہوں نے یہ درخت ابتک نہیں دیکھا تھا بتاتا ہے۔ لکھتا ہے:۔

" درخت آبنوس را کہ اہل ہند تیندو گویند بمردمے کہ ندیدہ [بودند] نمودہ شد " ص۲۲۶

بابر ہندوستان کی ان اشیا کے جو اسکی نظر میں عجیب تھیں نام پوچھتا ہے اور پھر اپنی وقائع میں وہ نام درج کرتا ہے اگرچہ ہندوستانی مخصوص اصوات تک اسکی رسائی نہیں ہے وہ تازہ وارد مغل کے لہجہ میں انہیں لکھتا ہے یعنے گھڑیال کو گریال۔ سداپھل کو سدافل اور بڈہل کو بدل لکھ رہا ہے۔ اگرچہ ہندوستان میں وہ صرف چھ سال کی مختصر مدت کے لئے زندہ رہتا ہے اور اس مدت میں اسکی تمام توجہ اس ملک کی فتوحات اور انتظام پر مبذول تھی تاہم وہ یہاں کی زبان کے ساتھ کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور حاصل کر لیتا ہے۔ وہ اس ملک کی بعض خصوصیات لسانی کا ذکر کرتا ہے۔

ایک موقعہ پر پنجاب کے جنجوعوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

" نام حاکم اہل والوس نواحی آب سوہان ملک ہست بود نام اصلی اسد بود وہندوستانیاں این چنین حرکت راگاہے ساکن میخوانند چنانچہ خَبَر را خبر می گویند اَسَد را اَسْد گفتہ اند رفتہ رفتہ ہست شد" ص۱۴۱

---

[1] بابرنامہ: اصل ترکی زبان میں لکھا گیا تھا اسکا فارسی ترجمہ اکبر کے حکم سے عبدالرحیم خان خاناں نے کیا ہے۔ میں اسی نسخہ سے جو بمبئی میں چھپ چکا ہے کام لے رہا ہوں'

اُردو مُغلوں کے دربار میں

ظہیر الدین محمد بابر

(سنہ ۹۳۲ھ و سنہ ۹۳۷ھ)

بابر جب ہندوستان آتا ہے تو اسکے لئے یہاں کی ہر شے دلچسپی کا موجب بن جاتی ہے کیونکہ ہندوستان کے رسم و رواج نباتات و حیوانات و طرز معاشرت و دیگر امور اسکے اپنے وطن سے بالکل مختلف تھے وہ ایک ذکی اور متجسس سیاح کی طرح یہاں کی ہر ادنیٰ اور اعلےٰ چیز میں دلچسپی لیتا ہے اور محظوظ ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ اس ملک کی زبان کو بھی نہیں بھولتا وہ اپنی سوانح حیات یعنے بابر نامہ میں بڑے شوق کے ساتھ ہندوستانی اشیا کے نام دیتا ہے۔ جب وہ پہلی مرتبہ ہندوستان میں بھیرہ تک آتا ہے واپسی میں اسے ایک مقام پر سینبل کا درخت نظر آتا ہے۔ بابر نے ابتک صرف اسکا ذکر ہی سنا تھا دیکھکر بہت خوش ہوا۔ بابر نامہ میں لکھتا ہے :-

" تعریف درخت سینبل شنیدہ شدہ بود درین منزل دیدہ شد در دامن این کوہ درخت سینبل کمتر است یگان یگانے می شود بیشتر در دامنۂ کوہ ہائے ہندوستان

پتہ

ادارہ

مخصص له -

قال السید السند الصفة هی الاسم الدال علی بعض احوال الذات

(کتاب التعریفات) والصفة هی النعت (خوارزمی)

قوله والبدل قول یقدر فی موقع الاول

هو تابع مقصود دون متبوعه (کشاف وتعریفات)

قوله النسق تبع للاول علی طریق الشرکة

وهو تابع یعقد مع متبوعه متوسطا بینهما احدی الحروف العشرة

(کشاف وتعریفات)

قوله والحال انقلاب المعنی فی صفة نکرة عما کان علیه للزیادة فی

الفائدة

لم اجد هذا التعریف لفظا ولا معنا لان الحد المشهور عند النحاة هو

ما یبین هیئة الفاعل او المفعول الخ کما هو المذکور فی کتب النحو

قوله والتمییز تبیین النکرة المفردة المبهم

قال السید السند التمییز ما یرفع الابهام المستقر عن ذات مذکورة

(کتاب التعریفات وکشاف مصطلحات الفنون)

قوله والاضافة اختصاص اول بثان داخل فی اسمه سعا قب

للجزء منه

قال السید السند الاضافة هی امتزاج اسمین علی وجه یفید

تعریفا وتخصیصا (کتاب التعریفات)

قوله المصدر الحادث یوجد منه الفعل

قال السید المصدر هو الاسم الذی اشتق منه الفعل وصدر عنه

هذا یوافق لمن عرفها بان الجملة هی الکلام

قوله والتثنیة صیغة مبنیة للدلالة علی الاثنین

وعند النحاة یسمی المثنی ایضاً هو اسم لحق آخره الف او یاء

مفتوح ما قبلها ونون مکسورة لیدل علی ان معه مثله من جنسه

کذا قال ابن حاجب (کشاف)

قوله والجمع صیغة مبنیة من الواحد للدلالة علی العدد الزائد

علی الاثنین

وعند النحاة والصرفیین هو اسم دل علی جملة احاد مقصودة بحروف

مفردة بتغییر (مصطلحات الفنون)

قوله والمرفوع کلمة یعمل فیها عامل الرفع

الرفع اسم لنوع من الاعراب حرکة کان او حرفاً وما اشتمل علی

الرفع یسمی مرفوعاً (مصطلحات الفنون)

قوله المنصوب کلمة یعمل فیها عامل النصب

المنصوب ما اشتمل علی النصب (مغنی اللبیب والتعریفات)

قوله المجرور کلمة یعمل فیها عامل الجر

قال العلامة التهانوی المجرور ما اشتمل علی الجرّ

قوله والتوابع هی الجاریة علی اعراب الاول وهی خمس التاکید

والصفة وعطف البیان والبدل والنسق

قال السید الشریف التابع هو کل ثان باعراب سابقه من جهة

واحدة (کتاب التعریفات وکشاف وغیر ذالک)

قوله الصفة قول له بیان زائدة علی بیان الاسم الجاری علیه

(قال العلامة التهانوی) الغرض بفتح الغين والراء المهملة ما لاجله
فعل الفاعل ويسمى علة غائية ايضاً اى الغرض هو الامر الباعث
للفاعل على الفعل فهو المحرك الاول للفاعل وبه يصير الفاعل فاعلاً
(التعريفات ومصطلحات الفنون)

قوله الغرض فی النحو تبيين صواب الكلام من خطائه على مذاهب
العرب بطريق القياس

قال العلامة التهانوی الغرض من النحو الاحتراز عن الخطاء فی
التاليف والاقتدار على فهمه والافهام به (كشاف اصطلاحات الفنون)

قوله السبب كل ما يودى الى الغرض والغرض اول فی الطلب آخر
فی السبب

السبب بفتحتين السين والموحدة فی اللغة الحبل وفی العرف العام
هو كل شئ يتوسل به الى مطلوب (مصطلحات الفنون)

قوله المعرفة المختص بالشئ دون غيره بعلامة لفظية الخ
المعرفة ما وضع ليدل على شئ بعينه (كتاب التعريفات)

قوله النكرة ما اشترك بين الشئ وغيره فی موضعه
قال السيد السند النكرة ما وضع لشئ لا بعينه (كتاب التعريفات)
وغير ذالك

قوله المفرد هو مذكور وحده من اسم او فعل او حرف
عرفه اهل العربية باللفظ بكلمة واحدة وهذا قريب منه معناً)
(مصطلحات الفنون)

قوله الجملة هی المبنية من موضوع ومحمول للفائدة

(كشاف مصطلحات الفنون)

قوله الحكم خبر مما يقتضيه الحكمة مما فيه الفائدة

(والعلامة التهانوی ذکر عدة معان لکن الموافق لکلام المصنف

ما قال السيد) ای الحکم وضع الشئ فی موضعه وقيل هو ما له عاقبة

محمودة (کتاب التعريفات)

قوله والعلة تغير المعلول عما کان عليه

(هذا يناسب لغة کما قال السيد السند والعلامة التهانوی) العلة

لغة عبارة عن معنى يحل بالمحل فيتغير به حال المحل بلا اختيار ومنه

يسمى المرض علة (وفی الاصطلاح) العلة هی ما يتوقف عليه وجود الشئ

ويكون خارجا موثرا فيه (كتاب التعريفات)

قوله والدلالة اظهار المدلول عليه

الدلالة بالفتح على ما اصطلح عليه اهل الميزان والاصول والعربية

والمناظرة ان يكون الشئ بحالة يلزم من العلم به العلم بشئ آخر

(کتاب التعريفات بمصطلحات الفنون)

قوله الاسم کلمة تدل على معنى من غير اختصاص بزمان دلال

البيان

قال السيد السند الاسم ما دل على معنى فی نفسه غير مقترن

باحد الازمنة الثلاثة - هذا يشابهه معنى (کتاب التعريفات)

قول والفعل كلمة تدل على معنى مختص بزمان دلاله الافاد

قال السيد الفعل عند النحاة ما دل على معنى فی نفسه مقترن با

الازمنة الثلاثة (کتاب التعريفات)

هذه الحواشی علی کتاب الحدود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوله القیاس الجمع بین اوّل وثان یقتضیه فی صحة الاول صحة الثانی وفی فساد الثانی فساد الاول

هذ التعریف لا یقرب ان یکون للقیاس النحوی لان القیاس عند علماء النحو هو القانون المستنبط من تراکیب العرب اعرابًا وبناءً بل یقرب ان یشبه بالتعریف لاهل المنطق او الاصول لکن المشابهة بالثانی هی انسب لان القیاس عند اهل الاصول ابانة مثل حکم المذکور بمثل علته فی الآخر (کتاب التعریفات)

قوله البرهان بیان اوّل عن حق یظهر به ان الثانی حق

هو بیان الحجة وایضاحها علی ما قال الخلیل وقد یطلق علی الحجة نفسها وهی التی یلزم من التصدیق بها التصدیق بشیٔ هذا قریب منه معنی (مصطلحات الفنون)

قوله البیان اظهار المعنی للنفس کاظهار الرویة للشخص (والاقرب منه معنی ما قال السید السند والعلامة التهانوی) ای البیان عبارة عن اظهار المتکلم المراد للسامع وهو بالاضافة خمسة بیان تقریر بیان تفسیر بیان تغییر بیان ضرورة بیان التبدیل (کتاب التعریفات) فالاولی ان یقال البیان هو اظهار المراد کما فی التوضیح

ان الاكرام يجب بالاتيان فى المستانف كما دللت فى لو على انه كان يجب به فى الماضى

الفرق بين إنَ و أنَ فهو كالفرق بين لو وإن فى ان احدهما للماضى والاخر للمستانف تقول انت طالق ان دخلت الدار فيقع الطلاق عند هذا الكلام وتقول انت طالق ان دخلت الدار فلا يقع الطلاق عند القضاء هذا الكلام ولكن يترقب الدخول فان وقع منها طلقت وان لم يقع لم تطلق اصلاً وذالك من قبل انّ انْ المكسورة شرط تطلب المستانف فيترقب وقوع الشرط يجب به العقد واما ان المفتوحة فليست كذالك وانما معنى الكلام انت طالق لان دخلت الدار فدخول الدار قد وقع وليست ان بشرط انما هى علة لوقوع الامر فاذا كانت العلة قد وقعت فقد وقع معلولها وكانه قال انت طالق لانك كلمت (زيدًا) فبين لاى شئ طلقها فقد وقع الطلاق فى هذا الامر واما ان قال انت طالق ان كلمت زيدًا فعلى الترقب كما بيّنّا (۱۵۲)

آخر كتاب الحروف والحمد لله رب العالمين وصلوته على محمد وآله اجمعين فرغت من نقله من خط ياقوت بن عبد الله الحموى حامدًا الله على سوابغ نعمه ۵۲

بمعنى اى او الانقطاع عنه وليس كذلك آو لا نها لا يستفهم بها وانما
اصلها ان تكون لاحد الشيئين وانما تجى ام بعد او يقول القائل ضربت
زيداً او عمرواً تقول مستفهماً ازيداً ضربت ام عمرواً فهذه المعادلة
(۱) طه للالف كانك قلت ايهما ضربت فجوابه زيد ان كان هو المضروب
او عمرو ان كان وتعديه اضرب ولو قلت ازيداً ضربت او عمرواً لكان
جوابه نعم او لا فى تقديرا واحدهما ضربت فاما ام المنقطعة فنحوانها
(ابل) او شاء كانه قال بل شاء هى فمعناها اذا كانت منقطعة معنى بل
والالف ولذلك لا تجى مبتدءة انما تكون على كلام قبلها مبنية استفهاماً
او خبراً فالخبر نحو قوله جل وعز الم تنزيل الكتاب لا ريب فيه من
رب العالمين ام يقولون افتراه فاما قوله وهذه الانهار تجرى من تحتى
افلا تبصرون ام انا خير من هذا الذى هو مهين فمخرجها مخرج المنقطعة
ومعناها معنى المعادلة لانه بمنزلة افلا تبصرون ام انتم بصراء وتقول
ما ابالى اذهبت ام جئت ولا يجوز با و لان سواء لابد فيها من شيئين لانك
(تقول) سواء على هذان ولا تقول سواء على هذا واما ما ابالى فيجوز فيه
الوجهان ان شئت قلت ما ابالى هذين وان شئت قلت ما ابالى هذا
وتقول ما ادرى اذن او اقام اذا لم تعتد باذانه ولا اقامته لقرب ما
بينهما او بغير ذلك من الاسباب فان قلت ما ادرى اذن ام اقام
(۲) حققت احدهما لا محالة طه ابهمت ايهما كان فمعنى الكلام مختلف

الفرق بين ان ولو لوما ممنى وان ما يستانف وكلاهما
يجب بها الثانى لوجوب الاول تقول لوا تيتنى لا كرمتك يدل على
ان (اكرامك) يجب بالاتيان وتقول ان اتيتنى اكرمتك ريدل على

اصلا واما الحكاية بعد القول نحو قلت ان زيداً منطلق وكذلك
قياس ما تصرف من القول نحو اقول ويقول وما اشبه ذلك
واما دخول اللام في الخبر نحو قد علمت ان زيداً لمنطلق ومنه قوله
جل وعز وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ
لولا اللام في الخبر لفتحت ان بعمل الفعل فيها كما تقول اشهد
ان محمداً رسول الله فاما قوله جل وعز وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ
الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ فلم يكسر لاجل اللام من ٥٠
قبل ان اللام لو لم تكن ههنا لكانت مكسورة مثلها اذا كانت اللام
كما تقول ما قدم علينا امير الا انه مكرم لي فانك قلت الا هو مكرم
فهذا موضع ابتداء ولا حاجة باللام فيه

واما المفتوحة فهي ما بعدها بمنزلة المصدر ولا بد من ان يعمل
فيها ما يعمل في الاسماء نحو يسرني انك خارج كانك قلت سرني
خروجك فموضع ان ههنا رفع لانها بمعنى المصدر ترتفع كما يرتفع
المصدر وتقول اكره انك مقيم فيكون موضعها نصباً كانك قلت
اكره اقامتك وتقول من لي بانك داخل اي من لي بدخولك فيكون
موضعها خفضاً فالمصدر وقعت موقعه فالمفتوحة ابداً بمعنى
المصدر والمكسورة بمعنى الاستيناف وما جرى مجراه لان
الحكاية بعد القول تجري مجرى الاستيناف تقول قلت زيد
منطلق وكذلك اذا دخل في خبرها لام الابتداء صرفت الى الابتداء
ايضاً من اجل اللام

الفرق بين أم وأو ان أم استفهام على معادلة الالف

والنون في نذهب ونغلب ونحوه وفي رعشن من الرعشة وضيفن من الضيف

والسين تزاد في استفعل نحو استقام واستخرج

والالف تزاد في نحو ضارب ومضارب وفي حبلى وغضبى وارطى ومقرى وما اشبه ذالك

والها تزاد في الندبة نحو يا زيداه وفي الوقف نحو ارمه واقتده

وقه

الفرق بين أمّا وإمّا

ان امّا للاستيناف لتفصيل جملة قد جرى ذكرها نحو قول القائل اخبرني عن [illegible] احوال القوم فتقول مجيبا له امّا زيد فخارج وامّا عمرو فمقيم وامّا خالد فمريض وكذلك اذا قلت حرف كذا على اربعة اوجه امّا الوجه الاول فكذا وامّا الوجه الثاني فكذا وكذا حتى تاتي على تفصيل جملة العدد الذي بدأت به

وليس كذلك إمّا لان معناها معنى او في الشك والتخيير والاباحة واحد الشيئين على الابهام ولا فرق بينهما الا من جهة انك تبدي بإمّا شاكا نحو ضربت إمّا زيدا وإمّا عمرا فان اثبت باو دللت على الشك عند ذكر الثاني نحو قولك ضربت زيدا او عمرا

الفرق بين إنّ وأنّ

ان مواضع إنّ مخالفة لمواضع أنّ ولان المكسورة ثلث مواضع الابتداء والحكاية بعد القول ودخول اللام في الخبر فالابتداء نحو قولك انّ زيدا منطلق ولا يجوز الفتح في الابتداء

ان تجری الصفة علی الاول فی الاعراب وهی للثانی فی المعنی لان
هذه الصفة مشبهة باسم الفاعل

واسماء سمّوا الافعال بها نحو تراك زيدًا بمعنی اترك زيدًا
وحذار عمرًوا بمعنی احذر عمرًوا ونزال بمعنی انزل
ونظار بمعنی انظر

والمصدر نحو عجبت من ضرب زيدٍ عمرًوا ومنه او اطعام
فی يوم ذی مسغبة يتيمًا ذا مقربة ومنه قول الشاعر ے لقد
علمت اولی المغيرة انني - لحقت فلم انكل عن الضرب مسمعا وبه

حروف الزيادة عشرة يجمعها فی اللفظ اليوم تنساه
فالهمزة تزاد فی نحو احمر واحمر وابلم وفی الفعل نحو اذهب
واخرج واكرم ونحو ذالك

واللام تزاد فی نحو الغلام للتعريف وتزاد فی عبدل وهو قليل
والياء تزاد فی يكرم ويضرب ويذهب ونحوه
والواو تزاد فی كوثر وجدول ونحوه
والميم تزاد فی اسم الفاعل والمفعول نحو مكرم ومكرم و
مستخرج ومستخرج وتزاد فی اسم المكان والزمان نحو المضرب
لمكان الضرب والمنتج لزمان النتاج يقال اتت الناقة علی منتجها
ای علی وقت نتاجها وقد قالوا ايضًا اتت علی مضربها ای وقت
ضرابها فجعلوا الزمان كالمكان
والتاء تزاد فی تنقلب وتذهب وما اشبه ذالك وتزاد
فی مثل عنكبوت وعنكبوت

هو زيد

وفعل نحو زيد قام وعمرو ذهب وزيد ضرب عمرًوا

وظرف نحو زيد عندك وعمرو خلفك والقتال يوم الجمعة و
الرحيل غدًا

وجملة نحو زيد ابوه منطلق وعمرو ينطلق صاحبه فقولك
زيد مبتدأ اول وابوه مبتدأ ثان ومنطلق خبر الاب والجملة خبر
زيد فاما عمرو فرفع بالابتداء وصاحبه رفع بفعله والجملة في
موضع الخبر

الاسماء التي تعمل عمل الفعل خمسة

اسم الفاعل نحو زيد ضارب عمرًوا وزيد قاتل غلامه بكرًا اعمل
عمل يضرب ويقتل

والصفة المشبهة نحو زيد حسن وجهه فالوجه مرتفع بحسن
ارتفاع الفاعل بفعله كانك قلت يحسن وجهه وتقول مررت
برجل حسن ابوه كريم اخوه كانك قلت يحسن ابوه يكرم اخوه

والصفة غير المشبهة نحو زيد افضل الناس وزيد خير منك
صاحبًا وتقول مررت برجل خير منه ابوه ولا يجوز ان تخفض خيرًا
لانه لا يرتفع بهذه الصفة اسم ظاهر وانما يرتفع المضمر خاصة
ما كان بمنزلة المضمر تقول مررت برجل خير منك لان في خيرا
ضميرًا يعود الى الرجل وهو الموصوف فاذا اخرجت الضمير لم يجز
ان ترفع بها ظاهرا فيصير حينئذ على الابتداء والخبر كانك قلت
مررت برجل ابوه خير منك ويجوز في مررت برجل حسن ابوه

تصرف الحروف فيما تدخل عليه على سبعة اوجه
تدخل على الاسم وحده نحو الالف واللام في قولك الرجل والغلام
وعلى الفعل وحده نحو السين والسوف كقولك سوف يفعل و
سيفعل
وعلى الجملة وحدها نحو الف الاستفهام في قولك اقام زيدٌ و
حروف الجحد في قولك ما ذهب عمرٌو
وتدخل على الاسم لتعقده على اسم اخر نحو قولك قام عمرٌو وزيدٌ
وتدخل على الفعل لتعقده بفعل اخر نحو مررت برجل يقوم
ويقعد
وتدخل على الجملة لتعقدها بالجملة الاخرى نحو قولك ان قدم ٢٨
زيد خرج عمرٌو وكان الاصل قدم زيد فخرج عمرٌو على (هذين) يجوز
ان يصدق احدهما ويكذب الاخر فعقدتهما ان عقد الخبر الواحد فصار
الصدق في الجملة والكذب ولا يصح ان يفصل لانه امر واحد لاجل ان
ان قد نقلته الى ذالك الا ترى انه اذا قال ان اتيتني اكرمتك فاكرم
من غير اتيان لم يصح ان يكون قد صدق في الاكرام وكذب في الاتيان
لان الجملة كلها خبر واحد
وتدخل على الاسم لتعقده بفعل نحو مررت بزيد دخلت الباء
على زيد ليتصل بالمرور ولولم تدخل لم يتصل به لانه لا يجوز مررت
زيداً

الخبر على اربعة اوجه والخبر يكون للابتداء ولكان ولان وللظن
اسم نحو زيد قائم وزيد اخوك ذالقائم هو زيد كما ان اخوك

للملك نحو قولك دار لزيد وثوب له وعبد له وما اشبه ذالك
وللنسب نحو قولك اب له وابن له واخ له وعم له وما اشبه
ذالك للفعل نحو قولك ضرب له وشتم له وكلام له والمفعول جرى
هذا المجرى نحو خياطة الثوب وبناء الدار وما اشبه ذالك
وللاختصاص نحو قولك حركة الحجر وسقوط الحائط وتحرق
الثوب وموت لزيد وما اشبه ذالك وهى لا تخلو من هذه الاربعة
الاوجه واصلها فى كل ذالك الاختصاص

تتصرف رويد على اربعة اوجه
اسم للفعل نحو قول الشاعر ـــه رويد عليا جد ما ثدى امهم
الينا وبغضهم متباس كانه قال ارود عليا اى امهل عليا و ـــ
ههنا قبيلة
صفة نحو ساروا سيرا رويدا انصبت (رويدا) لانه صفة
لسير كانك قلت ساروا سيرا مترفقا
وحال نحو رحل القوم رويدا نصبت رويدا على الحال من
القوم كانك قلت رحلوا متمهلين
وتمعنى المصدر نحو رويد نفسه تكون مضافة وتنصب بفعل
محذوف كقوله جل اسمه فضرب الرقاب ولو فصلتها من الاضافة
لقلت على هذا رويدا نفسه فاعربت ونونت كما تقول ضربا
زيدا اى ضرب ضربا زيدا فكانك قلت ارود رويدا زيدا فاما التى
هى اسم فعل فمبنية على الفتح لا يدخلها التنوين لاجل البناء ولا تضاف
كما قال رويد عليا

فی الصوم فتکون حتی غایة بمعنی الی ولا یکون عطفًا فی هذه المسئلة
وناصبة للفعل نحو سرت حتی ادخل المدینة بمعنی سرت
الی ان ادخل المدینة وتقول صلیت حتی ادخل الجنة بمعنی صلیت
کی ادخل الجنة فهی تنصب بمعنی الی ان او کی
وحرف من حروف الابتداء نحو قول الشاعر ؎ فیا عجبًا
حتی کلیب تسبّنی کان اباها نهشل او مجاشع وکقولك کلمته فی
الامر حتی یمیل فیه او حتی هو یمیل فیه علی الحال فهذه ترفع الحال بعدها
وکذلك قد یجی فی امره حتی تلنه خارج تخبر عن ظن واقع فی حال کلامه
فترفع فهذه التی هی حرف من حروف الابتداء یقع بعدها الاسم
والفعل علی استیناف
من علی اربعة اوجه لابتداء الغایة نحو خرجت من بغداد الی الکوفة عنیت ان
بغداد ابتداء الخروج والکوفة آخره وکذلك کتبت من العراق الی
مصر ومن فلان الی فلان ومن لابتداء الافعال والی لانتهائها
وتبعیض نحو اخذت من الدراهم درهما ومن الثیاب ثوبًا
وخذ منها ما شئت کانك قلت خذ بعضها ای بعض شئت
وتجنیس نحو قوله جل وعز فاجتنبوا الرجس من الاوثان کانه
قیل اجتنبوا الرجس الذی هو وثن فهی ههنا تقوم مقام الصفة فی
(التبیین)
وزائدة نحو ما جاءنی من احد بمعنی ما جاءنی احد ومن
ذلك ما لکم من اله غیره کانه قیل ما لکم من اله غیره
لام الاضافة علی اربعة اوجه

الدلالة مقام قولهم امشوا واصبروا على آلهتكم فجاءت ان بمعنى اي التي
للتفسير نحو قولك تام يعني اي انا رجل صالح وان شئت قلت ان انا
رجل صالح

وزائدة نحو لما ان جئتني اكرمتك الا انك اتيت بان للتوكيد
ومنه قوله جل وعز ولمّا ان جاءت رسلنا اي ما جاءت رسلنا

وان المخففة المكسورة بالالف على اربعة اوجه

للجزاء نحو قولك ان تأتني اكرمك ومنه قوله جل وعز وان
احد من المشركين استجارك فاجره وان يأتوكم اسارى تفادوهم

وللجحد نحو قوله جل اسمه ان الكافرون الا في غرور وتقول والله
ان اتيتني بمعنى والله ما اتيتني

ومخففة من الثقيلة نحو قوله تعالى وان كل لما جميع لدينا محضرون
تلزمها اللام في الخبر لئلا تلتبس بان التي للجحد [illegible] وتقول ان زيد
لقائم فيكون ايجابا فان قلت ان زيد قائم كان نفيا

وزائدة نحو قول [illegible] وما ان طبنا جبن ولكن منايانا
ودولة آخرينا - وتقول ما ان في الدار احد تعني ما في الدار احد وان
زائدة للتوكيد

حتى تتصرف على اربعة اوجه

جارة نحو قولك قمت حتى الليل ومنه قوله جل اسمه سلام
هي حتى مطلع الفجر

وعاطفة نحو قدم الناس حتى المشاة وخرجوا حتى الامير وتقول
ان فلانا يصوم الايام حتى يوم الفطر يجوز النصب لانه لا يدخل

يكون (فيها) من ايها منقولة الى باب كم للعدد فلزوم من اى على
معنى التفسير فى النكرة بعدها

ان المخففة لها اربعة وجوه

مخففة من الثقيلة مثل قوله جل وعز واخر دعواهم ان
الحمد لله رب العالمين اصله ان الحمد لله رب العالمين ومنه قوله
جل وعز علم ان سيكون منكم مرضى لا تكون هذه الا مخففة من
الثقيلة من اجل دخول السين واما قوله وحسبوا ان لا تكون فتنة
بالرفع فعلى المخففة ايضًا كانه قال انه لا تكون فتنة واما النصب
فعلى ان الناصبة الفعل التى تنقله الى معنى الاستقبال وقال
الشاعر فى المخففة ـه فى فتية كسيوف الهند قد علموا - ان هالك
كل من يحفى وينتعل - اذا خففت لم تعمل ويكون ما بعدها على الابتدا
والخبر ومنهم من يعملها وهى مخففة كما يعمل وهى محذوفة والاكثر
الرفع

وناصبة وهى تنقله الى الاستقبال ولا يجتمع مع السين وسوف
وهى مع الفعل بمعنى المصدر يقول يسرّنى ان تاتينى بمعنى يسرّنى
اتيانك واكره ان تخرج بمعنى اكره خروجك ومنه قوله جل وعز
يريد الله ان يحق الحق بكلماته ويقطع دابر الكافرين

ومنه ويريد الذين يتبعون الشهوات ان تميلوا ميلا عظيما
موضع تميلوا نصب بان وذهبت النون علامة للنصب

وبمعنى اى المبنية نحو قوله جل وعز وانطلق الملاء منهم
ان امشوا واصبروا بمعنى اى امشوا وذالك ان انطلاقهم قام فى

وبمعنى الذى نحو لاضربن ايهم فى الدار بمعنى لاضربن الذى
فى الدار وهذه يعمل فيها ما قبلها لانها بمعنى الذى ومن ذالك قوله
جل وعز فى قرأة بعض القراء ثم لننزعن من كل شيعة ايهم اشد على
الرحمن عتيا - كانه قال لننزعن الذى هو اشد عتيا فامامن رفع ايهم
ففيه للنحويين ثلثة اقوال قول الخليل رفعه على الحكاية كانه قيل ثم
لننزعن قائلين ايهم اشد على الرحمن عتيا وهذا اوجه حسن لان فے
ننزع دليلاً على معنى القول لانهم لا ننزعون بالقول والوجه
الثانى قول سيبويه انها بمعنى الذى الا ان صلتها لما حذف منها
العائد بنيت على الضم يجوز على هذا لاضربن ايهم قائل لك شيئًا
اى الذى هو قائل لك شيئا ولا يجوز على قول الخليل الوجه الثالث
قول يونس ان قوله ننزعن معلقة كما يعلق العلم فى قولك قد
علمت ايهم فى الدار

وصفة نحو مررت برجل اى رجل وبكريم اى كريم
وحال نحو مررت برجل اى رجل تنصب اى رجل على الحال
لان الذى قبلها معرفة فلا يجوز ان يجرك عليه صفة
ومتصرفة فى الافراد والاضافة والتذكير والتانيث نحو اى
القوم اتيك وان شئت قلت اى اتاك وتقول ... اى امرئة
عندك واى رجل فى الدار
• منقولة الى كم نحو قوله جل وعز وكاين من قرية اهلكنها
وهى ظالمة بمعنى وكم من قرية و تقول كاين رجلا قد لقيت فتنصب
رجلا كما تنصب اذ قلت كم رجلا قد لقيت على التفسير فالا جود ان

وموسومة بعلامة النكرة فى مثل قول القائل رئيت رجلا فتقول
منا فان قال هذا رجل قلت من وان قال مررت برجل قلت من تسمها
بعلامة يدل على ٢٥ أم مستفهم عن نكرة فان قال (رائيت) رجالا ۲۵
قلت منين وان قال هولاء رجال قلت منون كما قال الشاعر ـ اتو
نارى فقلت منون انتم ـ فقالوا الجن قلت عموا ظلاما

ومنقولة من اجل ام نحو قوله جل وعز امن هو قانت اناء الليل
ساجداً وقائماً نقلتها عن الاستفهام من اجل ام لانه لا يدخل استفهام
على استفهام كما نقلتها و(اين) ادخلت عليها (ام) فى قول الشاعر
ام هل كبير بكى لم يقض عبرته ـ اثر الاحبة يوم البين مشكوم ـ كانه
قال ام قد كبير نقلها عن معنى استفهام الى معنى قد

وجوه اى سبعة

استفهام نحو اى القوم عندك وايهم ضربت وايهم مررت واذا
كانت استفهاما عمل فيها ما بعدها ولم يعمل فيها ما قبلها فمن ذالك
قوله تعالى وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون تنصب ايا
بينقلبون ولا يجوز نصبها بسيعلم لان الاستفهام لا يعمل فيه ما قبلها
لان له صدر الكلام ويعمل فيه ما بعده لانه لا يخرجه من الصدر
فى اللفظ

وجزاء نحو قولك ايهم تر يأتك تنصبها بتر وتجزم تر بها والجواب
يأتك فمن ذالك قوله جل وعز قل ادعوا الله او ادعوا الرحمن ايا ما
۲۴ ب تدعو فله الاسماء الحسنى تنصب ايا بتدعو ٢٥ وتجزم تدعو
بايا والجواب الفاء فى فله الاسماء الحسنى

وجوه من سبعة

استفهام نحو قولك من عندك فيقول مجيبًا زيد او عمرو وهي
نظيرة ما الا انها كما يعقل خاصة وما للاجناس كلها كائنا كانت ومن ذلك
قوله جل وعز يا ويلنا من بعثنا من مرقدنا (المراد به) مخرج الاستفهام
ومعناه التنبيه على حال لم يكونوا متنبهين عليها
وجزاء نحو من يأتني ١٢م فاكرمه قال الشاعر (من جاء) بالحسنات
الله يشكرها والشر بالشر عند الله مثلان
وموصولة نحو من يأتيك اكرمه بمعنى الذي يأتيك اكرمه وان
من في الدار مكرم لك ومنه قوله جل وعز ومنهم من يقول ربنا آتنا
في الدنيا اي منهم الذي يقول
وموصوفة نحو مررت بمن خير منك ومن نكرة وقال الشاعر
رب من انضجت غيظًا صدره قد تمنى لي موتا لم يطع فدخول
رب عليها قد دل على انها نكرة وكذلك قول الآخر رب من يبغض
اذوادنا رحن على بغضاء واغتدين
(ومؤولة) على التاويل في التثنية والجمع والتانيث نحو قول
الفرزدق تعال فان عاهدتني لا تخونني نكن مثل من يا ذئب يصطحبان
فثنى ضمير من على التاويل ومن ذلك قوله جل وعز ومنهم من
يستمعون اليك فجمع على التاويل فاما ومنهم من يستمع اليك في
موضع آخر فعلى اللفظ واما الحمل على التاويل في التانيث فنحو
ومن يقنت منكن لله ورسوله ومن قرءه
بالتاء حمله على اللفظ

المصدر نحو عجبني ما صنعت اي صنيعك

وموصوفة نحو قولك بشئ ما خير من ذاك كقولك (بشئ)

خير من ذاك ونظيرها في ذلك من توصف بالنكرة نحو مررت بمن

خير منك كانك قلت بانسان خير منك وقال الشاعر ــ فكفى بنا

فضلا على من غيرنا ــ حب النبي محمد ايانا ــ وتعجب نحو ما احسن

زيدا وما اعلم بكرا هي في تقدير شئ كانك قلت شئ حسن زيدا و

موضعها (موضع) الابتداء وخبرها فعل التعجب وهو احسن وعلى ذلك

قياس الباب

والخمسة الحروف

جحود نحو ما هذا بشرا وما انتم الا بشر مثلنا اهل الحجاز ينصبون

بها الخبر اذا كان منفيا في موضعه وبنو تميم يرفعونه على كل حال فيقولون

ما زيد قائم وتقول ما قائم زيد فتجتمع اللغتان (بتقديم) الخبر وتقول

ما زيد الا قائم فترفع عند الجميع لخروج الخبر من الاثبات بقولك

الا وتقول ما زيد قائما ــ فان قلت ما زيد قائم وعمرو لم يجز لانه

ليس من سببه وكذلك ما ابو زينب قائمة امها لم يجز فان قلت

ما ابو زينب قائمة امه جاز لان السبب له

وصلة نحو قوله جل وعز فبما نقضهم ميثاقهم اي بنقضهم وكذلك

فبما رحمة من الله لنت لهم اي فبرحمة من الله وكذلك قول

الاعشى ــ فاذهبي ما اليك ادركني الحلم عداني عن هيجكم اشغالي

وكذلك قول عنترة ــ يا شاة ما قنص لمن حلت له ــ

حرمت علي وليتها لم تحرم اي يا شاة قنص

مررت بمسلمين فاجمع التكسير فيختلف فيها نحو بستان وبساتين
تكون النون حرف الاعراب لانه جمع تكسير وهذا في الاصلي والزائد
سواء اذا كان على جمع التكسير نحو بنيت قضاتك واكرمت حماتك
وغزاتك وما اشبه ذلك لانه جمع تكسير

وتاء البدل مثل ست اصلها سدس يدلك عليه جمعه
اسداس وانما قلبت (لانه قريب) من مخرجها ثم تنزلت لها السين
بمقاربتها لها ثم تدغم التا الاولى في الاخرى فتصير ست

والتاء الملحقة فنحو عفريت وزنه فعليت ماخوذ من العفر
وهو ملحق بشمليل وقنديل

وجوه ما عشرة اوجه خمسة منها اسماء وخمسة حروف فا
الخمسة الاول اسماء والخمسة الاخر حروف   الاسماء

استفهام نحو ما عندك فتقول طعام او شراب او رجل او غلام
او ما اشبه ذلك من الاجناس لانه سوال عن الجنس وكذلك
ما تقول في زيد فتقول مجيبا خيرا او شرا كانه قال اي شيء تقول
فيه فقلت خيرا فهذه استفهام

وجزاء نحو ما تفعل تجاز عليه كما في قوله جل وعز ما يفتح
الله للناس من رحمة فلا ممسك لها موضع ما يفتح جزم بما
والجواب (فلا) ممسك

وموصولة الفا بمعنى الذي فنحو ما عندك من المتاع احب الي و
منه قوله جل وعز ولنجزينهم باحسن ما كانوا يعملون ولذلك
صرفت احسن من اجل اضافته الى ما التي بمعنى الذي فيكون بمعنى

والتاء هذا القياس نحو طلحة وطلحات وعلامة وعلامات ٢٢ وتمرة وتمرات وما اشبه ذلك

وتاء التانيث في الواحد تكون تاء في الوصل وهاء في الوقف نحو وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها

والتاء الاصلية نحو بيت وابيات تقول رأيت ابياتك لانها اصلية كما تقول رأيت اخوالك هذه التاء بمنزلة اللام من الاخوال والدال من الاوتاد وكذلك التاء في صلت واصليت وكذلك التاء في وقت واوقات تقول علمت اوقاتك لان التاء اصلية

والتاء الزائدة في (الاخر) نحو عنكبوت ورحموت ورهبوت لانك تقول عنكباء ورحم ورهب فتشتق منه ما تذهب فيه الزيادة وهذه التاء هي حرف الاعراب يجري مجرى الحروف الاصلي في تعاقب حركات الاعراب عليها

وتاء العوض نحو التاء في بنت واخت جعلت عوضا من المحذوف وبنيت بناء جذع وقفل فاذا جمعت حذفت وجئت بتاء الجمع تقول رأيت بناتك واخواتك لانك حذفت الزائدة للعوض وجئت بتاء الجمع فجرى مجرى تا مسلمات ونحوه فكل تاء زيدت في الواحد فقياسها ان تكون مجرى الدال من زيد في التصرف بوجوه الاعراب وان يكون الاسم لا ينصرف فيكون حكمها حكم عثمان في ما لا ينصرف فاما الجمع فكلما زيدت فيه مع الالف على ٢٢ طريق جمع السلامة (واعرابها) في النصب والجر على صورة واحدة كما يكون المذكر في جمع السلامة تنوين المسلمين و

حرفاً كسائر حروف المعجم

ونون المضارعة

لا لفي التانيث تكون في الشيئين في فعلان وفعلى نحو ان غضبان ٤١
وغضبى وسكران وسكرى وعطشان وعطشى وفي التعريف نحو عثمان
وحسان وما اشبه ذلك وانما ضارعت الفي التانيث نحو حمراء و
صفراء لانه يمتنع عليها هاء التانيث كما يمتنع على حمراء وصفرا نحو
غضبانة او عثمانة اما امتناع غضبانة فلان مونثه غضبى واما
عثمانة فلانه علم خاص فاما ندمان فليست الالف والنون فيه
بمضارعة ولا يجوز ندمانة وكذلك عريان عرفان سميت بندمان
لم ينصرف لان الالف والنون حينئذ يضارع فاما قبل
فينصرف وان كان صفة لان النون لا يضارع

ونون الاصلية نحو نون حسن وقطن وعدن وما اشبه
ذلك يجري عليها الاعراب كما يجري على دال زيد والنون زائدة في حشو
الكلمة نحو رعشن من الرعشة وضيفن وهو الذي يجي مع الضيف
فهذه وان كانت زائدة فيجري عليها الاعراب كما يجري على الاصلية
لانها ملحقة بجعفر

والتاءات سبع

تاء الجمع نحو مسلمات صالحات في جمع المونث وحكمها
في (النصب) والجر ان تكون مكسورة نحو رأيت مسلمات و
مررت بمسلمات واما في الرفع فمضمومة على الاصل نحو هولاء
مسلمات وكل ما فيه هاء التانيث فقياسه اذا جمعته بالالف

التنوين في الجر والرفع كما يعوض في النصب اذا قلت رأيت زيدًا

وياء الخروج يكون بعد هاء الاطلاق في الشعر كقول الشاعر

ـ تخلج المجنون من كسائهي الهمزة روي والالف ردف والهاء صلة

والياء الخروج

النونات ثمانية نون الرفع تكون في ثلاثة اشياء يفعلان و

يفعلون وتفعلين وسقوطها علامة النصب والجزم نحو لن يفعلا

٣١ لن يفعلوا و لن تفعلي وفي الجزم لم يفعلوا ولم تفعلي ٣١

ونون التثنية نحو الزيدان والغلامان تسقط في الاضافة و

تثبت مع الالف واللام وهي مكسورة لالتقاء الساكنين وتقول

غلاما زيد وصاحبا عمرو فتسقط النون للاضافة

ونون الجمع نحو المسلمون والصالحون والزيدون وهي مفتوحة

ابدًا الا ان ما قبلها واو او ياء مكسور ما قبلها ففتحوها للكسر فيها وهي

تسقط في الاضافة كما تسقط نون التثنية نحو مسلموك وصالحوك

ونون التاكيد نحو اضربن زيدًا واضربنّ زيدًا مشددة وان

بقي المخففة الساكن حذفت لالتقاء الساكنين ولم تحرك كما تحرك

التنوين كما قال الشاعر ـ لا تهين الفقير علك ان تركع يومًا والدهر

قد رفعه وتقول على هذا اضرب الرجل تريد اضربن فتحذف النون

لالتقاء الساكنين والمشددة تثبت على كل حال لانها متحركة

ونون الصرف نحو قولك رأيت زيدًا يا هذا التي تسمى تنوينا

وهي نون خفيفة في الحقيقة وتحرك اذا لقيها ساكن نحو جاء زيد

اليوم فحركتها بالكسر لالتقاء الساكنين وتحسب بها في وزن الشعر

وتحرك الياء بالكسر لالتقاء الساكنين لان قبلها مفتوحًا وبعدها نون فيصير تشرين

وياء الاطلاق نحو ــه امن ام اوفى ومنة لم تكلم بحومانة الدراج فالمتثلم فهى تقع فى اطلاق القافية فى الشعر وفى الفواصل كقوله جل وعز على قراءة يعقوب الحضرمى واياى فارهبونى واياى فاتقونى

وياء المنقلبة نحو يغزى انقلبت من الواو فى غزوت وكذالك المعطى اصله عطا يعطو اذا تناول هو واعطا يعطى اذا ناول غيره وانشد ــه وتعطو برخص غير شثن كانه اساريع ظبى او مساويك اسحل

وياء التثنية نحو صاحبين وغلامين وهى تكون مع النون الا فى الاضافة نحو غلامازيد وغلامى فى حالة الجر والنصب

وياء الجمع نحو مسلميك صالحيك وما اشبه ذالك ويجب ان تحذف هذه الياء بالاضافة تقول مسلمىّ صالحىّ فاما يا بنىّ انها فليس من باب الجمع ولكن هى ياء اصلية بعدها ياء الاضافة و قد حذفت واجتزى بالكسرة منها ويجوز فى العربية يا بنىّ على النداء المفرد مثل يا زيد ويجوز يا بنى على يا بنيا فى النداء كما قال يا بنت عما لا تلومى واهجعى معناه يا بنت عمى تفتح على لفظ الندبة وكذلك يا رباه تجاوز بربك يا ربى ففى قولك يا بنىّ ثلاث ياءات الياء الاولى ياء فعيل فى التصغير والثانية اصلية والثالثة ياء الاضافة

وياء العوض كقولك مررت بزيدى فى قول من عوض من

سقطت واذا وقفت ثبتت لانها لمد الصوت فاذا ناب عنها حرف
غيرها فى الاتصال سقطت

والهاء الاصلية نحو لا تموه الهاء فيه اصلية وكذلك الهكم اله واحد

وهاء البدل نحو هرقت وارقت الهاء بدل من الهمزة وكذالك
هرق ماءك كما قال الشاعر ــ هرق لنا من قرقرى ذنوبا ان
الذنوب ينفع المغلوبا

والياءات عشر

ياء الاضافة تكون فى الاسم والفعل نحو ضاربى فى الاسم وضربنى
فى الفعل لا بد قبلها من النون لئلا يقع الكسر فى الفعل فاما الاسم
فلا يحتاج الى النون معها فيه لانه يدخله الجر

والياء الاصلية نحو المهدى فى الاسم .م والداعى وما الفعل
فنحو يقضى ويهدى هذه الياء من نفس الكلمة لانها تقع فى موضع لام
الفعل من قولك يفعل وفاعل

والياء الملحقة نحو سلقى يسلقى لحقته بدحرج يدحرج وهى زائدة
تشبه الاصلية

وياء التانيث نحو . . . . . ولا تذهبى هذه الياء اسم للمؤنث
وكذلك هى فى قوله جل وعز فاما ترين من البشر احدا كان الاصل
ترءيين من البشر فى الاستعمال وقد سقطت الالف التى هى لام الفعل
فى ترى لالتقاء الساكنين كما تسقط الالف من مصطفى اذا قلت
مصطفين لالتقاء الساكنين فتصير ترين ثم تلحق نون الشديدة
فتذهب نون الرفع لانه لا تجتمع علامة الرفع مع النون الشديدة

والف الاداة نحو انّ واو وام وما اشبه ذالك
والف الجمع نحو انفس واكلب وكلما كان على زنة افعل
والف لم يسم فاعله نحو اكرم زيدا ستضعف القوم
والف التخيير نحو قول الله عز وجل فامّا منًّا بعد وامّا فداءً
والف التخيير فامّا ثمود فهديناهم فاستحبوا العمى على الهدى ونحو
قولك اما بعد فقد كان كذا
الهاءات سبع هاء الاضمار كقولك زيد ضربتهُ وعمرٌ مررت
به هذه الهاء كناية عن زيد وتسمى هاء الكناية وهاء الاضمار
وهاء التانيث كقولك طلحه حمزه في الوقف فاذا وصلت
صارت تاءً
وهاء العماد نحو قوله جل وعز انه انا الله العزيز الحكيم الهاء
في انه عماد ذكرت على شريطة التفسير فكذلك يا بنّى ٣٩ انها
ان تك مثقال حبة من خردل وليست بضمير يرجع الى مذكور
متقدم وانما هي مقدم على شريطة التفسير ليفخم الكلام
وهاء (الوقف) نحو قوله جل وعز فبهداهم اقتده ونحو ما
(ادراك) ماهيه ما اغنى عنى ماليه هلك عنى سلطانيه (قد
تحذف) هذه الهاء فيما يحذف من الفعل حتى يبقى على كلمة واحدة
نحو الامر من وشيت ووقيت تقول شه وقه وكذلك من وعيت
عه فانت في الاول بالخيار وفي الثاني فلا بد منها فيه لانه لا يوقف
على كلمة واحدة (تبن ابتدى بها
وهاء الندبة نحو يا زيداه واعمراه وما اشبه ذالك اذا وصلت

ومن لام الاضافة لام العاقبة. فالتقطه آل فرعون ليكون لهم
عدوا وحزنا وكذالك قوله الا من رحم ربك ولذالك خلقهم ومن
كلامهم لدوا للموت وابنوا للخراب فكلكم يصير الى ذهاب
ولام الامر كقوله تعالى لينفق ذو سعة من سعته

الالفات احد عشر

الف اصل نحو اتى امر الله ومن حميم آن
والف الوصل نحو اذهب فى الامر واضرب. واقتل ونحو
اقتدروا استخرج وانطلق واحمار فكل ما كان على هذه الامثلة من
الفعل فالفه الف وصل والابنية الثلاثة من الثلاثى فى الامر و
باقى الابنية فى الماضى
والف القطع نحو اكرم يكرم واحسن يحسن واقام يقيم فالفه
اذا رامت الف قطع تبتدئها بالفتح نحو احسن اكرم اتم وانما
سميت قطعا لانها تقطع فى الامر فى الاستيناف والوصل وليس
شئ من الالفات ٣٩ تقطع غيرها لانك تثبتها فى درج الكلام نحو
يا زيد اكرم عمروا فاما غيرها فتسقط فى درج الكلام
والف الاستفهام نحو ازيد عندك اعمرو فى الدار
والف التقرير نحو قول الحاكم اله عليك كذا وكذا يعنى ما
يدعيه خصمك يقرره على ذالك
والف الايجاب نحو قول الشاعر الستم خير من ركب
المطايا. واندى العالمين بطون راح وكقول الله عز وجل اليس
ذالك بقادر على ان يحيي الموتى. اليس الله بكاف عبده

كتاب منازل الحروف في النحو

بسم الله الرحمن الرحيم

قال ابو الحسن علي بن عيسى الرماني رحمهما الله كتاب منازل
الحروف اللامات اثنا عشر

لام الابتداء لزيد خير منك

ولام القسم لآتينك

ولام الاضافة لزيد مال

ولام التعريف الرجل والغلام

والاصلية لها يلهو

واللام الزائدة التي دخولها كخروجها نحو قول الشاعر سمّاء
اغفلت شكرك فاصطنعني. وكيف ومن عطائك جل مالي اراد ما
اغفلت شكرك فزاد اللام

ولام الاستغاثة نحو قولك يا لَ بكر انشروا لي كليبا يا لَ بكر اين
اين الفرار ومثل يا للرجال ليوم الاربعاء اما ينفعك يجدث لي بعد
النهى طربا استغاث بالرجال لليوم كما تقول يا لزيد لعمرو

ولام الكناية نحو لهم وله حكمها الفتح واصلها لام الاضافة

ولام كي نحو قوله عز وجل ولترضوه وليقترفوا ما هم مقترفون
(اى) كي يرضوه وكذلك ليغفر لك الله اى كي يغفر

ولام الجحود كقوله جل وعز ما كان الله ليذر المؤمنين على ما
انتم عليه لولا الجحد لم تجز اللام ههنا

للمازنی کتاب شرح الموجز لابن سراج کتاب التصریف کتاب الهجاء
کتاب الایجاز فی النحو کتاب المبتدا فی النحو کتاب الاشتقاق الکبیر کتاب
الالفات فی القرآن کتاب اعجاز القرآن کتاب شرح کتاب الاصول
لابن سراج و ذکر السیوطی عدة من المذکور والحدود الاکبر و الاصغر
و شرح المقتضب و شرح الصفات معانی الحروف و التفسیر و عد له
ابن الانباری من مؤلفاته کتاب الممدود الاکبر و کتاب الممدود
الاصغر ایضاً

ولادته و وفاته | و کانت ولادته ببغداد سنة ست و تسعین
و مائتین و توفی لیلة الاحد حادی عشر جمادی الاولی سنة اربع
و ثمانین و قیل اثنتین و ثمانین و ثلثمائة رحمه الله تعالی

الحركة للحرف الذى يمكن ان يكون ساكنا

والعلة الصحيحة هى تقتضى الحكم الجارى فى النظائر فما تدعوا

اليه الحكمة ٣٠ و

والعلة الفاسدة وهى التى بخلاف هذه الصفة

والمعلول هو المتغير بالعلة

والقياس الصحيح الجمع بين الشيئين بما يوجب اجتماعهما فى الحكم

كالجمع بين الاعراب والفعل فى الرفع بعامل الرفع

اخر كتاب الحدود والحمد لله رب العلمين منقول من خط

عمر بن ابى عمر (الرازى) واصله الذى قراة على مصنفه على بن

عيسى الرمانى رحمهما الله تعلى

والاسم الناقص هو الذى لا يقوم بنفسه فى البيان عن معناه
نحو الذى ومن وما وحروف المد واللين هى التى يكون منها الحركات
ويمكن مد الصوت بها وهى الواو والياء والالف
وحروف العلة هى التى تتغير بقلب بعضها الى بعض بالعلل
المطردة وهى ٣٧ الهمزة وحروف المد واللين ٣٧ د
وحروف الاعراب هى المتغير بالاعراب ويكون للاسم المتمكن
والفعل المضارع والمفعول الذى يصل اليه الفعل هو
الذى يتغير الفعل نحو كسرت القلم وقطعت الحبل والمفعول الذى
لا يصل اليه الفعل هو المختص به من غير وصول اليه نحو عزلت
زيدًا وحمدت عمرًوا
والعلة القياسية هى التى تطرد الحكم بها فى النظائر نحو علة الرفع
فى الاسم الى جهة معتمد الكلام وعلة النصب فيه ذكره على جهة الفضله
فى الكلام وعلة الجر ذكره على جهة الاضافه
والعلة الحكمية هى التى تدعو اليها الحكمة نحو جعل الرفع للفاعل
لانه اول الاول وذالك تشاكل حسن ولانه احق بالحركة القوية
لانها ترى بضم الشفتين من غير صوت ويمكن ان يعتمد لها فتسمع
والمضاف اليه احق بالحركة النقلية من المفعول لانه واحد و
المفعولات كثيرة
والعلة الضرورية هى التى يجب بها الحكم من غير جعل جاعل
نحو الحركة يجب لها الحكم بمتحرك من غير جعل جاعل
والعلة الوضعيه يجب لها الحكم بجعل جاعل نحو وجوب

اولقيت زيدًا واما احذته بدرهم فصاعدًا فانه يدل على معنى فذهب الدرهم صاعدًا فهذا الكثرة المصاحبة دلّ ما ابقى على ما القى

والصفة التي تجري على الاول وهي للثاني في المعنى هي الصفة القوية في العمل نحو مررت برجل حسن ابوه فاما الضعيفة فلا يجوز فيها ذالك نحو مررت برجل خير منه ابوه

والصفة التي تجري على الاول وهي للثاني في اللفظ وللاول في المعنى هي الصفة الضعيفة نحو ما رئيت رجلا احسن في عينه الكحل منه في عين زيد وما من ايام احب الى الله فيها الصوم منه في عشر ذي الحجة

والصفة القوية هي المشبهة باسم الفاعل المنصرف في التثنية والجمع والتذكير والتانيث

والاضافة اللفظية هي التي يكون اللفظ على الاضافة والمعنى على الانفصال نحو مررت برجل ضارب زيد و ضارب زيدًا و رائيت رجلا حسن الوجه بمعنى حسنا وجه

والاضافة الحقيقية هي التي يكون اللفظ على الاضافة والمعنى عليها نحو غلام زيد وصاحب الدار والظرف الذي يجوز رفعه هو الظرف المتمكن باجزائه على اصله والذي لا يتمكن هو الظرف الخارج عن اصله بتضمنه ما ليس في اصله [illegible]
والثاني نحو اتيته صباحا لا [illegible]

والاسم التام هو الذي [illegible]
رجل وفرس وزيد وعمرو

عمرًا الآن المرور باسامه ولا يعمل عاملان في معمول واحد كقولك
ضربت هولاء وزيدًا الآن هو ألاء مبني

والمعرفة الذي تبنى على الفعل فاعلا ومفعولا ولا يوصف ولا
يوصف به هو الذي على طريقة الجنس ناقص التمكن بالبناء والاشتراك
نحو من وما وليس كذلك الذي لانه ليس اشتراك ولا اي لانه معرب

والسوال طلب الجواب باداته في الكلام

والجواب المطابق للسوال ذكر ما اقتضاه السوال من غير زيادة
ولا نقصان

وسوال التحجر طلب لقسم من عدة محصورة وهو على وجهين احدهما
طلب جزء من السوال كقولك ٣٦ زيد في الدار ام عمرو والآخر طلب لغم ولا ٣٦ ب

ودلالة الخلف عن المحذوف دلالة شي يقتضي معنى مالم يذكر
تقديره ان يذكر وذلك نحو تكبير الناس عند طلب الهلال يقتضي
معنى رأوا الهلال كانه ناطق به وتوقع الناس الهلال هذا قال قائل
في تلك الحال الهلال والله يقتضي هذا الهلال والفعل المشاهد
من نحو الضرب والاعطاء اذ قال قائل زيدًا يقتضي اضرب زيدًا او
اعط زيدًا فهذه دلالة الحال التي تصحب الكلام فاما دلالة الكلام
على المعنى [illegible] دلالة تضمين تقتضي معنى مالم يذكر مما تقديره ان
يذكر وهي ثلاثة اقسام متقدم ومتاخر ودلالة نفس الكلام الذي
[illegible] نحو وقالوا كونوا هودًا او نصارى يدل على معنى [illegible]
[illegible] وقوله [illegible] واحدًا [illegible] يدل [illegible]
[illegible] وقوله ازيدًا مررت به يدل على معنى [illegible] زيدًا

والصفة التي تعمل في السبب والاجنبي هي الجارية على الفعل
والصفة التي لا تعمل الا في السبب خاصة هي المشبهة بالجارية
من جهة انها تثنى وتجمع وتؤنث وتذكر كالجارية
والتانيث الحقيقي هو الذي له فرج الانثى
والتانيث اللفظي ما عدا الحقيقي
والاضافة الحقيقية ما كان اللفظ على الاضافة والمعنى على [illegible]
والاضافة اللفظية ما كان اللفظ على الاضافة والمعنى على الانفصال
والذي يدل عليه الفعل في عينه المصدر والذي يدل عليه في
الجملة هو متعلقة ما عدا المصدر والفعل الحقيقي هو الذي يدل على مصدر
حادث والفعل اللفظي هو الذي لا يدل مصدره على حادث نحو كان
واخواتها
والمحذوف فيما جرى كالمثل هو الذي لا يجوز ان يظهر لان الامثال
لا تغير نحو هذا ولا زعماتك ومن انت زيدا والمحذوف الذي يبينه
ما قبله من الكلام تدل عليه دلالة التضمين كقول الله عز وجل قَالُوا
كُونُوا هُودًا اَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ ١٣٥ حَنِيفًا لان ١٣٠
كونوا هودا او نصارى يدل على اتبعوا اليهودية او النصرانية فاما زيدا
مررت به فيدل عليه ما بعده كانه اخبرت زيدا مررت به
والعامل الذي يعمل في لفظ المعطوف ولا يعمل في لفظ المعطوف
عليه هو الذي يختص بالاول بالمانع نحو هو زيد نعم الرجل [illegible]
من ذلك ولا [illegible] في [illegible] الجملة لان المعنى [illegible]
الجملة غير مذكور [illegible] اه في مذكور نحو [illegible]

فيه لكل واحد من الشيئين ولا يجوز فيما لا يصلح الا للواحد بعينه كقولك
ايكما عور عينه احدكما ولا يجوز ايكما عض انفه احدكما ولكن عض
انفه الآخر لانه احد مبهم فاذا اخرج عن الابهام لم يجز

والافعال التى لا يقتصر فيها على احد المفعولين هى التى يكون
الثانى فيها خبرا عن الاول لان متعلق الفعل ما دلت عليه الجملة وهو
الذى فيه الفائدة نحو ظننت واخواتها

والبدل الذى المعنى مشتمل عليه هو الذى يدل الكلام الاول
على ان متعلق العامل غير المذكور كقولك سرق زيد ثوبه فسرق
زيد يدل على سرق ملك زيد فوقع البدل على هذا

والحروف التى لا تدخل الا على الاسم هى التى معناها فى الاسم
كحروف الاضافة والالف واللام التى للمعرفة

والحروف التى لا تدخل الا على الفعل هى التى معناها فى
الفعل كحروف الاستقبال وحروف الامر والنهى وحروف الجزاء

والحروف المشتركة بين الاسم والفعل هى التى تدخل على
الجملة وتطلب ما فيه الفائدة كحروف النفى وحروف الاستفهام
وحروف التعدية هى التى تسلط العامل على ما بعدها حتى يتعلق
بها كحروف الاستثناء فى الايجاب ٣٥ ب وحروف الجر

والاسم الناقص هو الذى يحتاج الى صلة كالذى

والاسم المتمكن هو الذى تخلص فيه الاسمية بانه لا يشبه الحرف

والحروف التى صدر الكلام هى التى تدخل على الجملة قاطعة
لها عما قبلها كلام الابتدا وحروف الاستفهام وما فى النفى

ومعتمد البيان الذي لا يجوز حذفه هو الفاعل لانه مضمن
ذكره بقوة تعلقه به ومعتمد البيان الذي يجوز حذفه المبتدا
لانه يجوز ان يخلو الاسم من خبر اذا كان مضافا اليه مفعولا وهو
احد يتصرف في هذه المواضع وليس كذلك الفعل لانه لا يقع
موقعا الا وهو يتعلق بالفاعل

والذي يصلح ان يضاف اليه هو الاسم الذي ينبئ عن المفرد
ويقع موقع الجزء منه ولا يصلح مثل ذلك في الحرف ولا الفعل

والاسم الذي لا يجوز ان يوصف هو الناقص المتمكن بالابهام
وتضمين معنى الحرف نحو كيف واين ومتى ومن وما واذ واذا و
حيث

والعطف على التاويل هو المحمول على معنى الموضع كقولك لا
ام لي ان كان ذاك ولا اب لان فيه معنى ما ام لي ولا اب

وافعل الذي يتعاظم ويتبين بالتمييز هو الذي بمعنى افعل من
كذا كقولك هو احسن منك وجها وهو خلاف معنى هو احسن وجه

والاستثناء الذي يصلح فيه تفريغ العامل هو الاستثناء من
منفي كقولك ما في الدار الا زيد وما سار الا عمرو

والمحذوف الذي لا يجوز اظهاره هو الذي يكثر حتى يصير بمنزلة
المذكور في فهم المعنى نحو اياك في التحذير والذي يجوز ان يحذف
ما عليه دليل من غير اخلال والذي عليه دليل هو على وجهين منه ما
يصحبه الدليل ومنه ما يكثر فيكون هو الدليل

واحد الذي يصلح ان يعمل فيه فعل واي هو المبهم الذي يصلح الفعل

باب حدود الموصولات

العلم الذی یتعدی الی مفعولین هو الذی یدخل علی المبتدا
والخبر بعد ذکر الفاعل ١٢

والعلم الذی لا یتعدی الی مفعولین ما عدا العلم وهو علی
وجهین احدهما لا یتعدی کقولك دریت ٣٤ ١ والاخر یتعدی ٣٤
الی واحد کقولك عرفت زیدا وذالك لانه بحسب ما ضمن من
معنی المعلوم

وافعل الذی لا یضاف الا الی جمع هو واحد منه هو الذی فیه
معنی یزید کذا علی کذا کقولك الیاقوت افضل الحجارة ولا یجوز
الیاقوت افضل الرجال لانه لیس بعض الزجاج ویجوز یوسف افضل
الاخوة ولا یجوز افضل اخوته لان اخوته غیره ویجوز مررت باحمرهم
لانه لیس فیه معنی یزید کذا علی کذا فیجوز فی احمر ان یضاف
الی غیره وکذالك کل ما کان من الالوان نحو هذا العبد اسود کم

والجواب الذی یشبه العطف هو الجواب بالفاء کقولك لا
تدن من الاسد فیاکلك ای لا یکون دنو فاکل ولا یجوز لا تدن
من الاسد یاکلك لانه لا تدن من الاسد فانك ان لا تدن منه
یاکلك

والاسم الذی فی موضع الفائدة یحتمل التعریف والتنکیر هو
الذی فی موضع معتمد الفائدة نحو خبر المبتداء فی قولك زید قائم
وزید القائم والذی لا یحتمل التعریف هو الذی فی موضع الزیادة
فی الفائدة نحو هذا زید قائم لا یجوز هذا زید القائم علی الحال

والضرورة هي المداخلة فيما لا يمكن الامتناع منه وان ضرّ

والمعنى مقصد يقع البيان عنه باللفظ

واللفظ كلام يخرج من الفم ٣٣ ب

ب

والكلام ما كان من الحروف والا بتاليفه على معنى

والغرض المعتمد الذي يظهر به وجه الحاجة اليه والمنفعة به

وله اسباب تطلب من اجله

والداعي الى الشئ المقوى له بانّه ينبغي ان يفعل

والصارف عنه المضعّف له بانه لا ينبغي ان يفعل

والاستعارة اجراء الكلمة على ما هي له في الاصل للمبالغة

والحقيقة اجراء الكلمة على ما هي له في اصل اللغة

والصورة خاصة تاليف ينفصل من سائره بنظم شانه

والمادة ترادف المعاني على الشئ بكثرة

والرتبة منزلة للشئ هي احق به

والمناسبة شركة قريبة كولادة

والخاصة معنى صفة الشئ دون غيره

والغنيّ عن الشئ هو المختص بما وجوده وعدمه بمنزلة في

انتفاء صفة النقص

والمحتاج الى الشئ هو المختص بما في وجوده وعدمه صفة نقص

والعظيم هو المختص بشدة الحاجة اليه او الى انتفائه

والحقير هو المختص بقلة الحاجة اليه او الى انتفائه

والحادث الموجود بعد ان لم يكن

معدوم والآخر موجود وليس بموجود

والتقدير المختص بأنّ المعنى فيه على خلاف ما هو به كما ان الكذب الخبر عن الشيء بخلاف ما هو به والمعنى المقدر قد يحتاج اليه للبيان عن حق وكل كذب مقدر وليس كل مقدر كذبا

والمحقق هو المختص بان المعنى فيه على ما هو به كالصدق الذي هو خبر مخبره على ما هو به

والاصل اوّل يبنى عليه ثان

والفرع ثان يبنى على اول

والمطرد الجاري على النظائر

والنادر الخارج عن النظائر الى قلة في بابه

والخبر كلام يجوز فيه صدق او كذب

والاستفهام طلب الفهم

والاستخبار طلب الخبر

والجزاء المستحق بالعمل من الخير والشر وهو جواب الشرط

والمستقيم هو المستمر في جهة الصواب

والمحال هو المنقلب بالتناقض الذي فيه

والعارض هو المارّ على طريق المطرد

واللازم هو المار على طريق النادر

والحسن هو المتقبل في نفس الحكيم

والقبيح هو المتكره في نفس الحكيم

والجائز هو المار على جهة الصواب

اقوى بها من الفعل لانه يمكن ان يستغنى بالاسم عن (فعل) ولا يمكن
ان يستغنى بالفعل (من اسم) والبيان عن الشئ فى عينه اقوى من
البيان عنه فى الجملة لانه يمكن الاشارة اليه اذ احضر ولا يمكن فى الجملة
والفعل اقوى فى العمل من الاسم لانه يمكن ان يدل به على انه عامل
فى كل موضع يقع فيه وليس ذلك فى الاسم

والضعف نقصان القوة عن الحد الذى هى عليه والنادر اضعف
من المطرد فى البيان

والتخفيف تسهيل ما يثقل على اللسان او فى الطباع

والترخيم حذف اخر الاسم فى النداء

والممدود هو المختص بمد الصوت فى اخره

والمقصور هو المختص بالف مفردة فى اخره كقولك هواء هواء
الجو والهوى هوى النفس

والمذكر الخالى من علامة التانيث فى اللفظ والتقدير

والمؤنث الكائن بعلامة التانيث فى اللفظ والتقدير والمؤنث
الحقيقى هو المختص بفرج الانثى والمذكر الحقيقى هو المختص بفرج الذكر

والنظير هو الشبيه بما له مثل معناه وان كان من غير جنسه
كالفعل المتعدى هو نظير الفعل الذى لا يتعدى فى لزوم الفاعل
وفى الاشتقاق من المصدر وغير ذلك من الوجوه نحو استتار الضمير
فيه وفى الظرف ١٣٣ والمصدر والحال

والنقيض هو المنافى لما نافاه بانها لا يجتمعان فى الصحة وهو على
وجهين احدهما على طريق الايجاب الاخر على طريق السلب نحو موجود

لتجزء منه

والمصدر الحادث يوجد منه الفعل

والاشتقاق اقتطاع فرع من اصل يدور فى تصاريفه الاصل

والمظهر هو المدلول عليه باسمه على غير جهته الراجع الى ذكره

والفائدة الدلالة على القطع باحد الجائزين فيما يحتاج اليه

والاعراب هو الموجب لتغيير فى الكلمة على طريق المعاقبة لاختلاف المعنى

والحذف اسقاط كلمة بخلف منها يقوم مقامها

والذكر وجود كلمة على جهة التذكير بالمعنى

والمركب هو المؤلف من كلمتين بمنزلة اسم واحد فى شدة الانعقاد

والمقيد هو الموصول فيما يغير المعنى

والمطلق هو المجرد مما يغير المعنى

والاستثناء اخراج بعض من كل بمعنى الا والمجاز تجاوز الاصل الى الاستعارة

والحقيقة الدلالة على المعنى من غير جهته الاستعارة

والجنس صنف يعم معنى متفق وينقسم الى انواع مختلفة

والنوع احد اقسام الجنس المختلفة كالحيوان والانسان والجنس يحمل على نوعه كقولك كل انسان حيوان والجمع لا يحمل على واحده كقولك كل نفر انفار لانه على تقدير كل رجل رجال وكل تمر تمور

وواحد الجنس نوع ٣٢

١٣٢

والقوة خاصة يمكن بها ما لا يمكن ما هو على نقيض صفتها والاسم

اللفظية على وجهين علامة موجودة وعلامة مقدرة والموجودة الالف
واللام والاضافة والمقدرة فى ثلاثة اشياء الاسم العلم والمبهم والمضا

والنكرة المشترك بين الشئ وغيره فى موضوعه

والمفرد هو المذكور وحده فى اسم او فعل او حرف

والجملة هى المبنية من موضوع ومحمول للفائدة

والتثنية صيغة مبنية من الواحد للدلالة على الاثنين

والجمع صيغة مبنية من الواحد للدلالة على العدد الزائد على
الاثنين

والمرفوع كلمة يعمل فيها عامل الرفع

والمنصوب كلمة يعمل فيها عامل النصب

والمجرور كلمة يعمل فيها عامل الجر

والتوابع هى الجارية على اعراب الاول وهى خمس التاكيد والصفة
وعطف البيان والبدل والنسق

والصفة قول له بيان زائد على بيان الاسم الجارى عليه مخصص
له ٢ ١٢

والبدل قول يقدر فى موضع الاول

والنسق تبع الاول على طريق الشركة

والحال انقلاب المعنى فى صفة النكرة عما كان عليه للزيادة
فى الفائدة

والتمييز تبيين النكرة المفردة للمبهم

والاضافة ٣٢ اختصاص اول بثان داخل فى اسمه معاقب

باب الحدود القياس الجمع بين اول وثانٍ يقتضيه في صحة الاول صحة الثاني وفي فساد الثاني فساد الاول

البرهان بيانٌ اوّلٌ عن حق يظهر به انّ الثاني حق

والبيان اظهار المعنى للنفس كاظهار الروية للشخص

والحكم خبر مما يقتضيه الحكمة مما فيه الفائدة

والعلة تغيير المعلول عما كان عليه

والدلالة اظهار المدلول عليه

والاسم كلمة تدل على معنى من غير اختصاص بزمانٍ دلالة البيان

والفعل كلمة تدل على معنى مختص بزمان دلالة الافادة

والحرف كلمة لا تدل على معنى الا مع غيرها مما معناها في غيرها

وحذارا سم لانه يدل دلالة البيان

والاعراب تغيير اخر الاسم بعامل

والبناء لزوم اخر الكلمة لسكون اوحركة

والتغيير تصيير الشيء على خلاف ما كان بانقلابه عما كان

والتصريف تصيير الشيء على هيئات مختلفة

والغرض مقصد يظهر فيه وجه الحاجة اليه والمنفعة به وبه

اسباب تطلب من اجله والغرض في النحو تبيين صواب الكلام

من خطائه على مذاهب العرب بطريق القياس ٣١ ب ٣١ ب

والسبب عمل يؤدي الى الغرض الاوّل في الطلب اخرني لسبب

والمعرفة المختص بالشيء دون غيره بعلامة لفظية والعلامة

كتاب الحدود في النحو لعلي بن عيسى الرماني

بسم الله الرحمن الرحيم

باب الحد لمعاني الاسماء التي يحتاج في النحو وهي

القياس والبرهان والبيان والحكم والعلة والاسم والفعل
والحرف والاعراب والبناء والتغيير والتصريف والغرض والسبب
والمعرفة والنكرة والمفرد والجملة والتثنية والجمع والمرفوع و
المنصوب والمجرور والتوابع والصفة والبدل [illegible]
والتمييز والاضافة والمصدر والاشتقاق والمظهر والمضمر والفائدة
والعامل والحذف والذكر والمركب والمطلق والمقيد والاستثناء
والحقيقة والمجاز والجنس والنوع والقوة والضعف والتخفيف
والترخيم والمقصور والممدود والمذكر والمؤنث والنظير والنقيض
والتقدير والتحقيق والاصل والفرع والمطرد والنادر والعوض والخبر
والاستفهام والجزاء والجواب والمستقيم والمحال والتعارض والالزام
والحسن والقبيح والجائز والضرورة والمعنى واللفظ والكلام [illegible]
والسهيلي والاستعارة والحقيقة والصورة ٣١ والمادة والرتبة
والمناسبة والخاصة والغنى والمحتاج والعظيم والحقير والحادث

تم باب حدود امور سؤالات

كتاب الحدود فی النحو و كتاب الحروف فی النحو

(تصنیف ابوالحسن علی بن علی (والصواب عیسے) بن علی الرمانی)

ان دونوں رسالوں کا متن نحوی رسائل کے ایک قلمی نسخہ پر مبنی ہے جو میرے پاس موجود ہے
اسپر تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ مگر اس کا مقابلہ دوسری مرتبہ سنہ ۱۰۷۹ھ میں ختم ہوا اور غالباً
کتابت اسی تاریخ کے لگ بھگ ہوگی۔ کیونکہ اس نوٹ کا خط اسی کاتب نے لکھا ہے۔
جس نے کتاب لکھی ہے۔ ان رسالوں کا منقول عنہ مشہور فاضل یاقوت بن عبداللہ الرومی
الحموی کے قلم سے لکھا ہوا تھا۔ اور اس نے سنہ ۶۱۵-۱۶ھ میں یہ رسالے مصنفوں کے اصول
سے مرو شاہجہان میں لکھے تھے۔ چنانچہ ہر رسالہ کے [illegible] اس کی تفصیل درج ہے
یاقوت نے مذکورہ بالا دونوں رسالوں کے شروع میں [illegible] لکھی ہے :-

كلاهما تصنيف ابی الحسن علی بن علی (عيسے) الرمانی وكان علی ظاهر الجزء المنقول
منه: قرأ علی هذا الجزء ابوالحسن عمر بن ابی عمر السجستانی (كذا) وكتب علی بن عيسى
بن علی، وكان علی وجه الصفحة الاولى ماصورته: قرأت علی الشيخ ابی الحسن
علی بن عيسى ايده الله جميع هذا الكتاب وفرغت منه لخمس خلون من المحرم سنة
احدى وثمانين وثلثمائة بمدينة السلام فی الجانب الشرقی فی درب مجن فی داره و
ابوالقسم بن دوست السرخسی ينظر فی اصل الشيخ بخطه وسمع ابوالعالی (كذا)
عمر وابوالخير مبشر بقرانی وكتب عمر ابن ابی عمر الحسانی (كذا)

ان رسالوں کے متن کی تصحیح مولوی غلام مصطفےٰ مولوی فاضل بہاولپور ریسرچ سٹوڈنٹ نے کی ہے۔ مگر
تصحیح کا پورا حق ادا نہیں کیا۔ اب مولینا مولوی نجم الدین صاحب مدرس عربی اورینٹل کالج کی نظر ثانی سے یہ
رسالے مع حواشی کے شائع کئے جاتے ہیں۔

اڈیٹر

كتاب الحدود في النحو

و

كتاب منازل الحروف

كلاهما

تصنيف ابي الحسن علي بن عيسى بن علي الرماني

تبصرہ و تنقید

رسالہ نورس جلد ۴ نمبر ۱ جو اورنگ آباد انٹر کالج کا عبدالحق نمبر (آذر و دے ۱۳۴۰ف) بغرض ریویو وصول ہوا۔ اس نمبر کے مضامین تمام تر مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے علیگ پرنسپل انٹر کالج اورنگ آباد کے الوداعی جلسہ۔ انکے مقاصد زندگی اور حالت انتظامی سے متعلق ہیں۔ اور موصوف کے حالات کے متعلق مفید۔ دلچسپ اور کار آمد اطلاعات بہم پہنچاتے ہیں۔

ایک نظم جناب مولوی عبدالحق صاحب موصوف کی تشریف آوری جامعہ عثمانیہ کے موقع پر تہنیت میں۔ معنفہ مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی کی ہے جسمیں پانچ بند بطور ترجیع بند ہیں۔ وزن اس نظم کا۔ مفعولُ مفاعلن فعولن۔ بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوف ہے اور پہلا شعر یہ ہے ؎

مژدہ اہل عزت و زوایا ہنگامہ فروز بزم آیا

پہلے مصرع کا وزن مفعولن مفاعلن فعولن ہے۔ حالانکہ جب اس بحر میں زحاف تسکین اوسط سے کام لیا جاتا ہے تو وزن مفعولن فاعلن فعولن ہوجاتا ہے جیساکہ ترجیع کا پہلا مصرع ہے۔ یہی خرابی پانچویں بند کے ان دو (۱) بے دردوں کو دردمند کردے (۲) گاہک بنکے چند چند کردے ' مصرعوں میں بھی ہے مگر دوسرے مصرع میں بظاہر کمپوزر کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ بجاے دو چند کے اوسنے۔ چند چند۔ کمپوز کردیا : معنے بھی دوچند ہی سے بنتے ہیں۔ پہلے بند میں ایک مصرع ہے ؎ یا طائر دیدہ و دور رفتہ پھر شاخ پہ گر کے چھپانا ' گر کے کی جگہ پرآکے مناسب معلوم ہوتا ہے ؎ پھر شاخ پہ آکے چھپانا ' دوسرے بند کے یہ اشعار ہیں ؎ اے پردہ در حجاب معنی۔ اے فاش نگار سرِ واخفی ' اے جلوہ نماے حسن پنہاں۔ اے چشم کشاے ذوق خفتہ تیرے سرِ آگہی حکے آگے۔ شایان کہ جھکے کلاہ فضلا ' سرِ واخفی کے درمیان واو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ' (۲) ہاے مختفی کا قافیہ الف کے ساتھ اردو میں جائز ہے۔ اسلئے ذوق خفتہ بترکیب اضافی کیساتھ جو کہ فارسی ہے قافیہ درست نہیں یعنی اس مرکب اضافی کے فارسی ہونیکی وجہ سے الف کیساتھ اس ہاے مختفی کا قافیہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اہل فارس ہاے مختفی کا قافیہ الف کیساتھ درست نہیں قرار دیتے (۳) لفظ فضلا بسکون ضاد اس مصرع میں موزون ہوا ہے جو خلاف صحت ہے بفتح ضاد چاہیئے۔ پھر کسی کے آگے سر جھکنا تو سنا مگر کلاہ جھکنا دیکھنے میں نہیں آیا ٭ (باقی ریویو سرورق پر دیکھیں) ٭

ہیں۔ 'کتاب النساء' میں وہ مرد اور عورت کے فرق پر بحث کرتا ہے اور دونوں صنفوں کے امتیازی خصائص کو نمایاں کرتا ہے۔

علم اخلاق :- جاحظ نے ایک اور سلسلۂ کتب تالیف کیا جس میں سوسائٹی کے مختلف طبقات پر بحث کی گئی ہے۔ ان تصنیفات میں اخلاقی اور تعریضی عنصر غالب ہے اس قسم کی کتابیں 'کتاب اللصوص'، 'کتاب الغش والصناعات'، 'کتاب المعلمین'، 'کتاب القواد' اور 'کتاب المغنین' ہیں۔ 'کتاب البخلاء' میں بعض بڑے بخیل اپنے اصلی رنگ میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ 'کتاب اخلاق الملوک' جسکے متعلق وثوق کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ جاحظ کی تصنیف ہے۔ اگرچہ احمد زکی پاشا خارجی اور اندرونی شہادت کی بنا پر اسے جاحظ کے قلم کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔ شاہان ایران اور خلفائے بغداد کے درباروں کے رسوم و آداب پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ احمد زکی پاشا کے اہتمام سے یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

جاحظ نے جغرافیے پر بھی ایک کتاب 'الامصار وعجائب البلدان' کے نام سے لکھی مسعودی جاحظ کے اس قول[۱] پر کہ 'سندھ کا دریائے مہران نیل مصر سے ہے' نکتہ چینی کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کتاب کی عمدگی کی تعریف کرتا ہے۔ فلسفہ اور طب پر جاحظ کی کوئی مستقل کتابیں نہیں ملتیں۔ لیکن 'کتاب رسالۃ فی فرط جہل یعقوب بن اسحٰق الکندی' 'کتاب الرد علی من زعم ان الانسان جزءٌ لا یتجزء' اور 'نقص الطب' اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔

محمد ابراہیم

میکلوڈ عربک ریسرچ سٹوڈنٹ

---

[۱] مروج الذہب ۱ : ۲۰۶

احمد زکی پاشا کتاب التاج کے دیباچہ ص ۲۹ پر ابن فضل اللہ العمری (متوفی ۷۴۹ھ) کی مسالک الابصار، صفدی (متوفی ۷۶۴ھ) کی الوافی بالوفیات، اور ابن شاکر (متوفی ۷۶۴ھ) کی "عیون التواریخ" کے حوالے سے یہ اقتباس جاحظ کی تعریف میں دیتے ہیں:-

"واما الجاحظ، فمامنا معاشر الکتاب الّا من دخل دارہ او شنّ علی کلامہ الغارۃ، و خرج و علی کتفہ منہ الکارہ"

جاحظ کی فضیلت کے لئے اس سے زبردست شہادت کیا ہو سکتی ہے؟

علم الحیوان - دمیری (متوفی ۸۰۸ھ) کی 'حیوۃ الحیوان' کا انگریزی مترجم ترجمہ کے دیباچے میں جاحظ کو سب سے پہلا مصنف بتلاتا ہے[51] جس نے علم الحیوان پر کتاب لکھی ہے۔ اگرچہ وہ اس موضوع پر ابو عبیدہ اور اصمعی کی کتابوں کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جاحظ نے کتاب الحیوان محمد بن عبدالملک الزیات کو پیش کی۔ کتاب سات حصوں میں منقسم ہے۔ اور ہر ایک کا حجم مختلف ہے۔ دمیری کی کتاب کا مترجم 'کتاب الحیوان' کے متعلق کہتا ہے[52] کہ "یہ محض لسانیات کی نوعیت کی کتاب ہے۔ اس میں جانوروں کے اوصاف سے زیادہ نحوی ترکیب اور جانوروں کے ناموں کے معنے دئے گئے ہیں"۔

بہرکیف یہ بیان صحیح نہیں۔ اور ہم ایک الگ مضمون میں اس پر روشنی ڈالینگے -

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (جلد اول حصہ دوم ص ۱۰۰۱) کا مقالہ نگار لکھتا ہے:-

"کہ اس کتاب میں ہم نظریات (ارتقاء، وتطابق و نفسیات حیوان) کو حالت جنین میں پاتے ہیں۔ جن کا آخری نشو و نما ہمارے زمانے سے تعلق رکھتا ہے"

اسی زمرے میں اس کی دوسری کتابیں مثلاً 'کتاب الزرع والنخل'، 'کتاب الصرحاء والھجناء'، 'کتاب السودان والبیضان'، 'کتاب البغل' اور 'کتاب المعادن' شامل کی جا سکتی

---

[51] دیباچہ انگریزی ترجمہ ص ۱۴، [52] ایضاً،

وہ اس عریاں زبان کا پابند ہے جسے وہ استعمال کرتا ہے اور مشکل الفاظ سے پہلوتہی کرتا ہے"۔ ہمذانی کے ذہن میں یہ چیز نہ آسکی کہ جس سادگی پر وہ جاحظ کی مذمت کرتا ہے۔ وہی اسکی بڑی خوبی ہے۔

بعض ممتاز ادیبوں نے جاحظ کے مسلک پر چلنے کی کوشش کی ہے۔ ان میں زیادہ نمایاں ابن خلاد رامہرمزی (متوفی ۳۶۰ھ) اور ابوالقاسم آمدی (متوفی ۳۷۰ھ) ہیں[1]۔ مشہور وزیر ابوالفضل بن العمید جاحظ کے اسلوب کا اسقدر دلدادہ تھا کہ اس نے جاحظ کی اس اچھوتے انداز میں تعریف کی[2]:-

تین علوم تین آدمیوں کے عیال ہیں۔ فقہ امام ابوحنیفہ کا۔ علم کلام ابوالہذیل علاف (متوفی ۲۳۵ھ) کا اور بلاغت و فصاحت جاحظ کے عیال ہیں"۔ ابن العمید خود 'جاحظ ثانی' کے لقب سے مشہور تھا[3]۔ یاقوت معجم الادباء حصہ اول صفحہ ۱۲۴ پر ابوحنیفہ دینوری کے ترجمہ کے ضمن میں ابوحیان توحیدی کے رسالہ 'تقریظ جاحظ' سے ایک اقتباس دیتا ہے جس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ بڑے بڑے ادیب جاحظ کو کن نظروں سے دیکھتے تھے۔ ابوحیان نے ایک دفعہ ابومحمد اندلسی (یعنی عبداللہ بن حمود الزبیدی) کو بتلایا کہ ابوسعید سیرانی (متوفی ۳۶۸ھ) کی مجلس میں جاحظ اور ابوحنیفہ دینوری کی بلاغت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ اور سب تمہارا فیصلہ قبول کرنے پر رضامند ہیں تمہاری کیا رائے ہے؟ پہلے تو اس نے رائے ظاہر کرنے میں تامل کیا۔ لیکن ابوحیان کے مجبور کرنے پر اس نے کہا:-

" دینوری زیادہ فصیح ہے اور جاحظ زیادہ شیریں ہے۔ جاحظ کے معانی زیادہ دلکش اور سننے میں سہل ہیں۔ اور دینوری کے الفاظ زیادہ میٹھے۔ زیادہ واضح اور عربوں کے اسالیب میں داخل کئے جانے کے زیادہ سزاوار ہیں"۔

---

[1] کتاب الفہرست ص ۱۵۵ [2] معجم الادباء ۶: ۳۰۲، ۴۰۳ [3] ابن خلکان ۲: ۱۶۹

مختلف گروہوں کے خیالات کو بے کم و کاست بیان کیا ہے۔ خلیفہ مامون نے امامت کے متعلق اس کی کتابوں کو پسند کیا اور اسے دربار میں بلا بھیجا[1]۔

انشا و بلاغت

جاحظ کی شہرت کا انحصار زیادہ تر ان رسائل پر ہے جو اس نے اپنے مربیوں کو لکھے ہیں۔ وہ ابن المقفع۔ سہل بن ہارون اور عتابی کے دوش بدوش چلتا ہے جاحظ سہل بن ہارون کے اسلوب کا بڑا مداح تھا۔ اس نے اپنی کتاب البخلاء (مرتبہ فان فلوٹن۔ ص ۱۰۔ ۱۸) میں سہل کے اس خط کا اکثر حصہ نقل کیا ہے۔ جو سہل نے بنو راہبون میں سے اپنے چچا زاد بھائیوں کے نام بخل کی خوبیوں پر لکھا ہے۔ جاحظ کی ادبی تالیفات کا بیشتر حصہ یہی رسائل ہیں۔ درحقیقت یہ رسائل متعدد مضامین پر مختصر مقالے ہیں۔ جیسا کہ ان کے عنوانات سے ظاہر ہے۔ ان میں سے بعض رسائل مثلاً "الرسالۃ فی المعاد و المعاش" اور "الرسالۃ فی التربیع والتدویر" میں اس نے ایسا طرز بیان اختیار کیا ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ اس موضوع پر اس کی بہترین کتاب "البیان والتبیین" ہے جو اس نے قاضی احمد بن ابی دواد کے نام سے معنون کی اور پانچ ہزار دینار انعام پائے[2]۔ یہ کتاب عربی زبان کا ایک گلدستہ ہے۔ جس میں شعرا اور خطیبوں کے منتخبات فصاحت و خطابت کے نمونے کے طور پر دیئے گئے ہیں۔ ابوالفضل ہمدانی (متوفی ۳۹۸ھ) جاحظ کی انشاء و بلاغت کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتا۔ اور اسے صنعتوں سے معرا پاتا ہے۔ وہ مقامۂ جاحظیہ میں جاحظ کے کلام پر اس طرح رائے زنی کرتا ہے: —

"اس میں دور از کار اشارات۔ استعارات کی کمی اور سادہ عبارات ہیں۔

---

[1] دائرۃ المعارف اسلامی جلد اول حصہ دوم ص ۱۰۰۰، [2] معجم الادباء ۶ : ۷۶،

کرنے میں اور آداب و اخلاق - سنجیدگی اور ہزل کے اقسام میں اس کی کثیر التعداد اور مشہور کتابیں ہیں - یہ لوگوں کے درمیان متداول رہی ہیں - انہوں نے ان کو پڑھا اور انکی فضیلت کو پہچانا ہے - جب صاحب تمیز دانا اسکی کتابوں پر غور کرے گا تو اسکو معلوم ہوگا کہ عقول کے بار آور بنانے - اذہان کو تیز کرنے - کلام کے اصول و جواہر کے پہچاننے - اور اسلام کے خلاف اور مذہب اعتزال کے دل نشین کرنے میں کوئی کتابیں جاحظ کی کتابوں جیسی نہیں"۔

مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ) جاحظ کی کتابوں کا اسطرح ذکر کرتا ہے[۱] :-

ابوالحسن المدائنی (متوفی ۲۱۵ھ یا ۲۲۵ھ) کثیر التعداد کتابوں کا مصنف تھا - لیکن اسنے جو کچھ سُنا اسے ادا کر دیا - جاحظ کی کتابیں اسکے مشہور انحراف (جاحظ کے خلاف شیعہ رجحانات کی طرف اشارہ ہے) کے باوجود ذہنوں کا زنگ دور کرتی ہیں اور واضح دلیل کو ظاہر کرتی ہیں - تحقیق اسنے انہیں عمدہ طریق پر منظم کیا ہے - اچھی طرح بیان کیا ہے - بہترین طریق پر انہیں ایک دوسرے کے ساتھ چنا ہے اور انہیں عمدہ الفاظ کے ساتھ آراستہ کیا ہے - جب اسے پڑھنے والے کے بیزار ہونے اور سامع کی برگشتگی کا خوف دامنگیر ہوتا تو وہ سنجیدگی چھوڑ کر ہزل کی راہ اختیار کرتا اور حکمت بالغہ سے عمدہ ظرافت کی طرف حرکت کرتا .... متقدمین و متاخرین معتزلہ میں سے کوئی بھی اس سے زیادہ فصیح نہیں"۔

وزیر ابوالفضل ابن العمید (متوفی ۳۶۰ھ یا ۳۵۹ھ) نے جو کہ خود ایک مشہور ادیب تھا - ان جامع الفاظ میں جاحظ کی کتابوں کی تعریف کی ہے[۲] :-

"جاحظ کی کتابیں اول عقل سکھلاتی ہیں اور دوم ادب"

دینیات: دینیات میں اسکی مشہور تصنیفات "کتاب الحجۃ فی تثبیت النبوۃ"

---

[۱] مروج الذہب ۸ : ۳۴، [۲] ۶ : ۷۴

رد ابن مندویہ احمد بن عبدالرحمٰن الطبیب الاصفہانی نے بھی لکھا[1] - اس کی کتاب 'فضیلۃ المعتزلۃ' کا جواب ابن الروندی (متوفی ۲۵۰ھ یا ۳۰۰ھ) نے 'فضیحۃ المعتزلۃ'[2] کے نام سے لکھا - اور اس میں معتزلہ کے خلاف گوناگوں اتہامات تراشے - آخر معتزلہ میں سے ابوالحسین الخیاط (اسنے تیسری صدی ہجری کے نصف ثانی یا چوتھی صدی کے اوّل میں وفات پائی) نے ابن الروندی کے الزامات کی تردید 'کتاب الانتصار' میں کی - جو ایچ - ایس - نیبرگ کے اہتمام سے شایع ہو چکی ہے - 'کتاب العثمانیہ' کے جواب میں علمائے شیعہ نے کتابیں لکھیں - ان میں ابو عیسٰی اوراق (منتہی المقال ص ۲۴۹) اور حسن بن موسیٰ النخعی[3] قابل ذکر ہیں - خود معتزلہ میں سے مشہور معتزلی عالم ابوجعفر محمد بن عبداللہ الاسکافی (متوفی ۲۴۰ھ) نے کتاب العثمانیہ کا رد[4] لکھا -

کتابوں کی تقسیم بلحاظ موضوع کے

جاحظ نے متعدد علوم پر کتابیں لکھیں - اس کا سلسلۂ تصنیف دینیات سے لے کر علم الحیوان تک پھیلا ہوا ہے - وہ اپنے مخصوص اسلوب کو ہاتھ سے نہیں دیتا اور اسکی تمام تصنیفات میں اسکی انفرادیت نمایاں ہے - مرزبانی جاحظ کے متعلق ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) کی یہ رائے نقل کرتا ہے[5] :-

ابو عثمان جاحظ .... علم کلام میں بڑی وسیع معلومات رکھتا تھا ...... اور علوم دینی و دنیوی میں بڑے عالموں میں سے تھا - دین کی حمایت اور مخالفوں کا مذہب بیان

---

[1] کشف الظنون ۶ : ۳۸۰　[2] مروج الذہب ۶ : ۵۷　[3] حضرات شیعہ کے اسماء الرجال کی کتابوں میں حسن بن موسیٰ النوبختی ملتا ہے نہ کہ حسن بن موسیٰ النخعی - منہج المقال ص ۱۰۸ ؛ منتہی المقال ص ۳۵ و اتقان المقال ص ۴۷
[4] مروج الذہب ۶ : ۵۸　[5] معجم الادباء ۶ : ۵۷ ،

النبوۃ (۶) الکتاب فی خلق القرآن (۷) کتاب الرد علی الجھمیۃ (۸) کتاب الزرع والنخل (۹) کتاب فرق ما بین الجن والانس (۱۰) کتاب فرق ما بین ہاشم وعبد شمس (۱۱) کتاب المسائل (۱۲) کتاب المعادن (۱۳) کتاب النبوات (کتاب الحیوان ۶: ۵۰ س ۸) - ممکن ہے اس سے مراد "کتاب الحجۃ فی تثبیت النبوۃ" ہو -

"البیان والتبیین" (۱: ۶۳ س ۲) میں ایک اور تالیف 'کتاب الاسماء والکنی' کا پتہ ملتا ہے - جاحظ کی بعض ایسی تالیفات جن کا ذکر کشف الظنون میں آتا ہے یہ ہیں :-

'تعبیر جاحظ' (۲: ۳۱۱) - دیوان جاحظ (۳: ۲۷۰) 'کتاب العرس والعرائس' (۵: ۱۱۵) المحاسن والاضداد (۵: ۴۱۳)

جاحظ کی کتابوں کو ارباب علم کی ایک کثیر تعداد نے پڑھا ہے - اور اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے ان پر تبصرہ کیا ہے - مداحوں اور معترضوں نے ستائش و مذمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا - جاحظ کا سب سے بڑا مداح ابوحیان توحیدی (متوفی سنہ ۴[illegible]ھ) ہے - جس نے جاحظ کی حمایت میں ایک رسالہ 'تقریظ جاحظ' کے نام سے لکھا - جاحظ کے ترجمہ کے لئے یاقوت کا ماخذ بھی زیادہ تر یہی رسالہ ہے - عبدالقاہر بغدادی (متوفی سنہ ۴۲۹ھ) نے الفرق بین الفرق' (ص ۱۶۱) میں جاحظ پر بڑی لے دے کی ہے - اور اسکی تصنیفات کے متعلق بہت بری رائے ظاہر کی ہے -

ابوالقاسم ھبتہ اللہ بن قاضی الرشید جعفر (متوفی سنہ [illegible]) اور موفق الدین بغدادی نے 'کتاب الحیوان' کے خلاصے تیار کئے - ابوبکر رازی (متوفی سنہ ۳۲۰ھ یا ۳۶۴ھ) نے جاحظ کی کتاب "نقض الطب" اور "کتاب فی فضیلۃ الکلام" کا رد لکھا - نقض الطب کا

۱؎ اسکا ذکر کتاب [illegible] پر بھی آتا ہے - کشف الظنون ۳: ۱۲۲ - الفہرست ص ۳۰۰

(۱۰۲) کتاب رسالته فی الحلیة (۱۰۳) کتاب رسالته فی ذم الکتاب (۱۰۴) کتاب رسالته فی مدح الکتاب (۱۰۵) کتاب رسالته فی مدح الوراق (۱۰۶) کتاب رسالته فی ذم الوراق (۱۰۷) کتاب رسالته فی من یسمی من الشعراء عمراً (۱۰۸) کتاب رسالته الیتیمة (۱۰۹) کتاب رسالته فی فرط جهل یعقوب بن اسحق الکندی ، (۱۱۰) کتاب رسالته فی الکرم الی ابی الفرج بن نجاح (۱۱۱) کتاب رسالته فی موت ابی حرب الصفار البصری (۱۱۲) کتاب رسالته فی المیراث (۱۱۳) کتاب فی الاسد و الذئب (۱۱۴) کتاب رسالته فی کتاب الکیمیاء (۱۱۵) کتاب الاستبداد والمشاورة فی الحرب (۱۱۶) کتاب رسالته فی القضاة و الولاة (۱۱۷) کتاب الملوک والامم السالفة و الباقیة (۱۱۸) کتاب رسالته فی الرد علی القولیة (۱۱۹) کتاب العالم و الجاهل (۱۲۰) کتاب النرد و الشطرنج (۱۲۱) کتاب غش الصناعات (۱۲۲) کتاب خصومة الحول والعور (۱۲۳) کتاب ذوی العاهات (۱۲۴) کتاب المغنین (۱۲۵) کتاب اخلاق الشطار

فہرست بالا میں سے جاحظ "کتاب الحیوان" کے شروع میں اعداد ۲ و ۵ و ۷ و ۹ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۸ و ۲۲ و ۲۵ و ۳۱ و ۴۱ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۲ و ۵۴ و اور ۵۶ کا ذکر کرتا ہے اگرچہ بعض کتابوں کے نام قدرے مختلف ہیں۔ مثلاً نمبر ۲ کا نام "کتاب الحیوان" میں کتاب "فضل ما بین الرجال و النساء" دیا ہے۔ اور نمبر ۵۶ کا نام "کتاب الوعد والوعید" درج ہے۔ نمبر ۱۱ اور ۴۸ کو ملا کر ان کا نام "کتاب الرد علی النصاری و الیهود" دیا گیا ہے ان تالیفات کے نام جن کا ذکر معجم الادباء میں نہیں ملتا۔ لیکن کتاب الحیوان میں مذکور ہیں۔ حسب ذیل ہیں :-

(۱) کتاب الاسم و الحکم (۲) کتاب الاوفاق والریاضات (۳) رسائل الهاشمیات (۴) رسالته الی احمد بن عبد الوهاب (۵) کتاب الحجة فی تثبیت

(٥٤) کتاب الوعید (٥٥) کتاب البلدان (٥٦) کتاب الاخبار (٥٧) کتاب
الدلالة علی ان الامامة فرض (٥٨) کتاب الاستطاعة وخلق الافعال
(٥٩) کتاب المقینین والغناء والصنعة (٦٠) کتاب الهدایا (٦١) کتاب
الاخوان (٦٢) کتاب الرد علی من الحد فی کتاب اللّٰه عز وجل (٦٣) کتاب
آی القرآن (٦٤) کتاب الناشئ والمتلاشی (٦٥) کتاب حانوت عطار،
(٦٦) کتاب التمثیل (٦٧) کتاب فضل العلم (٦٨) کتاب المزاح والجد،
(٦٩) کتاب جمهرة الملوک (٧٠) کتاب الصوالجة (٧١) کتاب ذم الزناء،
(٧٢) کتاب التفکر والاعتبار (٧٣) کتاب الحجر والنبوة (٧٤) کتاب ال
ابراهیم بن مدبر فی المکاتبة (٧٥) کتاب احالة القدرة علی الظلم
(٧٦) کتاب امهات الاولاد (٧٧) کتاب الاعتزال (٧٨) کتاب الاخطار
والمراتب والصناعات (٧٩) کتاب احدوثة العالم (٨٠) کتاب الرد
علی من زعم ان الانسان جزء لا یتجزء (٨١) کتاب ابی النجم وجوابه،
(٨٢) کتاب التفاح (٨٣) کتاب الانس والسلوة (٨٤) کتاب الکبر المستحسن و
المستقبح (٨٥) کتاب نقض الطب (٨٦) کتاب الحزم والعزم (٨٧) کتاب عناصر
الآداب (٨٨) کتاب تحصین الاموال (٨٩) کتاب الامثال (٩٠) کتاب فضل الفرس
(٩١) کتاب علی الهلاج (٩٢) کتاب الرسالة الی ابی
الفرج بن نجاح فی امتحان عقول الاولیاء (٩٣) کتاب الرسالة الی النجم فی
الخراج (٩٤) کتاب رسالته فی القلم (٩٥) کتاب رسالته فی فضل اتخاذ
الکتب (٩٦) کتاب رسالته فی کتمان السر (٩٧) کتاب رسالته فی ملح النبیذ
(٩٨) کتاب رسالته فی ذم النبیذ (٩٩) کتاب رسالته فی العفو والصفح،
(١٠٠) کتاب رسالته فی اثم السکر (١٠١) کتاب رسالته فی الامل والمامول،

(۱) کتاب الحیوان سات جلدوں میں (۲) کتاب النساء (۳) کتاب النغل
(۴) کتاب البیان والتبیین (۵) کتاب النبی والمتنبی (۶) کتاب المعرفة
(۷) کتاب جوابات (۸) کتاب مسائل کتاب المعرفة (۹) کتاب الرد علی اصحاب
الالہام (۱۰) کتاب نظم القرآن (۱۱) کتاب مسائل القرآن (۱۲) کتاب
فضیلة المعتزلة (۱۳) کتاب الرد علی المشبہة (۱۴) کتاب الامامة علی
مذہب الشیعة (۱۵) کتاب حکایة قول اصناف الزیدیة (۱۶) کتاب
العثمانیة (۱۷) کتاب الاخبار وکیف تصح (۱۸) کتاب الرد علی النصاری
(۱۹) کتاب عصام المرید (۲۰) کتاب الرد علی العثمانیة (۲۱) کتاب امامة
معاویة (۲۲) کتاب امامة بنی العباس (۲۳) کتاب الفتیان (۲۴) کتاب القواد
(۲۵) کتاب اللصوص (۲۶) کتاب ذکر ما بین الزیدیة والرافضة (۲۷) کتاب
صیاغة الکلام (۲۸) کتاب المخاطبات فی التوحید (۲۹) کتاب تصویب
علی فی تحکیم الحکمین (۳۰) کتاب وجوب الامامة (۳۱) کتاب الاصنام
(۳۲) کتاب الوکلاء والموکلین (۳۳) کتاب الشارب والمشروب (۳۴) کتاب
افتخار الشتاء والصیف (۳۵) کتاب المعلمین (۳۶) کتاب الجواری (۳۷) کتاب
نوادر الحسن (۳۸) کتاب البخلاء (۳۹) کتاب الفخر ما بین عبد شمس و
مخزوم (۴۰) کتاب العرجان والبرصان (۴۱) کتاب فخر القحطانیة والعدنانیة
(۴۲) کتاب التربیع والتدویر (۴۳) کتاب الطفیلیین (۴۴) کتاب اخلاق
الملوک (۴۵) کتاب الفتیا (۴۶) کتاب مناقب جند الخلافة وفضائل الاتراک
(۴۷) کتاب الحاسد والمحسود (۴۸) کتاب الرد علی الیہود (۴۹) کتاب الصرحاء
والہجناء (۵۰) کتاب السودان والبیضان (۵۱) کتاب المعاد والمعاش (۵۲) کتاب
التسویة بین العرب والعجم (۵۳) کتاب السلطان واخلاق اھلہ

(٨)

قرہ کی رائے جاحظ کے بارے میں ملاحظہ[51] ہو :-

میں اس عرب قوم پر تین آدمیوں کی وجہ سے حسد کرتا ہوں - اس سے کہا گیا - کہ ان تین آدمیوں کو شمار کر - اسنے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ - حسن بصری (رحمتہ اللہ علیہ) اور جاحظ کا نام لیا - جاحظ کی تعریف میں اسنے یہ کہا :-

"ابوعثمان جاحظ مسلمانوں کا خطیب - متکلمین کا سردار اور متقدمین و متاخرین کا زعیم ہے - اگر وہ بولے تو بلاغت میں سحبان کی مانند ہوتا ہے - اگر مناظرہ کرے تو نظام سے مشابہ ہوتا ہے .... وہ ادب کا شیخ اور عربوں کی زبان ہے - اسکی کتابیں روشن باغ ہیں اور اسکے رسالے ثمردار شاخیں ہیں .... خلفاء اسے پہچانتے ہیں - امراء اسکی صفت بیان کرتے ہیں اور اس سے ہم نشیں ہوتے ہیں - علماء اس سے اخذ کرتے ہیں اور خواص اس کے سامنے جھکتے ہیں - اور عوام اس سے محبت رکھتے ہیں - اس نے زبان اور قلم - فطانت اور علم - رائی اور ادب - نثر اور نظم اور ذکاء اور فہم کو جمع کیا ......"

جاحظ کی کتابوں کی مقبولیت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جا سکتا ہے - جسے ابوحیان توحیدی نے علی بن عیسےٰ نحوی (متوفی ۳۸۴ھ) سے روایت کیا ہے - علی بن عیسےٰ اس طرح بیان[52] کرتا ہے :-

"میں نے اپنے استاد ابوبکر ابن الاخشید (متوفی ۳۲۶ھ) کو یہ کہتے سنا کہ جاحظ نے کتاب الحیوان کے شروع میں اپنی کتابوں کے نام لکھے ہیں تاکہ یہ ایک قسم کی فہرست ہو سکے - ان میں وہ "الفرق بین النبی و المتنبی" اور کتاب دلائل النبوۃ (شاید کتاب الحجۃ فی تثبیت النبوۃ سے مراد ہو - کیونکہ کتاب الحیوان مطبوعہ مصر میں دلائل النبوۃ

---

[51] معجم الادباء ۶: ۶۹ - ۷۱ [52] معجم الادباء ۶: ۷۲ ، ۷۳ ،

ہو جائے گا۔ اور اگر میں اس کے بارے میں ہزار شعر بھی کہوں تو ہزار سال میں ان میں سے ایک بھی نہیں بھنبھنائے گا"۔

جاحظ کوئی بلند پایہ شاعر نہ تھا۔ یموت بن المزرع۔ ابو العیناء معجم الادباء حصّہ ششم میں بعض اشعار اسکی جانب منسوب کرتے ہیں۔ بدیع الزمان ہمدانی مقامۂ جاحظیہ میں جاحظ کے اشعار کی عمدگی سے یکسر انکار کرتا ہے۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون[1] میں دیوان جاحظ کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس دیوان کا اور کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اس لئے اس کی صحت کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ یموت بن المزرع بیان کرتا ہے[2] کہ میرے ماموں جاحظ نے ابو عبداللہ جماز کی ہجو میں کچھ اشعار کہے۔ جماز نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ نمونے کے طور پر جاحظ کے دو اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں جو اسنے ابو العیناء[3] کو سنائے:۔

یطیب العیش ان تلقی حلیماً	غذاہ العلم والرای المصیب
لیکشف عنک حیرۃ کل ریب	وفضل العلم یعرفہ الاریب
سقام الحرص لیس لہ شفاءٌ	وداء البخل لیس لہ طبیب

جاحظ عقائد کے لحاظ سے معتزلی تھا اور کبار معتزلہ میں شمار ہوتا تھا۔ بعض خیالات میں وہ دوسرے معتزلیوں سے اختلاف رکھتا تھا۔ چنانچہ وہ خود بھی معتزلہ کے ایک فرقے کا بانی ہے۔ جسے اس کے نام کی رعایت سے جاحظیہ کہا جاتا تھا۔ اسکا سب سے بڑا پیرو ابو حیان توحیدی ہے جسنے اس کی حمایت میں ایک رسالہ 'تقریظ جاحظ' تصنیف کیا ہے۔ معتزلہ اور غیر معتزلہ دونوں کی نگاہوں میں جاحظ کی بڑی عزت تھی۔ غیر مذاہب کے لوگ بھی اس کی تعریف میں رطب اللسان تھے۔ مشہور مترجم ثابت بن

---

[1] کشف الظنون ۳ : ۲۷۰ [2] معجم الادباء ۶ : ۶۰ و ۶۱

[3] معجم الادباء ۶ : ۶۵ ؛

کہ ایک دن ہم سر من رأی میں جاحظ کی عیادت کے لئے گئے - جب کہ اسے فالج ہو چکا تھا - جب ہم اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے - تو متوکل کا قاصد اس کی طرف آیا ۔ جاحظ نے کہا " امیرالمومنین خمیدہ پہلو اور بہنے والے لعاب کو کیا کریگا" ؟ پھر جاحظ ہماری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا - " تمہاری اس آدمی کے متعلق کیا رائے ہے - جس کے دو پہلو ہوں - اگر ان میں سے ایک کو سوئیاں چبھوئی جائیں تو وہ محسوس نہ کرے اور اگر دوسرے پہلو کے پاس سے مکھی گذر جائے تو وہ چیخ اٹھے - اور مجھے زیادہ جس چیز کی شکایت ہے وہ اسی (برس) ہیں" - اس روایت سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسے یہ عارضہ ۲۳۰ ہجری کے قریب لاحق ہوا - ایک برمکی سردار جس نے سندھ سے واپسی پر جاحظ سے بصرہ میں اس کے بستر مرض پر ملاقات کی تھی - اسی قسم کی روایت بیان کرتا ہے[1] - جب مبرد (متوفی ۲۸۵ھ) نے اسے فالج کی حالت میں دیکھا - تو اسوقت جاحظ کی عمر تقریباً ۹۶ سال تھی (معجم الادباء ۶ : ۸۰) اگرچہ جاحظ کی مستقل سکونت بصرہ میں تھی - تاہم وہ بغداد - عسکر اور سر من رای میں بھی قیام کیا کرتا تھا - اسنے دمشق اور انطاکیہ[2] بھی دیکھے تھے - اسکی وفات ۲۵۵ ہجری میں ہوئی اور اس پر اس کے سب سوانح نگار متفق ہیں - اس کا انتقال بغداد میں ہوا - اور وہیں مقبرۃ الخیزران میں دفن کیا گیا[3] احمد بن یزید بن محمد مہلبی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے خلیفہ المعتز باللہ نے کہا - اے یزید - جاحظ کی موت کی خبر آئی ہے - میں نے کہا - طول بقا اور دوام نعمت امیرالمومنین کے لئے ہے -

ابو شراعۃ القیسی جاحظ کے بارے میں کہتا ہے[4] :-

فی العلم للعلماء ان یتفهموہ مواعظ

---

[1] ابن خلکان ۱ : ۳۴۴ [2] دائرۃ المعارف اسلامی جلد اول حصہ دوم ص ۱۰۰۰ [3] العصر المامون ۲ : ۲ حاشیہ

ذیل [4] معجم الادباء ۶ : ۸۰ [5] معجم الادباء ۶ : ۸۰

حسن الصمت والمقاطع اما　　نصت القوم والحدیث یدا ورا
ثم من بعد لحظة تورث الیسر　　وعض مجتذب موفورا

محمد بن عبدالملک الزیات نے اپنے عہد وزارت میں جاحظ کو حوائج دنیا کے فکر سے بے نیاز کر دیا تھا۔ جاحظ متعدد رسائل میں اپنے محسن کے لطف و کرم کا معترف[۱] ہے۔ اسی کے نام سے جاحظ نے اپنی مشہور کتاب الحیوان معنون کی ہے۔ جاحظ کے امیر کبیر فتح بن خاقان کیساتھ بھی دوستانہ تعلقات تھے۔ فتح بن خاقان اپنے ایک خط[۲] میں جاحظ کو ابھارتا ہے کہ وہ اپنی کتاب "الرد علی النصاری" جلد مکمل کرے اور اپنا مشاہرہ حاصل کرے۔ وہ اسے یہ بھی امید دلاتا ہے کہ وہ اس کے لئے آیندہ سال کا مشاہرہ پیشگی لے دیگا۔

خلیفہ مامون کے عہد میں جاحظ نے دیوان الرسائل میں تین دن کام کیا اور پھر استعفا دے دیا۔ سہل بن ہارون (متوفی ۲۱۵ھ) کی رائے تھی کہ "اگر جاحظ دیوان الرسائل میں جما رہتا تو تمام کاتبوں کا ستارہ غروب ہو[۳] جاتا"۔ عبدالرحمان بن محمد کاتب[۴] کی روایت سے اسبات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جاحظ دیوان الرسائل میں ابراہیم بن عباس الصولی (متوفی ۲۴۳ھ) کا قائم مقام تھا[۵]۔

ایک دفعہ خلیفہ متوکل (۲۳۲ - ۲۴۷) نے جاحظ کو اپنے کسی بیٹے کا اتالیق مقرر کرنا چاہا لیکن جب جاحظ خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو خلیفہ نے اس کی ظاہری صورت کو ناپسند کیا۔ اور دس ہزار درہم دے کر واپس کر دیا[۶]۔ آخری عمر میں جب کہ جاحظ فالج کا شکار ہو چکا تھا متوکل کا پیغامبر خلیفہ کا پیغام لے کر جاحظ کے پاس پہنچا۔ مگر جاحظ حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ ابو علی القالی (متوفی ۳۵۶ھ) اپنی کتاب 'الامالی' میں ابو معاذ عبدان الخولی المتطبب سے روایت کرتا ہے

---

[۱] معجم الادباء ۶: ۵۷ و ۵۸، [۲] معجم الادباء ۶: ۷۲ [۳] معجم الادباء ۶: ۵۸ [۴] معجم الادباء ۶: ۶۲،
[۵] ابن خلکان ۱: ۳۲۴، [۶] الامالی القالی ۱: ۵۰،

وہاں رات بسر کرتا ۔

جاحظ مشہور وزیر محمد بن عبدالملک الزیات کے ساتھ وابستہ تھا ۔ اور اس وجہ سے قاضی احمد بن ابی دواد سے اسکے تعلقات خوشگوار نہ تھے ۔ زیات نے معتصم (۲۱۸-۲۲۷) واثق (۲۲۷ - ۲۳۲) اور متوکل (۲۳۲ - ۲۴۷) کے عہد حکومت میں جاحظ کی سرپرستی کی ۔ یہانتک کہ ۲۳۳ھ میں اسے متوکل کے حکم سے قتل کر دیا گیا ۔ جاحظ کا ذریعۂ معاش مختلف سرپرستوں کے عطیے تھے جو اسے وقتاً فوقتاً ملتے رہے ۔ میمون بن ہارون نے جاحظ سے پوچھا کہ کیا بصرہ میں تیری کوئی جاگیر ہے ؟ اسنے کہا ۔ میں ہوں اور ایک لونڈی ہے اور اس کی خادمہ اور ایک غلام اور ایک گدھا ۔ میں نے کتاب الحیوان محمد بن عبدالملک کو پیش کی ۔ اسنے مجھے پانچ ہزار دینار عطا کئے ۔ کتاب البیان والتبیین ابن ابی دواد کو پیش کی ۔ اس نے مجھے پانچ ہزار دینار دیئے ۔ اور کتاب الزرع والنخل ابراہیم بن العباس صولی کو پیش کی ۔ اور اس نے بھی مجھے پانچ ہزار دینار عطا کئے ۔ میں بصرہ کی جانب واپس لوٹا اور میرے پاس ایسی جاگیر تھی جس میں کھاد وغیرہ ڈالنے کی ضرورت نہ ہو ۔ محمد بن عبدالملک الزیات کے قتل کے بعد جاحظ کو پابجولاں قاضی احمد بن ابی دواد کے سامنے لایا گیا ۔ قاضی نے جاحظ کو اس کی احسان ناشناسی پر ملامت کی ۔ جاحظ نے عمدہ طریق پر معذرت کی ۔ جس پر قاضی اور اہل مجلس کو ہنسی آگئی ۔ اور قاضی نے جاحظ کو معاف کر دیا ۔ جاحظ نے ابن ابی دواد کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں :-

وعویص من الامور بهیم	غامض الشخص مظلم مستور
قد تسنمت ما توعر منه	بلسان یزینه التحبیر
مثل وشی البرود نمنمه النسج	وعند الحجاج در نثیر

---

[۵] معجم الادباء جلد ششم ص۷۵،۷۶ ۔ [۵] معجم الادباء ۶ : ۵۸ ۔

سنہ ۲۱۳ھ) کے بیان[۱] کے مطابق جاحظ بنو کنانہ میں سے تھا۔ لیکن مرتضیٰ مصنف کتاب المنیۃ
والامل فی شرح کتاب الملل والنحل (متوفی ۸۴۰ھ) اور یاقوت کے بیان کے مطابق وہ بنو کنانہ
کے موالی میں سے تھا۔ ابن خلکان اسے لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ کی طرف
منسوب کرتا ہے۔ لیکن یاقوت اسے ابوالقلمس عمرو بن قلع الکنانی کا مولیٰ بتلاتا ہے۔ یموت
بن مزرع[۲] (متوفی سنہ ۳۰۴ھ) جاحظ کو اپنی ماں کا ماموں کہتا ہے۔ جاحظ کا دادا فزارہ سیاہ
اور عمرو بن قلع الکنانی کا شتربان تھا۔ جاحظ کے بچپن پر کوئی ماخذ بھی روشنی نہیں ڈالتا۔
مرزبانی (متوفی[۳] سنہ ۳۷۸ھ) کی روایت کے مطابق کسی شخص نے جاحظ کو سیحان[۴] پر روٹی اور
مچھلی بیچتے دیکھا۔ جاحظ کو ابتدا ہی سے علم کا شوق تھا۔ چنانچہ اس نے ابوعبیدہ (متوفی
سنہ ۲۱۰ھ) اصمعی (متوفی سنہ ۲۱۳ھ) اور ابوزید الانصاری سے بہت کچھ سنا۔ نحو اس نے اپنے
دوست ابوالحسن الاخفش (متوفی سنہ ۲۱۵ھ) سے سیکھی۔ علم کلام میں وہ مشہور معتزلی عالم
نظام کا شاگرد تھا۔ دراصل یہ نظام کا ہی اثر کارفرما تھا۔ جسنے جاحظ کو چار چاند لگا دئے۔ اور
اسکا شمار اکابر معتزلہ میں ہونے لگا۔ علم حدیث[۵] میں اسکے استاد یزید بن ہارون (متوفی سنہ ۲۰۶ھ)
سری بن عبدویہ۔ قاضی ابو یوسف (متوفی سنہ ۱۸۳ھ) اور حجاج بن محمد بن محمد بن حماد بن سلمہ
تھے۔ جاحظ کو کتابوں سے از حد الفت تھی۔ ابوہفان[۶] کا بیان ہے کہ میں نے جاحظ۔ فتح بن
خاقان (متوفی سنہ ۲۴۷ھ) اور اسمٰعیل بن اسحٰق القاضی (متوفی سنہ ۲۸۲ھ) سے بڑھ کر کسی کو کتابوں
کا دلدادہ نہیں پایا۔ جاحظ کے ہاتھ میں جب کوئی کتاب آتی تو وہ اسے ختم کئے بغیر نہ چھوڑتا۔
خواہ کچھ بھی ہو۔ یہاں تک کہ وہ کتب فروشوں کی دکانیں کرائے پر لیتا۔ اور مطالعے کی خاطر

---

۱ معجم الادباء ششم ۵۶ اور باب ذکر المعتزلہ ۳۸ ۲ معجم الادباء ششم ۵۶ ۳ معجم الادباء ششم ۵۶
۴ بصرہ میں ایک نہر ہے (معجم البلدان جلد سوم ۲۰۹ و ۲۱۰) ۵ العصر المامون جلد اول ۲۲۱
۶ [illegible] الفہرست صفحہ ۱۱۶

جاحظ کے سوانح حیات

اور

اُس کی تصانیف

(۱)

جاحظ کے سوانح کے لئے دو بڑے ماخذ یاقوت (متوفی ۶۲۶ھ) کی کتاب معجم الادباء (حصہ ششم ۵۶ تا ۸۰) اور ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) کی تصنیف وفیات الاعیان (جلد اول ۴۲۳ - ۴۲۵) ہیں - ابن خلکان کا ایرانی ایڈیشن میرے پیش نظر ہے - متذکرہ بالا کتابوں کے علاوہ دوسرے ذرائع سے بھی مدد لی گئی ہے - اور جا بجا ان کے حوالے دے گئے ہیں -

جاحظ کا سن پیدائش ۱۵۰ ہجری ہے - ابو نواس (متوفی ۱۹۵ھ) بھی اسی برس پیدا ہوا - فرق محض اتنا تھا کہ جاحظ[۱] اس سال کے شروع میں اور ابو نواس اس کے آخر میں پیدا ہوا جاحظ کا نام عمرو بن بحر بن محبوب تھا - یاقوت اور ابن خلکان اس کا نسب اسی طرح بیان کرتے ہیں - مگر عبدالقاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ) اپنی کتاب "الفرق بین الفرق" میں اس کا نام عمرو[۲] بن یحییٰ بتلاتا ہے - جاحظ کی کنیت ابو عثمان تھی - چونکہ اس کی آنکھیں باہر کو ابھری ہوئی تھیں - اس کا نام جاحظ پڑ گیا - اسی بنا پر اسے الحدقی[۳] بھی کہتے ہیں - ابوالقاسم بلخی (متوفی

---

[۱] معجم الادباء ششم ۵۶ [۲] الفرق بین الفرق ۱۶۰ [۳] ابن خلکان ۴۲۳

(۱) نورس (۲) خوان خلیل (۳) گلزار ابراہیم

سہ نثر کے تین اور نسخے بھی ہیں -

۱۷ - شرح سہ نثر [اوراق ۱۷۴ - سطور ۱۷ - شکستہ آمیز - تقطیع ۱۰ × ۶½ : ۷ × ۴]

سہ نثر ظہوری کی شرح از صہبائی (۱۲۷۱ھ)

تاریخ کتابت ۱۹۰۱ سموت

۱۸ - منشآت جلالا - دیکھو بانکی پور لائبریری - ج ۹ - ص ۸۲ - عدد ۸۷۲

[اوراق ۱۱۹ - سطور ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۹½ × ۶ : ۶ × ۳]

جلالا طباطبائی کے منشآت (بعد از ۱۰۴۴ھ)

۱۹ - توقیعات کسروی - دیکھو ریو - ج ۱ - ص ۲۵۸

[اوراق ۵۸ - سطور ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۱۰ × ۶½ : ۸ × ۳½]

جلالا طباطبائی کے قوانین سلطنت (بعد از ۱۰۴۴ھ)

اسکے دو اور نسخے بھی ہیں -

۲۰ - شرح توقیعات کسروی [اوراق ۲۵ - سطور ۱۶ - نستعلیق - تقطیع ۱۱½ × ۶½ : ۸ × ۴]

توقیعات کی شرح از معز فطرت (۱۲۵۱ھ)

تاریخ کتابت ۲۳ جمادی الاول ۱۲۸۳ھ

(باقی دارد)

سید محمد عبد اللہ

ریسرچ سٹوڈنٹ پنجاب یونیورسٹی

لاہور

تاریخ کتابت ۲۵ جمادی الثانی ۱۲۰۰ھ - کاتب ندارد

۱۱ - مکاتبات علامی - دیکھو ریو - ج ۱ - ص ۳۹۶

[اوراق ۲۷۷ - سطور ۱۲ - نستعلیق - تقطیع ۹½×۶ : ۶×۳½]

ابو الفضل علامی کے خطوط مرتبہ عبد الصمد (۱۰۱۵ھ)

کچھ اور نا تمام نسخے بھی ہیں -

۱۲ - مکاتبات علامی دفتر چہارم - دیکھو بانکی پور لائبریری - ج ۹ - ص ۸۷ - عدد ۸۶۹

[اوراق ۱۱۰ - سطور ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۹×۵½ : ۷×۴]

انشاء ابو الفضل علامی کا دفتر چہارم جس کا ایک نسخہ بانکی پور لائبریری میں ہے -

تاریخ کتابت ۱۲۰۶ھ

۱۳ - شرح مکاتبات - [اوراق ۱۳۵ - سطور ۱۷ - نستعلیق - تقطیع ۹×۵½ : ۶½×۳½]

مکاتبات کی شرح از ابو الفیض محمد ملاحت (۱۲۰۵ھ)

کاتب محمد حسین -

اسکا ایک اور نا تمام نسخہ بھی ہے -

۱۴ - شرح مکاتبات - [اوراق ۲۵۳ - سطور ۱۹ - نستعلیق - تقطیع ۱۱×۶½ : ۸½×۴]

مکاتبات کی شرح از محمد غیاث الدین رامپوری ۱۲۶۲ھ)

۱۵ - منشآت نصیرا - دیکھو ریو - ج ۳ - ص ۱۰۹۳

[اوراق ۵۰ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۷½×۶ : ۵½×۳½]

خواجہ نصیر الدین ہمدانی المعروف بہ نصیرائے ہمدانی کا مجموعہ نثریات

تاریخ کتابت ۲۳ ذو الحجہ ۱۲۶۱ھ - کاتب - گنگا رام

۱۶ - سہ نثر ظہوری - دیکھو بانکی پور لائبریری - ج ۳ - ص ۳۲ - عدد ۲۸۴

[اوراق ۴۱ - سطور ۱۴ تا ۱۷ - نستعلیق - تقطیع ۹½×۶ : ۷½×۳½]

۳- مثنوی طلسم خیال - از منشی مینڈو لال زار

تاریخ کتابت (نمبر ۲، ۳) ۱۲۷۷ھ

۶- نامۂ نامی - دیکھو انڈیا آفس لائبریری - عدد ۲۰۵۵

[اوراق ۹۲ - سطور ۲۵ - نستعلیق - تقطیع ۱۰×۶ : ۷½×۴]

غیاث الدین خوندمیر کی انشا (۹۲۲ھ تا ۹۳۰ھ)

تاریخ کتابت - ۱۱۰۱ھ

۷- بدائع الانشا - دیکھو ریو - ج ۲ - ص ۵۲۹

[اوراق ۱۱۹ - سطور ۱۵ تا ۲۲ - نستعلیق - تقطیع ۷½×۴]

اس کتاب کا دوسرا نام انشاء یوسفی بھی ہے - از حکیم یوسف ہراتی - ۹۴۰ھ

میں تصنیف ہوئی -

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

اسکا ایک اور نسخہ بھی ہے -

۸- دیباچۂ دیوان وحشی [اوراق ۱۸ - سطور ۱۳ - نستعلیق - تقطیع ۷×۴ : ۵×۲]

دیوان وحشی (المتوفی ۹۹۱ھ) کا دیباچہ نثر از شمس الدین و مرزا معز

۹- لطیفۂ فیاضی - دیکھو ریو - ج ۲ - ص ۷۹۲

[اوراق ۲۱۷ - سطور ۱۲ - نستعلیق - تقطیع ۸×۷ : ۵½×۲]

شیخ فیضی کے خطوط مرتبہ نورالدین محمد (۱۰۳۵ھ)

کاتب - دلوہ رام

۱۰- رقعات فیضی - [اوراق ۱۷۴ - سطور ۱۰ - شکستہ - تقطیع ۷×۴½ : ۳۲۶]

فیضی کے رقعات کا مجموعہ - اسکا آغاز یوں ہے :-

گنج ازل راست طلسم قدیم   گنج ازل چیست کلام خدا

خزائنِ مخطوطات

پنجاب یونیورسٹی لائبریری

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱۶۶ - **دیوان ثنائیؔ** - [اوراق ۱۲۳ - سطور ۱۵ - نستعلیق - تقطیع ۷ × ۴½ : ۵½ × ۲½]

خواجہ حسین ثنائی المشہدی (متوفی ۹۹۶ھ) کا دیوان

دیکھو بانکی پور لائبریری - ج ۲ - ص ۱۸۴ - عدد ۲۵۰ : انڈیا آفس عدد ۱۴۴۹

اس دیوان میں قصائد غزلیات، مقطعات اور رباعیات ہیں -

نام کاتب و تاریخ کتابت ندارد

۱۶۷ - **دیوان ضمیری** [اوراق ۱۲۸ - سطور ۱۷ - نیم شکستہ - تقطیع ۷½ × ۴½ : ۶ × ۳½]

شیخ نظام ضمیری بلگرامی (متوفی ۱۱۳۰ھ) کا دیوان مشتمل بر قصائد و غزلیات و رباعیات [ضمیری کے لئے دیکھو مآثر الکرام - ج ۲ - ص ۲۴۴]

تاریخ کتابت - ذوالقعدہ ۱۱۶۲ھ

کاتب - غلام حیدر

انشائے فارسی

۱ - **اعجاز خسروی** - دیکھو ریو - ج ۲ - ص ۵۲۷

[اوراق ۲۰۴ - سطور ۱۷ - نستعلیق - تقطیع ۱۲ × ۷ : ۹ × ۴½]

ۓ نمبر ۱۶۶، ۱۶۷ نئی آنی کتابوں میں سے ہیں - اس لئے ان کا ذکر اپنے اصلی مقام پر نہیں ہو سکا ۔

اگر عام طریق کار کو مد نظر رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ عربوں کے دام پھیلانے کا ڈھنگ یورپین شکاریوں سے کم درجہ پر ہے ۔ اگر ہم قومی لائبریری کے ایک قلمی نسخے کو جس کا نام (کتاب طریق شاہی) ہے الٹ کر دیکھیں تو اس بات کی تصدیق ہو جائے گی ۔

صوفی غلام مصطفےٰ تبسم

لہ یہ قلمی نسخہ بھی کتاب خانۂ کلیہ پیرس کی فرانسیسی مخطوطات میں شامل ہے (مترجم) +

غزل

بر بیاض مہ سواد خط عنبر ساش بین — برگل سوری طراز سنبل رعناش بین

ای کہ منعم می کنی یکرہ بسوی او نگر — تا مرا معذور داری صورت زیباش بین

کج نظر گر نیستی بکشای چشم دوربین — کسوت صنع الٰہی راست بر بالاش بین

خضر اگر خواہی کہ بینی بر لب آب حیات — شہپر طوطی بگرد شکر گویاش بین

گر ندیدی شاخ سنبل سرکشان در پای سرو — قد چون سرو روان و زلف سرتاپاش بین

می خورد خون دل ابن یمین میگون لبش

گر ز من باور نداری سرخی لبہاش بین

ہوا جانور اس پر چھوڑ دیتا ہے۔ یہ چھوٹا سا گوشت خور اور تیز رفتار جانور یعنی چیتا ہرن کا پیچھا کرتا ہے اور جب تک اسے پکڑ نہ لے اپنی رفتارِ عمل کو کم نہیں ہونے دیتا۔ اتنے میں شکاری بھی جو ان کے تعاقب میں ہوتا ہے آ پہنچتا ہے اور چیتے کو جو اس وقت ہرن میں مصروف ہوتا ہے پکڑ کر اپنی ٹانگوں میں دبا رکھتا ہے اور ہرن کو ذبح کر لیتا ہے تاکہ چیتے اور اسکے درمیان کوئی تنازعہ نہ ہو۔ چیتا زمین پر گرا ہوا خون چاٹتا ہے اور شکاری اتنے عرصے میں ہرن کے پیٹ کو چاک کرکے آنتیں وغیرہ باہر نکال کر اسکے آگے ڈال دیتا ہے تاکہ اسے بھی اپنی محنت کا صلہ مل جائے۔

اگر اُن تمام طریقہ ہائے شکار کو جن کی بنیاد محض توہمات پر ہے نظرانداز بھی کر دیا جائے تو پھر بھی چیتے کی تادیب و تربیت کا کام بہت نازک معلوم ہوتا ہے۔ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے ضروری ہے کہ شکاریوں میں خاص اوصاف پائے جائیں۔ اور وہ نہایت بلند حوصلہ اور زبردست مستقل مزاج ہوں۔ سوائے بادشاہوں اور چند رؤسا کے بہت کم لوگ اس شوق کو نبھا سکتے تھے۔

بعض ہندی فرمانرواؤں کے متعلق مشہور ہے کہ ان کے پاس دو سو کے قریب چیتے ہوتے تھے۔ اس جانور کی پرورش بھی بہت گراں ہوتی تھی۔ معمولی حیثیت کا آدمی اسکا متحمل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ جانور کافی بڑا ہوتا ہے یعنی نمر سے کسی قدر چھوٹا اور یوز سے بڑا۔

مصنفین یہ بھی لکھتے ہیں کہ باز کی طرح چیتے کی آنکھوں پر بھی پٹی بندھی ہوتی ہے اور اس کو صرف اسی وقت کھولتے ہیں جب کہ وہ شکار کے لئے نکلے۔ اس سے چیتے کی آنکھوں پر غیر ضروری بوجھ نہیں پڑتا۔ لیکن یہ بیان نہیں کیا گیا کہ اس آنکھوں کے پردے کی صورت کیا تھی۔ کس چیز کا بنا ہوتا تھا اور اسے کس طرح باندھتے تھے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پٹی سوٹی ہوتی ہوگی تاکہ اس میں سے جانور دیکھ نہ سکے۔

بعض کتابوں میں نمر کو بھی شکاری جانوروں میں شامل کیا گیا ہے اور اسکی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:- ایک قسم تو وہ ہے جسکے جسم کا اگلا حصہ بھاری اور پچھلا ہلکا ہوتا ہے۔ دوسری قسم ان

بارسولیتا ہے ۔جب تیسری بار سوتا ہے تو قریب تر شکاری حملہ کئے بغیر دفعتہً اس کے پاس پہنچکر اپنی چادر اس پر ڈال دیتا ہے ۔ اور اس طرح دراز ہو جاتا ہے کہ جانور کے ایک پہلو پر متوازی پڑا ہوا اپنی ایک ٹانگ اس پر ڈالے رہے ۔ اسی حالت میں ایک حلقہ اس کی گردن میں ڈال دیتا ہے ۔چادر کے باعث چیتا کچھ دیکھ نہیں سکتا ۔ کچھ دیر تک جانور کو بھوکا رکھا جاتا ہے ۔ پھر آہستہ آہستہ خوراک کے چند لقمے ہاتھ میں لے کر اُسے کھلانا شروع کرتے ہیں ۔اور بعد ازاں لوہے کے تھال میں خوراک پیش کی جاتی ہے ۔ان چند تادیبی مراحل کے بعد جانور کو جو چادر میں ملفوف ہوتا ہے شکاری اپنے گھر لے آتے ہیں اور وہاں قید میں ڈال دیتے ہیں اور اسکے پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈال دیتے ہیں ۔ پھر رفتہ رفتہ اس کے بند اس طرح کھولنا شروع کرتے ہیں کہ وہ شکاری کی پیٹھ پر چڑھ کر بیٹھ سکے ۔ پھر اُسے اس سے بلند تر جگہوں پر چھلانگ مار کر چڑھنا سکھایا جاتا ہے ۔ اس کی خوراک ہر روز کسی قدر زیادہ بلند جگہ پر رکھ دی جاتی ہے ۔تاکہ وہ اسے حاصل کرنے کے لئے خود بخود کوشش کر کے وہاں پہنچے ۔ بالآخر جانور اس قدر ہو جاتا ہے کہ وہ ایک ہی چھلانگ میں اپنے آقا یعنی شکاری کے گھوڑے کی پیٹھ پر جا بیٹھے گھوڑے کی پیٹھ پر ایک چھوٹی سی نشست بنی ہوتی ہے ۔

ہم یہاں ایک ہندوستانی تصویر درج کرتے ہیں ۔جس سے جانور کی صحیح نشست کا پتہ چل سکے گا ۔کونٹ شابو[۵] نے ایک پرانی تصویر دی ہے جس میں ایک یورپین شکاری کے پیچھے گھوڑے پر ایک چیتا اسی طرح بیٹھا ہوا ہے ۔ اور دوسرا چیتا شکار کے لئے میدان میں گیا ہے ۔

جب چیتے کو سدھانے کا کام ختم ہو جائے تو شکاری بالکل فارغ البال ہو جاتا ہے ۔ اب اسکا کام فقط یہ ہوتا ہے کہ وہ شکار کی ٹوہ میں رہے ۔ جب اس کی نظر کسی ہرن پر پڑتی ہے تو وہ آہستہ سے سکے پیچھے ہو لیتا ہے ۔ یہانتک کہ ہرن تھک جاتا ہے ۔اس موقعہ پر وہ اپنا سدھایا

---

[۵] Countе de Chabot کونٹ داشابو کی تصنیف (ayes . . . ve . . la chasre) ہے

خود دار، اور حساس ہوتا ہے۔ یہانتک کہ اگر کبھی اتفاق سے شکار کرنے میں ناکام رہے تو وہ اپنے آقا کو مار ڈالتا ہے۔ اس لئے اسے زیادہ تنگ نہیں کیا جاتا اسکو سدھاتے وقت کسی کتے کو سامنے لاکر مارتے ہیں اور یہی اس کے لئے سبق کا باعث ہوتا ہے۔

القفیہی لکھتا ہے کہ یہ جانور حجاز، یمن اور عراق، (عراق عرب اور فارس) اور ہندوستان میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔

کلیب وائل نے پہلے پہل چیتے کو شکار کے لئے استعمال کیا۔ اس کے بعد حمام بن دبیرہ مغنی نے اسی غرض کے لئے سدھایا۔

یزید بن معاویہ (ساتویں صدی عیسوی میں) پہلا شخص تھا جسنے چیتے کو گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا کر شکار کیا۔ نویں صدی عیسوی میں ابو مسلم خراسانی اور المامون اس جانور کے بے حد شائق ہوئے ہیں۔

لیکن اگر ہم عربوں کے تمام دعاوی کو نظر انداز کرکے دیکھیں تو ہم اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کہ ایرانی جو شکار کے بے حد دلدادہ ہیں اور ہندوستانی جو ان سے کسی طرح کم نہیں چیتے کو سدھانے میں اول نمبر پر ہیں۔ کیونکہ یہ جانور ان ملکوں میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ چیتے کی تربیت و تادیب کا کام سلوغی (سلوقی) سے زیادہ مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں سب سے پہلا مرحلہ اسکو زندہ اسیر کرنے کا ہے اور اس طرح اسیر کرنا کہ اسے کوئی شدید زخم نہ لگے۔ ہندوستانی اسے گرفتار کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ ان درختوں کے نیچے جال بچھا دیتے ہیں جہاں چیتے کے قدموں کے نشان ملتے ہوں۔

محمد بن منکلی ایک اور طریقہ بتاتا ہے۔ دو شکاری آہستہ آہستہ چیتے کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ اور اس کے دونوں پہلوؤں پر رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ لیٹ جاتا ہے اور تین

عربوں کا طریق شکار

اور

دیگر سامانِ تفریح

(گزشتہ سے پیوستہ)

چیتے کی اصل کے متعلق عرب مصنفین کے جن کا ذکر الفقیہی[1] نے کیا ہے مختلف بیانات ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ شیر نر اور مادہ نمر یا مادہ شیر اور نر نمر سے جو جانور پیدا ہو وہ چیتا ہے۔ اتنا خیال نہیں کیا جاتا کہ ممکن ہے کہ یہ جانور بالکل دوغلا نہ ہو بلکہ بالکل جداگانہ نسل سے ہو۔ اس جانور میں ایک اور خصوصیت بھی پائی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ جانور بعض امور میں سلوغی (سلوقی) سے ملتا جلتا ہے۔ دونوں جانور شکار کے پیچھے دوڑنے اور سونے کے بہت عادی ہوتے ہیں۔ سلوغی کا تذکرہ کرتے ہوئے اور بھی بہت سی مثالیں دی جاتی ہیں۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ یہ جانور چیتے سے زیادہ فربہ چہرہ رکھتا ہے، چیتے سے زیادہ نائم، بہتر چھلانگ مارنے والا اور دل کا زیادہ سخی ہوتا ہے۔

ایک اور تحریر کے مطابق کہا جاتا ہے کہ چیتا جب بڑھاپے کے باعث کمزور ہو جاتا ہے اور شکار کرنے کے قابل نہیں رہتا تو اس کی نسل کے نوا نا جانور اس کے لئے شکار مار کر لاتے ہیں۔ اور اس کا پیٹ پالتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جانور نہایت شرمیلا،

---

[1] زین الدین بن عبد القادر بن احمد مصنف مناہج السرند والرشاد۔ یہ کتاب کتابخانہ کابیہ پیرس میں قلمی نسخے کی صورت میں موجود ہے اسکا نمبر ۲۸۳۴ ہے۔

نرائن رفیق - لالہ بھاگ مل رنج - راگو پنڈت - دینا ناتھ پنڈت رنگین - لالہ جواہر سنگھ رام -
گوبند رام زیرک - منشی منولال زاری - لالہ ہیئت پرشاد سرور - گنگا پرشاد شاد - لالہ بدھ سنگھ
شاداں - بساون لال شاداں - مہاراجہ چندو لال شاداں - راجہ کشن پرشاد شاد - پنڈت امرناتھ
شیدا - لالہ خوشوقت رائے شاداب - لالہ دیبی پرشاد شائق - رادھے کشن شائق - بستی رام شائق
لالہ متھرا داس شاعر - شنبھو ناتھ جودت (یا شنبھو) - امرناتھ شعلہ - کنور دولت سنگھ شکری -
لالہ طوطا رام شایان - جے جے رام صبا - رائے بالک رام صبوری - پنڈت سیتا رام صوفی - لالہ
جے موہن لال صادق - سکھ رائے ضمیر - لالہ ہیرا لال ضمیر - پنڈت نرائن داس ضمیر - جانکی
پرشاد ضمیر - لالہ ٹکا رام ظفر - بدھیا دھر فصیح - پریم کشن فراقی - لالہ دین دیال فرحت - لچھمی نرائن
فرزانہ - رائے منولال فلسفی - پنڈت بدھیا دھر فطرت - گوبند پرشاد فضا - منولال فہیم - رائے
بیج ناتھ عاشق - موہن لال عاشق - مہاراجہ کلیان سنگھ عاشق - بابو سرجیت سنگھ عاشق -
رائے سوہن لال عاشق - درگا پرشاد عاشق - رائے زور آور سنگھ عزیز - لالہ ہند وپت عشرت
لالہ شتاب رائے عزیز - آتما رام عاشق - بھولا ناتھ عاشق - منشی بھگوان دیال عاقل - لچھمن
سنگھ غیوری - لالہ موہن لال غالب - رائے رتن لال غریب - رائے چنی لال قریب - امداس
قابل - کانجی - راجہ اپروکشن کنور - نند لال گویا - پرکاش داس لطفی - راجہ کانجی سہائے متین
منشی کنور سین مضطر - سیتل داس ممتاز - بیج ناتھ مشتاق - سکھن لال موحد - گنگا بشن مسرور -
لالہ مٹھو لال مرشد - لالہ بند سنگھ مصروف - پنڈت مادھو رام مشتاق - موتی رام مفتون - منشی
مہر چند مہر - موہن لال منعم - لالہ درگا پرشاد مضطرب - کنہیا لال منیر - منشی کنتو جی مدہوش -
رائے چنی لال نحیف - منشی درگا پرشاد نشاط - لالہ مولراج نظمی - دیا شنکر نسیم - سدا سکھ نیاز -
لالہ مٹھن لال نامی - شنکر ناتھ نادر - منشی بنسی دھر ہمت - رائے کنہیا لال ہندی - گوکل چند
لاہوری ہندو - نوبت رائے وقار - رائے جوالا پرشاد وقار - راجہ اُدت نرائن -

سید محمد عبداللہ

کا دوست تھا ۔ بہت سی کتابیں لکھیں ۔ مثلاً محیط عشق ۔ محیط درد ۔ محیط غم ۔ حسن وعشق ایک اور مثنوی ۔ ان پانچ مثنویوں کا نام "خمسہ عشقیہ" رکھا ۔ سنسکرت کتابوں کے ترجمے بھی کئے مثلاً محیط الحقائق ۔ محیط الاسرار ۔ گلشن معرفت ۔ محیط معرفت ۔ محیط اعظم ۔ اس نے انوار سہیلی کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا جس کا نام محیط دانش رکھا ۔

اب ہم اس عہد کے باقی شعرا کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے یہاں درج کرتے ہیں :-

بابو رائے احقر ۔ پنڈت بینی رام احقر لکھنوی ۔ بلدیو پرشاد احقر ۔ رام دیال احقر ۔ لالہ کندن لال ارشاد ۔ لالہ کندن لال اشکی ۔ منا سنگھ آشنا ۔ منشی گرسہائے آشنا ۔ دیوان امرناتھ اکبری ۔ کالکا پرشاد انور ۔ لالہ جگن ناتھ انور بھاگلپوری ۔ خیالی رام افسر اٹاوی ۔ پرشاد رائے عالم ۔ لالہ بیج ناتھ انس ۔ لالہ کیرت سنگھ اسد ۔ راجہ گردھاری پرشاد باقی ۔ پنڈت ست رام بیخود ۔ لچھمن لال بہجت ۔ لالہ نیدھی لال بیمار ۔ لالہ جے کشن بے جان ۔ لچھمن پرشاد بہار ۔ رائے ٹیکا رام تسلی لکھنوی ۔ گنگا داس تسکین ۔ رائے بہو لال تمکین ۔ جلیس لکھنوی بن موہن لال انیس ۔ جواہر سنگھ جوہر ۔ بھمن ناتھ وہوی ۔ بشن نرائن حیران ۔ منشی کنج بہاری لال حیرت ۔ پنڈت بینی رام حقیر ۔ خوشوقت رائے لکھنوی ۔ جے سکھ رائے خیال ۔ بہاری لال خود رفتہ ۔ جواہر لال دبیر ۔ پنڈت نرائن داس دل ۔ دیبی نرائن سنگھ ۔ دیارام دیا (دیا دیا) ۔ پنڈت دھرم نرائن ذاکر ۔ جے سکھ رائے ذہین ۔ رام پرشاد رام ۔ رائے شوسہائے رائے ۔ راہب کشمیری ۔ لالہ لچھمی

۱؎ اصل مضمون انگریزی میں ہے ۔ وہاں ہر شاعر کے ساتھ کتابوں کے حوالے دئے گئے ہیں ۔ یہاں ہم بغرض ایجاز تمام ان کتابوں کے نام لکھتے ہیں جن میں ان شعرا کے حالات دستیاب ہوسکتے ہیں ۔ ۔ بزم روشن ۔ تذکرہ کریم الدین اردو ۔ سپرنگر (تذکرے ، انیس العاشقین رقلمی دو جلد ، عیار الشعرا دسپرنگر ، ۔ قاموس المشاہیر ۔ ریاض الوفاق ۔ ست (سپرنگر) فہرست کتب پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۔ فہرست کتب پنجاب پبلک لائبریری ۔ مخزن الغرایب (مملوکہ پروفیسر شیرانی صاحب) ۔ تذکرہ خوشنویساں تذکرہ عشق (سپرنگر ، آثار الصنادید ۔ خمخانۂ جاوید ،

چار ضخیم دیوان چھوڑے - تضمین گلستاں بھی لکھی - اُردو کے بہت کم اشعار منسوب کئے جاتے ہیں -

راجہ رتن سنگھ زخمی[1] - فخر الدولہ منشی الممالک خطاب - رائے بالک رام کایستھ کا بیٹا - کئی پشتوں سے شاہان اودھ کی ملازمت میں تھے - ایک کتاب سلطان التواریخ نام شاہان اودھ کے حالات پر لکھی - جو ۱۲۵۸ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے - ایک دیوان چھوڑا - جس میں غزلیات - مخمسات اور رباعیات ہیں مخمسات بہت دلچسپ اور شیریں ہیں -

اندرمن - ولد لالہ کیول رام کایستھ - یہ شاعر بصارت سے محروم تھا - اور حسین قلی خاں عشق کا ذاتی دوست تھا - جنے اپنے تذکرہ نشتر عشق[2] میں کافی حالات لکھے ہیں - اسکے بعض اشعار نہایت پسندیدہ ہوتے ہیں -

صاحب رام خاموش - کھتری متوطن بنارس - پہلے پہل شاہ عالم کا ملازم تھا - پھر انگریزوں کی ملازمت اختیار کر لی - تاریخ مظفری کا مصنف شاعر کا دوست تھا - اسکا بیان ہے - کہ اسکی وفات ۱۲۲۵ھ میں واقع ہوئی - پہلے پہل اسکا تخلص محزوں تھا - خاموش علی حزیں کا شاگرد تھا - اسکا ایک ضخیم دیوان ہے جس میں غزلیات، قطعات، رباعیات و قصائد موجود ہیں[3] -

منشی راجس محیط[4] لاہوری کھتری - بنارس میں ملازم تھا - مصنف ریاض الوفاق

---

[1] ربو - ۳ - ص ۹۶۲ : انیس العاشقین (قلمی) - ج ۱ - ق ۲۱۳ - سپرنگر ص ۱۰۱ ۵ : اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۲۷ء [2] نشتر عشق (قلمی مملوکہ پنجاب یونیورسٹی) - ج ۱ - ق ۱۶۲ [3] نشتر عشق (قلمی) ج ۱ - ص ۱۹۱ - انیس العاشقین (قلمی) - ج ۱ - ق ۱۶۷ : ربو - ج ۲ - ص ۷۲۴ - سپرنگر ص ۱۶۷ : مخزن الغرائب (قلمی مملوکہ پروفیسر شیرانی صاحب ، [4] ریاض الوفاق مست (سپرنگر ص ۱۷۱)

(۱۰) مفتاح الصفات - رام نرائن (پبلک لائبریری)

شعرا[۵۱]

ذوقی رام حسرت - متوطن شاہ جہان آباد - ایک عرصہ تک شاہ جہاں آباد میں مقیم رہا - دکن میں بھی گیا - اور آخر کار رام پور میں بھی قیام کیا - جہاں ۱۲۲۱ھ کے اواخر میں دنیا سے رخصت ہو گیا -

اسنے فارسی کے دو دیوان چھوڑے - اردو میں بھی شعر لکھا کرتا تھا - انیس العاشقین کے مصنف کا بیان ہے - کہ اس نے فارسی میں خاص سٹائل پیدا کیا - اسکا لب ولہجہ بہت صاف اور ایرانی تھا - مجموعۂ نغز میں لکھا ہے کہ حسرت محاورے کی بہت کم غلطی کیا کرتا تھا -[۵۲]

منشی ہرگوپال تفتہ[۵۳] - کایستھ متوطن سکندر آباد ولد موتی لال ۱۲۱۴ھ میں پیدا ہوا - وفات ۱۲۹۵ھ - غالب کے شاگردان رشید میں سے تھا - پہلے پہل رامی تخلص اختیار کیا - بعد ازاں "تفتہ" اختیار کیا - حسین قلی خان عشق کو نثر عشق لکھنے میں مدد دی - جس سے اسکی شاعرانہ قابلیت میں بہت اضافہ ہوا - مرزا غالب کے ساتھ عقیدت مندانہ تعلقات تھے - جن کا حال رقعات غالب وغیرہ سے ملتا ہے - تفتہ نے

---

۵۱ ہم نے مرزا محمد حسن قتیل کو ہندو شعرا میں نہیں شمار کیا -

۵۲ دیکھو انیس العاشقین (قلمی مملوکہ پنجاب یونیورسٹی) ج ۱ - ق ۱۴۵ - مخزن الغرائب (مملوکہ پروفیسر شیرانی صاحب) سپرنگر ص ۲۲۳ (بحوالہ معیار الشعرا و گلشن بے خار) مجموعۂ نغز (قلمی مملوکہ پنجاب یونیورسٹی) ق ۱۰۵ - روز روشن - ص ۱۷۰ - تذکرہ کریم الدین ص ۲۵۳

۵۳ قاموس المشاہیر ج ۱ - ص ۱۵۹ - روز روشن - ص ۲۳۶ (دیکھو رامی) خمخانۂ جاوید - ج ۲ - ص ۱۱۵ - یادگار غالب - ص ۵۷ - کلیات نثر غالب - ص ۸۳ - اردوئے معلی [illegible]

(۱۶) رقعات نظامیہ - لچھمی داس بن نرائن داس (فہرست نولکشور)

(۱۷) نادر الانشا - کشن جی پنڈت

(۱۸) خیالات نادر - (۱۲۹۷ھ) - ہر نرائن دہلوی (پبلک لائبریری)

(۱۹) مرصع خورشید (۱۸۰۲ء) - سدا سکھ بن بشن پرشاد (پبلک لائبریری)

(۲۰) دستور الصبیان } نوبت رائے (یونیورسٹی لائبریری)

(۲۱) دستور المکتوبات }

(۲۲) انشاء بے نقاط (۱۲۹۳ھ) - کالکا پرشاد نادان (پبلک لائبریری)

(۲۳) انشائے دولت رائے - منشی دولت رائے (پبلک لائبریری)

لغت و صرف

(۱) گنج اللغات - گردہاری لال (آصفیہ لائبریری بحوالہ معارف ۱۹۱۸)

(۲) نصاب مثلث (قبل [illegible]) گوبند رام (یونیورسٹی لائبریری)

(۳) کشف اللغات افغانیہ (متعلق پشتو) ([illegible]) نرائن داس پشاوری (یونیورسٹی لائبریری)

(۴) غنچۂ بے خار (صنائع و بدائع) گنیش داس لائق (پبلک لائبریری)

(۵) ہفت گل (۱۲۹۴ھ) منشی کالکا پرشاد نادان ([illegible])

(۶) دریائے عقل - گنگا پرشاد بن دولت چند مطبوعہ ۱۲۹۴ھ (")

(۷) بہار علوم (۱۲۸۵ھ) - میلہ و لال زار (پبلک لائبریری)

(۸) رسالۂ ضمیر - منشی ہیرا لال ضمیر (فہرست ایشیاٹک سوسائٹی بنگال - ضمیمہ ۲ - عدد ۹۷۵)

(۹) جواہر منظومہ - منشی دولت رائے

موسیقی

(۱) دیوراج ساگرا (۱۹ ویں صدی عیسوی) کرشنانند کایستھ (برٹش میوزیم کتب مطبوعہ)

انشا

(۱) شمع شبستان (۱۲۱۳ھ) درگاپرشاد عاشق (پبلک لائبریری)
(۲) تضمین گلستاں - ہرگوپال تفتہ (یونیورسٹی لائبریری)
(۳) انشاء دلپسند (۱۲۲۷ھ) سیتل داس سیٹھی (ایضاً)
(۴) منشآت مہنگو لال (۱۲۵۰ھ تا ۱۲۵۴ھ) منشی مہنگو لال (یونیورسٹی لائبریری)
(۵) خیالات شیدا (۱۲۴۸ھ) پنڈت امرناتھ شیدا (پبلک لائبریری لاہور)
(۶) مفید الانشا (۱۲۲۴ھ) پنڈت لچھمی نرائن (یونیورسٹی لائبریری قلمی نسخہ)
(۷) خیالات ضایع (مطبوعہ ۱۸۵۳ء) چرنجی لال ضایع (پبلک لائبریری)
(۸) انشاء فیض پیرا ہے (۱۷۵۳ - ۱۷۷۵ء) منشی ہرسہائے قانونگو (فہرست کتبخانہ نولکشور)
(۹) منشی بھاگ چند کے مکاتیب (نزد ۱۲۶۰ھ) فہرست کتبخانہ نولکشور)
(۱۰) منشآت امرت لال مطبوعہ ۱۸۹۱ (ایضاً)
(۱۱) منشآت کالی رائے تمیز (ایضاً و پبلک لائبریری)
(۱۲) رقعات فیض آگیں - نندکشور مطبوعہ ۱۸۷۱ء (ایضاً)
(۱۳) منشی ہرجس رائے کے مکتوبات (فہرست کتب خانہ نولکشور)
(۱۴) خیال بیخودی - مضامین تصوف کا مجموعہ - سیتل سنگھ بیخود (پبلک لائبریری)
(۱۵) گنجینۂ خیال[1] - منشی خیالی رام خیالی

---

[1] ایجونان فہرست ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ضمیمہ ۲ - عدد ۹۶۵ : سپرنگر ۲۶۲

(۲) حدایق النجوم[1] (۱۲۵۳ھ) رتن سنگھ زخمی

(۳) کاشف الدقایق (۱۹ ص ع) کیول رام کول

(۴) خاص النجوم[2] (۱۹ ص ع) خوشوقت رائے

(۵) رسالۂ نجوم[3] (۱۹ ص ع) بیربل

(۶) مفتاح الناظرین[4] (۱۹ ص ع) رام پرشاد

(۷) زیج اشکی (۱۹ ص ع) کندن لال اشکی

طب

(۱) معیار الامراض[5] (۱۲۴۷ھ) رام پرشاد

(۲) مفردات طب (۱۲۴۸ھ) منو لال فلسفی

(۳) مجربات تمکین[6] (۱۹ ص ع) بجھو لال تمکین

(۴) کحل الابصار (۱۹ ص ع) پنڈت لال چند

(۵) پاکا ہونے کالی (۱۹ ص ع) مترجمہ دیا ناتھ

(۶) ضروری الطب (۱۹ ص ع) منشی مہتاب نرائن

خوشخطی

تعلیم المبتدی[8] - جگت نرائن (متوفی ۱۲۱۲ھ)

---

[1] معارف ۱۹۱۸ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً

[6] اکثر کتابوں کا ذکر معارف ۱۹۱۸ سے لیا گیا ہے۔ [7] روز روشن ص ۱۲۵

[8] سپرنگر ص ۴۴۴ - قاموس المشاہیر - ج ۱ - ص ۱۷۳

(۱۴) کاشی کنڈ (انیسویں صدی عیسوی) پٹنی مل (پبلک لائبریری لاہور)

(۱۵) بھگوت گیتا (؟) کرشنا داس (برٹش میوزیم مطبوعات فارسی)

(۱۶) وثیقہ یادگار فارسی (انیسویں صدی عیسوی) منشی ساگ رام (پبلک لائبریری لاہور)

فنون و علوم طبعیہ

(۱) زبدۃ الرمل (انیسویں صدی عیسوی) امبا پرشاد (پبلک لائبریری لاہور)

(۲) شرح گل کشتی (" " ") گوبند رام

(۳) " (" " ") رتن سنگھ زخمی

(۴) خزانۃ العلم[1] (۱۲۲۹ھ) کانجی

(۵) مراۃ الخیال[2] رسالہ در حساب (۱۹ ویں صدی عیسوی) جے موہن لال کایستھ

(۶) رسالہ حساب (۱۹ ویں صدی عیسوی) انند کاہن (یونیورسٹی لائبریری لاہور)

(۷) سراج السیاق (" " ") منشی نیڈو لال زار (پبلک لائبریری لاہور)

(۸) دیوان بیند[3] (؟) منشی چھتر مل

(۹) رسالہ سیاق (انیسویں صدی عیسوی) جگپت رائے (آصفیہ لائبریری بحوالۂ معارف ۱۹۱۸)

(۱۰) رسالہ سیاق (" " ") مدن لال (آصفیہ " " " ")

ہیئت و نجوم

(۱) جواہر الافلاک[4] - جواہر سنگھ (متوفی ۱۲۶۷ھ)

---

[1] انڈیا آفس کیٹالاگ - عدد ۲۲۶۱ ؛ ریاض الوفاق (اسپرنگر ۱۷۰) - معارف ۱۹۱۸ [2] ریاض الوفاق (اسپرنگر ۱۶۹)

[3] معارف ۱۹۱۸ : ربیع - ج ۳ - ص ۹۹۰ وغیرہ

[4] روز روشن - ص ۱۵۸ ؛ قاموس المشاہیر - ج ۱ ،

(۸) قصۂ کامروپ - کوڑامل (متوفی ۱۸۴۸ء)

(۹) شبستان عشرت (انیسویں صدی عیسوی) ہمت سنگھ (معارف ۱۹۱۸)

منترجمات وکتب ہنود

(۱) تنبیہ الغافلین (۱۲۳۴ھ) سداسکھ نیاز (ریو - ج ۳ - ص ۹۱۸)

(۲) رام نامہ (۱۹ ویں صدی عیسوی) منشی رام داس قابل خلف مصر بیلی رام (نسخہ پبلک لائبریری لاہور)

(۳) حدائق المعرفت (انیسویں صدی عیسوی) لکشمی نرائن (پبلک لائبریری لاہور)

(۴) بھگت مالا (" ") منشی تحفن لال بہجت (پبلک لائبریری لاہور

(۵) ریاض المذاہب (۱۲۸۰ھ) پنڈت متھرا ناتھ مالوی

(۶) کشایش نامہ (انیسویں صدی عیسوی) متھو لال مرشد (پبلک لائبریری لاہور)

(۷) کاشی استت (" ") ننن لال آفریں (" ")

(۸) بھگوت پران (" ") لکشمی نرائن سرور (کتب برٹش میوزیم)

(۹) تحفۃ الموحدین (" ") راجہ رام موہن رائے

(۱۰) تحفۃ الاسلام } نزد ۱۸۶۶ء (پبلک لائبریری لاہور)
پاداش اسلام } اندر من

(۱۱) مدینۃ التحقیق (۱۹۳۲ سموت) کرپا رام (یونیورسٹی لائبریری)

(۱۲) تحقیق التناسخ (۱۸۶۵ء) اننت رام (")

(۱۳) رامائن منظوم (انیسویں صدی عیسوی) منشی موہن سنگھ (یونیورسٹی لائبریری لاہور)

---

[۵۱] سپرنگر ص ۴۶۰ ۔ [۵۲] ریو - ج ۱ - ص ۶۴ [۵۳] ریو - سپلیمنٹ عدد ۲۲

(۳۷) کشمیر نامہ (۱۸۴۵ء) گنیش لال
(۳۸) کشمیر نامہ[۱] (انیسویں صدی) کرنل مہان سنگھ

سوانح

(۱) حقیقتہائے بے خود - رام سیتا سنگھ فکرت (قاموس المشاہیر - ج ۱ - ص ۲۵۳)
(۲) وقایع معین الدین چشتی (۱۸۷۹ء) بابو لال
(۳) انیس العاشقین[۲] (۱۲۴۵ھ) رتن سنگھ زخمی
(۴) تذکرہ صوفیہ - مصنفہ اشکی (متوفی ۱۲۴۸ھ)

قصص

(۱) عجیب القصص (انیسویں صدی عیسوی) بخت سنگھ
(۲) سنبلستان (قبل ۱۲۸۵ھ) ہرگوپال تفتہ
(۳) سدا ما چرتر[۳] (انیسویں صدی عیسوی) جگن ناتھ سہائے
(۴) مخبر ہمت (" " ") جے گوپال
(۵) دستور عشق[۴] (" " ") جوت پرکاش
(۶) جہان ظفر (" " ") مکھن لال ظفر (کتب مطبوعہ فارسی برٹش میوزیم)
(۷) قصہ بہمن و مرزبان (" " ") حکم چند (برٹش میوزیم)

---

[۱] کپورتھلہ لائبریری کیٹالاگ از پروفیسر مترا - عدد ۲۰ [۲] قلمی نسخہ یونیورسٹی لائبریری، اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۲۶ء - ص ۹۴، [۳] فہرست کتب فارسی مطبوعہ برٹش میوزیم،
[۴] سیر گجر - ص ۲۵۲،

(۲۲) تواریخ سورٹھ[۱] (بعد از ۱۸۲۴ء) رنچھوڑ جی

(۲۳) راجپوتانہ[۲] بنارس (۱۲۶۰ھ) چونی لال

(۲۴) عجائب الہند[۳] (بعد از ۱۲۳۴ھ) نیاز سداسکھ

(۲۵) تواریخ جموں[۴] یا راج درشن (۱۲۶۳ھ) گنیش داس

(۲۶) صاحب نامہ ایضاً ایضاً

(۲۷) نظارۃ السندھ[۵] (۱۸۵۸ء) بشن نرائن

(۲۸) ظفر نامہ رنجیت سنگھ[۶] (۱۸۳۶ء و مابعد) امرناتھ اکبری

(۲۹) مجمع التواریخ[۷] (۱۲۵۱ھ) بیربل پنڈت معروف بہ کاچر

(۳۰) عمدۃ التواریخ (قبل از ۱۸۵۲ء) منشی سوہن لال

(۳۱) تحفۃ الہند[۸] (۱۹ صدی عیسوی) جوتا ناتھ

(۳۲) ظفر نامہ رنجیت سنگھ (نزو ۱۲۹۰ھ) کنہیا لال ہندی

(۳۳) سلطان التواریخ[۹] (۱۲۵۸ھ) زخمی

(۳۴) گلاب نامہ (نزو ۱۸۵۷ء) دیوان کرپا رام

(۳۵) گلزار کشمیر (۱۸۵۷ء) ایضاً

(۳۶) مہاتمنی کشمیرہ منڈل[۱۰] (۱۹۱۳ سموت) گلاب رام زتو

---

[۱] ریو - ج ۳ - ص ۱۰۴۱ [۲] ریو - ج ۳ - ص ۱۰۴۲ (۱۰) [۳] ریو - ج ۲ - ص ۳۰ (۶) [۴] انڈیا آفس فہرست عدد ۵۰۱ - ریو - ج ۳ - ص ۹۵۵ و ۹۵۲ [۵] ایشیاٹک سوسائٹی بنگال - ایوناف کیٹالاگ عدد ۱۸۶ [۶] یونیورسٹی لائبریری کا قلمی نسخہ اور مطبوعہ ایڈیشن از پروفیسر سیتا رام کوہلی [۷] قلمی نسخہ یونیورسٹی لائبریری [۸] قلمی نسخہ یونیورسٹی لائبریری [۹] ریو - ج ۳ - ص ۹۶۲ [۱۰] قلمی نسخہ پروفیسر شیرانی صاحب

(۷) شیر و شکر[1] (۱۲۲۸ھ) منشی دیا رام دَر

(۸) خلاصۃ التواریخ[2] ۱۲۲۶ھ } مہاراجہ کلیان سنگھ
(۹) واردات قاسمی }

(۱۰) منتخب التواریخ[3] (۱۲۳۴ھ) سدا سکھ نیاز

(۱۱) تنقیح الاخبار[4] (۱۲۳۷ھ) منو لال فلسفی

(۱۲) امیر نامہ[5] (۱۲۴۰ھ) بساون لال شادان

(۱۳) اشرف التواریخ[6] (۱۲۴۱ھ) کشن دیال

(۱۴) وقایع شورش افغانیہ[7] (۱۲۳۷ھ) برج نرائن خیال

(۱۵) مجموعہ فیض و گل بیخزاں[8] (۱۲۴۱ھ) سندر لال

(۱۶) فرح بخش جاں[9] (۱۲۴۴ھ) رائے شیو پرشاد

(۱۷) تاریخ ہزارہ[10] (۱۸۱۵ء تا ۱۸۴۹ء) منشی مہتاب سنگھ

(۱۸) یادگار بہادری[11] (۱۲۴۹ھ) بہادر سنگھ

(۱۹) احوال شہر اکبر آباد[12] (۱۸۲۶ء) مانک چند

(۲۰) احوال عمارات مستقر الخلافہ[13] (۱۸۲۶ء) سیل چند

(۲۱) نصرت و ظفر بھرتپور[14] (۱۸۲۶ء) شنکر ناتھ نادر

---

[1] پنجاب یونیورسٹی لائبریری کا قلمی نسخہ پیش نظر تھا [2] ریو ج ۱۔ص ۲۸۳ - ر
[3] ریو۔ ج ۳۔ص ۹۱۴: ایلیٹ ج ۸۔ ص ۴۰۴ [4] یونیورسٹی لائبریری میں ایک نسخہ ہے '
[5] ریو۔ ج ۳۔ص ۱۰۱۹ [6] ایلیٹ۔ ج ۸۔ص ۴۱۱ [7] نسخہ یونیورسٹی لائبریری [8] ریو۔ج ۳۔
ص ۹۵۰' [9] انڈیا آفس فہرست۔ عدد ۴۸۴ [10] انڈیا آفس فہرست۔ عدد ۵۰۶' [11] ایلیٹ۔ج ۸۔
ص ۴۳۱' [12] ریو۔ ج ۳۔ص ۹۵۸۔ انڈیا آفس فہرست۔ عدد ۴۳۱' [13] قلمی نسخہ پروفیسر شیرانی صاحب

میں لکھے جاتے تھے۔ ذیل کی فہرست سے معلوم ہوگا کہ اکثر اخبارات ہندو اہل قلم کی زیرادارت شایع ہوتے تھے :-

(۱) جام جہاں نما - ہفتہ وار اردو و فارسی دونوں زبانوں میں نکلتا تھا - ایڈیٹر سوا سکھ
(۲) مرآۃ الاخبار - مالک و نگراں راجہ رام موہن رائے -
(۳) شمس الاخبار (اردو و فارسی) منی رام ٹھاکر
(۴) بنگال ہیرلڈ (انگریزی - بنگالی - فارسی اور ناگری) ہر اتوار کو شایع ہوتا ہے - یہ بھی راجہ رام موہن رائے - دوارکا ناتھ ٹاگور - پرسنا کمار ٹیگور وغیرہ کی زیر نگرانی شایع ہوتا تھا -

اب ہم ہر فن کی کتابوں کے نام مع اسمائے مصنفین[۱] پیش کرتے ہیں :-

تاریخ

(۱) خزائن الفتوح[۲] (۱۲۲۲ھ) بھگوان داس
(۲) خالصہ نامہ[۳] (۱۲۲۲ھ) دیوان بخت مل
(۳) وقایع ہلکر[۴] (۱۲۲۳ھ) موہن رائے
(۴) مرآۃ دولت عباسیہ[۵] (۱۲۲۴ھ) } دولت رائے
(۵) چار چمن (۱۲۲۵ھ) } (ریو - ج ۳ - ص ۱۰۵۸
(۶) عمارات الاکبر[۶] (۱۲۲۵ھ) منشی چھتر مل

---

[۱] اصل مضمون میں ہم نے ہر کتاب پر مختصر سا تبصرہ کیا ہے یہاں بغرض اختصار اسما پر اکتفا کرتے ہیں -
[۲] ریو - ج ۲ - ص ۹۴۸ [۳] ریو - ج ۱ - ص ۲۹۴ و ہسٹاریکل ریکارڈز کمیشن اجلاس لاہور ۱۹۲۶ء کی رپورٹ
[۴] معارف ۱۹۱۸ء [۵] معارف ۱۹۱۸ء

یہ یاد رہے کہ انشا اور شاعری اس زمانے میں کوئی دشوار چیز نہ سمجھی جاتی تھی - ہر شخص ایک تخلص کے ساتھ کچھ غزلیں لکھ لینے سے شاعروں میں شمار ہو سکتا تھا - خطوط اور مکتوبات کے مجموعے کا مرتب کر لینا بھی چنداں دقت طلب امر نہیں - یہی وجہ ہے کہ اس عہد میں بے شمار منشی اور شاعر ایسے موجود ہیں جو صرف تخلص کے الزام میں شاعر سمجھے جاتے ہیں - کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے غزلیات کا دیوان بھی چھوڑا ہے - مگر ان میں بمشکل تمام دو تین ہی ایسے ہوں گے - جنہیں صحیح طور پر اعلےٰ منشیوں اور اعلیٰ شاعروں میں شمار کیا جا سکے - "دستور الصبیان" سالہا سال تک ہندوستان کے مکاتب میں پڑھائی جاتی رہی ہے - اور حقیقت میں یہ ایک مفید کتاب ہے - منشی خیالی رام کے منشآت کو بھی ملک میں خاصی مقبولیت حاصل ہے - مگر ان منشآت کے فائدے کا دائرہ بہت محدود ہے - اس لئے کہ پرانی انشاؤں کے ان دو اوصاف سے کہ ان میں زبان اور تاریخ ہر دو موجود ہوتی تھیں - متاخرین کی انشائیں خالی ہیں -

شعرا میں بھی برہمن مخلص شفیق منوہر کے پایے کا کوئی شاعر نہیں - قتیل ایک ممتاز شخصیت ہے - مگر اسے مسلمانوں میں شمار کرنا زیادہ موزون ہے - اس لئے کہ وہ ابتدائے عمر میں مسلمان ہو گیا تھا - تفتہ - زخمی - ذوقی رام حسرت - محیط - شعلہ - خاموش اور اندرمن البتہ قابل ذکر شعرا ہیں -

صحافت | ہندوستان میں صحافت[۵] اور اخبار نویسی منظم طریق پر سنہ ۱۷۸۰ء سے کچھ قبل شروع ہوتی ہے - سنہ ۱۸۰۰ء تک اس فن میں کافی ترقی ہو چکی تھی - کلکتہ اخبار نویسی کا مرکز تھا - پہلے پہل جو اخبارات شایع ہوئے ان میں سے بعض فارسی زبان

---

۵ یہ بیان Careys Good old days سے لیا ہے - نیز رسالہ معارف ۱۹۲۹ء

یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ عربی فارسی کتابوں کو زیور طبع سے آراستہ کریں۔ اور ارزاں اور دیدہ زیب نسخے طول و عرض ہند میں پھیلا دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ منشی نولکشور کا یہ اقدام عمل فارسی زبان کے حق میں بے اندازہ مفید ثابت ہوا۔ انہوں نے سینکڑوں کتابوں کو تلف ہونے کی آفت سے بچا لیا۔ اور فارسی کے تن بے جان میں زندگی کی عارضی سی روح پھونک دی۔

(۲)

لٹریچر کی خصوصیات

اب ہم اس دور کے لٹریچر پر مختصر سا تبصرہ کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانے میں ہر قسم کا انحطاط شروع ہو چکا تھا۔ مگر دور انحطاط کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں مفید اور اعلےٰ درجے کا لٹریچر کم اور بے کار تصنیفات بہت زیادہ لکھی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس دور میں بھی بے شمار شعراء و مورخ پیدا ہوئے اور بہت سی انشائیں لکھی گئیں۔ لیکن اعلےٰ درجے کی تصنیفات بہت کم ہیں۔

ہم نے اس باب میں ۳۵ مورخین کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے صرف ذیل کے اسماء کو کچھ امتیاز حاصل ہے :-

خلاصۃ التواریخ　مصنفہ　کلیان سنگھ

منتخب التواریخ　مصنفہ　سدا سکھ نیاز

یادگار بہادری　مصنفہ　بہادر سنگھ

عمدۃ التواریخ　مصنفہ　منشی سوہن لال

گلزار کشمیر　مصنفہ　رائے کرپا رام

باقی فنون کی تفصیل بشرح ذیل ہے :-

سوانح　. . . . . ۷

قصص　. . . . . ۷

نولکشور کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہوئی۔ اس کے بعد انہیں آگرہ کالج میں داخل کیا گیا
جہاں انہوں نے پانچ سال تک تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے اسی زمانے میں اخبار آگرہ سفیر
میں بہت سے اصلاحی مضامین لکھے۔ جن کے صلے میں حکومت نے ان کو وظیفہ عطا کیا۔

کالج سے فارغ ہونے کے بعد نولکشور لاہور آ گئے۔ اور "کوہ نور" پریس میں ملازم ہو گئے
اپنی حسن کارکردگی اور معاملہ فہمی کے طفیل منشی ہرسکھ رائے مالک مطبع کا کافی اعتماد حاصل
کر لیا اور تھوڑے عرصے میں مطبع کے مختار کل بن گئے۔

کچھ عرصے کے بعد' منشی نولکشور لاہور کو چھوڑ کر لکھنؤ چلے گئے۔ وہاں انہوں نے اپنا
مطبع قائم کیا۔ ان کا تجربہ اس قدر وسیع تھا کہ وہ تھوڑے دنوں میں بہت وسیع کاروبار کے
مالک ہو گئے۔ ان کے مطبع کی شاخیں اطراف ملک میں قائم ہو گئیں۔ لاہور۔ کانپور اور
لکھنؤ میں ان کا کام بہت بڑے پیمانے پر تھا۔

آپ نے حکومت ہند کے بہت سے اعزاز حاصل کئے۔ جب امیر عبدالرحمٰن مرحوم
والئ افغانستان ہندوستان میں وارد ہوئے۔ تو انہوں نے منشی نولکشور کو بھی اپنے پاس
بلایا۔ اور بہت محبت کا اظہار کیا۔

اس زمانے میں فارسی علوم میں انحطاط آ چکا تھا۔ اور فارسی پڑھنے والے کتابوں کی
کمی سے بددل ہو کر اسکو چھوڑ رہے تھے۔ بلکہ اس زمانے سے بہت قبل ۱۸۱۱ء میں
لارڈ منٹو نے اپنی تعلیمی یادداشت میں اس علمی انحطاط اور فقدان کتب پر بڑے زوردار
انداز میں اظہار خیال کیا ہے۔

ہندوستان میں پریس کا رواج ہو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے قلمی کتابوں کی کتابت
وغیرہ [illegible] استعمال ہو رہی تھی۔ عربی فارسی کتابیں کچھ تو انگریز اہل علم کے ہاتھوں یورپ
پہنچ رہی تھیں۔ اور بعض بے علم مالکان کتب کے ہاتھوں ضایع ہو رہی تھیں۔ ایسے زمانے
میں منشی نولکشور کو معلوم نہیں۔ تجارتی نقطۂ نگاہ سے یا فارسی کو زندہ کرنے کے ارادے سے

منشی جگت موہن لال رواں - پنڈت دیا نرائن نگم (مدیر زمانہ) وغیرہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اُردو، فارسی اور انگریزی تینوں زبانوں سے واقف ہیں -

پنڈت موتی لال نہرو نے ۱۹۲۹ء میں کانگرس کے اجلاس کلکتہ میں جو خطبہ صدارت پڑھا تھا - اس میں فارسی کے بہت سے اشعار پیش کئے تھے - سر تیج بہادر سپرو جو ہندوستان کے مشہور لبرل لیڈر ہیں - فارسی زبان سے واقف ہیں - ان کے علاوہ رائے بہادر راجہ نرندر ناتھ - ڈاکٹر گوکل چند نارنگ فارسی سے خاص شغف رکھتے ہیں -

لیکن اب زمانہ تبدیل ہو گیا ہے - اور بہت ممکن ہے - کہ فارسی آئندہ بیس پچیس سال تک ہندو تو کیا مسلمانوں کے گھروں سے بھی نکل جائے - اس لئے کہ مغرب کے علوم و فنون بڑی تیزی کے ساتھ ملک میں پھیل رہے ہیں - اور ان کی موجودگی میں فارسی یا دیگر مشرقی زبانوں میں وقت صرف کرنا بیکار سمجھا جائے -

ہندوؤں میں فارسی کا بیج اکبر اور ٹوڈرمل نے بویا - جس نے پھل پھول کر بہت وسعت اختیار کی - اور آج تقریباً تین سو سال کے بعد اس درخت کو خزاں کا سامنا ہوا - جس سے اسکی ڈالیاں خشک ہو کر گر پڑیں -

منشی نولکشور

ان بے شمار قابل قدر خدمات کے پیش نظر جو منشی نولکشور[1] اور ان کے مطبع نے فارسی زبان کو زندہ اور عام کرنے میں انجام دی ہیں - مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منشی نولکشور اور ان کے مطبع کا یہاں کچھ ذکر کیا جائے -

منشی نولکشور کی ولادت موضع ساسنی ضلع علیگڈھ میں ہوئی - منشی بنا داس بھارگو، ان کے والد، ایک خوشحال زمیندار تھے - جنکے نولکشور کے علاوہ چار بیٹے تھے -

---

[1] یہ حالات سیر المصنفین حصہ دوم، اور ناموس المشاہیر حصہ دوم سے لئے ہیں -

سنسکرت کالج کے افتتاح کا خیال ظاہر کیا۔ تو راجہ رام موہن رائے نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور درخواست کی۔ کہ سنسکرت اور دیگر مشرقی علوم کی بجائے انگریزی کو رواج دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسیحی مبلغوں نے بھی انگریزی کو رواج دینے کے لئے بہت سے کالج کھولے۔

۱۸۲۳ء میں حکومت نے جو "کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن" قائم کی تھی۔ کوئی زیادہ تعلیمی کام نہ کر سکی۔ اس لئے کہ ارکان کے درمیان مشرقی اور مغربی علوم کے مسئلے پر زبردست اختلاف موجود تھا۔ لارڈ میکالے نے ۱۸۳۵ء میں اس کمیٹی کی صدارت قبول کی۔ لیکن بوجہ اس نزاع کے کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ آخر معاملہ حکومت کے سامنے پیش ہوا لارڈ میکالے نے بھی اس بحث پر ایک شذرہ لکھا ہے جسے بے حد شہرت حاصل ہے۔ اس نوٹ میں انگریزی تعلیم کے رواج پر زور دیا ہے۔ اور مشرقی علوم و فنون کا استخفاف کیا ہے میکالے کی مسلمہ فصاحت نے فیصلہ کن اثر ڈالا۔ اور انگریزی تعلیم حکومت کے مقاصد میں داخل ہو گئی۔

فارسی کا اخراج

۱۸۲۹ء میں فیصلہ ہوا۔ کہ فارسی کی بجائے انگریزی کو دفتری زبان قرار دیا جائے۔ اور عدالتوں میں اسی کو رائج کیا جائے۔ لیکن سر دست اس پر عمل نہ ہو سکا۔ تاآنکہ ۱۸۴۴ء میں فارسی کو اس حیثیت سے محروم کر دیا گیا۔

ورنیکلر زبانوں کو آہستہ آہستہ بہت ترقی ہوتی گئی اور غیر سرکاری حلقوں میں بھی نجی معاملات کو فارسی کی بجائے اردو یا ہندی میں سر انجام دینے کی طرف رجحان پیدا ہو گیا۔

ہندوؤں نے انگریزی حکمت عملی کے منشائے اعلیٰ کو پالیا اور ان احکام کے ص ہوتے ہی انگریزی کی جانب متوجہ ہوتے گئے چنانچہ اس عہد کے اکثر مصنفین، انگریزی ز

قریب انگریزوں کی ایک جماعت بھی کھول دی گئی - یہ کالج بلحاظ تعلیم و نتائج علمی بہت
مشہور رہا ہے - سیل چند مصنف تفریح العمارات اور مانک چند مصنف عمارات الاکبر اس
کالج کے نونہال تھے -

دہلی کالج ۱۸۲۷ء میں کھولا گیا - اس کالج سے بھی بہت قابل طلبہ نکلے -

فارسی کے دو حریف

ان حالات میں فارسی زبان کے دو حریف میدان میں اُتر پڑے - جن کا مقابلہ نہ ہو سکا
اور آخر فارسی زبان کو زوال کی آفت سے دوچار ہونا پڑا - ہماری مراد ایک تو انگریزی زبان
سے ہے اور دوم ورنیکلر زبانوں سے بعض سیاسی مقتضیات نے ایسا رنگ اختیار کیا - کہ
فارسی کی بجائے ان زبانوں کی ضرورت اور اہمیت پر خیالات زور پکڑتے گئے - کیونکہ انگریزی
پسند اصحاب کا منشا یہ تھا کہ فارسی کو عدالتی زبان کے طور پر برقرار نہ رکھا جائے - اور مشرقی
علوم کی بجائے مغربی علوم کی ترویج ہو - اور ان دونوں صورتوں میں انگریزی کو ذریعہ اظہار
خیال قرار دیا جائے -

چارلس گرانٹ؎ نے ۱۷۹۲ء میں ہندوستانیوں کی اخلاقی حالت کی زبونی پر اظہار
خیال کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستانیوں میں انگریزی تعلیم کو رائج کیا جائے - کیونکہ "تاریکی کا
علاج روشنی ہے اور جہالت کا مداوا علم" - مگر اس وقت اس تجویز پر توجہ نہ کی گئی -

۱۸۱۳ء سے لے کر ۱۸۳۳ء تک انگریزی پسند اور مشرق پسند اصحاب میں بحث و تمحیص
کا سلسلہ جاری رہا - لیکن اس جھگڑے کا فیصلہ نہ ہو سکا - ملک میں ایک جماعت ایسی پیدا ہو گئی
تھی جو چاہتی تھی کہ مشرقی علوم کی بجائے انگریزی تعلیم کو رائج کیا جائے - راجہ رام موہن رائے
(جو خود فارسی عربی کے عالم تھے) اس گروہ کے پیشوا تھے - جب حکومت نے کلکتہ میں ایک ہندو

؎ سیلیکشنز ج ۱ - ص ۸۱ و مابعد

وارن ہیسٹنگز نے کلکتہ میں ایک مدرسہ "مدرسۂ عالیہ" کے نام سے کھولا۔ جس کی غرض یہ تھی کہ مسلمان نوجوانوں کو فارسی عربی کی تعلیم دی جائے۔ تاکہ وہ حکومت کے مناصب اور عہدوں میں حصہ لے سکیں۔ جن پر ہندو لوگ بوجہ اپنی ہشیاری کے فائز تھے۔ ۱۷۹۱ء میں ولیم ڈنکن نے بنارس میں ہندو سنسکرت کالج کا افتتاح کیا۔ جس میں سنسکرت کے علاوہ فارسی کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔ ۱۷۸۴ء میں سر ولیم جونز نے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال[1] کی بنیاد رکھی۔ جس کی غرض یہ تھی کہ مشرقی علوم میں تحقیق و تدقیق کے شوق کو ترقی دی جائے۔ ۱۸۰۱ء میں لارڈ ولزلی نے فورٹ ولیم کالج کھولا۔ جس میں ملازمین کمپنی کو فارسی عربی ہندوستانی اور بعض اور علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کالج کے مشہور اساتذہ میں ڈاکٹر گلکرائسٹ۔ جان ہیلی۔ ولیم کرک پیٹرک۔ فرانسس گلیڈون اور ولیم بنجامن ایڈمانسٹن تھے۔ جن میں سے ہر ایک ایک خاص حیثیت رکھتا ہے۔

۱۸۱۱ء سے لے کر ۱۸۳۵ء تک کا زمانہ مشرقی علوم کی حوصلہ افزائی کا زمانہ تھا۔ فارسی عربی سنسکرت کی تعلیم کے لئے ایک خاص رقم علٰحدہ کر دی گئی تھی۔ جس سے طلبہ کو وظائف دئے جاتے تھے اور ان زبانوں کی مشہور کتابوں کو طبع کرایا جاتا تھا۔

آگرہ کالج دہلی کالج

اس زمانے میں جو کالج کھولے گئے۔ ان میں سے ہم صرف دو کا ذکر کرینگے۔ یعنی آگرہ کالج[3] اور دہلی کالج[4]۔ اس لئے کہ ان کالجوں میں بعض ہندو طلبہ نے فارسی زبان کی تعلیم پائی۔ اور بعد ازاں وہ مصنف بنے۔ آگرہ کالج ۱۸۲۲ء میں گنگادھر پنڈت آنجہانی کے عطیے سے کھولا گیا کمیٹی نے تجویز کی کہ اس کالج میں فارسی عربی اور سنسکرت کی تعلیم دی جائے۔ ۱۸۲۶ء کے

۱؎ ایضاً ص ، ۲؎ Carey, good old days of Jhon Company, 1, 417

۳؎ سیلیکشنز ص ۱۸۵ و مابعد   ۴؎ ایضاً ،

اور دوسرے فنون پر کتابیں لکھیں۔ لیکن اس زمانے میں فارسی کا زوال اور [illegible] ہوا اور [illegible]
کے بجائے انگریزی زبان کی سرپرستی کی گئی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اسباب و
علل کا مختصراً تذکرہ کیا جائے۔ جو اس انحطاط میں ممد و معاون ہوئے۔

تعلیمی حکمت عملی

ہم سب سے پہلے حکومت انگریزی کی تعلیمی حکمت عملی پر نظر ڈالتے ہیں۔ ہوٹل[۱] نے
"برطانوی ہندوستان میں تعلیم" کے موضوع پر لکھتے ہوئے لکھا ہے کہ "تعلیم کو ابتدائے کار
میں بالکل نظر انداز کر دیا گیا۔ بعد ازاں اس کی مخالفت کی گئی۔ اس کے بعد غلط بنیادوں پر
(جسے سب عقلاً آج غلط کہہ رہے ہیں) شروع کی گئی۔ اور آخرکار اس انداز پر لے لایا گیا
جس پر آج ہے"۔ یہ حقیقت میں انگریزوں کی تعلیمی حکمت عملی کی ایک مختصر تاریخ [illegible]
ہے۔ ۱۸۱۳ء[۲] تک تعلیم، حکومت کے فرائض میں سے متصور نہ ہوتی تھی۔ لارڈ منٹو[۳] نے [illegible]
میں اور لارڈ موئرا[۴] نے ۱۸۱۵ء میں ڈائرکٹران کمپنی کو اس اہم مسئلے کی طرف متوجہ کیا [illegible]
میں ڈائرکٹران نے اس ضرورت کو تسلیم کیا۔ اور ادھر ادھر کچھ کالج اور سکول کھولے گئے [illegible]
میں فارسی عربی اور سنسکرت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ جن کی تفصیل فشر صاحب کے [illegible]
میں ملیگی۔

فارسی کی درسگاہیں

لیکن اس سے بہت قبل بعض زندہ دل ہمدرد [illegible]
پر اور بعض اوقات، اپنے صرف پر ہندوستانیوں کی تعلیم [illegible]

۱؎ Selections from educational records, Sharp, I, P. 2.
۲؎ ایضاً ص ۱۹، ۳؎ ایضاً ص ۲۴،
۴؎ ایضاً ص ۱۸۵،

دیوان امر ناتھ اکبری، دیوان دینا ناتھ، مصر بیلی رام، دیوان گنگا رام، وغیرہ اس دربار کے اکابر علما میں سے ہیں۔ دفتری کاروبار فارسی میں انجام پاتا تھا۔ روزنامچے اور واقعات کی مسلیں فارسی میں مرتب ہوتی ہیں۔ اور اسی زبان میں انگریزی حکومت کے ساتھ خط و کتابت بھی ہوتی تھی۔ اور معاہدے لکھے جاتے تھے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں جو روزنامچے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت حد تک مغلوں کی وقایع نویسی کے طریقے کو برقرار رکھا گیا ہے سکوں پر فارسی عبارت کندہ ہوتی تھی۔ جسّا سنگھ کلال نے اپنے سکوں پر یہ عبارت کندہ کرائی تھی سے

سکہ زد در جہاں بفضل اکال ملکِ احمد گرفت جسّا کلال

سکھوں کے عہد میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کا دربار اہل علم کے لئے جاذب توجہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں بعض اچھے مصنّف پیدا ہوئے مثلاً منشی سوہن لال مصنّف عمدۃ التواریخ۔ دیوان امر ناتھ اکبری۔ پنڈت کاچرو (مصنف مجمع التواریخ)، منشی دیا رام در۔ کرنل مہان سنگھ۔ دیوان کرپا رام اور دیوان اننت رام۔ آخری دو تین مصنّف کشمیر سے متعلق ہیں۔ دیوان بخت مل، سکھوں کے زمانے کا ایک بلند پایہ مصنّف تھا۔ ریاست جموں نے بھی ایک دو ہندو مصنّف پیدا کئے ہیں جن کا ذکر آگے چل کر کیا جائے گا۔

انگریزوں کی حکومت

سکھوں کے زوال اور خاتمے کے بعد انگریز تمام پنجاب پر قابض ہوگئے۔ اور انکی سلطنت پشاور سے راس کماری تک اور بلوچستان سے برما تک پھیل گئی۔ ہم پچھلے باب میں کہہ آئے ہیں کہ انگریز افسروں کی توجہ اور حوصلہ افزائی کی وجہ سے اکثر ہندو منشیوں نے تاریخ

سلے اس کے علاوہ خالصہ دربار ریکارڈز بھی ملاحظہ ہوں۔

بھی کچھ اشارات کردئے جائیں۔ یہ نہایت ہی تعجب کا مقام ہے کہ سکھوں میں بہت کم ایسے لوگ نکلے ہیں۔ جنھوں نے فارسی زبان میں کچھ کتابیں لکھی ہوں۔ بدھ سنگھ منشی اور اس قسم کے ایک دو آدمی تو ملتے ہیں۔ مگر جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ اس قوم میں فارسی زبان کی زیادہ اشاعت نہیں ہوئی۔ اس کے وجوہ ظاہر ہیں۔ سکھوں نے ابتدائے کار ہی سے پنجاب کی زبان کو اپنانا شروع کیا۔ اور گورو گرنتھ صاحب کی زبان ہی ان کے نزدیک محبوب ترین زبان رہی۔ مسلمانوں کے ساتھ سیاسی تنازعات کی وجہ سے سکھوں اور مسلمانوں میں یک گونہ منافرت موجود تھی لہذا فارسی جو کہ مسلمان حکومت کی زبان تھی ان میں کیسے مقبول ہو سکتی تھی۔ مزید برآں سکھ مذہب زیادہ تر پنجاب کی دیہاتی آبادیوں میں پھیلا۔ جہاں کے لوگ اکثر زمیندار اور زراعت پیشہ تھے۔ اور تعلیم و تعلم ان کا کوئی محبوب مشغلہ نہ تھا۔

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ فارسی کے ساتھ سکھوں کا سلوک شروع سے ہی معاندانہ تھا۔ گورو نانک[1] جی نے اپنے کلام میں فارسی الفاظ کا بہ کثرت استعمال کیا ہے۔ اور دو تین اشعار تو خالص فارسی کے ہیں۔ گورو گوبند سنگھ صاحب کی فارسی واقفیت اچھی خاصی معلوم ہوتی ہے۔ ظفرنامہ نام ایک رسالہ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جس میں فارسی کے اشعار ہیں۔ اگرچہ باعتبار شعر، اکثر اشعار وزن اور قافیہ کے مطابق صحیح نہیں مگر فارسی کی نثری قابلیت کا ان سے کچھ نہ کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

پنجاب میں سکھوں کی حکومت، سلطنت مغلیہ کی ویران بنیادوں پر کھڑی کی گئی تھی۔ اس لئے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے گذشتہ روایات کو بہت حد تک برقرار رکھا۔ مہاراجہ کا دربار ہند و مسلمان اہل علم کا مرجع تھا اور اس سلسلے میں مہاراجہ کی فیاضی کے بہت سے واقعات نقل کئے جاتے ہیں۔ حکیم عزیز الدین انصاری فقیر نور الدین مصر بیلی رام

---

[1] دیکھو گورو نانک صاحب کی فارسی تعلیم۔ ہم رسالہ کے پہلے باب میں اس پر لکھ آئے ہیں۔

ہندوؤں کا فارسی لٹریچر

آخری دَور

(از سنہ ۱۲۲۱ھ تا حال)

(۱)

گذشتہ باب میں ہم نے سنہ ۱۱۴۴ھ سے لے کر سنہ ۱۲۲۱ھ تک کے لٹریچر کا ذکر کیا تھا اب سنہ ۱۲۲۱ھ سے لے کر موجودہ زمانے تک کے لٹریچر پر تبصرہ کرینگے - اس عہد کے سیاسی حالات یہ تھے کہ اودھ کی حکومت اپنی پرانی شان و شوکت کو کھو چکی تھی - اور انگریز ملکی انتظام میں بیش از پیش دخیل ہو رہے تھے - تاآنکہ سنہ ۱۸۵۶ء میں ملک اودھ انگریزی مقبوضات میں داخل ہو گیا - سنہ ۱۸۵۷ء میں تیموری خاندان کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بھی گل ہو گیا - اور دہلی اور اس کے مضافات بھی سرکار انگریزی سے متعلق ہو گئے -

جیسا کہ ہم ذکر کر آئے ہیں - شاہان اودھ میں پرانی سطوت اور طاقت نہ رہی تھی - تاہم حکومت کے خاتمے تک - ان کے درباروں میں ہندو منشیوں اور مہتموں کی بھرمار رہی - چنانچہ اس زمانے میں بھی ہمیں ان درباروں میں بعض اعلیٰ درجے کے انشا پرداز ملتے ہیں - حیدرآباد، بہاولپور، بھوپال، ٹونک اور دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بھی یہی حالت رہی - بلکہ بعض ریاستوں میں تو آج سے بیس تیس سال قبل تک فارسی زبان کا رواج رہا - اور ہندو منشیوں کو بعض اہم مناصب ملتے رہے -

سکھ اور فارسی - انگریزوں کا ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سکھ قوم کے متعلق

حُسن کے زود فنا ہونے اور دنیاوی مال و متاع کی ناپائداری کی نوحہ آمیز شکایتیں شاہنامے میں بکثرت ہیں اور رنج و راحت کے دائمی تغیر و تبدل پر حکیمانہ اقوال بھی ہیں لیکن ظریفانہ شوخی کی مثالیں زیادہ نہیں ہیں۔ البتہ کہیں کہیں رستم کے مخصوص کارناموں کے بیان میں دیکھنے میں آتی ہیں، اسکے علاوہ اور بھی چند مقام ہیں۔ جہاں ظرافت کی چاشنی موجود ہے مثلاً لُوری کی حکایت میں (شاہنامہ ص ۲۷۴۳) یا اُن دو دبیروں کی حکایت میں جو لڑائی کے ناخوشگوار گھمسان سے بچ کر بھاگتے ہیں (ص ۱۴۹۵)، اسکے علاوہ شاہ بہرام گور اور یہودی بخیل کی حکایت جسکے متعلق ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں کہ وہ شاہنامے میں بہ تکرار پائی جاتی ہے (ص ۴۴۴ و ۴۵۷) یا مثلاً کودک کفشگر کی حکایت جسپر شراب کا نشہ آزمایا جاتا ہے (ص ۴۴۹) اسی قبیل سے ہیں۔ آخری حکایت میں تو فردوسی شائستگی کی حد سے بھی تجاوز کر گیا ہے اور یہ ایک مستثنےٰ مقام ہے ورنہ اور کہیں بھی اس نے متانت کا سر رشتہ ہاتھ سے نہیں دیا[1]،

محمد اقبال

---

[1] شاہنامے میں جہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رستم کا گھوڑا رخش چالیس گھوڑیوں کے ساتھ جفت ہوتا ہے۔ لیکن صرف ایک کو حاملہ کرتا ہے ؎

بسوی فسیلہ کشیدند رخش　　بدان تا بیابند ازان رخش بخش

شنیدم کہ چل مادیان گشن کرد　　یکی تخم برداشت از وی مدرد

(فولرس ص ۴۵۳ ح ۱) وہاں حقیقت یہ ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو اُنکا متانت کا سر رشتہ منقطع نہیں ہوتا، فردوسی کو در اصل یہ بتلانا ہے کہ سہراب کا گھوڑا اس [illegible] کا بچہ تھا، ان اشعار کو فولرس نے مجہول سمجھا ہے حالانکہ ان کی اصلیت آگے چلکر (ص ۴۹۴) واضح ہو جاتی [illegible] سلطان محمود کی ہجو میں بھی کوئی بات خلافِ تہذیب نہیں کہی، اسکے مقابلے میں [illegible] کے ہجویہ اشعار ملاحظہ ہوں جو فحش و غلاظت سے پُر ہیں

سادگیِ ادا کے ساتھ کلام میں بہت تاثیر پیدا کی ہے - اور یوں بھی فی الجملہ سادگی اس کے کلام کا جوہر ہے، لیکن ساسانیوں کے زمانے کی عشقیہ داستانیں اس پائے کی نہیں ہیں۔ کہ اُن کو ان تینوں کے پہلو میں جگہ دی جاسکے،

عشق کے علاوہ ماں بچے کی محبت کے نمونے بھی شاہنامے میں ملتے ہیں لیکن اسکے ساتھ ساتھ مقتول اعزہ کے خون کا انتقام لینے کی وحشیانہ خواہش کی بھی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً نظم کا ایک خاصا بڑا حصہ خون سیاوش کے انتقام کا گیت ہے، انتقام کا یہ وحشیانہ احساس اس درجہ تک پہنچا ہے کہ گودرز جیسا بلند نظر پہلوان اپنے شریف ترین مقتول دشمن پیران کا خون حقیقت میں لے کر پی جاتا ہے - اور کیوں نہ ہو اسکو تو ستر بیٹوں کے خون کا عوض لینا ہے: (شاہنامہ فولرس ص ۱۲۴۵[1]، خون کا بدلہ لینا ایک مقدس فرض ہے - جسکا خدا نے حکم دیا ہے ؎

بہفتاد خون گرامی پسر | بپرسد ز من داور داد گر
بہ پاسخ بہ پیش جہان آفرین | چہ گویم چرا باز گشتم ز کین

(ایضاً ص ۱۲۰۵)،

---

[1] ایک طرف تو یہ وحشت ہے لیکن دوسری طرف اسکو پیران کی لاش کا سر کاٹنے کی جرأت نہیں ہوتی ؎

سرش را ہمی خواست از تن برید | چنان بد کنش خویشتن را ندید

قتل کی ان وارداتوں میں جو خاص طور سے سنسنی خیز ہیں قاتل کو ظالمانہ ستم ایجادی کے ساتھ ہلاک کیا گیا ہے - مثلاً سیاوش کے قاتل کو یا شاہ کابل کو جنے رستم کو پھندے میں پھنسا کر ہلاک کیا تھا (شاہنامہ طبع فولرس ص ۱۷۴۴)، ان کے علاوہ یزدگرد ثالث (آخو شاہانِ ساسانی) کے کینہ ور قاتل کو بھی نہایت ہولناک بے رحمی کے ساتھ مارا گیا ہے - (شاہنامہ ص ۶۱۵)، ہومر کے ہاں بھی اس قسم کی بے رحمی کی مثالیں ہیں مثلاً ملنقیوس (Melanthios) کا قتل، (اوڈیسی، ۲۲، ۱۸۔ ۱۹)

دوڑتا ہے۔ بغیر اسکے کہ ضمنی واقعات پر کچھ توقف کرے،

سکندر کی داستان تک شاہنامے میں لڑائیوں کے سین زیادہ نمایاں ہیں، ان کے پہلو بہ پہلو لطیف جذبات بھی بکثرت رُو نما ہیں[1]، اسکی مثال وہ طویل عشقیہ داستانیں ہیں جو شاہنامے کے اس حصے میں موجود ہیں، ان میں سے زال اور رودابہ کی داستان تو زابل کے شاہی گھرانے کی تاریخ کا جزو ہے اور باقی دو یعنی بیژن اور منیژہ کی داستان اور گشتاسپ اور کتایون کی داستان خالص افسانے ہیں، یہ تینوں حکایتیں شاہنامے کے بہترین حصوں میں سے ہیں اور حقیقت میں فردوسی نے ان کے اندر اپنی

---

[1] جرمنی کے مشہور ادیب روکرٹ (جنہوں نے شاہنامے کا جرمن نظم میں ترجمہ کیا ہے) فردوسی کے بڑے مداح ہیں اور ایک مضمون میں انہوں نے فردوسی کو ہومر پر ترجیح دیتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ فردوسی جذبات کے ادا کرنے پر زیادہ قدرت رکھتا ہے، مصنف نے اس مقام پر حاشیہ لکھتے ہوئے روکرٹ کے اس اعتقاد کی تردید کی ہے اور ہومر کے کلام میں سے چند مثالیں دے کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ وہ اس بارے میں فردوسی سے افضل ہے۔ ان میں سے چند مثالیں ہومر کی مشہور رزمیہ نظم اوڈیسی (Odyssee) میں سے ہیں (مثلاً دیکھو ۱، ۵۸ ببعد)، دوسری مثال وہ مقام ہے جہاں اوڈیسیوس (Odysseus) کی اپنی ماں سے ملاقات کا حال ہے (۱۱، ۲۰۲ ببعد)، ایک اور مثال وہ ہے جہاں ایک وفادار کتا اپنے مجبور آقا سے ملتا ہے اسے پہچانتا ہے، اور فرط محبت سے دُم ہلاتے ہلاتے وہیں مرجاتا ہے (۱۷، ۲۹۱-۳۲۷)، ہومر کی دوسری نظم ایلیاڈ (Iliad) میں سے ایک مثال وہ سین ہے جہاں ہیکٹر (Hector) اپنی بی بی انڈرومکی (Andromache) سے رخصت ہوتا ہے (۶، ۴۰۶)، یہ مثالیں جو اوپر دی گئی ہیں ہومر کے حسن کلام کی مثالیں ہیں اور چونکہ کلام یونانی زبان میں ہے اور میں یونانی جانتا نہیں۔ اس لئے ان مقامات کا ترجمہ نہیں کر سکتا۔ صرف صفحوں کا حوالہ دینے پر قناعت کرتا ہوں، اگرچہ ہومر کا ترجمہ انگریزی اور دوسری زبانوں میں حتیٰ کہ عربی میں بھی ہو چکا ہے۔ تاہم حسن کلام کا اندازہ تو شاعر کی اپنی زبان ہی سے ہو سکتا ہے ۔ مترجم،

کی اپنی گفتگو میں ہمارے روبرو پیش کرتا ہے۔ بلکہ اکثر اوقات تو ان کے افعال بھی اُن کی تقریر کے پسِ پشت ہٹ جاتے ہیں' واقعہ نگاری میں جزئیات کی کمی کو وہ خود پورا کرتا ہے۔ مثلاً کسی لڑائی کی تصویر کھینچنے میں جہاں اسکا مأخذ محض ایک سادہ ساخاکہ پیش کرتا ہے۔ وہاں جزئی اور تفصیلی نقاشی فردوسی کے اپنے ہاتھ کی ہوتی ہے مأخذی بیان میں اُن اجزا کا اضافہ کرنے میں جن سے واقعہ کی صورت زیادہ نمایاں ہوسکے وہ نہایت آزادی سے کام لیتا ہے' مثلاً پہلوانوں کے کیرکٹر اگرچہ مأخذی روایات میں بھی واضح کئے گئے تھے۔ لیکن فردوسی نے ان میں بالکل ایک نئی روح پھونک دی ہے' بنیادی داستانوں میں بھی اشخاص کو بے شک ایک مربوط نظام کے اندر رکھ کر پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ زریر نامے سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن فردوسی اور بھی آگے بڑھتا ہے۔ اور ان اشخاص کے افعال کی اغراض کو بھی جتاتا ہے۔ اور اُن کی طبیعتوں کے میلان کو ہر جگہ واضح کرتا ہے' نفسانی کیفیتوں کی تصویریں اکثر جگہ اس نے نہایت باریکی کے ساتھ کھینچی ہیں'

مجموعی طور سے شاہنامے کے اندازِ بیان میں رزمیہ لہجہ ہے۔ لیکن حقیقت میں اسکے اندر رزم کے ساتھ ساتھ بزم بھی ہے' جہاں ہم عہدِ قدیم کی شجاعت' قوت اور جنگجوئی کے گیت باآوازِ بلند سنتے ہیں وہاں بزمِ عیش کی رنگینیاں بھی سنائی دے رہی ہیں' جہاں جنگی ہتھیاروں کی جھنکار ہے وہاں سازِ عشرت کی صدائیں بھی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ فردوسی کا کلام ہومر کی طرح جزئیات کی حد تک تو مؤثر نہیں ہے اور تھوڑے سے الفاظ میں اتنا واضح خاکہ کھینچنے پر (جیسا کہ ہومر کے کلام کی خصوصیت ہے) وہ اور بھی کم قدرت رکھتا ہے۔ لیکن خطوط اور تقریروں کی انشا پردازی میں وہ بالکل ویسا ہی فصیح ہے جیسا کہ ہومر ہے' واقعہ نگاری میں بھی دونو کا انداز یکساں ہے۔ لیکن فردوسی میں یہ خصوصیت ہے کہ وہ عموماً سرعت کے ساتھ واقعہ کے نتیجے کی طرف

میں منجملہ دیگر سامان کے اسے بھی دکھایا گیا ہے، لیکن یہ ظاہر ہے کہ گھمسان کی لڑائی میں تو کمند اس زمانے بھی کام نہیں آتی ہوگی اور بعد میں تو گویا بالکل غیر مستعمل ہوگئی، باایںہمہ رزمیہ واقع نگاری کے لئے یہ نہایت موزوں چیز ہے، پہلوان اسکو نہایت صفائی کے ساتھ پھینک کر حریف کو قابو میں لاتے ہیں اور بڑی بڑی مہموں کو سر کرتے ہیں، علاوہ اس کے کمند اور گرز سے رزمیہ ہتھیاروں کی فہرست میں اضافہ بھی ہوا۔ اور اس سے شاعر کو تنوعِ بیان میں آسانی ہوئی، گرز کچھ تو لکڑی اور کچھ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ اور کمند کے بعد بھی عرصے تک مستعمل رہا ہے[له]،

۳۴۔ شاہنامے میں فطری جذبات

فردوسی کے پیش نظر ایک کثیر مواد ایک مربوط شکل کے اندر تھا۔ جسکے مطابق چلنا اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا، وہ چاہتا تو اس مواد کو جوں کا توں نظم کر دینے پر قناعت کر لیتا اور اسکا نتیجہ بھی ایک حد تک خاصا اچھا رہتا کیونکہ اسکے بعض بڑے بڑے اجزا نہ صرف شاعرانہ احساس کے ساتھ وضع کئے گئے تھے۔ بلکہ ان کا طرز بیان بھی شاعرانہ تھا جیسا کہ زریر نامے سے ظاہر ہے، لیکن فردوسی کا مقصد اسکو صحیح اور سچے معنوں میں نظم کرنا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بحیثیت حقیقی شاعر ہونے کے وہ پوری قوت کیساتھ خیال آفرینی کرتا ہے، وہ اپنے ماخذ کے سادہ طرز بیان کو رنگین بنانے کے لئے اشخاص کو ان

له ہومر کی رزمیہ نظم ایلیاڈ میں سب ہتھیاروں سے مقدم نیزہ ہے۔ جو بھونکا بھی جاتا ہے اور دور سے پھینکا بھی جاتا ہے، اسکے بعد دوسرے درجے پر تلوار ہے اور شاذو نادر تیر، گوپیا (گوپال) بھی بہت زیادہ اہم ہے، لیکن ایشیائی قوموں میں رسالے کے سواروں کا اصلی اور سچا ہتھیار ہمیشہ تیر ہی رہا ہے،

۴۴ - شاہنامے کے اسلحۂ جنگ

رزمیہ حکایات میں جہاں لڑائیوں کی کیفیت بیان کی جاتی ہے، وہاں عموماً لشکروں کی مٹھ بھیڑ کی نسبت فرداً فرداً پہلوانوں کے کرتب زیادہ نمایاں کرکے دکھلائے جاتے ہیں اور یہی حالت شاہنامے کی بھی ہے۔ فردوسی کے پہلوانوں کا سامانِ جنگ بہ نسبت اس کے اپنے زمانے کے ساسانی عہد کے سامان سے زیادہ مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں اس بات کا یقین نہیں ہے کہ اسلامی لشکروں میں رسالے کے سواروں اور خصوصاً گھوڑوں کو زرہ بکتر پہنانے کا کوئی خاص دستور تھا[1]۔ لیکن فردوسی کے ہاں شہسوار اور اُن کے گھوڑے بھاری زرہ بکتروں میں ملبوس نظر آتے ہیں اور یہ وہی ساسانی عہد کے زرہ پوش پہلوانوں کی تصویر ہے۔ ایک ہتھیار جسے یہ پہلوان بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ کمند ہے جو ابتداءً ان خانہ بدوش قبائل کا آلۂ کار تھی جو مویشی پالتے تھے۔ چنانچہ وہ ۴۷۹ سنہ قبل مسیح میں ایرانی قبیلہ "سگارتی"[2] کے درمیان مستعمل بتلائی گئی ہے[3] اور اصطخر میں شاہانِ ساسانی کی تصویروں

---

[1] بنو امیہ کے زمانے میں کہیں کہیں زرہ پوشی کا ذکر ملتا ہے مثلاً دیکھو طبری (۲، ۹۵۸)، بلاذری طبع آل وارث (۳۴۴)، ابن قیس الرقیات (۱۵، ۱۵)، لیکن ان مقامات میں بھی اسکے ذکر کی کوئی خاص اہمیت معلوم نہیں ہوتی اور بعد کے زمانے میں تو وہ بالکل متروک الاستعمال ہوگئی، میرے مرحوم دوست آدم متنیس (Adam Mez.) جنہوں نے پہلی صدی ہجری کے فنِ جنگ کو انتہائی طور سے مطالعہ کیا تھا مجھ سے کہتے تھے کہ گھوڑے کی زرہ بکتر کا اُن ایام میں بالکل رواج نہ تھا۔

[2] قبیلہ سگارتی (Sagartii) کو ہرودوط نے اپنی تاریخ میں ایران کا ایک خانہ بدوش قبیلہ بتلایا ہے اور بعد میں بطلیموس نے اپنے جغرافیے میں لکھا ہے کہ اس قبیلے کے لوگ میڈیا اور کردستان کے پہاڑوں میں رہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم

[3] ہرودوط، ۷، ۸۵، لیکن طبری (۱، ص ۲۳۰ س ۶) کے ہاں کمند ایک ترکی ہتھیار ہے۔

طرف سے خطوط لکھ کر بھیجیں اور جو خطوط دربار میں باہر سے آئیں انکو پڑھکر سنائیں اور گو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بادشاہ عموماً پڑھنے لکھنے سے عاری ہوتے تھے۔ "تاہم اس سے کم از کم ہمیں فرض یہی کرنا پڑتا ہے"۔

دربار کے آداب و آئین جن کی پرورش ایک پرانی سلطنت کے اُمرا کے حلقوں میں ہُوا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ ترقی پاکر وضع داری اور مروّت کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ شاہنامے میں ہر جگہ دکھلائے گئے ہیں، اسکی مثال وہ تعظیم و توقیر ہے جو دشمن بادشاہ (یعنی شاہ مکران) کی لاش کے ساتھ روا رکھی گئی ہے (دیکھو شاہنامہ طبع وولرس ص ۱۳۷۱)[۶]

---

[۵] یہ ایک مستثنیٰ مثال ہے کہ قیصر روم نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ خسرو (ثانی) میری چٹھی کو خود پڑھے - اور اپنے ہاتھ سے اسکا جواب لکھے بغیر اسکے کہ کسی دبیر کو مضمون کا ذرا سا بھی علم ہو ؎

کنون نامۂ من سراسر بخوان　　گر انگشتہا چرب داری بخوان (کذا)

سخنہا نگہدار و پاسخ نویس　　ہمہ خوبی اندیش و فرخ نویس

نخواہم کہ این راز داند دبیر　　تو باشی نویسندہ و یادگیر

(شاہنامہ ص ۵۶۸) آگے چلکر وہ شعر جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ باوجود اس تاکید کے خسرو نے دبیر کو بلوایا ؎

دوات و قلم خواست وچینی حریر　　بفرمود تا پیش او شد دبیر

اگرچہ سب نسخوں میں موجود ہے۔ تاہم جعلی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اور آگے چلکر بادشاہ خود کہتا ہے کہ میں نے ساری چٹھی کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے ؎

نبشتہ سراسر بخطِ من است　　کہ خطِ من اندر جہان روشن است

[۶] شاہنامے میں وہ مقام (ص ۳۰۰۱) جہاں افراسیاب کی میت کو بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ دفن کیا گیا ہے - کافی طور سے تصدیق شدہ نہیں ہے۔ اگرچہ وہاں کا ایک شعر عبدالقادر بغدادی کی فرہنگ شاہنامہ میں، اور لغات وولرس میں (لفظ بادگین کے تحت میں) منقول ہے۔

ہے یہ ہے کہ شہزادے جبکہ وہ بعہدۂ گورنری مامور ہوں تو بادشاہ کہلاتے ہیں اور تاج پہنتے ہیں (دیکھو شاہنامہ ص ۵۳۰ ببعد)۔

نژاد یا نسب پر شاہنامے میں (بالخصوص اخلاقی مقولوں کے دوران میں) بہت زور دیا گیا ہے[1] اور اس میں شاعر نے خود اپنے زمانے کی متضاد حالت کو دکھانا چاہا ہے جب کہ بہت سے بے مایہ دہقانوں کو شریف النسب ہونے کا دعوے تھا۔ اور نو اقتدار لوگوں نے اپنے جعلی شجرے تیار کروا رکھے تھے، اس کے علاوہ شاہنامے میں قدیم دستور کے مطابق رذیل اور شریف جماعتوں کے درمیان امتیاز بہت نمایاں کیا گیا ہے اور یہ بھی اسلامی عہد کی روایات کے عین برعکس ہے، ایک موچی (کفشگر) کا بیٹا کسی حالت میں دبیر یا منشی نہیں بن سکتا[2] (شاہنامہ ص ۵۲۸)، ان منشیوں کی حیثیت اس وقت تک کچھ زیادہ تغیر پذیر نہیں ہوئی، اُن کا فرض منصبی پہلے بھی یہی تھا اور اب بھی یہی ہے کہ بادشاہ کی

---

[1] یہی بات اور ملکوں کی طرف بھی منسوب کی گئی مثلاً دہقان دوم (شاہنامہ فولرس ص ۱۴۵۹ س ۲۶۶) اپنا شجرۂ نسب [سلم بن] فریدوں سے لاتا ہے ؎

من از تخم شاہ آفریدون گُرد کہ آن تخمہ اندر جہاں نیست خرد

(ایضاً ص ۱۴۵۶)۔

[2] مرزبان نامے کے قلمی نسخے میں جو لیڈن میں محفوظ ہے بجائے کفشگر کے جولاہہ ہے (دیکھو رسالۂ انجمن مشرقی المانی جلد ۵۲ ص ۳۸۴)، دیکھو ایک تاریخی شہادت جسکو ابن ابی اصیبعہ نے بیان کیا ہے (عیون الانباء ج ۱ ص ۱۷۵ س ۵ ببعد)، ابو شکور بلخی کے ایک شعر سے جو لغات اسدی (ص ۲۸ س ۱۲) میں منقول ہے معلوم ہوتا ہے کہ نیچ قوم کے لوگ جن کے نمائندے کسان، لہار اور جولاہے ہیں کس قدر حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے ؎

کشاورز و آہنگر و پای باف

چو بی کار باشند سر شان بکاف

چو شد مست ہنگام خواب آمدش ہمی از نشستن شتاب آمدش

(ایضاً ص ۴۳۶)، سے

بخوردند تا جہاں تیرہ گشت دل نامداران زمے خیرہ گشت

ہمہ مست بودند و گشتند باز بہ پیمودہ گردان شب دیر یاز

(ایضاً ۴۷۲)، سے

بخوردند تا جہاں تیرہ گشت سر میگساران زمے خیرہ گشت

سیاوش بہ ایوان خرامید شاد بمستی ز ایران نیامدش یاد

(ایضاً ۵۹۸) وغیرہ[۱]،

ایرانی اُمراء میں شراب نوشی کا میلان ہمیشہ یکساں رہا ہے[۲]۔ اور اسلام اس کو بہت ہی کم دبا سکا ہے[۳]، شاہنامے میں جو جا بجا کسی کی یاد پر شراب پینے کا ذکر آتا ہے یہ رسم (جیسا کہ اسکے بعض سخن گسترانہ مقامات سے پتہ چلتا ہے)، فردوسی کے زمانے تک جاری رہی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ آج کل بھی جاری ہے یا نہیں۔

ایک اور چھوٹی سی مثال جس میں ساسانی عہد کے ایک دستور کا پرتو پایا جاتا

---

[۱] اس شراب نوشی میں کبھی کبھی تو تو میں میں کی بھی نوبت آجاتی ہے [۲] ہرودوط ۱، ۱۳۳،

[۳] مثنوی ویس و رامین میں جسکے حُسن کلام کی منزلت اسکے اخلاقی نتیجے سے کچھ زیادہ باوقعت نہیں ہے، زن و شوہر کے باہمی مل کر مفتوں شراب پینے کی کیفیت کو نہایت ناخوشگوار طریقے سے دکھلایا گیا ہے یہاں ہم ضمناً اسبات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ قدماء بنی اسرائیل اگرچہ عام طور سے بے طرح پینے والے نہ تھے تاہم ان کے ہاں بھی دستور تھا۔ کہ ضیافت کے جلسوں میں مدہوشی کی حد تک پیتے تھے (دیکھو توریت کتاب پیدائش باب ۴۳ آیت ۳۴)،

بادشاہ کے بعد دوسرا درجہ اُن امرا و رؤساکا ہے جن کے ہاں شرافتِ نسب قدیم ہے۔ ٹھیک جیسا کہ ساسانی عہد میں اُمرا کے بڑے بڑے گھرانوں کی حالت تھی، فردوسی کے اپنے زمانے میں تو ایران کے اندر شرافتِ نسبی کی کوئی اہمیت نہ تھی لہذا اسکے ان خیالات میں ساسانی عہدہی کا پرتو ہے، شاہنامے میں اگرچہ ان امرا کو بادشاہ کے حضور میں بدرجۂ غایت وفادار، منکسر اور فرمانبردار دکھلایا گیا ہے لیکن ساسانی بادشاہوں کے ساتھ انکا برتاؤ کئی موقعوں پر بالکل برعکس دیکھنے میں آتا ہے، قدیم تاریخی روایت جو شاہی اثر کے ماتحت وضع ہوئی ہے۔ اس ناخوشگوار امر کو چھپاتی ہے۔ لیکن خود فردوسی کے ہاں ایسے مقامات ناپید نہیں ہیں جہاں امرا نے اپنے بادشاہوں کے خلاف گردن کشی کی ہے مثلاً طوس کہ (وہ خود بھی بادشاہ زادہ ہے) بڑی مشکل سے اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ کیکاؤس کی اس وصیت کے ساتھ موافقت کرے کہ اسکے بعد کیخسرو تخت نشین ہو اور خصوصاً شاہ کاؤس کے ساتھ رستم کی سخت کلامی قابل غور ہے۔ جس میں اسنے غصہ، گستاخی اور خودستائی کا شدت کے ساتھ اظہار کیا ہے اور پھر اس کا عزم بالجزم جسنے اس نیبے خرد بادشاہ کو اپنی ہٹ سے باز آنے پر مجبور کیا، (شاہنامہ طبع فولرس ص ۶۶۴ ببعد)، لیکن اُمرا کی فرمانبرداری سے روایت کی (اور کم ازکم شاعر کی تو ضرور) یہ مراد نہیں ہے کہ اسکو بعینہٖ اطاعتِ غیر مشروط کے معنوں میں سمجھا جائے، ساسانیوں کے زمانے میں (اور اس سے پیشتر بھی) ایران کے شریف ترین خاندانوں کی تعداد سات سمجھی جاتی تھی[۱]۔ اور یوں بھی اس زمانے میں سات کے عدد کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ شاہنامے میں جابجا سات کے عدد کا لحاظ اسی تعداد کی رعایت

---

[۱] دیکھو ترجمہ طبری ص ۲۲۷

بھی جن میں شاعر نے خود اپنے یا اپنے معاصرین کے متعلق کچھ کہا ہے) اس صدی کے اثرات سے بری نہیں ہو سکتی جس میں وہ تصنیف ہوئی ہے ۔ لیکن فی الجملہ وہ اپنے ماٰخذ کی مطابقت میں اور اپنے نفسِ مضمون کی مناسبت میں زیادہ تر ساسانی عہد کے حالات اور اعتقادات کا خاکہ ہے جو کہ ایراؔن کی آخری متحدہ سلطنت تھی ، قدیم اساطیری عہد اور ساسانی عہد کے حالات میں اس نظم کے اندر کوئی امتیاز ملحوظ نہیں رکھا گیا ، ارد شیر اور اس کا گھرانا روئے زمین کے اولین بادشاہ گیومرث کے حقیقی وارث اور جانشین ہیں ، حقوق توارث کی شدت سے پاسداری جو فردوسی کے زمانے میں بالکل ایک بے معنی چیز تھی لیکن ہاں ساسانیوں کے عہد میں اس کا کامل طور سے دَور دورہ تھا پوری نظم میں تعلیم کی گئی ہے ، جو شاہی خاندان سے نہیں ہے وہ شوکتِ شاہانہ سے بھی محروم ہے لہذا وہ بادشاہی کے لائق نہیں ہے اور اسی وجہ سے غاصب لوگ مثل بہرام چوبیں اور گراز (= شہر براز) کشتنی اور گردن زدنی ہیں ۔ سب سے آخری بیان جو شاہنامہ میں آتا ہے وہ اس ہولناک انتقام کا ہے جو بد نصیب یزدگرد اور اسکے خاندان کے ساتھ دغا کرنے والے سے لیا گیا ہے ، زال کو جونہی معلوم ہوتا ہے کہ لہراسپ شاہی خاندان سے ہے وہ فوراً اسکی تخت نشینی کی مخالفت کو ترک کر دیتا ہے ۔ جسکا وہ پیشتر شدت کیساتھ اظہار کر رہا تھا ے

کہ دانست جز شاہ پیروز راد ۔ کہ لہراسپ دارد ز شاہان نژاد

(شاہنامہ طبع فولرس ص ۱۴۳۳) بادشاہ کے حکم کی نافرمانی ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا موت ہے اور اسکے بعد عذاب جہنم ہے ے

کہ گوید کہ ہر کو ز فرمان شاہ ۔ بہ پیچد بدوزخ برد پایگاہ

(شاہنامہ فولرس ص ۱۶۸۴ وغیرہ)

لہذا اسکی جگہ ضحاک اور افراسیاب کے پہلو میں ہونی چاہیئے (شاہنامہ ص ۱۴۱۴) اور اگرچہ شاعر کا بیان

چو دارا برزم اندرون کشتہ شد الخ (ص ۱۴۱۱)

مرکزی روایت کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہے۔ تاہم اس کی تہ میں اسی قومی روایت کا تصور ہے۔

یہ بات کہ شاہنامے میں کثرت کے ساتھ تاریخوں کی پس و پیش ہے خود بخود ظاہر ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ دلچسپ بات یہ ہے کہ سکندر کے عہد میں بلکہ اُس سے بھی کئی نسل اوپر گشتاسپ کے زمانے میں رومیوں کے درمیان عیسائی مذہب اور اس کے ارکان و احکام بدرجۂ کمال رائج ہیں! (دیکھو شاہنامہ طبع ولرس ص ۱۴۵۳، ۱۴۵۹، ۱۴۶۴، ۱۴۷۷ وغیرہ)، غالباً لوگوں نے سکندر اور اسکے پیشرو شاہانِ یونان کو قیاصرۂ روم تصور کر لیا ہوگا۔ اور اس طرح ان کا عیسائی ہونا بطور نتیجے کے خود بخود سمجھ میں آ گیا ہوگا، اس سے بھی زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ شاہنامے میں زرتشت کے زمانے سے پیشتر بھی مجوسیوں کی مقدس کتابوں یعنی زند و اوستا کا ذکر آتا ہے۔ حالانکہ دقیقی کے تصنیف کردہ حصّے میں جسکو فردوسی نے شاہنامہ میں شامل کر لیا ہے اور اسکے علاوہ اور مقامات میں بھی زرتشت ہی کو بانیٔ مذہب دکھلایا ہے[۵۸]۔

۳۲۔ شاہنامہ ساسانی عہد کے آداب و رسوم کا آئینہ ہے

یہ ظاہر ہے کہ فردوسی کی عظیم الشان رزمیہ نظم (اُن مقامات سے قطع نظر کر کے

---

[۵۸] دیباچۂ بایسنغری میں ان دو تاریخی پس و پیشیوں کو خوش طبعی میں ٹال دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کی غلطیاں نظم میں بہت سی ہیں: ۔ "علیٰ ہذا القیاس اختلاطش بسیار است اگر ہمہ را تحریر نماید کتابی دیگر باید" (شاہنامہ ص ۷)

تاریخ رزمیاتِ ایران

(بہ سلسلۂ اشاعت گذشتہ)

۳۱- شاہنامے میں اختلاف بیانیاں

شاہنامے کو اگر (بغرض تفریح نہیں بلکہ) بغور مطالعہ کیا جائے تو بہت سی اختلاف بیانیاں مضمر پائی جائینگی - اسکے کثیر المقدار مواد کے اندر جو تھوڑا تھوڑا کرکے بہت سے مآخذ سے جمع کیا گیا ہے (اور ان مآخذ میں بعض غیر متجانس بھی ہیں) ایسی اختلاف بیانیوں کا پایا جانا باوجود اس بات کے کہ شاعر نے اس مواد کو دوبارہ اپنے طور پر ترتیب دیا ہے - تعجب خیز نہیں -

ذیل کی مثال خاص طور سے دلچسپ ہے : -

سیاوش کے قتل کے بعد رستم بغرض انتقام توران جاتا ہے اسکو فتح کرکے چین کی سرحد تک ویران کر دیتا ہے - سات سال تک اس پر قابض رہتا ہے اور پھر بالکل اس سے دست بردار ہو جاتا ہے (شاہنامہ طبع فولرس ص ۳۰۰، ببعد) لیکن ان واقعات کا حقیقی اثر ہم ذرہ بھر بھی نہیں دیکھتے کیونکہ بعد کی بڑی بڑی لڑائیاں (جن میں ابتدائً فتح و شکست متبادل تھیں) صاف یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس وقت تک افراسیاب بے کھٹکے حکومت کرتا رہا ہے نیز یہ کہ ہنوز کوئی انتقام نہیں لیا گیا ہے - ایرانی شاہزادہ خسرو توران میں ٹھیک اس وقت جبکہ رستم اس پر قابض ہے - افراسیاب کے زیر حکومت پورے امن و آرام کیساتھ

زمانے کا نہیں یک بھانت پر دور — کدہی کچھ اور ہے کدہوں کچھو اور

کدھیں عاقل کوں کھیلا کر بٹھاوے — کدھیں کھیلے کوں عاقل کر دکھاوے

کدھیں ہستے کتیں غمگیں کرے او — کدھیں غمگیں کے دل شادی بھرے او

کدھیں اوجڑ کرے بستی مندر کوں — کدھیں بستا کرے ویرانہ گھر کوں

شاعری کے نقطۂ نظر سے اگرچہ حشو و زوائد کثرت سے پائے جاتے ہیں اور بھرتی کے اشعار بہت ملتے ہیں - تاہم محمد امین کے ہاں زبان بہت صاف ہو گئی ہے اور غالباً یہ پہلی مثنوی ہے جو اسقدر سہل اور آسان زبان میں لکھی گئی ہے - ایسے الفاظ کی تعداد بہت کم ہے جنہیں موجودہ اردو خواں نہیں سمجھ سکتے - اور یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بارھویں صدی کی ابتدائی مثنویوں میں امین کی یوسف زلیخا ایک نہایت کامیاب اور بارآور کوشش تسلیم کی جا سکتی ہے +

محمود شیرانی

محمد امین کی مثنوی میں ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اسکے تمام عنوان یا داستانوں کی تمہید ساقی نامہ کے اشعار سے شروع ہوتی ہے - جن میں بعض وقت نصیحت کا رنگ بھی اختیار کر لیا گیا ہے - میں یہاں اس کے ساقی نامہ کے ابیات کی ایک دو مثالیں تحریر کرتا ہوں :-

ارے ساقی لیاوے جام جمشید　　کہ جسکی جوت اگل شرمای خورشید
ارے ساقی وے شیشاتوں لیارے　　کہ جس آگل خجل ہووین ستارے
ارے ساقی لیاوے نقل کا خوان　　کہ جس آگل خجل ہووے پونم جان
ارے ساقی پلاوے مطربج ہاں　　کہ جس آگل چھپے حوران غلماں
خدا کی قدرتوں پر دل لگاؤ　　اسی کے کھیل سب نظروں میں لیاؤ
دیکھو دنیا کتیں تم بھر کہ نظراں　　کیسی بازی بنائی اپ رحماں
ہزاراں جنس کے جھاڑاں لگائے　　لکھاں لکھ رنگ کے پھولاں کھلائے
لگائے گل میں پھل ہر بھانت کیرے　　دیکھو صنعت سوڈال اور پانت کیرے
ایسی بازی بنا کر آپ مالی　　ہوا ہے حق تعالے لا اوبالی

(یوسف زلیخا ورق ۵۲ب)

قدح توں لیالے ساقی زر نگارا　　بھر اس میں مے کہ جوں روشن ستارا
اول تیرے لبوں اوپر لے دھر جام　　ایں کوں کر پچھوں وسے جام انعام
ایں لیوے پیالا سرچڑا کر　　کرے تعظیم تیری سر نما کر
پیالا پی کے شادی دل میں لاوے　　نکل کر درد غم سب دل سوں جاوے
نہ آوے اور کچھ اللہ بن یاد　　رہے در ذکر رب مشغول دلشاد

---

[1] کڑا - بھرکے

فرش شکریں اور لوزاں[1] بنائے — بھی حلوے ترستی قاباں بھرائے

جزریں[2] حلیے انے حلوائے مغزی[3] — بھی حلوا پشمک[4] اور حلوا ی سوہنی[5]

طبق صابونیوں[6] سیتی بھرے تھے — گندوڑوں سیتی دو بھر کر دھرے تھے

مربے سب جنس کے لیائے بھی واں — اچاراں قسم سب منگوائے بھی تاں

سموسے کوفتے کلیچے تلے تھے — کباب شامی اور سیخاں بنے تھے

پولاؤ مرغ اور پولاؤ ماہی — پلاؤ رشتہ لایق پادشاہی

پلاؤ نرگس اور پلاؤ یخنی — مطعفر زکندا خشکہ اور دم پخت فرنی

مثن زیریاں عاشق کھیر — ملایاں سیویاں شکر لنے شیر

کلیچے اور حلوانوں کے قلیے — بھی لاوے مرغیوں اور تیتروں کے

قماچی نان اور نان خطائی — بھی باقر خانی اور بیحد مٹھائی

زبان گاؤ پنجہ کش ہے ناں — بھی تاپورونی آبی سوں پر خواں

چپاتی پھیکیاں مانڈے نے جو نکی — انوں سیتی بہت قاباں بھری تھی

کہاں سب کابیاں کہنے ہیں آوے — ایس عاجز سوں کچھ کہیا نجاوے

ان کھانوں میں مٹھائیاں، حلوے، گوشت اور روٹیاں وغیرہ موجود ہیں۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ دعوت مٹھائی سے شروع ہوتی ہے۔ جو ہمارے عہد کے رواج کے بالکل برعکس ہے۔

---

[1] نوزینہ، [2] جزلیش، [3] سفید رنگ کا حلوی جس میں بادام اور پستہ بہت ڈالا جاتا ہے اور ٹکیاں بنائی جاتی ہیں، [4] حلوے کی ایک قسم، [5] حلوای سوہان یعنی سوہن حلوی، [6] بادام شہد اور روغن کنجد سے تیار کیا جاتا ہے،

[7/8] کذا۔ شلہ۔ جسے ناواقف شولہ بھی کہتے ہیں،

اتھے کتے سو جتے پاؤ بھیتر　　لٹاں متیاں کیاں ٹانکیاں انو پر
زربنا اسکے تن پر تھا سو پورا　　نہ تھا کس ہی جگے کچھ بھی ادھورا
نہ تھی کچھ کھوٹ واں کسوت میں زرا　　جو کچھ چاندی سو اسکے تھا مہیا
تخت زر کا اسی کارن بچھا تھا　　زلعل و گوہر و نہ سب جڑا تھا
چھتر سر کے اوپر زر کا دھرا تھا　　ز زر گوہر زمرد پر کیا تھا
ہمیشہ تخت پر آرام کرتی　　جڑا اوڑنکا چھتر سر پر سو دھرتی

اسی طرح شادی کے موقعہ پر شاعر نے دعوت کا ذکر اہتمام کے ساتھ کیا ہے اور کھانوں کی پوری پوری تفصیل دی ہے - اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے سے پیشتر مہمانوں کو قند اور مصری کا شربت جس میں مشک و عنبر پڑا ہوا تھا پلایا جاتا تھا - چنانچہ امین گویا ہے :-

سنے روپے کی قابوں بیچ کھانے　　کیتے معمور اور مجلس میں آنے
اول شربتہ سو قند مصریوں کے　　پیالے بھر پلائے زینتوں کے
انوں کے بیچ مشک عنبر بھرے تھے　　ولے کیں نزاکت سوں کرے تھے

اس کے بعد کھانے لائے جاتے ہیں جو ذیل میں مذکور ہیں :-

حکم یوسف کے سے دوڑے بورچی　　کری تدبیر انوں سب نعمتوں کی
جو کچھ یوسف کہا تھا اس سے سو چند　　کرے طیار انوں نے مصریاں قند
مٹھائی سب جنس کی کیتی موجود　　جلابی[۱] اولڈو[او] پیڑہ دود
شکر پارے نے موصوف اور بتاسے　　انے مرکیاں الاچی دانہ خاصے
کپوری ریوڑی اور ہشمی تر　　گھیور کھاجے نے تر سو لے معطر

---

[۱] جلیبی ،

ہندوستانی زندگی اور اس عہد کے مسلمانی رسم و رواج پر روشنی ڈالتی ہیں مثلاً امین نے زلیخا کے لباس اور زیور کے ذکر میں جو بالتفصیل دیا گیا ہے۔ اس زمانہ کے اعلےٰ خاندانوں کی خواتین کی پوشاک اور زیور و دیگر اسباب آرائش کی ایک صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔ اشعار ذیل ملاحظہ ہوں :۔

زلیخا کا سنو تم اب سوسنگار — کہتا ہیگا امیں اب ہو کر ہشیار
زلیخا کے تھے ایسے بال سر میں — نہ آوے مشک ان آگل نظر میں
انوں کے رنگ آگل مشک ہے کم — نہ عنبران اگے مارے کچھو دم
جڑاو کا اتھا سیس[۵۱] پھول سر پر — جڑے تھے بہوت اسکوں در گوہر
پشانی دیکھ چندن جای بھولا — دھرا اسکے اوپر ٹیکا امولا
ٹیکے کے نگ روشن بوت جھلکیں — انے موتی عجائب بوت چلکیں
انکھوں آگل خجل سارے ہرن تھے — کجل سرمہ سوں پر اسکے نین تھے
ناسک کوں دیکھ کر پوپٹ خجل ہیں — چپے ہیں اڑ وے سارے جا جنگل میں
عجب پھبتی تھی بیسر[۵۲] ناک بھیتر — جڑے تھے نگ اسکوں تاز و تر
تھے گالوں کے اگل گل یاسمن کم — بتیسی کے اگل شرمندہ شبنم
اتھے کن پھول[۵۳] کانوں بچہ عجائب — جو دیکھے سو جگت سوں ہووے تائب
انوں اوپر عجب پھول بالیاں تھیاں — نزاکت کیاں انوں بچہ جالیاں تھیاں
ادھر دو لال تھے جو رنگ مرجاں — تھے ان میں دانت جوں موتی کی لڑیاں
تھا حقہ مونہ کا یا کھ اتھا او — نہ تھا کچھ دکھ سراسر سکھ اتھا او
بتیسی جگ میں اسکی بے مثل تھی — زلیخا کی تھی ٹھوڑی سیب جیسی

---

۵۱ جھومر، ۵۲ نتھ، ۵۳ کرن پھول۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کے ذکر کے بعد ایک علٰحدہ عنوان کے نیچے معراج کا بیان دیا ہے اسکے بعد عشق حقیقی پر رائے زنی کی ہے زاں بعد تعریف سخن پر ایک فصل ہے ۔ اس کے پیچھے اصلی قصہ شروع ہوتا ہے ۔ جسکی تمہید میں شاعر کہتا ہے کہ یوسف و زلیخا کا قصہ فارسی زبان میں بہت عام ہے ۔ لیکن میں اسکو گوجری زبان میں منتقل کرتا ہوں تاکہ عوام الناس اس قصہ سے واقفؔ ہو جائیں ۔ شاعر نے مثنوی کے خاتمہ پر بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے : ۔

الٰہی توں مجھے توفیق جو دی — تو میں نے فارسی کی گوجری کی
مرا مطلب ہے یوں سب کوئی جانے — حقیقۃ اسکی سب کوئی پچھانے
پڑا ہووے جو کوئی فارسی کوں — وہی جانے حقیقۃ اسی سو دلموں
انے جو نا پڑا ہووے بچارا — سو کیا بوجھے انوں کا عشق سارا
ایں اسواسطے کیتی سو گجری — حقیقۃ سب عیاں ہووے انو نکی
کہ عشق اوّل انو نے کیوں نپایا — انے آخر اسے کیونکر نبھایا

فارسی زبان میں یوسف و زلیخا کے قصہ کو مختلف شعرا نے نظم کیا ہے ۔ ان میں زیادہ مشہور تین مثنویاں ہیں ۔ پہلی وہ جو فردوسی کی طرف منسوب ہے ۔ دوسری کے مالک مولانا عبدالرحمٰن جامی ہیں ۔ اور تیسری ناظم ہروی کے قلم سے نکلی ہے ۔ این کی مثنوی بہ لحاظ روایت و ترتیب مولانا جامی کی مثنوی پر مبنی ہے ۔ قصہ کے اہم خط و خال وہی ہیں جو جامی کے ہاں مروی ہیں ۔ سرخیاں قریب قریب وہی ہیں لیکن جزویات و حشویات میں مختلف ہے ۔ اس مثنوی میں جامی کی رنگینیٔ ادا اور مکلف طرز بیان کو سلاست اور سادگی میں بدل دیا گیا ہے ۔ اور ایسی خصوصیات کو بر روئے کار لایا گیا ہے ۔ جو

---

[۵] دیکھو اشعار بالا ؎

شیخ محمد امین

خوب محمد چشتی کے بعد تقریباً ایک صدی تک گجرات میں کوئی شاعر نظر نہیں آتا۔ جو نہایت حیرت خیز ہے یہ امر ناقابل یقین ہے کہ گجراتی شعرا کا یہ دبستان جسکو سولھویں صدی عیسوی میں ہم رونق پر دیکھتے ہیں ۔ آنے والی صدی میں یک لخت ناپید ہو جائے ۔ گجرات پران ایام میں جو انقلاب آتا ہے وہ جلال الدین اکبر کی فتح گجرات کا واقعہ ہے ۔ جو ۹۸۰ھ میں پیش آتا ہے ۔ اکبر بعض امرای گجرات کی طلب پر گجرات آتا ہے ۔ اور اہل گجرات بغیر کسی قابل ذکر مقابلہ کے اطاعت کر لیتے ہیں اور صوبہ کا الحاق مغلیہ سلطنت کے ساتھ ہو جاتا ہے ۔ جدید نظم و نسق کے اثر نے اس میں شک نہیں کہ عام رجحان فارسی زبان کی طرف پھیر دیا ہوگا لیکن یہ خیال کرنا قریب قریب ناممکن ہے ۔ کہ اس سیاسی تبدیلی نے گوجری ادب و تالیفات کے سلسلہ کو یک قلم ختم کر دیا ۔ ایسی مقبول تحریکات یکایک مفقود نہیں ہو جایا کرتیں ۔ اس لئے ہم کہینگے کہ اگرچہ اس صدی کے مصنفین اور ان کی تالیفات ابھی تک معرض گمنامی میں ہیں ۔ تاہم ہمارا خیال ہے کہ یہ ادبی سرگرمیاں برابر جاری رہی ہیں ۔

یہاں ہم اس قیاس کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اس صدی میں دکنی مصنفین کا دبستان بہت کچھ ترقی حاصل کر چکا ہے ۔ اور یہ بہت ممکن ہے کہ گوجری دبستان دکنی دبستان کے ذیل میں شمار ہونے لگا ہے ۔ دکن کی سلطنتیں بالخصوص عادل شاہی اور قطب شاہی خاندان اردو نوازی کے لئے مشہور ہیں اور یہ امر گجراتی اہل قلم کے لئے نقل مکان کر کے دکن میں جانے کے لئے محرک ہو سکتا ہے ۔ اب گوجری اور دکنی زبانیں آپس میں اسقدر ملتی جلتی ہیں کہ بسا اوقات ان میں امتیاز کرنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ نیز گوجری نے بہ حیثیت زبان کے دکنی پر بہت اثر ڈالا ہے ۔ اکثر محاورے الفاظ اور ترکیبیں

متقارب اثلم مقبوض :- کہیں سو خوبیں جو قبض اثلم تقاریں سوں سمجھ کچھانیں
کرے جو اثلم تو پادو پہلا سبے خماسی مہیں سو آنیں،

یہ فارسی عروض کی ہندی زبان میں اشاعت تھی جسنے اردو زبان کے مستقبل میں ہمیشہ کے لئے ایک ہنگامہ خیز انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ انقلاب گیارھویں صدی ہجری (سترھویں صدی عیسوی) کے آغاز میں شروع ہوتا ہے۔ اور اسکا پہلا نتیجہ محمد قلی قطب شاہ ۹۸۸ھ و ۱۰۲۰ھ کا کلیات ہے۔ اس کلیات میں ہم دیکھتے ہیں کہ اردو زبان اوزان وبحور۔ جذبات وتخیل اور تشبیہ ومحاورہ میں فارسی زبان کی تابع بنا دی گئی ہے۔ اور ہندی جذبات، وتخیلات واوزان ترک کر دئے گئے ہیں۔ جسطرح فارسی اہل قلم نے عربی ذخیروں سے کام لیا تھا۔ اب اردو نے فارسی خرمن سے خوشہ چینی شروع کر دی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تبدیلی نے اردو زبان کے دائرہ میں بیحد وسعت پیدا کر دی ہے۔ اس میں ہر قسم کے مطالب وخیالات کی ادائیگی کے لئے استعداد آگئی ہے۔ ہندی عروض کی بے بضاعتی ظاہر ہے۔ اس میں شگفتہ اوزان بہت کم ہیں۔ دوہروں اور مثنوی کے اوزان محدود ہیں۔ اسیطرح خود ان زبانوں کی تہی مایگی ہے۔ بہرحال فارسی کے پیوند نے اردو زبان کو ہر لحاظ سے مالامال کر دیا۔ اور ابھی گیارھویں صدی ہجری ختم بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ اس زبان میں محمد ولی جیسے استاد فن اور صاحب دیوان پیدا ہونے لگے۔ فی زماننا اس تحریک کی مخالفت میں بعض حلقوں سے آواز بلند ہوئی ہے اور اس کو غیر ملکی اور ناعاقبت اندیشانہ کہا گیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ بزرگوں کی یہ جدت پسندی جہانتک کہ اس کے نتائج دیکھے جاتے ہیں نہایت مفید اور سود مند ثابت ہوئی ہے۔ اردو زبان نے اس وقت تک بیحد ترقی کر لی ہے۔ اور آج وہ فارسی زبان کے دوش بدوش کھڑی ہے۔

یعنے فعولن اور فاعلن خماسی ہیں۔ اور مفاعیلن ۔ فاعلاتن ۔ مستفعلن ۔ مفعولات ۔ متفاعلن
اور مفاعلتن سباعی ۔

بحور و اوزان کے بیان میں خوب محمد نے اپنے تصنیف کردہ اشعار مثال میں دیے
ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوب محمد کے زمانہ سے قبل ہندی اشعار کا فارسی اوزان
میں لکھے جانے کا دستور بہت کم تھا ۔ یہ کتاب چونکہ طلبہ کو حفظ کرانے کی غرض سے لکھی
گئی ہے ۔ اس لئے شاعر نے اوزان اور ان کے زحافات کا ہر ہر مثال میں ذکر کر دیا
ہے ۔ جو طالب علموں کے لئے بہت مفید ہے ۔ اس موقعہ پر فارسی اوزان کی بعض
مثالوں کا یہاں نقل کیا جانا خالی از دلچسپی نہیں ہوگا :۔

متقارب مثمن سالم :۔ تقارب مثمن جو خوبیں کہے ہے چھوں جن سو مصرے مثمن لہے ہے
متدارک مثمن سالم :۔ بحر سن جب تدارک مَیَن آنیئے خوب تب فاعلن اصل اوس جانیئے
رمل مثمن محذوف :۔ یہ رمل محذوف جانیں خوب ٹک سن کان دھر
سچے وزن محذوف بیچے حرف جیبھ کے دو نکر
رمل مثمن مخبون مقصور :۔ جو رمل خبن کرے قصر تو یوں خوب پچھان
نکھوں ہوں جو توں نہیں فہم کریگا تو توں جان
رمل اشکل :۔ جو رمل کہے شکلیج تو توں بحر میں کریں گر
نکریں سو خوب دوجا نکریں سو ساتواں اُر
مضارع :۔ مضارع کو کیوں کرینگے سنیں خوبیں اصل جانیں
ہزج پیچھیں بھی رمل کر ملا دوئیں یوں پچھانیں
مضارع اخرب مثمن :۔ اخرب کرے مضارع تب خوب سن سومن دھر
پہلا انے سو جہاںؔ ؛ ے دو کہیں جدی کر
ہزج مربع سالم :۔ ہزج خوبیں مربع کی سبھی دوکھ کی سو وارو دی

سب بلونت ملے اک ٹھور　　کہیا زلیچہ پھرتے دور

ایسا بل اکٹھے مل کیت　　جیوں زلیچہ اوچا سولیت

جنہ بلونت سوتا تھا تانہ　　اوتنا توت رہیا تس تہانہ

توتا یوں زلیچہ سوی　　جیوں پوتلا چتریا ہوی

ایتا بھار سو تھا اک زور　　جس کا اب لگ آیا شور

بھار تو اتنا تھا سب مل　　جیوں لیجای تنتو منزل

(ورق ۱۲۰ اب، خوب ترنگ)

اس موقعہ پر ہمیں مولانا خوب محمد کی ایک اور تصنیف 'چھند چھنداں' نامی کا جو عروض ہندی و فارسی و تال ادھیا کے بیان پر شامل ہے ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک نہایت غیر معروف رسالہ ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانہ میں اس نایاب تالیف کا ایک ناقص الآخر نسخہ جو کرم خوردہ ہے موجود ہے۔ اور بظاہر عہد جہانگیری کے اختتام یا دور شاہجہانی کے آغاز میں نقل کیا گیا ہے۔ نسخۂ ہذا کی شکستہ حالی کی بنا پر طویل اقتباس نہیں دیا جاسکتا۔ ابتدائی شعر یہ ہے:-

بسم اللہ کرناوں دھر چھند چھند اں　　پنگل اور عروض اور تال ادھیا تینہ آن

یہاں میں صرف اس کے عروضی حصّہ کے متعلق کسی قدر کہنا چاہتا ہوں جس کا آغاز اس دوہرہ سے ہوتا ہے:-

پنگل گن سب کہہ رہیا اب عروض گت آکھ　　مصرے خوب انیس کے جدی جدی بدہ بھاکہ

عروض فارسی کی تشریح کے وقت مصنّف نے ایک نیا طریقہ اختیار کیا ہے جو مروجہ عروضی طریقہ سے بالکل مختلف ہے۔ مصنّف کا یہ طریقہ زیادہ تر پیچیدہ اور الجھا ہوا معلوم ہوتا ہے ارکان عروض کے ذکر میں کہتا ہے:-

خوب اصل جز آٹھ ہیں ان کی بکت پچھان　　دوئی خماسی تن مہن جھکوں سباعی جان

درئے = دریا - مثال :-

ندی بھلے درئیے میں جد   بھی پھر دریا کہویں تد

نیشان = نشان - مثال :- بے نیشان اوسکا نیشان

کاگل = کاغذ - مثال :- گھڑیا لیکھن کاگل ذات

تانبا = طعمہ - مثال :-

بیلا تانبے کی تھی تب   تانبا کھاتے تھے وے سب

زلیچہ = زلیچہ - مثال :- ٹوٹا یوں زلیچہ سوی   جوں پوتلا چتر یا ہوی

اسی طرح جانور کو جناور - ذہین کو ذہنی - خوی (پسینہ) کو 'خو' اور نام کو ناوں لکھا ہے -

مثنوی اگرچہ بروی قواعد اردو میں لکھی گئی ہے - تاہم گجراتی زبان کے الفاظ جو حروف جارہ و اسمای صفات و دیگر اسما کی صورت میں اس تصنیف میں پیہم ملتے ہیں - اس کا سمجھنا ایک اردو خوان محض کے لئے مشکل کر دیتے ہیں - میں نے ذیل میں ایسی مثالیں انتخاب کی ہیں - جو حکایت کی شکل میں ہیں - سب سے پیشتر میں حکایت کا خلاصہ ناظرین کے پیش کروں گا - اور بعد میں اصل انتخاب دونگا - اس طریق سے مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام کو اصل عبارت کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئیگی -

حالت محویت و استغراق کی مثال دیتے وقت مصنف نے شیخ چلی کی جسکو شیخ چلہی لکھا گیا ہے - ایک کہانی دی ہے - شیخ چلی جیسا کہ سب جانتے ہیں ہماری کہانیوں میں ایک معروف و مشہور ہستی ہے جو اپنی بے بدل حماقت اور بیوقوفی کے لئے غیر فانی شہرت حاصل کر چکا ہے - وہ بظاہر حالات ایک تاریخی شخصیت ہونے کی بہ نسبت ایک افسانوی شہرت کی شخصیت معلوم ہوتا ہے - اگرچہ ضلع کرنال میں ایک عالیشان گنبد کی نسبت عام طور پر بتایا جاتا ہے کہ وہ شیخ چلی کے مزار پر ہے -

ممتاز پیداوار مانی جاسکتی ہے - خوب محمد شیخ کمال محمد سیستانی کے مرید ہیں اور یہ مثنوی حقیقت میں ان کے مقالات اور ارشادات پر مبنی ہے جسکے متعلق مصنف کا بیان ہے :-

میں مرشد تھیں سنیا بیاں — وے مرشد صاحب عرفاں

جھنوں منجھے سکھایا دین — جنہ تھیں منجہ دل ہوا یقین

وارث محمدی ہر ٹھانوں — شیخ کمال محمد نانوں

اون تھیں میں سنیا وترات — اوس منہ یاد رہی کچھ بات

وہ جیوں منجکوں آئی ترنگ — جمع کئے نے تس تس ڈھنگ

خوب ترنگ اس دیا خطاب — مدح رسول اللہ یا باب

خوب ترنگ دوشنبہ کے دن دوم شعبان ۹۸۶ھ کو ختم ہوتی ہے - چنانچہ :-

نسخہ کی تاریخ اس تھا نہ — پاے عدد ہر مصرے مانہ

خوب محمد گنے بچار — چودہ گھاٹ اوس برس ہزار

دوجا چاند جو تھا شعبان — دیں دوشنبہ کیا بیان

دوسرے شعر کا ہر مصرع الگ الگ مادۂ تاریخ ہے - بلکہ مصرع "چودہ گھاٹ اوس برس ہزار" سے ملفوظی اور مکتوبی دونوں تاریخیں نکلتی ہیں - اردو زبان میں یہ ایک قدیم تاریخ ہے جو ہمیں معلوم ہے -

اس تصنیف میں متعدد فارسی و عربی الفاظ بگڑی حالت میں ملتے ہیں - ان میں سے بعض اسقدر مسخ ہوگئے ہیں کہ ان کی شناخت بھی مشکل ہے - میں بعض یہاں درج کرتا ہوں :-

مصرے = مصرع - مثال :- پاے عدد ہر مصرے مانہ

سہی = صحیح - مثال :- اسے سہی کر براے خدا

درس = درست - مثال :- درس کہوں وے توں من آن

داندلوں = جمع دندانہ - مثال :- جان داندلوں سوں تس سین

یادگار مشہور و معروف است" (ص ۷۶ مرآت احمدی)

ان کے ذہنی کارنامے تصوف کے میدان تک ہی محدود نہیں ہیں۔ بلکہ دیگر فروع علوم پر بھی شامل ہیں۔ ہندی اور فارسی عروض پر ان کی ایک تصنیف کا ذکر آیندہ سطور میں آئے گا۔

ان کے واقعات زندگی پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور ہمیں اسی قدر علم ہے کہ ان کا انتقال شوال کی ۲۴ر کو ۱۰۲۳ھ میں ہوا اور چوک احمد آباد میں مسجد فرحت الملک کے پاس خانپور دروازہ کے قریب مدفون ہیں۔ ان کی وفات کی تاریخ "خوب تھے" سے برآمد ہوتی ہے۔

محمد خوب کا نام ان کی ہندی مثنوی خوب ترنگ تصنیف ۹۸۶ھ اور اس کی فارسی شرح تالیف ۱۰۰۰ھ کی بنا پر اب تک زندہ ہے۔ بعض وجوہ کی بنا پر میں ان کی فارسی شرح امواج خوبی کا ذکر پہلے مناسب سمجھتا ہوں۔ اس کی تاریخ تالیف شعر ذیل سے نکلتی ہے:-

عدد شمار ز تاریخ "شرح نعت محمد" ہزار سال کمل ز "فکر خوب محمد"

'شرح نعت محمد' اور 'فکر خوب محمد' اسکے مادۂ تاریخ ہیں۔

ایک اور شعر جس میں مصنف نے ایک نہایت اچھوتے طریقہ سے تاریخ تصنیف نکالی ہے۔ حسب ذیل ہے:-

شمارم سال شرح نعت احمد دہم سال از دہم عشر از دہم صد

یعنے دسویں صدی کے دسویں عشر کا دسواں احد۔ اس سے وہی سال ایک ہزار ہجری مقصود ہے۔

اس شرح پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف فارسی زبان کا ایک قابل منطقی اعلےٰ شاعر اور عمدہ تاریخ گو تھا۔

گگن پر ڈھونڈھن جانئیں"۔ فارسی کی ضرب المثل مصرع "یار در خانہ و من گردِ جہاں میگردم" کا پرتو ہے۔

کان کرو یہ پرم کہانی' میں 'کان کرو' فارسی 'گوش کن' کا ترجمہ ہے اور مصرع دھن تجہ پر لٹکے کیوں نکرے تجہ جیسا ساتھی پیار دھرے۔ میں 'لٹکے کرنا' ناز کردن کا اور پیار دھرنا محبت داشتن کا ترجمہ ہے۔

فارسی و عربی الفاظ بعض اوقات ہندی بنا لیئے گئے ہیں۔ اوپر کے اشعار میں الفاظ ذیل ہمیں نظر آتے ہیں۔

نوازے (نواختن سے)۔ نرمائی (نرمی)۔ اسوار (سوار)۔ خوشبوئی (خوشبو)، حمیل (حمائل)، باندی (بندہ سے)، سہی (صحیح)۔ لیکن سب سے زیادہ جو لفظ بگاڑا گیا ہے وہ عروس ہے جسکی شکل شاہ صاحب کے ہاں آرس ہے۔

ان ایام میں اردو زبان کی یہ ایک خصوصی شان ہے کہ اس میں ہر زبان کے الفاظ داخل ہوکر کم و بیش اپنی اصلی حالت سے تبدیل کر لئے گئے ہیں۔ اور بالعموم دیکھا جاتا ہے۔ کہ سخت ہندی اور عربی اصوات میں ترمیم کر دی گئی ہے۔ مثلاً ڑ ین۔ عین اور حای حطی کی اصل صوت اڑا دی گئی ہے۔

میاں خوب محمد چشتی

گجرات کے مورخ صاحب مرأت احمدی نے انہیں صوفی کامل اور شاعر صاحب سخن بیان کیا ہے۔ تصوف کے میدان میں انکا مرتبہ بلند ہے۔ جام جہاں نما پر ایک شرح لکھی ہے۔ امواج خوبی اور خوب ترنگ انکی مشہور و معروف تصنیفات ہیں۔ مرأت احمدی کی عبارت یہ ہے:-

"وز ویش کامل و صاحب لسان و صاحب سخن بودند در تصوف دست رسا داشتند و بر جام جہاں نما شرح نوشتہ۔ امواج خوبی و خوب ترنگ از ایشان

ان دونوں بیانوں سے دکن پر گجرات کا لسانی اثر صاف واضح ہے لیکن محض بربنای اثر گجراتی آمیز دکنی زبان کا گجری کہلایا جانا بعید از قیاس معلوم ہوتا ہے - دکن میں گجراتیوں کی اور گجرات میں دکنیوں کی آمد و رفت ہر عہد میں رہی ہے لوگ نقل مکان و ترک سکونت کرتے رہے ہیں - ہمارا خیال ہے کہ جو لوگ اپنی زبان کو گوجری یا گجری کہتے ہیں وہ درحقیقت گجرات سے تعلق رکھتے ہیں - اور ہم نے اس اصطلاح کو گجرات و دکن کی عام اصطلاح مان کر درحقیقت اپنے آپ کو مغالطہ کا شکار بنا لیا ہے ورنہ موزوں یہ معلوم ہوتا ہے کہ گوجری کو گجرات کے لئے مخصوص مانا جائے - اگر دکن میں یہ اصطلاح کسی مصنف کے ہاں ملتی ہے تو ہم سمجھ لیں کہ دراصل وہ مصنف گجرات کا باشندہ ہے - اور اسی لئے اپنی زبان کو گجری کہہ رہا ہے - اگر شیخ برہان الدین جانم اپنی زبان کو گجری کہتے ہیں - تو اس سے یہ مقصد ہے کہ وہ اپنے آپ کو گجراتی الاصل تسلیم کرتے ہیں - مختصر یہ کہ گوجری سے مراد مسلمانان گجرات کی اُردو ہے -

گوجری یا گجری کی اصطلاح دیر تک استعمال ہوتی رہی ہے - حتیٰ کہ بارھویں صدی ہجری کی ابتدا میں بھی اسکا رواج پایا جاتا ہے - چنانچہ محمد امین نے اپنی مثنوی یوسف زلیخا میں جو ۱۱۰۹ھ میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر ختم ہوئی ہے اپنی زبان کو گوجری کہا ہے -

آمدم بر سر مطلب - جواہر اسرار اللہ مختلف نظموں کا ایک مختصر دیوان ہے جو عشق و معرفت کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے - دیوان کی اکثر و بیشتر نظموں کا موضوع مسئلۂ وحدت وجود ہے جسکو شاہ صاحب سینکڑوں طرح سے بیان کر جاتے ہیں - اسی بنا پر ان کے ہموطن اس دیوان کو دیوان مغربی کا ہم پلہ مانتے ہیں - معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ صفات سے گذر کر عین ذات میں محو ہیں - قلب پر وصالی کیفیت طاری ہے - بستر شجر حجر پھول کلی غنچہ - غرض تمام مظاہر قدرت میں محبوب حقیقی جلوہ نما ہے اور یہ اس کے نشۂ محبت میں سرشار ہیں - اس سے رنگ رلیاں کرتے ہیں اور محظوظ ہوتے ہیں - کبھی مجنوں بنتے ہیں کبھی لیلیٰ - کبھی

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ بیجاپور کے اہل اللہ شیخ برہان الدین جانم جو بظاہر حالات دکنی ہیں اور دکنی زبان ہیں لکھ رہے ہیں اپنی زبان کو گجری کیوں کہتے ہیں اسکی کوئی تسلی بخش توجیہہ نہیں بتائی جا سکتی۔ مولوی عبدالحق کہتے ہیں :-

"لیکن خصوصیت کے ساتھ گجری کہنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ وہ زبان جس میں ان کا کلام ہے 'ہندی ہے' لیکن گجری ہندی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کلام کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان پر گجرات کا اثر ہے[۱]"

میں یہاں ڈاکٹر محی الدین مصنف اردو شہپارے جلد اول کی رائے بھی درج کرتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں :-

"اس عہد کی تواریخ دکن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گجرات سے بہت سے ادیب وہاں کی سلطنت کے زوال پر ابراہیم عادل شاہ نے وہاں کے تمام ادیبوں کو اپنے دربار میں بلا لیا چنانچہ گجرات کے ان پناہ گزینوں نے دکن میں اردو کا ادبی ذوق بڑھانے میں بڑا حصہ لیا ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بیجاپور کے بعض اردو مصنفین جیسے شاہ برہان اپنی زبان کو گجری کہتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ گجرات کے اثر سے دکن کی ادبی زبان بڑی حد تک بدل گئی ہو اور جو لوگ اس متبدلہ زبان میں لکھتے ہیں وہ اپنی زبان کو گجری کہنے لگے اور پرانی زبان دکھنی کہلانے لگی۔ مگر یہ فرق زیادہ عرصہ تک نظر نہیں آتا۔ کیونکہ متاخر اہل قلم ہمیشہ اپنی زبان کو دکھنی کہتے رہے[۲]"۔

---

[۱] رسالۂ اردو صفحہ ۵۴۲ - بابت ماہ جولائی ۲۸ء ۔

[۲] اردو شہپارے جلد اول صفحہ ۱۲ ۔

دیباچۂ دیگر املاکن بعد از نازل ید یا فرزندم ایشان قبول کردہ بمقدار حضور خویش انشا کردہ عرض نمودم . . . . . .

این جواہر اسرار اللہ را باذن آنحضرت سلطان العارفین بطریق باب ساختم تا طالب مشاہدہ را مطلوب فی الحال در نظر آید و این قصیدہ کہ در مناقب آنحضرت سلطان العارفین مرشد آنحضرت سلطان ابوالحسن شیخ محمد ابن عبد الرحمٰن القریشی الاحمدی فرمودہ بود آنہم آوردہ"

ایک دلچسپ امر یہ ہے کہ دونوں دیباچہ نگار جواہر اسرار اللہ کی زبان کو "گوجری" کے نام سے یاد کرتے ہیں - یہ اصطلاح غالباً اس زبان کو گجرات کی زبان سے ممیز کرنے کے لئے وضع کی گئی ہے - جس سے بالفاظ دیگر گجراتی اردو مراد ہے - ابوالحسن محمد یا شیخ حبیب اللہ کے ہاں یہ اصطلاح جہانتک ہماری معلومات ہے - سب سے پہلی مرتبہ مستعمل ہوئی ہے لیکن بہت جلد بعد قبول عام کا خلعت اسکو مل جاتا ہے - اور گجرات سے نکل کر دکن پہنچ جاتی ہے - مولوی عبد الحق کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ برہان الدین جانم متوفی ۹۹۰ھ جو اولیائے بیجاپور (دکن) سے تعلق رکھتے ہیں اپنی زبان کو گجری کہتے ہیں - مثلاً کتاب حجت البقا میں انھوں نے لکھا ہے :-

جے ہوین گیان بچاری   نہ دیکھیں بھاکا گجری

اور کتاب ارشاد نامہ میں کہا ہے :-

یہ سب گجری کیا زبان   کر یہ آننہ دیا نسا

علاوہ بریں ایک نثر کے رسالہ موسوم بہ کلمۃ الحقائق میں لکھا ہے :-

" سبب یو زبان گجری ' نام این کتاب کلمۃ الحقائق"[1]

---

[1] رسالہ اردو اورنگ آباد صا۴۱-۵۴۲ ' بابت ماہ جولائی ۱۹۲۷ء ' جلد ہفتم ' حصہ بست و ہفتم "

ہے - نہایت مختصر ہے آپ اس پر نیا دیباچہ لکھئے - میں نے اس فرمایش کی تعمیل کر دی ہے - اور آنحضرت کے حکم سے اس کو ابواب میں مرتب کر دیا ہے - اور وہ قصیدہ[1] بھی درج کر دیا ہے جو ابوالحسن شیخ محمد ابن عبد الرحمان نے آنحضرت کی مدح میں لکھا ہے -

ذیل میں اس دیباچہ کے بعض ضروری اجزا نقل کر دیے جاتے ہیں : -

"فیقول العبد الفقیر یکے از کمینہ مریدان خاکروبان و فرزندان حضرت سلطان العارفین شاہ علی محمد معشوق اللہ المسمی سید ابراہیم ابن سلطان الصالحین شاہ مصطفے حبیب اللہ ابن غوث الاعظم سلطان العارفین شاہ علی محمد معشوق اللہ الحسینی الاحمدی کہ آنحضرت و نیز مرشدی و شیخی شیخ العالم ، بحر حقیقت الحقائق و معانی غواصی فرمودہ دل خود را بجواہر و مرجان و لولو لالای حقیقی پر کردہ آنرا در سلک شعر ساختہ ، مکاشفات و ذکات اسم کردہ بس آنرا بامان د ... یاب و جوہر نثار بطریق نظم بالفاظ گوجری بزبان حق و کاسب حق بسان ... بوقت مکاشفات و مشاہدات و مغایبات فرمودہ در بیان اسرار اللہ کہ اثبات توحید و وجود واحد و وجود مطلق بادلایل و براہین عقلی و نقلی و وجدانی و تمثیلات آں دریں مختصر آوردہ و جمع کردہ و آنرا جواہر الاسرار اللہ نام داشتند کہ ایں درج ملفوظ پر از جواہر اسرار است ....
.... وقتے بعضے طلاب وجود واحد ایں فقیر را گفتند کہ دیباچہ جواہر اسرار اللہ کہ ابوالحسن شیخ محمد القریشی الاحمدی فرمودہ بنہایت مختصر است تو

---

[1] قصیدہ کا ابتدائی شعر ہے ؎

آں ولی اللہ کہ ذاتش مظہر اسم خداست | قطب عالم در جہاں گفتن کنوں او را سزاست

اور شاہ صاحب کا نام اس شعر میں درج ہے ؎

شاہ من شاہ علی است ابن ابراہیم شاہ | خاتم ختم ولایت افتخار اولیا ست

جواہر اسرار اللہ کی دو اشاعتیں ہیں ۔ پہلی اشاعت جو غالباً مصنف کی زندگی میں تیار ہو چکی تھی ۔ ان کے مرید شیخ حبیب اللہ ابن عبد الرحمٰن القریشی الاحمدی نے کی ہے ۔ اس اشاعت پہ ذیل کا مختصر دیباچہ درج ہے :-

"........ میگوید بندہ فقیر حقیر کہ یکے از کمینہ مریدان و خاکروبان حضرت رب العالمین بندگی حضرت قطب الاقطاب العالم .... تاج الافراد سلطان العارفین غوث الاعظم الشریف سلطان سیدی معشوق اللہ الحسینی الرفاعی رضی اللہ عنہ المسمّی بشیخ حبیب اللہ ابن عبد الرحمٰن القریشی الاحمدی کان اللہ لہ کہ چند مکاشفات حضرت بندگی سید السادات سیدی و شیخی شیخ العالم الشریف شاہ علی جیو معشوق اللہ مدظلہ ابن شاہ ابراہیم ابن شاہ عمر الحسینی الاحمدی رضی اللہ عنہم کہ آں حضرت یک لسان لسّان در بار جوہر نثار بزبان مبارک فرمودہ است در بیان توحید و اسرار اللہ بالفاظ گوجری بطریق نظم فرمودہ بود دریں مختصر آوردہ و جمع کردہ و آں ملفوظ حضرت سلطان العالم شاہ علی محمد معشوق اللہ المناسبت جواہر اسرار اللہ را بکتاب جواہر اسرار اللہ نام داشتہ ...."

دوسری اشاعت کے مالک مصنف کے نبیرہ سید ابراہیم ابن شاہ مصطفےٰ حبیب اللہ ابن شاہ علی محمد ہیں جو آپ کے مرید بھی ہیں ۔ اس اشاعت کا دیباچہ ایک طویل الذیل عربی عبارت سے شروع ہوتا ہے ۔ اس کے بعد فارسی دیباچہ آتا ہے ۔ جس میں سید ابراہیم کہتے ہیں ۔ کہ مجھ سے بعض دوستوں نے کہا کہ جواہر اسرار اللہ کا دیباچہ جو ابو الحسن شیخ محمد القریشی الاحمدی نے لکھا

لہ کذا ۲ مولوی عبد الحق اڈیٹر رسالۂ اردو نے ان کا نام 'ابن الحسن شیخ محمد ابن عبد الرحمٰن القریشی الاحمدی' دیا ہے (دیکھو رسالہ اردو حصہ ۵۱ بابت ماہ جولائی ۱۹۲۸ء) لیکن 'ابو الحسن' بجائے 'ابن الحسن' زیادہ صحیح ہے کیونکہ اشاعت دوم میں سید ابراہیم نے دو مرتبہ ابو الحسن لکھا ہے ۔ اس کے علاوہ ابو الحسن نے اپنے قصیدہ میں بھی یہی کنیت دی ہے :

۳ گرم شرای دگر مستند از جام خسنر
بو الحسن خواہد غنیمت بادۂ کو خم براست

فارسی کے برابر مانتے ہیں - ان کے الفاظ ہیں :-

"دیوانے دارد بزبان ہندوی در روش و متنے برابر دیوان مغربی است رصلا، جلد دوم

مرآت احمدی"

جب شیخ بہاء الدین برناوی گجرات تشریف لے جاتے ہیں - احمد آباد میں شاہ علیجیو کے مہمان ٹھہرتے ہیں - شاہ صاحب نے ایک روز انہیں اپنا ہندی کلام جو مختلف بحور و اوزان میں تھا سنایا شیخ نے بہت پسند کیا - اس پر شاہ علی محمد نے اس دیوان کا ایک نسخہ تحفۃً شیخ کی خدمت میں پیش کیا جو آیات کلام پاک و احادیث رسول سے محشی و مزین تھا - شیخ علاء الدین ثانی جو شیخ بہاء الدین برناوی کے جانشین ہیں اپنی تالیف کتاب چشتیہ میں جو ۱۰۶۵ھ و ۱۰۶۶ھ کی تصنیف ہے تحریر کرتے ہیں - کہ یہ نسخہ ابتک ہمارے کتب خانہ میں محفوظ ہے - ان کے الفاظ ہیں :-

"آں متصوف صادق شعار اشعار واثق ہندویہ خود را کہ بزبان گجرات و در بحر عجیب پر لذات جمع کردہ بود بحضور آں مخدوم باشعور از سر جبور بر خواند و انصاف طلبید ایں امام تمام کلام لذا ذانجام شیریں کام را بوجہ احسن بہ پسندید و آں رسالۂ مجلد کہ در وے تمام بھولنہ و نکات موحدانہ مندرج بودند و بآیات و احادیث موافق ساختہ محشی کردند نسخۂ ہندویہ بایں قدوۂ چشتیہ گذرانیدند کہ تا امروز آں رسالہ یادگار ازاں بزرگوار در اجزای اوراق آں مہر ضیای صاحب و فاق باقی است"

(کتاب چشتیہ ورق ۳۳۵)

شاہ علی محمد کا نقش نگین "اللہ باقی محمد ساقی" تھا جسکو بشکل برگ تنبول کندہ کرایا گیا تھا - جب مریدوں کو شجرہ عنایت ہوتا تھا اس پر اسکی مہر لگائی جاتی تھی -

(بقیہ حاشیہ صلہ) [illegible] میں وفات پائی - تقی اوحدی نے سال وفات [illegible] بیان کیا ہے آپ شیخ اسمٰعیل سیسی کے مرید ہیں - اور فارسی کے نہایت مشہور صوفی شاعر ہیں (حاشیہ صلہ) سلہ کتاب چشتیہ

گوجری یا گجراتی اردو سولھویں صدی عیسوی میں

جلد ۶

(سلسلہ کے لئے دیکھو یہی میگزین بابت نومبر ۱۹۳۰ء)

شاہ علی محمد جیو گام دھنی متوفی ۹۷۳ھ

سید احمد کبیر رفاعی کی اولاد میں ہیں اور قطب عالم شاہ ابراہیم بن شاہ عمر الحسینی الاحمدی کے فرزند ہیں - ۱۷ ربیع الاول ۹۷۳ھ کو وفات پاتے ہیں - ان کی نظموں کا مجموعہ جو زیادہ تر تصوف کے رنگ میں ہے جواہر اسرار اللہ کہلاتا ہے - اور اسی مجموعہ کی بنا پر ان کی شہرت باقی ہے - مرآت احمدی کے مصنف محمد حسن شاہ صاحب کی تصنیف کا پایہ شیخ مغربی[2] کے دیوان

---

[1] سید احمد کبیر ابن سید ابوالحسن علی ابن سید یحییٰ ابن سید ثابت ابن سید حازم ابن سید احمد ابن سید حسن اپنے جد کی نسبت سے رفاعی مشہور ہیں - ۵۱۲ھ میں شہر واسط میں پیدا ہوئے اور ام عبیدہ میں ۵۷۸ھ میں وفات پائی - تاریخ ولادت (جاء بدر الرب) سے برآمد ہوتی ہے اور تاریخ وفات (للہ جاء بدر الرب) ہے (صفحہ ۶ "ترجمہ حکیم رفاعیہ" مترجمہ گیلانی زادہ السید محمد سیف الدین طبع استانبول ۱۳۰۱ء)   [2] ام محمد شیرین ... کے بیٹے ولسپھی